17647 9-12-07

tle – URDU-E-MUALLA.

uthor – Mirza Asad ullah Khan Ghalib.

ublisher – National Press (Allahabad).

Date – 1968.

ages – 438.

~~Subjects – Ruqqat – [illegible]~~

~~[illegible]~~

ubjects – Ghalibiyat – Maktubat.

بہ عون صانع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان

حصہ اول مع حصہ دوم

اُردوئے معلّیٰ

یعنے

کارنامہ فصاحت و سرمایہ بلاغت رقعاتِ اُردو نجم الدولہ دبیر الملک
مرزا نوشہ اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب
جو بلحاظ زباں دانی تعلیم اطفال کے لیئے ایک دستور العمل ہے

بماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

احقر الانام سید محمد عبد السلام کے اہتمام سے

مطبع فاروقی واقع دہلی میں طبع ہو کر مطبوع طباع ہوئی

M. A. O. COLLEGE. ALIGARH.
۱۱۳۵۷
۱۳-۱-۱۸
27-9-84

قیمت فی جلد عہ (تعداد طبع پندرہ سو ۱۵۰۰) بار

اس مختصر فہرست میں مطبع فاروقی رزاقی مجیدی قیومی انتظامی وغیرہ کی کتب موجود ہیں تاجروں کو
پچتہ کے حساب سے بکفایت دیجاتی ہیں محصول وغیرہ ہر حالت میں ذمہ خریدار ہوگا اجزا کی رقموں کو قیمت
نہ تصور فرمالیں ایک ہی دفعہ فرمایش دیکر معاملہ کی صفائی دیکھیے۔ فہرست کلاں عام مفت روانہ کیجا

المشتہر
مولوی سید محمد معظم سید محمد عبدالسلام مالک مطبع فاروقی دہلی بازار بلیماران

کتب اجزا

72

نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا
انوار محمدی	ہم ورق	انشائے نامی	پکجز	پندنامہ فریدالدین عطار	سے	تفسیر سورۂ یوسف	پہ	دافع الاوہام	[illegible]
اندرسبھا کلاں	سے	ارشاد مرشد مع فیصلہ ہفت مسئلہ	پکجز	بوستان مترجم	سعہ	جواب السائلین	سہ	دیوان لطف	[illegible]
اندرسبھا خورد	پکجز	آداب القرآن	پکجز	باغ و بہار	لعہ	جنگ نامہ [illegible]	ع	دیوان صادق	[illegible]
انشائے صفدری	عہ	انشائے بہار عجم	ع	پنج گنج	سے	جنگ نامہ محمد حنیف	لعہ	دیوان عاشق	[illegible]
انشائے خلیفہ	سہ	ارشاد فی مسئلہ الضاد	پکجز	بہار گلشن حصہ اول	ع	چمن بے نظیر	سعہ	دستور الصبیان	[illegible]
انشائے منیر	للعہ	بہارستان جامی	پکعہ	" حصہ دوم	ع	چہار گلزار	صہ	دیوان نویدی	[illegible]
احیاء القلوب	لعہ	بہار جنت	للعہ	" حصہ سوم	ع	جنگ نامہ حضرت علی رض	سہ	درود تاج	[illegible]
انشائے تمیز	چہ	بیتال پچیسی	سے	باغ رسول	ع	چھبیلی بھٹیاری	ع	دولہن نامہ	[illegible]
احکام العیدین	للعہ	بارہ ماسہ سندر کلی	پکجز	پندنامہ عطار مترجم	چہ	جنگ نامہ کربلا	چہ	دستور المبتدی	[illegible]
انشائے جامی	پہ	بکٹ کہانی	۸ ورق	بہار دانش فارسی	اعہ	چوہے نامہ	پکجز	داستان امیر حمزہ	[illegible]
الفاظ عزیزیہ	للعہ	پنجہ نگارین حصہ اول	ع	تنبیہ النسا	ع	جوگی نامہ	پکجز	رسالہ نماز روزہ	[illegible]
آثار محشر	للعہ	بارہ ماسہ وہاب	ع	تنبیہ الغافلین	سعہ	حاتم طائی	پعہ	راگ چمن	[illegible]
انشائے اُردو	ع	پارہ ہفتی	للعہ	تعلیم عزیزی	ع	حارس الاشرار	ع	رقعات عالمگیری	[illegible]
انشائے خردافروز	ع	پارہ عم مترجم	صہ	تشریح الحروف	پکجز	حزب البحر مترجم	پکجز	رانڈوں کی شادی	[illegible]
انشائے فائق	ع	پارہ عم مع قاعدہ سہ جزہ	سے	تمیز الکلام	پکجز	حروف تہجی مع پند نامہ	للعہ	رقعات امان الحسینی	[illegible]
ایجاد رنگین	ع	بہار خلد	عہ	تحریم النسا	ع	حرز سلیمانی	دعہ	رقعات نظامیہ	[illegible]
انتخاب عرشی	للعہ	پارہ الف لام میم	ع	ترکیب اصل جملہ	پکجز	خیرۃ الفقہ	ع	راحۃ القلوب	[illegible]
آمد نامہ	پکجز	پارہ سیقول	ع	توشۂ عقبیٰ	پکجز	حجۃ الاسلام	پکجز	راہ نجات	[illegible]
انشائے مظہر	پکجز	پارہ تلک الرسل	ع	تعلیم المبتدی حصہ اول	ع	حسن و عشق	ع	رسالہ عقیقہ	[illegible]
الف با فارسی مع فوائد عزیزیہ	للعہ	پارہ لن تنا	ع	" حصہ دوم	للعہ	حقیقۃ الصلوٰۃ	ع	رفیق السالکین	[illegible]
اعجاز غوثیہ	پہ	پارہ والمحصنات	ع	تفسیر سورۂ فاتحہ	للعہ	خدا کی رحمت	سعہ	روایت بسم اللہ	[illegible]
افصح الانشا	صہ	پارہ لا یحب اللہ	ع	تحقیق تعلیم انگریزی	۳ ورق	خلاصۃ الفقہ	سعہ	رقعات عزیزی	[illegible]
اوراد احسانی	سے	پارہ واذا سمعوا	ع	تدابیر معالجہ ہیضہ	للعہ	خوشحال صبیان	۲ ورق	زلزلۃ الساعۃ	[illegible]
انشائے بہار بےخزاں	پہ	پارہ عم ۲۰ - ۲۶	ع	تحفۃ العاشقین	سے	خالق باری	پکجز	زنانی اُردو	[illegible]
اندرجال	صہ	پارہ عم نقل طیب	ع	تجہیز و تکفین	ع	خلاصۃ المسائل	پہ	زیور ایمان	[illegible]
آیات قرآنی	پکجز	بوستان مع فرہنگ	لعہ	تحفۃ الزوجین	عہ	خلاصۃ النکاح	سعہ	زبان حساب	[illegible]
اختر محمدی	سے	بنجارہ نامہ	پکجز	ترانۂ عشق	ع	دیوان مخفی	[illegible]	زینۃ القاری	[illegible]

اُردوئے معلّی

حصّہ اوّل

۸۹۱۲۳۳۶ | ۷۶۴۷

CHECKED

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U7647

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ من تصنیف شاعر شیریں مقال ناثر عدیم المثال جناب میر مہدی صاحب المتخلص بہ مجروح شاگرد رشید جناب میرزا اسد اللہ خان غالب مدظلہم

ستایش داورِ جہاں آفریں آسان نہیں کیونکر بیاں ہو اور نعتِ حضرت سیّد المرسلین مشکل ہے زبان کیا مرد میداں ہو وہ دریائے ذخّار ہے یہہ محیطِ ناپیدا کنار ہے وہاں ذہنِ نارسا اور فہم بے سر و پا یہاں عقل معترف بعجز و قصور و خرد ناچار و مجبور۔ پھر اس صورت میں قلم مقطوع اللسان کیا نگارش کرے سوا کہ محصّل گذارش کرے اور وہ یہہ ہے کہ سخنورانِ خرد پیشہ اور خردمندانِ درست اندیشہ خوب جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے کلامِ عرب کی شیرینی اور زبانِ عجم کی نمکینی گوش زدِ خاص و عام ہے اور ہر عقیل و فہیم اسی بات پر متفق الکلام ہے۔ مگر یہہ جو زبانِ اُردو نے ہندوستان میں رواج پایا ہے یہہ بھی ترکیب کی خوبی اور حسن کی اُسلوبی میں اُنہی زبانوں کے ہم پایہ ہے۔ اگر فصحائے عرب و عجم کماحقّہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پایئں تو اپنی زبان سے زیادہ اسکی تحسین فرمایئں۔ ہر چند ابتدائے رواج سے ہر عہد میں کاملانِ عصر اس معشوقۂ خرد فریب کی آراستگی و پیراستگی میں سعیٔ فراواں اور کوشش بے پایاں کرتے آئے ہیں مگر بالفعل اس زمانہ میں اس زبان کی خوبی کا یہہ مرتبہ پہنچا

ہے کہ بیان سے باہر ہوگیا ہے اَب بدرِ انور بدرجۂ کمال ہے آگے بیمِ زوال ہے خصوصاً
زبانِ اہلِ دہلی کہ **اُردوئے معلّیٰ** بولنا اسکا حصّہ ہے ہرچند کہ بعض حضرات کو ابات
کا غصّہ ہے مگر جو صاحبِ فہمِ سلیم و ذہنِ مستقیم و طبعِ رسا و مزاجِ انصاف آشنا رکھتے ہیں وہ
اس امر کو مان جانتے ہیں معوجّ الذہن و کج رائے یوں ہی باتیں بناتے ہیں۔ بھلا دہلی کا اسقد
کیونکر مرتبہ ہو جب اس عدیم النظیر کا یہ شہرِ مینو بہر مسکن و ماوا ہو جسکی طبعِ وقّاد نے عقدہاے معانی
کو وا کیا ہے جسکے ذہنِ نقّاد نے پست و بلند شاہراہِ سخن کو ہموار و مصفّا کیا ہے۔ فصاحت اگر
لعلِ ناب ہے تو وہ اسکی آب و تاب ہے اور بلاغت اگر گوہرِ بے بہا ہے تو وہ اسکی آبروی جوہرِ فرا
ہے۔ معنی اگر گل ہے تو وہ اسکی شمیمِ روح فزا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اسکی صیقلِ جلوہ نما
ہے۔ اُس کا سینۂ بے کینہ نکاتِ حکمیہ کا گنجینہ ÷ اُس کا قلبِ باصفا اسرارِ علمیّہ کا دفینہ۔ شعر و
شاعری کی اُس کی ذات نے رونق بڑھائی ہے۔ اُردو نے اسکی زبان پر گزر کر عزّت پائی
ہے جس قدر تعریف کہ برمز و ایما ہے یہہ جناب **نجم الدولہ دبیر الملک نواب**
اسد اللہ خان صاحب غالب تخلّص کی ذاتِ بابرکات کی خوبیوں کا
ایک ادنیٰ شمّہ ہے ؎ میرا استاد کہ ہے جسکا سخن عالمگیر ÷ ہے ظہوری کا ظہو
اور نظیری کا نظیر ÷ حضرت کا جو سخن ہے وہ دُرِّ عدن ہے۔ جو بات ہے از رہِ معنی کرامات ہے
یہ نثر کی رنگینی۔ یہ نظم کی شیرینی۔ یہ غزل کی فصاحت۔ یہ قصیدہ کی متانت۔ یہ لفظوں کی محبوبی
یہ ترکیب کی خوش اسلوبی۔ یہ جدّتِ معانی۔ یہ طلاقتِ لسانی۔ یہ سلاستِ عبارت۔ یہہ
روانیِ مطالب دیکھی نہ سُنی۔ سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں۔ باتیں ہیں کہ مصری کی
ڈلیاں ہیں۔ نثر نثرہ نثار پر نظم انجم قرباں۔ حسنِ تقریر پر تحریرِ شُعاع سے نثار کرنیکو آفتاب
زر بداماں۔ گفتارِ شکر بار کو جادو کہوں سحر کہوں حیران ہوں کیا کہوں لا حول و لا قوۃ کیا

سودائیوں کی باتیں کرتا ہوں۔ کیا جادو ہے کیا سحر کا اثر ہے۔ گفتارِ اعجاز طراز کے نیک سے ہندوستان میں نہ جادو ہے نہ سحر ہے ہاں بابل کے کسی کونے میں چھپا ہو تو کیا خبر ہے بھلا اُس عبارتِ فصاحت نشان کا کیا وصف بیان ہو جسکی صفائیٔ استعارات کی خجلت سے دُرِّ شاہوار پانی پانی۔ جسکی رنگینیٔ فقرات سے جگر خونِ لعلِ رُمّانی۔ نہیں نہیں۔ یہ ستایش کچھ سرمایۂ نازش نہیں۔ کیا موتی کیا لعل ان کی وجہ قدر و مقدار یعنی آب و تاب انکی تغیّر میں نایاب ہے اور یہ قیامت تک یکساں۔ تہیدستانِ سرمایۂ سخن کو فیض رسانِ عبارتِ متین کی کیفیت دیکھکر جامی تو کیا فلاطونِ خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہیں اور اُسکے ادراکِ غوامض میں اپنی عقل و خرد کھو دیں جہاں کہ ایسے سرخوشانِ خمستانِ معانی جرعہ خوارِ بادۂ گفتار و نشۂ حُسنِ بیاں سے سرشار ہوں پھر ہم سے نارسیدہ اُس پختگی مطالب کو کیا پائیں کہاں سے ایسی قوّتِ متخیلہ لائیں سوائے اِسکے کہ یہ راہ باریک دیکھکر قدم لڑکھڑائیں اور اپنی نافہمی پر عرقِ انفعال میں غوطہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ اِس جنس گراں ارز کا کوئی خریدار نہوا اور اِس یوسفِ مصرِ سخندانی کا طالب بیدار نہوا۔ حضرت کا ظہور حضرتِ اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا شاہِ عباس دارائے ایران کے عصر میں ہوتا۔ نظیری اپنا نظیر دیکھ لیتا ظہوری کو فنِ شعر میں اپنا حریف غالب نظر آجاتا۔ خیر اب ہم یوں دِل خوش کرتے ہیں کہ اگر حضرت اُس وقت میں زینت بخشِ جہاں ہوتے تو ہم کہاں ہوتے یہ ہمارے طالع کی خوبی یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخبِ روزگار کے جمالِ باکمال سے مقتبسِ انوارِ فیض ہوئے اور شرفِ قدمبوسی سے بہرہ اندوز۔ جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب سخندانِ پیشینہ کو دیکھ لیا۔ جب حضرت کا کلام سُن لیا سب کا کلام سُن لیا۔ بیّن میرے قول کی یہ اُردو کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ ممتنع النظیر ہے۔ اس اُردو کا نیا انداز ہے کہ جسکے دیکھنے سے رُوح کو اہتزاز ہے جو کہ بعد تکمیل ہو جانے کلیاتِ نظم و نثر فارسی کم

وہ ایک سر آویزۂ گوشِ فصاحت و پیرایۂ گلوے بلاغت ہے اور ہندوستان سے ایران تک ہر ایک نکتہ سنج کی وردِ زبان ہے مدت سے حضرت کو اِس طرزِ نو ایجادِ اُردو سے لگاؤ ہے اور خط و کتابت میں اسکا برتاؤ ہے۔ جب شائقین ہندوستان نے اِس نمکِ سخن ہی کا مزہ چکھا تھا ہر ایک سرمایۂ لذتِ مائدۂ سخن سمجھ کر طلبگار خواستگار ہوا اسواسطے **منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر** کہ یہ صاحب خلق و مروت میں یکتا اور علم دوست و ہنر آشنا ملازمینِ معززینِ سرکار سے ہیں اور اب پنشن دار ہیں۔ علمِ فارسی کو خوب جانتے ہیں اشعار بھی اُسی زبان میں فرماتے ہیں منشی صاحب کے اشعار قابلِ دید ہیں جناب مرزا صاحب قبلہ کے شاگردِ رشید ہیں چنانچہ خود جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎ در معرکہ تیغیم کہ جوہر داریم + انکی طبع والا نے یہ اقتضا کیا کہ یہ گہرہائے شب افروز سلکِ تحریر میں منسلک ہو کر زینت بخشِ عروسِ سخن ہوں اور یہ گلہائے پراگندہ جمع ہو کر ایک جا گلدستہ ہوں تا اُسکی رائحۂ روح پرور سے دماغِ نکتہ سرایاں غیرتِ چمن ہو اسواسطے **میر فخر الدین صاحب مہتمم اکمل المطابع دہلی** نے سعیِ بے پایاں اور لالہ بہاری لعل صاحب منشی مطبعِ مذکور نے کوششِ فراواں سے اکثر خطوط جمع کیے اور قصدِ انطباع کیا اور **اُردوے معلّٰی** نام رکھا گیا اور اُن خطوں کو دو حصوں پر منقسم کیا۔ پہلے حصے میں صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے تا طلباے مدرسہ فائدہ اُٹھائیں۔ دوسرے حصے میں مطالبِ مشکلہ کی تحریر اور تقریظ وغیرہ لکھی تا سخنوران معنی یاب اُسکے دیکھنے سے مزا پائیں اور منشی صاحب موصوف نے اِس ہیچمدان خاکسار **مجروح** دل اوفگار سے اِسکا دیباچہ لکھنے کو فرمایا۔ بندہ یہ سنکر حیران ہوا کہ یا رب دُرِّ شاہوار کے سامنے خزف ریزوں کا کیا اعتبار اور لعل و زمرد میں پتھر کے ٹکڑوں کا کیا وقار مگر الامرُ فوقُ الادب سمجھکر اور اپنے کو بھی خوانِ نعمت کا ذلّہ چیں جانکر یہ چند سطریں لکھیں بقولِ **عرفی**

چو ذرّہ گرچہ حقیریم نسبتیم این بس
کہ آفتاب بود نقطۂ مقابلِ ما

حصۂ اوّل

(رقعہ بنام نواب میر غلام بابا خاں بہادر)

نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ فقیر اسد اللہ عرض کرتا ہے کہ آپکے خط کے آنے نے میری آبرو بڑھائی۔ حقتعالیٰ تمھیں سلامت رکھے ۳۶ درفش کاویانی کی رسید پہنچی۔ بموجب ارشاد کے آٹھ اور نہ بھیجوں گا۔ جملہ غرض شہرت ہے۔ اِس قلمرو میں مَیں نے جلدیں تقسیم کی ہیں اُس ملک میں آپ بانٹ دیں۔ اِتنی میری عرض قبول ہو کہ بڑودہ۔ گجرات میں سید احمد حسن صاحب مودودی اور میر ابراہیم علیخاں صاحب کو ایک ایک جلد بھجوا دیجیے گا اور چھ جلدیں مولانا سیف الحق کو عطا کیجیے گا۔ کہ وہ اپنے دوستوں کو بھجوا دیں۔ خواجہ بدر الدین خاں میرے بھتیجے نے بوستانِ خیال کو اُردو لکھا ہے اُسکا ایک اشتہار اور یہاں ایک اخبار نیا جاری ہونیوالا ہے اُسکے دو اشتہار اِس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں آپ یا آپکے احباب میں سے کوئی صاحب کتاب کے یا اخبار کے خریدار ہوں تو اشتہار کے مضمون مطابق میں عمل میں لائیں والسلام مع الاکرام میاں سیف الحق سیاح کو سلام ۲۲۔ مارچ ۱۸۶۶ع +

ایضاً سبحان اللہ تعالیٰ شانہ ما اعظم برہانہ۔ جناب مستطاب نواب میر غلام بابا خاں بہادر سے بتوسط منشی میاں داد خاں صاحب شناسائی بہم پہنچی۔ لیکن واہ اوّل ساغر و دُردی) کیا جگر خوں کن اتفاق ہے پہلا عنایت نامہ جو حضرت کا مجھکو آیا اُس میں خبر مرگ۔ اب مَیں جو اُس کا جواب لکھوں اور میرا پہلا خط ہوگا لامحالہ مضامین اندوہ انگیز ہوں گے نہ نامۂ شوق نہ محبت نامہ صرف تعزیت نامہ صریر قلم ماتمیوں کے شیون کا خروش ہے جو لفظ نکلا وہ سیاہ پوش ہے۔ ہے ہے نواب میر جعفر علیخاں جیسا امیر روشن گہر نام آور۔ روشناس اعیانِ ہند و انگلینڈ وسط جوانی یعنی ۴۶ برس کی عمر میں یوں مر جائے ہے نخلِ چمن سروری اُفتادہ پا ہائے + سچ تو یوں ہے کہ یہ دہر آشوب غم ہے مجمع اہل ہند ماتم دار ہے سوگوار ہوں تو بھی کم ہے

اگرچہ میں کیا اور میری دعا کیا مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں اور کیا کروں قطعہ سال رحلت نواب غفران مآب جب دل خار خار غم سے پُرخوں ہوا ہے یوں موزوں ہوا ہے ؎

گردید نہاں مہر جہانتاب دریغ
شد تیرہ جہاں بچشم احباب دریغ
این واقعہ را از روے زاری غالب
تاریخ رقم کرد کہ نواب دریغ

از روے زاری زاء ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو سنہ ۱۲۸۲ھ پیدا ہوتے ہیں فہذا المطلوب

تحریک نہم تاتم منشی میاں محمد خاں صاحب کو سلام یکشنبہ بست و یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق ششم ستمبر سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عنایت فرمائے مخلصان زاد مجدہٗ۔ شکر یاد آوری و روان پروری بجا لاتا ہوں پہلے اس سے آپکا مودت نامہ پہنچا ہے وہ میرے خط کے جواب میں تھا اُسکا جواب نہیں لکھا گیا۔ پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا۔ خط کیا تھا خوانِ دعوت تھا میں نے کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے۔ ناچ بھی دیکھا۔ گانا بھی سُنا۔ خدا تمکو سلامت رکھے کہ اس نالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو۔ صاحب ریاست و امارت میں ایسے جھگڑے بہت رہتے ہیں۔ میں بسبب فرطِ محبت اخبار میں تمہاری افزایش عز و جاہ دیکھکر بہت خوش ہوا اور تمکو تہنیت دی۔ ظفر نامہ ابد۔ بہت مبارک لفظ ہے ان شاء اللہ العزیز ہمیشہ مظفر و منصور رہو گے ؎ کارت بجہاں جملہ چناں باد کہ خواہی + نجات کا طالب غالب شنبہ ۳ اپریل

ایضاً جناب سید صاحب و قبلہ بعد بندگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ آپکا پہنچا آپ مجھے فرماتے ہیں کہ تم اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کرو۔ آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا اب وہ طاقت بھی زائل ہو گئی۔ ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی ضعیف ہو گئی۔ متصدی نوکر رکھنے کا مقدور نہیں۔ عزیزوں۔ دوستوں میں سے کوئی صاحب وقت پر آ گئے تو میں مطلب کہتا گیا اور وہ لکھتے گئے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ کل آپکا خط آیا۔ آج ہی ایک دوست میرا آگیا کہ یہ سطریں

لکھوا دیں اور پھر آپ فرمائیں کہ منشی میاں داد خاں سے مجھے قطع محبت ہو گیا ہے منشی صاحب کی محبت و ادب کے توسط سے آپکی محبت دل و جان میں ہمہ تن سما گئی ہے جیسا اہل اسلام میں بلکہ ایمان کا پس ایسی محبت کا موقوف ہونا کبھی ممکن نہیں امراض جسمانی کا بیان اور اخلاص ہمہ گیر کی شرح کے بعد ہجوم غمہائے نہانی کا ذکر کیا کروں جیسا ابر سیاہ چھا جاتا ہے یا ٹڈی دل آتا ہے بس اللہ ہی اللہ ہے سیف الحق منشی میاں داد خاں کو سلام کہئیے گا اور یہ خط پڑھا دیجئیے گا فقط نجات کا طالب غالب۔ روز چہار شنبہ ۶ اپریل سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً بخدمت نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان نواب میر غلام بابا خاں صاحب بہادر دام مجدہٗ۔

عرض کیا جاتا ہے کہ آپکا عنایت نامہ اور مولٰنا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونوں لفافے ایک دن پہنچے۔ سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں مبارک ہو اور مبارک ہو نظارہ بزم جمشیدی سے محروم رہونگا مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہیگا خاطر جمع ہے۔ کیوں حضرت صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آگیا یا نہیں۔ نام تاریخی اور پھر سید بھی اور خان بھی سید شہامت علیخان عجب ہے کہ اگر پسند نہ آئے اور بہت عجب ہے کہ اس امر کی نہ آپکے خط میں توضیح نہ میاں داد خاں کے خط میں۔ خیر میں نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی یہی نام رکھئیے پسند آنے نہ آنے کی تو فقیر کو اطلاع ہو جائے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۹ اگست سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً ستودہ بہر زمان و نامور بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر مرتضوی الاتبار نواب میر غلام بابا خاں بہادر کو مسرت بعد مسرت جشن مبارک و ہمایوں ہو۔ رقعہ گلگوں نے بہار کی سیر دکھلائی۔ بسواری ریل وارد ہونیکی ہوس دل میں آئی۔ پاؤں سے اپاہج۔ کانوں کا بہرا۔ ضعف بصارت۔ ضعف دماغ۔ ضعف دل۔ ضعف معدہ ان ضعفوں پر ضعف طالع۔ کیونکر قصد سفر کروں۔ تین چار شبانہ روز قفس میں کس طرح بسر کروں۔ گھنٹہ بھر میں دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناگاہ قولنج کی دورہ کی شدت ہوتی ہے۔ طاقت جسم میں۔ حالت جان میں نہیں۔ آنا میرا اس صورت تک کسی صورت حیز امکان میں نہیں۔ خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ جیسا سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سیدانی صاحبہ کی بسم اللہ

کی بھی تاریخ لکھا چاہیئے۔ ماہِ خجستہ بہار۔ ذہن میں آیا۔ ثابت عدد کم پائے خجستہ بہار پر ادب کی اعداد بڑھائے شمار میں ۱۲۸۲ نظر آئے۔ دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ بُڈھا ہوں فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرف جوشِ محبت سے چار مصرعے موزوں ہوئے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ راقم اسد اللہ خاں غالب ۱۴ نومبر ۱۸۶۶ء سیف الحق صاحب کو سلام۔ ایک میرے دوست مصوّر خاکسار کا خاکا اتار کر دہلی کا نقش اتارنے کو اکبر آباد گئے ہیں وہ آجائیں تو شغلِ تصویر تمام ہو کر آپکی پاس پہنچ جائے خط ازراہ احتیاط بیرنگ بھیجا ہے **قطعہ**

خجستہ جشنِ دبستان نشینیٔ بیگم
بفیضِ ہمت نواب یمن اقبالش
چو از پے ادب آموزیست خوش باشد
اگر خجستہ بہار ادب بود سالش

ایضًا نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عالیشان والا دودمان زاد مجدکم۔ سلام مسنون الاسلام و دعائے دوامِ دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان ایام میمنت فرجام میں جو از روئے اخبار بھی آپکی فزونیٔ عز و جاہ کے حالات معلوم ہوئے متواتر شکرِ الٰہی بجا لایا۔ اور اس ترقی کو اپنی دعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا خصوصًا عدالت العالیہ میں فتح پانا۔ اور حقِ حقیقی کا ظہور میں آنا کیا کہوں کیا مسرّت و شادمانی کا موجب اور کس طرح کی نشاط اور انبساط کا سبب ہوا ہے۔ حق تعالیٰ یہ فتح مبارک و ہمایوں کرے **قطعہ**

فتحِ سید غلام باباخاں
خود نشانِ دوامِ اقبال است
ہم ازیں رو بود کہ غالب گفت
کہ ظفر نامۂ ابد سال است

بہار باغ جاہ و جلال جاوداں باد۔ اسد اللہ خاں غالب۔ فقط

ایضًا۔ جناب نواب صاحب میں آپکے اخلاق کا شاکر اور آپ کی یاد آوری کا ممنون اور آپکے دوامِ دولت کا دعا گو ہوں اگر بوڑھا اور اپاہج نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہنچتا۔ اور آپکے دیدار سے مسرّت اندوز ہوتا آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں خدا آپکو ہمیشہ سلامت رکھے با کراہت خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف و نقاہت ہے اگر میری اوقات شبانہ روزی اور میری حالات آپ دیکھیں تو

تعجب کریں گے کہ یہ شخص جیتا کیونکر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہنا اور پھر دم بدم پیشاب کو اٹھنا
ان مجموع مصائب میں سے ایک آفتِ مصیبت یہ ہے کہ سنہ ۱۲۸۲ شروع ہوئے ۱۲۱۲ھ کی ولادت ہے اب کے رجب کے مہینے سے
سترواں سال شروع ہوگا۔ ستر بہترا بوڑھا اپاہج آدمی ہوں۔ جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو حضرت
تمھاری خوبی ہے میں کسی لائق نہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ ۱۳ مئی ۱۸۶۶ء ❖

ایضاً بجناب نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلمہ اللہ تعالی۔ بعد سلام مسنون الاسلام و دعائے
دوام دولت و اقبال کی ہمیشہ وردِ زبان ہے۔ گھڑی گھڑی کے عطیہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر ساعت بجا لاتا ہوں
پہلے تو آپ دوست اور پھر امیر اور پھر سید۔ نظر ان تین امور پر اس ارمغاں کو میں نہایت عزیز سمجھا اور اپنے سر اور
آنکھوں پر رکھا خدائے عالم آرا آپکو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپکا ممد و مددگار ہے ظاہرا بوقت روانگی کنجی کا رکھنا
سہو ہو گیا خیر یہاں پہنچ جائیگی۔ والسلام بالوف الاحترام۔ خوشنودی احباب کا طالب غالب۔ شنبہ سوم دسمبر ۱۸۶۴ء

ایضاً نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان امیدگاہِ درویشاں دام افضالکم۔ آپکا بندۂ منت پذیر غالب
خوش نصیبی یوں نصیب ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عز ورود لایا۔ مژدۂ قبول سے میرا رتبہ بڑھایا جو کچھ میرے حق میں
ارشاد ہوا ہے اگر اسکو قدر دانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ اپنے کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھ لوں۔ البتہ
آپ نے ازراہِ حق پسندی سخن کی قدر دانی اور میری قدر افزائی کی ہے جو اغلاط فارسی دانانِ ہند کے ذہن میں
راسخ ہو گئے تھے ان کو دفع کیا ہے تو کیا برائی کی ہے بات یہ ہے کہ اوچھی پونجی والے گمنام لوگ اپنی
شہرت کے لئے مجھ سے لڑتے ہیں واہ واہ اپنے نام بنانے کو ناحق احمق بگڑتے ہیں عطیہ حضرت
بتوسط جناب سیف الحق پہنچا اور میں نے اسکو بے تکلف عطیۂ مرتضوی سمجھا۔ علی مرتضی علیہ التحیۃ والثنا
آپکا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احسانمند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا۔ آج سے
کاپی لکھی جانے لگی اور تصحیح کو میرے پاس آنے لگی۔ چھاپے کے واسطے برسات کا موسم اچھا ہے لیکن اب اسکے
چھپنے میں دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح یکشنبہ ۱۷ دسمبر ۱۸۶۵ء ❖

بنام منشی میاں داد خان المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بہ سیّاح

سعادت و اقبال نشان منشی میاں داد خان سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ ان کے خطوط کا جواب نہیں لکھا۔ غزلوں کے مسودے گم ہو گئے اِس شرمندگی سے پاسخ نگار نہوا اَب یہ سطریں جو لکھتا ہوں اُس خط کے جواب میں ہیں جو بنارس سے آیا ہی۔ بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہی۔ ایک مثنوی میں نے اُسکی تعریف میں لکھی ہے اور چراغ دیر اُسکا نام رکھا ہی وہ فارسی دیوان میں موجود ہی اُسکو دیکھنا اشرف حسین خان صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد کے زمانہ سے بہت پہلے اُنکا خط اور کچھ اُنکا کلام میرے پاس آیا ہی تم اُنکو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جسطرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اِسیطرح آیندہ بھی لکھتے رہوگے میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں

؎ اگر بدل نخلد ہرچہ از نظر گزرد + زہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد +

خیر اگر سیر و سیاحت میسر نہیں نہ سہی ذکر العیش نصف العیش پر قناعت کی۔ میاں داد خان سیّاح کی سرگزشت سیر و سفر ہی سہی۔ غزل تمہاری رہنے دیتا ہوں اسکے دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے جیسا تمنے وعدہ کیا ہی جب اور غزلیں بھیجوگے اُنکے ساتھ اُسکو بھی دیکھ لونگا بلکہ احتیاط مقتضی اسکا ہی کہ اِن غزلوں کے ساتھ اُس غزل کو بھی لکھ بھیجنا۔ ناتوانی زور پر ہے۔ بڑھاپے نے نکمّا کر دیا ہی۔ ضعف۔ سستی۔ کاہلی۔ گرانجانی۔ گرانی۔ رکاب میں پاؤں ہے۔ باگ پر ہاتھ ہی۔ بڑا سفر دور و دراز درپیش ہے۔ زاد راہ موجود نہیں۔ خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر ناپرسیدہ بخشدیا تو خیر۔ اگر باز پرس ہوئی تو سقر مقر ہے اور ہاویہ زاویہ ہے۔ دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں۔ ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے +
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے +

اللہ اللہ اللہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دوشنبہ ۱۲ دسمبر ۱۸۶۶ء

الیضاً صاحب شکایت کی جگہ ہی کہ تمہارا کوئی خط ڈاک میں ضائع نہیں ہوتا اور میرا کوئی خط تمکو نہیں پہنچتا سنو چھوٹے صاحب کا خط آیا۔ انہیں قطعہ کا شکر اور اجزای کتاب بھیجنے کی تاکید تھی اُسنے اسکے جواب میں لکھا کہ

اس کتاب کا چھاپا یہاں ہی شروع ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ بعد انطباع ایک مجلد آپکے واسطے اور ایک مجلد منشی میاں داد خاں کیواسطے بسبیل ڈاک پارسل بھیجونگا۔ اب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو اور اپنے نام کا خط انکو پڑھاؤ اور ایک پتہ تمکو دیتا ہوں۔ نواب صاحب کا جو خط طلب کتاب کے بابمیں آیا تھا اسمیں مندرج تھا کہ اب میں سورت کو جاتا ہوں تم اجزائے کتاب کا پارسل اس پتہ سے سورت کو بھیجنا۔ بھائی میں نے اُسی پتے سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ پیڈ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے نظر اس بات پر یہ خط تمکو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع ہونیکا احتمال قوی رہے فقط صبح دوشنبہ ۱۴ ربیع الثانی مطابق ۱۲ ستمبر سال حال غالب

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سلمکم اللہ تعالیٰ۔ فقیر کیطرف سے سلام و دعا قبول کریں۔ چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خاں سے کہا گیا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دیدینا سو تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع دی ہے۔ حال تصویر کا یہ کہ میں نے اسے سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا گویا چھوٹے صاحب کو دیکھا۔ لیکن اسکا سبب معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے ہم سے بات نہ کی۔ خیر دیدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہیگا تو سن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب آئینہ تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں مگر فقیر اس کا معتقد نہیں اب دیکھو حضرت کی تصویر میں کہنیوں تک ہاتھ کی تصویر ہے آگے تک پہنچے اور نیچے کا پتہ نہیں۔ مکالمہ ایکطرف مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی اس وقت جداگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام اور اشتیاق کہنا بلکہ یہ خط اُن کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں۔ میں سادات کا نیازمند اور علیؑ کا غلام ہوں ؎

بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوانِ شما ٭ نجات کا طالب غالب ٭ ۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۲ ہجری

ایضاً برخوردار کامگار سعادت نشان منشی میاں داد خاں سیاح طال عمرہٗ درویش گوشہ نشین غالب حزین کی دعاے درویشانہ سے کامیاب بہرہ مند ہوں۔ لکھنؤ کی ویرانی پر دل جلتا ہے مگر تمکو یاد رہے کہ وہاں بعد اس فساد کے کلیک کون ہوگا یعنی راہیں وسیع ہو جائیں گی بازار اچھے نکل آئینگے

جو دیکھیگا وہ داد دیگا اور دلّی کے فساد کے بعد کوں نہیں ہے یہاں فساد در فساد چلا جائیگا۔ شہر کی صورت سوائے اس بازار کے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوری دروازہ تک ہے سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے۔ دیوان کا چھاپا کیسا وہ شخص نا آشنا موسوم بہ عظیم الدین جسنے مجھ سے دیوان منگا بھیجا آدمی نہیں ہے۔ بھوت ہے۔ پلید ہے۔ غول ہے قصہ مختصر سخت نا معقول ہے مجکو اس کے طور پر انطباع دیوان نا مطبوع ہے اب میں اس سے دیوان مانگ رہا ہوں ور وہ نہیں دیتا خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دعا مانگو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ دوشنبہ ۱۱ جون ۱۸۶۰ء غالب

ایضاً صاحب تمھارا مہربانی نامہ کہ گویا الفاظ اسکے سراسر نواب میر غلام بابا خان صاحب کی زبانی تھے پہنچا۔ جواب لکھتا ہوں اور پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں ایک قرن بارہ ۱۲ برس سے فردوس مکان نواب یوسف علیخاں والیٔ رامپور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتے تھے اس مغفور کی اندازہ دانی دیکھیئے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی اپنے خط میں ہنڈوی بھیجا کرتے میں خط کا جواب لکھ بھیجتا۔ اس ماہانہ کے علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتے رہے۔ فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعہ کی آمد مفقود۔ انگریزی پنشن مسدود۔ یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجا رہا تب میری اور میرے متوسلوں کی زیست ہوئی۔ رئیس حال کو خدا بدولت و اقبال ابداً موبداً سلامت رکھے وجہ مقرری کی ہنڈوی ہر مہینے بدستور قدیم اپنے خط میں بھیجا جاتا ہے۔ فتوح کی رسم دیکھیئے جاری رہے یا نہیں۔ میرے پاس روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ چھپواؤں پہلے بھی نواب مغفور نے دو سو روپے بھیجدیئے تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھپوایا گیا تھا اب بھی وعدہ کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقرری کے ساتھ دو سو بھیجیں گے وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ء حال میں مر گئے۔ اپریل کا روپیہ رئیس حال سے میں نے پایا مصرف کتاب کا روپیہ آیا۔ یاد دلاؤں گا۔ مگر اس مرحوم کا وعدہ سررشتۂ دفتر سے نہ تھا جو از روے دفتر

اُسکی تصدیق ہو۔ بہر حال فکر میں ہوں۔ اگر اسباب نے مساعدت کی فہو المراد ورنہ ؎ آنچہ یادرکار دایم اکثر ہے درکار نیست ۔ منشی صاحب اِس خط کو ضروری جانکر بیرنگ بھیجتا ہوں نجات کا طالب غالب ۳۰ جولائی ۱۸۶۵ء

ایضاً منشی صاحب شفیق بدل مہربان عزیز از جان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دُعا پہنچے۔ پرسوں نواب صاحب کا خط اور کل تمھارا خط آیا۔ صاحب ٹوپیوں کی حقیقت یہ ہے کہ تمنے لطائف غیبی کی ۵ اجلدیں سات روپے آٹھ آنے دام بھیجکر منگوائیں پھر دو روپے کے ٹکٹ بھیجکر ٹوپیاں منگوائیں۔ میں نے تمھارے بھیجے ہوئے روپیوں کی ٹوپیاں خریدکر تمکو بھیجدیں۔ چاہو تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کرو۔ یہ جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ تم میرے ہاتھ ہو تم میرے بازو ہو میرے نُطق کی تلوار تمھارے ہاتھ سے چلتی رہیگی۔ لطائف غیبی نے اَعدا کی دھجیاں اُڑادیں۔ ایک نئی بات سُنو۔ محمد مرزا خان میرے بیبی بھائی کا نواسہ ہے اسنے ایک اخبار نکالا ہے مسمّٰے بہ اشرف الاخبار۔ اُسکا ایک لفافہ تمکو بھیجتا ہوں۔ اسکو پڑھکر معلوم کرلوگے کہ تمھارا ایک اعتراض قتیل کے کلام پر چھاپا گیا ہے۔ اس ارسال و اَعلام سے صرف اطّلاع منظور ہے ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی نظر سے بھی گذر جائے اور اُس سرکار میں یہ اخبار خرید کیا جائے اور تم اُن کیطرف سے حکم خریداری ابتدائے جنوری ۱۸۶۶ء سے بنام محمد مرزا خاں لکھو اور وہ خط اُس پتہ سے دلّی کو روانہ کرو جو اُن کے اخبار آخر میں لکھا ہے۔ حیران ہوں کہ چھوٹے صاحب کے خط کا کیا جواب لکھوں۔ اُنھوں نے مجھے شرمندہ کیا اپنے کو چھوٹا اور مجھکو بزرگ لکھا۔ سیّد تو سب مسلمانوں کے بزرگ ہوتے ہیں۔ میں تو مسلمانوں میں بھی ایک ذلیل۔ علیل۔ فقیر۔ حقیر۔ آدمی ہوں۔ یہ اُنکی بزرگی۔ اُنکی خوبی۔ اُنکی مہربانی ہے حق تعالیٰ اُنکو سلامت رکھے۔ اور اِن مقدمات میں مِن کُلّ الوُجُوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو

میرا سلام کہنا اور یہہ عبارت پڑھا دینا۔ ہاں صاحب برادر بجان برابر میرزا معین الدین حسین خان بہادر کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بہت چاہتا ہے۔ پہلے برخوردار شہاب الدین خان سے صلاح پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل پیل کرتے چلے آؤ۔
دیدار کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۷ شوال ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۸۶۷ع

ایضاً۔ صاحب کل آپ کا خط آیا۔ میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تمھارا جسکا حوالہ اس خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا۔ ورنہ کیا امکان تھا کہ جواب نہ لکھتا۔ جناب منشی میر امیر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن اُن کے محامد و مکارم سُنتا ہوں۔ جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن میں نے اُن کو فقیر دوست اور درویش نواز نہ پایا۔ اغنیا کیواسطے اچھے ہیں ہائے مولوی محمد حسن اور مولوی عبدالکریم اس عہد میں اگر ان بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں اپنی قسمت کو روتا۔ وقت گزر جاتا ہے۔ بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خانصاحب آپ جو کلکتہ پہنچے ہو اور سب صاحبوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اُسنے رہائی کیوں نہ پائی۔ وہاں جزیرہ میں اسکا کیا حال ہے گذارا کسطرح ہوتا ہے۔ غالب۔ جمعہ ۴ اکتوبر ۱۸۶۱ع

ایضاً اُٹھیئے بیٹھیئے مولانا سیاح۔ سلام علیکم۔ مزاج مبارک۔ سورت کا پہنچنا بصورت مبارک ہو بھائی میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے۔ لیکن تمکو چین کہاں۔ خدا جانے کئی ہفتے یا کئی مہینے بیٹھو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے۔ جی میں کہو گے آؤ اب دکن کی سیر کریں۔ حیدرآباد اورنگ آباد۔ دونوں شہر اچھے ہیں۔ اُنکو دیکھیں۔ میرزا معین الدین حسین خاں اور میرزا محمد حسین خاں یہ دونوں بیٹے ہیں نواب قدرت اللہ بیگ خاں کے اور قدرت اللہ بیگ خاں ابن عم

نوّاب احمد بخش خاں کے اور معین الدین حسن خاں کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاء الدین خاں سے۔ یہاں کوئی اَمر نیا واقع نہیں ہوا۔ وہی حالات و اطوار ہیں جو دیکھ گئے ہو۔ مسجدِ جامع کے باب میں کچھ پرششیں لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ واگذار کا حکم آئے اور وہ مسلمانوں کو ملجائے۔ ہنوز بدستور پہرا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا

والسّلام مع الاکرام۔ صبح سہ شنبہ۔ ۲ ر ذیقعدہ و مئی معًا۔ غالب ✦

ایضًا نورِ چشم اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سیّاح کو غالبِ نیم جان کی دعا پہنچے واقعی تمہارے دو خط آئے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھ لیتا تھا۔ اب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ میں رعشہ۔ آنکھوں میں ضعفِ بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہیں دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی میں تو اب کوئی دن کا مہماں ہوں اور اخبار والے میرا حال کیا جانیں۔ ہاں اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور مجھ سے ملتے رہتے ہیں سو اُن کے اخبار میں میں نے اپنا حال مفصّل چھپوا دیا ہے اور انہیں میں مَیں نے عذر چاہا خطوں کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے۔ اُسپر کسی نے عمل نہ کیا ابتک ہر طرف سے خطوں کے جواب کا تقاضا اور اشعار واسطے اصلاحوں کے چلے آتے ہیں اور مَیں شرمندہ ہوتا ہوں۔ بوڑھا۔ اپاہج۔ پورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔ طشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سو طشت چوکی تیسرے چوتھے دن اتفاق جانیکا ہوتا ہے اور حاجتی کی حاجت بسبب کثرتِ بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے جو ہندوستانی ایک دوست تھا وہ شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے مجھ میں اتنا دم کہاں کہ کوٹھے پر سے اُتروں پالکی میں بیٹھوں اور اُسکے گھر جاؤں دو گھنٹے دو گھنٹے کرسی پر بیٹھا رہوں اور تصویر کھنچواکر جیتا جاگتا اپنے گھر پھر آؤں۔ اب تم ازراہِ مہربانی میر ابراہیم علیخاں بہادر

اور حکیم سید احسن صاحب کو اور جب بمبئی سے آجائیں تو نواب غلام بابا خان کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمھارے ہاں لڑکی کا پیدا ہونا اور اُسکا مرجانا معلوم ہو کر مجھکو بڑا غم ہوا۔ بھائی اِس داغ کی حقیقت مجھ سے پوچھو کہ ۶۵ برس کی عمر میں سات بچے پیدا ہوئے۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور کسیکی عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو۔ حق تعالیٰ تمھیں صبر اور نعم البدل دے۔ والسّلام۔ ۲۵ اگست سنہ ۱۸۶۶ء + غالب +

ایضاً خانصاحب سعادت و اقبال نشان میاں داد خان سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام پہنچے۔ تمھارا کوئی خط سوائے اِس خط کے جسکا مَیں جواب لکھتا ہوں ہرگز نہیں پہنچا بہت دن سے مجکو خیال تھا کہ مولانا سیاح نے مجکو یاد نہیں کیا۔ کل ناگاہ تمھارا خط پہنچا۔ آج اسکا جواب لکھتا ہوں۔ مہر مَیں تو کھودنیکا نہیں جو اسقدر عذر چاہتے ہو۔ کھدوا دینے میں کیا تکلیف اور کیا زحمت۔ مَیں احباب کا خادم ہوں۔ میر غلام بابا خاں صاحب سے میرا سلام کہیئے اور وہ نگین مع نقشہ بے تکلف بھیج دیجیئے۔ آپکے حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی درستی ہو جائیگی خاطرِ عاطر جمع رہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ اجی سیاح صاحب ہمارا دھیان تم میں لگا رہتا ہے۔ کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ مَیں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خاں صاحب کو مہر کھدوانی نہ ہوتی اور وہ تم سے کہتے تو تم ہرگز مجھ کو خط نہ لکھتے۔ یہ تمھارا خط گویا میر غلام بابا خاں کے حسب الحکم تھا۔ جی میں آیا تھا کہ اُنھیں کو اسکا جواب لکھوں اور اُنکے نام کا خط بھیجوں مگر پھر سوچا کہ تم آزردہ ہو جاؤ گے۔ تمھیں کو خط لکھا۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں۔ گاہ گاہ خط لکھا کرو۔ والسّلام۔ نجات کا طالب غالب۔ شنبہ یکم مارچ سنہ ۱۸۶۶ء +

ایضاً منشی صاحب کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا ؎ کس زبانِ مرا نمی فہمد + بعزیزاں چہ التماس کنم + یاد کرو کہ اصل مقدمہ یہ تھا کہ مَیں قاطع برہان کو دوبارہ چھپوایا چاہتا ہوں حتی نواب صاحب مدد دیں یعنی سَو دو سَو جلدیں خرید لیں۔ حضرت نے ایک گھڑی عنایت فرمائی بھلا یہ میرے کس کام کی چار دن سوچا کیا کہ پھیر دوں پھر اسوچا کہ بُرا مانینگے۔ آخر کو گھڑی رکھ لی اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطباع

اسکے بعد سو ڈیڑھ سو جلدیں بھیجدونگا۔ اسی خط کیساتھ نوابصاحب کے نام کا خط گھڑی کی رسید کا پہنچتا ہے اور یہ بھی تمکو معلوم رہے کہ گھڑی کی کنجی نہیں آئی۔ ظاہرا تمہو سے وہیں رہگئی ہوگی۔ ہاں صاحب تیس جلدیں لطائف غیبی کی دو پارسلوں میں آگے بھیجی ہیں جسکی قیمت دس روپے مجکو پہنچے فی الحال ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو۔ غالب ۳۰ دسمبر ۱۸۶۳ء۔

ایضًا سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے خط میں آپ نے بہت سے مطالب لکھے مگر تیس کتابوں کی دو پارسلوں کی رسید نہیں لکھی یہ ایک پارسل دو پارسلوں کے بھیجا گیا ہے اسمیں وہی لطائف غیبی ہے جسکو میں نے اپنے مطالعہ میں رکھکر صحیح کیا ہے اسکے بھیجنے سے مدعا ہے کہ تم ان تیس رسالوں کو اسکے مطابق صحیح کر لو اگر چھوٹے صاحب نے رکھ لیا ہے تو انسے مستعار لیکر اپنی سب کتابیں صحیح کر لو اور وہ نسخہ انکی نذر کر دو۔ صاحب میں نے اپنے صرف سے لطائف غیبی کی جلدیں نہیں چھپوائیں مالک مطبع نے اپنی بکری کو چھاپیں ہیں میں نے مول لیں تیس تمکو دلوادیں۔ بیس بھائی ضیاء الدین خاں نے لیں دس مصطفیٰ خاں صاحب نے لیں باقی کا حال مجھے معلوم نہیں دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہے ؎

اگر دنیا نباشد دردمندیم
وگر باشد بمہرش پا بہ بندیم
بلائے زیں جہاں آشوب تر نیست
کہ رنج خاطرست ار ہست ور نیست

جہاں دولت نہیں وہاں مصیبت ہے جہاں دولت ہے وہاں خصومت ہے۔ میں تو میر غلام بابا خاں کا دوست ہوں انکی فتح کی دعا مانگتا ہوں آپ اتنی مہربانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہوا کریں وہ مجکو لکھا کریں۔ غربیلہ کیا ہندی نخرہ ہے فارسی میں غربیلہ بولتے ہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ پنجم شعبان ۱۲۸۱ ہجری

ایضًا بھائی سیف الحق تمہارا خط پہنچا۔ قاضی صاحب بڑودہ کو معاف رکھو اگر کوئی وجہ اپنے پر انکے عتاب کی پاتا تو انسے عذر کرتا اور اپنا گناہ معاف کرواتا۔ جب سبب ملال کا ظاہر نہیں تو میں کیا کروں تم

بُرا نہ مانو کس واسطے کہ اگر میں اگر بُرا ہوں تو اُسنے سچ کہا اور اگر میں اچھا ہوں اور اُسنے بُرا کہا تو اُسکو خدا کے حوالے کرو

غالب بُرا نہ مان جو دشمن بُرا کہیں ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

صاحب اِس بڑھاپے میں تصویر کے پردے میں کھچا کھچا پھرتا ہوں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اُتارنیوالے کو کہاں ڈھونڈھوں دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہے اگر ہاتھ آجاویگی تو وہ تم کو بھیجدوں گا اجی وہ تو میں نے نواب صاحب کے کہنے سے ایک بات لکھی تھی۔ دوستانہ اختلاط تھا کہ بمبئی میں بہرا ہوں گانا کیا سنونگا۔ بوڑھا ہوں ناچ کیا دیکھوں۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھانا کیا کھاؤں۔ بمبئی سورت میں انگریزی شراب اچھی ہوتی ہے اگر وہاں آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۵ ستمبر ۱۸۶۶ء +

ایضاً صاحب تمہارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی۔ ٹوپیاں اگرچہ تمہارے سر پر ٹھیک آئیں لیکن ضائع نہ گئیں میرے شفیق اور تمہارے مربّی کے صرف میں آئیں۔ تمکو اور ٹوپیاں بھیجونگا۔ مصوّر سے سخت عاجز ہوں عذر ہی عذر ہے وفا کا نام نہیں۔ کلیات میر تقی کا انتخاب تمہارے خط کے پہنچنے سے دو دن پہلے میر فخرالدین کے ہاتھ ارسال کر دیا۔ ٹکٹ اُن کے حوالے کر دیئے۔ حضرت تہمت لگانے کی خو کس سے سیکھی ہو میرے پاس کوئی غزل تمہاری نہیں ہے نواب صاحب کو سلام کہنا اور میری زبانی کہنا کہ ٹوپیوں کو میرا ارمغان سمجھنا۔ سیف الحق کی نذر تصوّر نہ کرنا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۵ جنوری ۱۸۶۶ء +

ایضاً اقبال نشان سیف الحق کو دعا پہنچے۔ پانچ اشتہار اخبار کی خریداری کے اور تین اشتہار کتاب کی خریداری کے آپکے پاس پہنچتے ہیں۔ چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کروایئے اور اطراف و جوانب و دور و نزدیک بھیجیے۔ جو صاحب کتاب اور اخبار دونوں کے خریدار ہیں وہ دونوں کی خریداری کی اطلاع کا خط میر فخرالدین مہتمم اکمل المطابع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس بھیجدیں جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں وہ اُسکے خریدنے کی اطلاع کا خط جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہوں وہ اُسکی اطلاع کا خط لکھیں۔ غالب۔ ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ء +

ایضاً مولانا سیف الحق! تو کوئی خط تمہارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا بھلا یہ تو فرمائیے کہ یہ ڈھائی روپے کس بات کے اور کس جنس کی قیمت کے ہیں۔ اگلی پانچ روپیے پر میں لیے مرا ہوا تھا یہ ڈھائی اور طُرّہ ہوئے۔ بہرحال اُنکا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کاہے کی ہیں۔ اس قصہ کا جواب جلد لکھو۔ ٹوپیاں بعد عید بھیجی جائینگی۔ عنایت کا طالب غالب۔ ۲۳ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر اسد اللہ کا سلام۔ کل شنبہ ۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خان صاحب کی خدمت میں ارسال کئے کل ہی شام کے وقت آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ خیر آئندہ نہ بھیجو گا۔ صاحب تمنے پانچ روپیہ کے ٹکٹ کیوں بھیجے۔ میں نہ کتاب فروش نہ دلّال۔ یہ حرکت مجھکو پسند نہ آئی اور تمنے بہت بُرا کیا۔ حضرت ۱۶ جلدیں لطائف غیبی کی بھیجکر اُسکے پان سات دن کے بعد میں نامۂ غالب کا پارسل بھیجا ہے لطائف کی رسید تمنے بھیجدی یقین ہے کہ نامۂ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا۔ گھبراؤ نہیں نواب صاحب کی خدمتمیں میرا سلام اور اشتیاقِ ملاقات عرض کرنا۔ نجات کا طالب غالب ۲۱ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب۔ وہی جہاں وہی زمین وہی آسمان وہی سورت وہی بمبئی وہی دلّی وہی نواب میر غلام بابا خان وہی سیف الحق سیّاح وہی غالبِ نیم جان۔ انگریزی ڈاک جاری۔ ہرکاروں کو ریل کی سواری۔ ربیع الاول میں تمہارا خط آیا ربیع الثانی جمادی الاول جمادی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہے۔ صبح کے وقت یہ خط لکھ رہا ہوں ۹ بج گئے ہیں اسوقت تک کوئی تمہارا خط آیا نہ کوئی نواب صاحب کا عنایت نامہ واسطے خدا کے میرے اس خط کا جواب جلد لکھو۔ اور اس خط میں ترکِ نامہ و پیام کا سبب لکھو۔ آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپیوں کا ارسال کرتا ہوں۔ خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تمہارے پسند آئیں۔ نواب صاحب کی خدمتمیں میرا سلام پہنچانا اور عتاب کی وجہ دریافت کرکے لکھنا۔ نجات کا طالب غالب ۳ جنوری ۱۸۶۶ء خط بیرنگ ہے اور پارسل سید

ایضاً برخوردار تمہارا خط پہنچا۔ لکھنؤ کا کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بغداد تھا۔ اللہ اللہ وہ سرکار امیر گر تھی۔

جو نسے سرو پا وہاں پہنچا امیر بن گیا۔ چمن باغ کی یہ فصل خزان ہے میں بہت خوشی سے تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ اُردو کا دیوان غالب صاحب نا انصاف سے ہاتھ آگیا اور میں نے نور چشم منشی شیو نراین کو بھیجدیا یقین کلی ہے کہ وہ چھاپیں گے جہاں تم ہوگے ایک نسخہ تمکو پہنچ جائیگا۔ طریقۂ سعادتمندی یہ ہے کہ ہمکو اپنی خیر و عافیت کا طالب جانکر جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہمپر ظاہر کرتے رہو۔ ہم تمسے راضی ہیں اور چونکہ تمھاری خدمت اچھی طرح نہیں کی شرمندہ بھی ہیں۔ راقم اسد اللہ مرقومہ شنبہ روز عید مطابق ۳۰ جون سنہ ۱۸۶۶ع

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میان داد خان تم سلامت رہو۔ تمھارے خط کے صفحہ سادہ پر یہ چند سطریں رقم کرتا ہوں تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ۔ نامۂ غالب صاحب مطبع نے اپنی بکری کے واسطے نہیں چھاپے جو میں مول لیکر بھیجوں اور تم سے اُسکی قیمت مانگوں۔ میں نے آپ تین جلد چھپوائی۔ دوستوں کو دور و نزدیک بانٹ دی۔ آج یکشنبہ ہے پارسل روانہ ہوگا جتنے یہ نسخے اب میرے پاس باقی ہیں کل تمھیں بھیجدونگا۔ ہاں صاحب پچاس روپے کا نوٹ پہنچا اور روپیہ وصول ہوا کابلی آج شروع ہوگئی جسدن نوٹ پہنچا اُسکے دوسرے دن روپیہ مل گیا تیسرے دن میں نے تمکو تمھارے رجسٹری والے خط کا جواب لکھ بھیجا۔ یقین ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہوگا اور تمنے بموجب میری خواہش کے نواب صاحب کو لکھا دیا ہوگا۔ کل حضرت کا بھی خط آیا ہے اُسکا جواب آج تمھارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہے۔ بندہ پرور یہ جو کہتے ہیں رحیم بیگ کا وطن اصلی میرٹھ ہے اور فی الحال میرٹھ میں مقیم اور معلّمی اُسکا پیشہ ہے اور آٹھ دس برس سے اندھا۔ نظم و نثر میں مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور فارسی شعر کہتا ہے۔ راقم غالب علیشاہ یکشنبہ ۱۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ع

ایضاً صاحب آج تمھارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں جس زمانہ میں وہ دلی آئے تھے میری اُنکی ملاقاتیں ہوئی تھیں وہ میرے دوست ہیں شاگرد نہیں اور ہرگز قصیدہ اُنہوں نے نہیں لکھا۔ آغا عبد الرزاق شیرازی نے گویا میری خستگی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا بہر حال میں تمھارا احسانمند ہوں۔ اگر تم وہاں نہوتے تو میری اور میر منشی کی صفائی نہوتی ان دنوں ضعف دماغ

دَوران سر میں ایسا مبتلا ہُون کہ والئ رامپور کا بھی بہت سا کلام یوں ہی دھرا ہوا ہی دیکھنے کی بھی نوبت نہین آئی تمہاری بھیجی ہوئی غزلین سب بجنسہٖ دھری ہوئی ہین خاطر جمع رکھو جب نواب صاحب کی غزلین دیکھ لونگا تو یہ بھی دیکھی جاینگی جب حال یہ ہو کہ اصلاح نہ دیسکون تو فکر تاریخ کیا کرون۔ اگر میرا حال درست ہوتا تو جناب مولوی عبد الغفور خان صاحب نساخ کی دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا اور اس خدمتگزاری کو اپنی سعادت سمجھتا آپ جناب مولوی صاحب سے میرا سلام کہین اور یہ میرا رقعہ انکو دین نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۶۱ع

ایضاً جناب منشی صاحب آپکا خط مُہری نواب لفٹنٹ گورنر کہ وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اُسکی بھیجنے کی کچھ ضرورت نہ تھی جب گورنمنٹ اعلیٰ نے مجکو خط لکھنا موقوف کیا تو لفٹنٹ گورنروں کی اگلے زمانہ خطوط سے میرا کیا دل خوش ہوگا۔ ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرے پاس ہین جو مین مجکو تو چھ آٹھ مہینون کا افسوس ہی جو تمنے بابت محصول دیئے۔ راقم اسد اللہ۔ مرقوم ۱۸ فروری سنہ ۱۸۶۲ع *

ایضاً صاحب میرا سلام۔ تمہارا خط پہنچا۔ دونون غزلین دیکھین خوش ہوا فقیر کا شیوہ خوشامد نہین اور فن شعر مین اگر اس شیوہ کی رعایت کیجاوی تو شاگرد ناقص رہجاتا ہی یاد کرو کبھی کوئی غزل تمہاری اسطرح کی نہین ہوئی کہ جسمین اصلاح نہ ہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اردو مین دونون غزلین لفظاً اور معنیً بے عیب ہین کہین اصلاح کی حاجت نہیں۔ آفرین صد ہزار آفرین۔ میر غلام بابا خان صاحب واقعی ایسے ہی ہین جیسا تم لکھتے ہو۔ سیاحت مین دس ہزار آدمی تمہاری نظر سے گزرا ہوگا اُس گروہ کثیر مین جو تم ایک شخص کے مداح ہو تو بیشک وہ شخص ہزارون مین ایک ہی لایق تحسین ہی کیا فرمایش کرون اور کیا تم سے منگاؤن وہان کون سی چیز ہی کہ یہان نہین آم مجکو بہت مرغوب ہین انگور سے کم عزیز نہین لیکن بمبئی اور سورت سے یہان پہنچنے کی کیا صورت۔ مالدہ کا آم یہان پیوندی اور ولایتی کرکے مشہور ہے اچھا ہوتا ہی کمال یہ کہ وہان بہت اچھا ہوگا سورت سے دلی آم بھیجے محض تکلف ہے ہدیہ کیسے آم اور چار روپیہ محصول ڈاک کا اور پھر سو مین سے شاید دس پہنچین میرے سر کی قسم کبھی ایسا ارادہ نکرنا یہان دیسی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبو افراط سے ہین۔ پیوندی بھی

آم بہی بہت ہیں تر ہو رہے ہیں نواب صاحب اپنے باغ کے آمون مین سے اکثر بسبیل ارمغان بہیجتے رہتے ہین۔ ای لو آج بریلی سے ایک بہنگی ایک دوست کی بہیجی ہوئی آئی۔ دو ٹوکرے ہر ٹوکرے مین سو سو آم۔ کلو داروغہ نے میرے سامنے وہ ٹوکرے کھولے۔ دو سو مین سے تراسی آم اچھے نکلے اور ایک سو سترہ آم بالکل سڑے ہوئے۔ اوائل جون کا حال ہے ایک ہفتہ مینہ برسکر پھر اب وہی آگ برس رہی ہے اور لو چل رہی ہے۔ شنبہ ۲ جون ۱۸۶۶ع

ایضاً صاحب بین منشی سرمند۔ پہلا خط تمہارا مع قصیدہ پہنچا۔ مین قصیدہ کسی کتاب مین رکھکر بہول گیا اب دوسرے خط کو دیکھکر قصیدہ یاد آیا ہر چند ڈہونڈا نہ پایا۔ بڑی بات یہ ہے کہ اسقدر مجکو یاد ہے کہ اُسی وقت مین نے اُن اشعار کو سراسر دیکھ لیا تہا۔ اشعار سب اچہے تہے۔ تم اندیشہ نکرو۔ اور قصیدہ نذر گزرانو۔ اور بالخیر وطن کو جاؤ لیکن بہائی۔ وطن پہنچکر ضرور مجکو خط لکہنا اور اپنے گہر کا پتہ لکہنا تاکہ مین اُس نشان سے تمکو خط بہیجون نواب میر غلام بابا خان صاحب کو فقیر کیطرف سے سلام کہنا فقط صبح شنبہ ۱۰ نومبر ۱۸۶۶ع

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان شکوہ تمہارا میرے سر اور آنکہون پر۔ مگر کوئی خط تمہارا جواب طلب نہ تہا۔ اشعار کی اصلاح سے مین نے ہاتھ اُٹھا لیا۔ کیا کرون ایک برس سے عوارض فساد خون مین مبتلا ہون بدن پہوڑون کی کثرت سے سرو چراغان ہوگیا۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہون۔ کہانا کہانے کے وقت پلنگ پر سے اُتر بیٹہتا ہون کہانا کہا کر ہاتہ دہو کر پہر پڑ رہتا ہون۔ حاجتی پلنگ کے پاس رہتی ہے اُتر کر بیٹہا تب کیا جاتا ہے بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے۔ طشت چوکی بہی مگر کبہی قدم جانا پہر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایکم ستر برس کی عمر ہوئی اب نجات چاہتا ہون۔ بہت جیا۔ کہانتک جیون گا۔ (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑہو) جناب سید غلام بابا خان صاحب کی خدمت مین میرا سلام کہنا اور ولادت فرزند کی مبارکباد دینا اور یہ قطعۂ تاریخ نذر کرنا **قطعہ**

میر بابا یافت فرزندیکہ ماہ چاردہ
برفراز لوح گردون گردۂ تمثال اوست
فرخی بینی ویابی بہرہ از ناز و طرب
از سر ناز و طرب فرزند فرخ فال اوست

سنہ ۱۲۸۱ کے نو مہینے پچاس اور سطر پ کی طرح کی نو فرزند فتح خان پر اُٹھانے ہونگی غالب دو شنبہ ۱۴ اگست سنہ ۱۸۶۵ع

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی میان دادخان سیاح سیف الحق سلمکم اللہ تعالیٰ دعا اور سلام اور شکر اور سپاس۔ تمہارا خط مرقومۂ ۳۰ اگست پرسون بروز جمعہ ۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ع کو پہنچا کل دسوین ستمبر ماہ حال کو سو روپے ہنڈی جو اُسکے ایک صراف سے وصول ہو گئے چھوٹے صاحب نے بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی۔ اس صرف مین میرا کام ہوا اور اُنکا نام ہوا۔ اللہ اللہ اب بھی ہندوستان مین ایسے لوگ ہین کہ مین نے اُنکو نہ دیکھا اور نہ اُنہوں نے مجھے دیکھا نہ میرا کوئی حق اُنپر ثابت نہ اُنکو کوئی خدمت مجھ سے لینی منظور خیر فقیر ہون جبتک جیونگا دعا دونگا۔ تمام عمر ممنون اور شرمندہ رہونگا تمہارا بھی احسان مانونگا اب دو ایکدن مین کاغذ آجائے تو اُنکا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نوابصاحب کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آجتک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا احسانمند نہین ہوا تھا اب احسان بھی اُٹھایا تو اپنے آقا یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند کا۔ وہ جو ایک اور کتاب کا تم نے ذکر لکھا ہے وہ ایک لڑکے پڑھانے والے مُلّا یعنی مکتب دار کا خبط ہے۔ رحیم بیگ اُسکا نام میرٹھ کا رہنے والا۔ کئی برس سے اندھا ہو گیا ہے باوجود نابینائی کے احمق بھی ہے اُسکی تحریر مین نے دیکھی تمکو بھی بھیجونگا مگر ایک بڑی مزے کی بات یہ ہے کہ اسمین بیشتر وہ باتین ہین جنکو لطائف غیبی مین رد کر چکا ہون بہرحال اب اُسکے جواب کی فکر نکرنا فقط والسلام والاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔ دو شنبہ ۱۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ع

ایضاً صاحب مین خدا کا شکر بجا لاتا ہون کہ تم اپنے وطن گئے اور عزیزان وطن کو دیکھکر خوش ہوئے اور مع الخیر والعافیۃ اپنے محسن و مربی کی خدمت مین پھر آپہنچے۔ نوابصاحب سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور کہنا کہ اس خط مین سلام صرف وفور اشتیاق سے لکھا ہے۔ محبت نامہ جداگانہ جلد بھیجونگا۔ اجی ہان میان سیف الحق خان رامپور سے آکر تین سو جلدین دُرفش کاویانی کی تیار پائین۔ نواب میربابا سے حصہ برادرانہ کو ڈیڑھ سو جلد کا پشتارہ بنایا اُسپر ٹاٹ لپٹوایا۔ ڈاک گھر بھجوایا۔ مسترد آیا

سرکاری ڈاک والون نے ہرگز اُسکا پہنچانا قبول کیا۔ ٹھیکے والی پیم فلٹ پاکٹ والی۔ ریل والی متفق اللفظ اسکے ارسال سے انکار کرتے ہین۔ تم یہ رقعہ حضرت کو پڑھوا دو۔ اور اسباب مین جو وہ فرمائیں وہ مجھکو لکھو۔ مدعا یہ ہے کہ کسیطرح یہ پشتارہ وہانتک پہنچ جائے۔ اس خط کا جواب جسقدر جلد لکھوگے مجھپر زیادہ احسان کروگے۔ نجات کا طالب غالب۔ سہ شنبہ۔ ۲۳ جنوری سنہ ۱۸۶۶ع ٭

ایضاً بھائی تم جیتے رہو اور مراتب عُلیا کو پہنچو۔ لو ایک ہنسی کی بات سُنو۔ تمہارا خط منشی کنھیا لال کے نام کا میرے پاس آیا۔ ہرچند مین نے خیال کیا اس نام کا کوئی آشنا مجھے یاد نہ آیا۔ بنا دانی انکی کہ مجھہی کو لکھا کہ ایسے نام کا خط آئے تو میرے پاس بھیجدینا۔ بیخبری مین جو خط آیا مین نے تمام سیر و قفے مقام سیر و قفت۔ خط بھیجدون تو کیا کرون۔ خط کو واپس کرنیکے بعد ایکدن آپ بھائی میرزا محمد حسین خان کے ساتھ میرے پاس آئے اور تعارف قدیم یاد دلایا۔ دیکھنا یہان کیا خوب بیان فرماتے ہین کہ مین غدر سے پہلے دو مین تیری پاس حاضر ہوا ہون انصاف کرو دو تین ملاقاتین اور دس گیارہ برس کی بات مین نسیان کا پتلا۔ میرا قصور کیا۔ بہرحال یہ شریف ہین اور عمدہ روزگار کئے ہوئے ہیں۔ صاحب مین نے اودھ اخبار مین دیکھا کہ چھوٹے صاحب مقدمہ جیتے اور بمبئی کے صاحبون مین انکی افزایش جاہ و جلال و تعظیم و توقیر کمال ہوئی۔ مین تو تہنیت مین خط لکھونگا مگر شک آتا ہے کہ بحوالہ اودھ اخبار لکھون اور بحوالہ سیف الحق نہ لکھون زیادہ زیادہ۔ اسداللہ خان غالب۔ ۳۱ مارچ سنہ ۱۸۶۷ع ٭

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز از جان سیف الحق میان داد خان سیاح کو غالب کی دعا پہنچے۔ پرسون ایک خط تمہارا اور ایک خط چھوٹے صاحب کا پہنچا۔ تمہارے خط مین پچاس پچاس روپے کے دو نوٹ پہنچے۔ سو روپے وصول ہوگئے آج تمکو اطلاع اور نواب صاحب کو شکریہ لکھ کر روانہ کرتا ہون بھائی تمنے اخبار اطراف و جوانب مین میرا حال دیکھا ہوگا۔ مین اب محض نکما ہوگیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ پچاس جگہ سے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ہوئے بکس مین دھرے ہین ازانجملہ تین صاحبونکے تمکو نام لکھتا ہون۔ میر ابراہیم علیخان

نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کے حقیقی ماموں۔ غرضکہ اُنہیں اوراق میں تمہاری کاغذ بھی دھرے ہوئے ہیں جسدن ذرا افاقہ پاؤنگا تو ان سب کاغذ کو دیکھونگا۔ ۲۲ اپریل ۱۸۶۰ع ٭

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میان داد خان سیاح کو غالب ناتوان نیمجان کی دعا پہنچے۔ بھائی میرا حال اسی سے جانو کہ اب میں خط نہیں لکھ سکتا۔ آگے لیٹے لیٹے لکھتا تھا اب رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہیں ہو سکتا تھا جب یہ حال ہے تو کہو صاحب میں اشعار کو اصلاح کیونکر دوں اور پھر اس موسم میں کہ گرمی سے سر کا بھیجا پگلا جاتا ہے۔ دھوپ کے دیکھنے کی تاب نہیں رات کو صحن میں سوتا ہوں صبحکو دو آدمی ہاتھوں پر لیکر دالان میں لے آتے ہیں ایک کوٹھری ہے اندھیری اُسمیں ڈالدیتے ہیں تمام دن اُس گوشۂ تاریک میں پڑا رہتا ہوں شام کو پھر دو آدمی بدستور لیجا کر پلنگ پر صحن میں ڈالدیتے ہیں۔ تمہاری غزلیں۔ میر ابراہیم علیخان بہادر کی غزلیں۔ میر عالم علیخان کی غزلیں حکیم میر احمد حسن صاحب کی غزلیں اور کیا کہوں کس کس کی غزلیں۔ یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں اگر کوئی دن زندگی اور ہے اور یہ گرمی خیر سے گزر گئی تو سب غزلوں کو دیکھونگا تصویر کا حال یہ ہے کہ ایک مصور صاحب میرے دوست میرے چہرہ کی تصویر اُتار کر لیگئے اسکو تین تین مہینے ہوئے آجتک اُن کا نقشہ کھینچنے کو نہیں آئے میں نے گوارا کیا آئینہ پر نقشہ اُتروانا ہی یک دوست اس کام کو کرتے ہیں عید کے دن وہ آئے تھے میں نے اُنسے کہا بھائی میری شبیہ کھینچدو۔ وعدہ کیا تھا کہ کل تو نہیں پرسوں اسباب کھینچنے کا لیکر آؤنگا۔ شوال ذیقعدہ ذی الحجہ محرم یہ پانچواں مہینہ ہے آجتک نہیں آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب کا قطعہ پہنچا۔ اُسمیں کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی ہیں۔ اب اصلاح دے کون۔ میں تو اپنی مصیبت میں گرفتار۔ ہائے ایک میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُسکو موقع و محل بتایا۔ جو میں کہتا گیا اُسطرح وہ بناتا گیا وہ قطعہ کا کاغذ بعد صلاح کے اکمل المطابع میں بھیجدیا ہفتہ آئندہ میں تم بھی دیکھ لوگی۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب

۱۱ جون ۱۸۶۰ عیسوی ٭

بنام مولوی منشی حبیب اللہ خان المتخلص بہ ذکا

صبح جمعہ نہم شوال ۱۲۸۲ھ ۱۵ فروری ۱۸۶۶ع۔ بھائی مین نہین جانتا کہ تمکو مجھسی اتنی ارادت اور مجھکو تمسے اتنی محبت کیون ہی۔ ظاہرا معاملۂ عالم ارواح ہی اسباب ظاہری کو اسمین دخل نہین تمہارے خط کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہوچکا ہی وقت پر پہنچیگا۔ ستر ابہترا۔ اردو مین ترجمہ پیر خرف ہے میری ہتّر برس کی عمر ہی پس مین بھی خرف ہوا۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہین۔ سامعہ باطل بہت دن سی تھا رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہوگیا اب مہینہ بھر سے یہ حال ہی کہ جو دوست آتے ہین رسمی پرسش مزاج سی بڑھ کر جو بات ہوتی ہی وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہین غذا مفقود ہی صبحکو قند اور شیرۂ بادام مقشر دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سر شام تلے ہوئے چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اور اسیقدر گلاب خرف ہون۔ پوچ ہون۔ عاصی ہون فاسق ہون۔ روسیاہ ہون۔ یہہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے ؎

مشہور ہین عالم مین مگر ہون بھی کہین ہم
القصہ در پے ہو ہمارے کہ نہین ہم +

آج اسوقت کچھ افاقت تھی ایک خط ضروری لکھنا تھا بکس کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا۔ مکرر پڑھنے سی معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہین گئی ناچار اب کتابت جداگانہ مین لکھتا ہون تاکہ خلعت کا حال اور میری حالات تمکو معلوم ہوجائین کہ مین قوم کا ترک سلجوقی ہون۔ دادا میرا ماوراء النہر سے شاہ عالم کے وقت مین ہندوستان مین آیا سلطنت ضعیف ہوگئی تھی صرف پچاس گھوڑے نقارہ و نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ مین پایا بعد انتقال اسکے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبد اللہ بیگ خان بہادر لکھنؤ جاکر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا۔ بعد چند روز حیدرآباد جاکر نواب نظام علیخان کا نوکر ہوا تین سو سوار کی جمعیت سی ملازم رہا۔ کئی برس وہان رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے مین جاتی رہی والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا۔ راؤ راجہ بختاور سنگہ کا نوکر ہوا۔ وہان کسی لڑائی مین مارا گیا۔ نصر اللہ بیگ خان میرا چچا حقیقی مرہٹون کیطرف سے اکبرآباد کا صوبہ دار تھا اسنے مجھے پالا۔ ۱۸۰۶ع مین

جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کمشنری ہو گئی اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا۔ میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے سوارونکی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو سوار کا برگیڈیر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر عین حیات علاوہ رسالہ بھر مرزبانی کے تھی کہ بمرگ ناگاہ مر گیا۔ رسالہ برطرف ہو گیا۔ ملک کی عوض نقدی مقرر ہو گئی وہ ابتک پاتا ہون۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا۔ آٹھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ ۱۸۳۰ء مین کلکتہ گیا نواب گورنر جنرل سے ملنے کی درخوست کی۔ دفتر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا ملازمت ہوئی۔ سات پارچے اور جیغہ۔ سرپیچ۔ مالاے مروارید۔ یہ تین رقم کا خلعت ملا زان بعد جب دلی مین دربار ہوا مجکو بھی خلعت ملتا رہا۔ بعد غدر بجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار و خلعت دونون بند ہو گئے۔ میری بریت کی درخوست گزری۔ تحقیقات ہوتی رہی۔ تین برس بعد بند کھلا۔ اب خلعت معمولی ملا غرضکہ یہ ریاست کا ہے عوض خدمت نہین۔ انعامی نہین۔ معوج الذہن نہین ہون۔ غلط فہم ہون۔ بدگمان نہین ہون۔ جو جسکو سمجھ لیا اُسمین فرق نہین آتا۔ دوست سے راز نہین چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدرآباد سے گمنام خط ڈاک مین بھیجا۔ بند بُری طرح کیا تھا۔ کھولتے مین سطر کٹ گئی بارے مطلب ہاتھ سے نہین جاتا۔ بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ مجکو تم سے رنج و ملال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی اور مین نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو وہ خط بجنسہ تمہارے پاس اِس خط مین ملفوف کر کے بھیجتا ہون زنہار دستخط کو پہچان کر کاتب سے جھگڑا نہ کرنا۔ مدعا اِس خط کے بھیجنے سے یہ ہے کہ تمہاری ترقی منصب اور افزونی مشاہرہ اِس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی

ایضاً بندہ پرور تمہارے دونون خط پہنچے۔ غالب شکستہ رقم کوتہ قلم۔ لکھے تو یہ اور بات ہے دونون خط آپکے اور ایک پارسل محمد نجیب خان صاحب کا بتقدیم و تاخیر دو سہ روز موصول ہوئے آپکا پارسل بعد مشاہدہ آپکو بھیجا جائیگا خانصاحب کے پارسل مین ایک کتاب مغان ور اوراق صلاح بھیجے جائینگے۔ اہاہا محرق قاطع کا تمہارے پاس پہنچنا کاہیکہ خواستم زخدا شد میسرم * مین اُس خرافات کا جواب کیا لکھتا مگر ہان سخن فہم دوستونکو غصہ آگیا ایک صاحب نے فارسی عبارت مین اُسکی عیوب ظاہر کیے دو طالب علمون نے اردو زبان مین دو رسالے جدا جدا لکھے دانا ہو اور منصف ہو

محرق کو دیکھ جانوگے کہ مؤلف اسکا احمق ہی اور جب وہ احمق واقع ہذیان سوالات عبدالکریم اور لطائف غیبی کو پڑھ کر متنبہ نہوا - اور محرق کو ڈھونڈ ڈالا - تو معلوم ہوا کہ بھیجا بھی ہی - واقع ہذیان سوالات - لطائف غیبی تینون نسخے ایک پارسل مین اس خط کیساتھ روانہ ہوتے ہین یقین ہی کہ بتقدیم و تاخیر یکدو روز نظر انور سے گزرین فی الحال اس پارسل کی رسید بفور ورود لکھیئے گا جب آپکا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پہنچے تو اسکی رسید قلم کیجائیگی - چار نسخے پارسل مین ہین دو آپ لیجیے - اور دو محمد نجیب خان کو دیدیجیے - دوشنبہ ۲۸ نومبر ۱۸۶۴ء - غالب +

ایضاً میرے مشفق میرے شفیق مجھ سے ہیچ و پوچ کے ماننے والے بُری کو اچھا جاننے والے - میرے محبّ میرے محبوب تمکو میری خبر بھی ہی - آگے ناتوان تھا اب نیمجان ہون - آگے بہرا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہون رامپور کے سفر کا رہ آورد ہی رعشہ و ضعف بصر - جہان چار سطرین لکھین انگلیان ٹیڑھی ہو گئین حرف سوجھنے سے رہ گئے - اکہتر برس جیا بہت جیا - اب زندگی برسون کی نہین مہینون اور دنون کی ہی - پہلا خط تمہارا پہنچا اس سے تمہارا مریض ہونا معلوم ہوا - متواتر دوسرا خط مع غزل آیا - غزل کو دیکھا سب شعر اچھے اور لطیف حافظہ کا یہ حال ہی کہ غزل کی زمین یاد نہین اتنا یاد ہی کہ ایک شعر مین کوئی لفظ بدلا گیا تھا - غرضکہ وہ غزل بعد مشاہدہ تمکو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو - کل ایک خط رجسٹری دار آیا گویا ستارۂ دنبالہ دار حیران کہ ماجرا کیا ہی بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ ہای بیجا سے لبریز صاحب میرے نام کا خط جہان سے روانہ ہو مین رہ جای تو رہ جائے دلی کے ڈاکخانہ مین پہنچکر کیا مجال ہے جو مجھ تک نہ پہنچے وہان کی ڈاک گھر کے کارپردازون کو اختیار ہی مکتوب الیہ دین یا ندین - آپ مرزا صابر کا تذکرہ مانگتے ہین اُسکا یہ حال ہی کہ غدر سے پہلے چھپا اور غدر مین تاراج ہو گیا اب ایک مجلد اسکا کہین نظر نہین آتا - بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہی کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر و عافیت جلد لکھو -

جواب کا طالب غالب - صبح جمعہ ۲۵ ذی حجہ ۱۲۸۲ھ - ۱۲ مئی ۱۸۶۶ء +

ایضاً مولانا ایک تفقد نامہ پہلے بھیجا تھا اُسکے جواب مین یہان سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر

ایک کاغذ مہربانی نامہ آیا اُس مین مین نے اپنے خط کا جواب پایا ناچار اس خط کے جواب کی نگارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور ہمت آزادانہ فطرت کیا وانہ اس تحریر کے آنے پر مصروف رکھی گئی بارے وہ کل نظر افروز اور طبیعت اُسکے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی اب درنگ نگاری کی تقصیر معاف کیجیو اور سہرے کو نگارش کا جواب سمجھیے جیسا تاریخ انطباع کلیات خوب لکھی ہے مگر ہزار حیف کہ بعد از اتمام انطباع پہنچی اور کتاب کی سعادت افزا نہ ہوئی۔ سبزہ پرور تم چراغ دودمان مہر و وفا اور نتیجہ اخوان الصفا ہو تم نے مجھ سے محبت بڑھائی ہے گویا یہ جملہ تمہاری بانی ہے دوستی کی بھلائی کی طالب ہے اس ضمن میں پیش یک غالب ایک خواہش میری قبول ہو تاکہ مجھکو راحت حصول ہو۔ مبادی کا ذکر نہین کرتا ہون واقعہ حال عرض کرتا ہون جناب مولوی سدید الدین خانصاحب کے بزرگون مین اور فقیر کے بزرگون مین باہم وہ خلت و صفوت مرعی تھی کہ وہ مقتضی اسکی ہوئی کہ ہم مین اور اُنمین برادرانہ ارتباط و اختلاط باہم ہے اور ہمیشہ یونہی بلکہ روز افزون رہیگا۔ خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے تو مین اُنکے نام کا خط تمہارے خط مین ملفوف کرکے بھیجتا۔ ناچار اب آپ سے یہ چاہتا ہون کہ آپ مولوی صاحب سے ملین اور اُنکو یہ خط اپنے نام کا دکھائین اور میری طرف سے بعد سلام میرے کلیات کی پارسل کا اُنکے پاس اور اُنکے ذریعہ عنایت سے اُس مجلد کا حضرت فلک رفعت نواب مختار الملک بہادر کی نظر سے گزرنا اور جو کچھ اُسکے گزرنے کے بعد واقع ہو دریافت کرکے مجھکو مطلع فرمائین۔ جمعہ ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۳ء غالب

ایضاً منشی صاحب الطاف نشان سعادت و اقبال توامان منشی حبیب اللہ خان کو غالب سوختہ جگر کی دعا پہنچے تمہارا خط پہنچا پڑھکر دل خوش ہوا۔ تم میری بات پوچھتے ہو مگر مین کیا لکھون۔ ہاتھ مین رعشہ انگلیان لکھنے مین نہین۔ ایک آنکھ کی بینائی زائل۔ جب کوئی دوست آجاتا ہے تو اس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہون مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے عزیز کی فاتحہ دلاتا ہے متوفی کی روح کو اسکی بو پہنچتی ہے ایسے ہی مین کھانا سونگھ لیتا ہون غذا کو پہلے مقدار غذا کی تولون پر منحصر تھی اب ماشون پر ہے۔ زندگی کی توقع آگے مہینون پر تھی

اب نوبت ان پر یہی بھائی ہمیں کچھ مبالغہ نہیں ہے بالکل میرا یہی حال ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون اپنی مرگ کا طالب غالب دوم شوال ۱۲۸۴ھ

ایضاً - جانِ غالب تمنے بہت دن سے مجھکو یاد نہیں کیا - ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا ہوا ہے اور آمد و رفت کی مدت گزر گئی - اُسکا جواب تمنے سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا مؤید برہان میرے پاس بھی آ گئی ہے اور میں اُسکی خرافات کا حال بتعیین شمار صفحہ و سطر لکھ رہا ہوں وہ تمھارے پاس بھیجونگا بشرطِ مؤدت بشرط آنکہ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں تم اسکا جواب میرے بھیجے ہوئے اقوال جہاں جہاں مناسب جانو درج کر دو میں اب قریب مرگ ہوں - غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی - بہتر برس کی عمر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون میاں محمد میرن کو دعا جواب کا طالب غالب - ۱۴ مارچ ۱۸۶۸ع - ◆

ایضاً بندہ پرور آج تمھارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی میں نے اُس کا جواب ڈاک میں بھجوایا اور اُس خط کیساتھ پارسل کلیات کا بھی ارسال کیا - دسویں بارھویں دن خط اور پہنچا بیس دن میں پارسل پہنچے گا - خط کا جواب ضروری الارسال نہیں لیکن پارسل کی رسید ضرور لکھیئے گا - آپکے خط کی عبارت تو میں سمجھا لیکن مدعا مجھ پر نہ کھلا - میں نے پارسل کب آپکے پاس بھیجا اور کب آپ کو لکھا کہ آپ یہ پارسل مؤید الدین خان کو دیدیجیئے گا - پارسل کا لفافہ مولوی صاحب کے نام کا اور آپکے خط اُسکے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی مؤید الدین خان صاحب سے ملیئے اور میرا خط جو آپکے نام کا ہے اُنہیں دکھایئے اور اُن سے پارسل کا حال دریافت فرمایئے آپ ولایتی بھی نہیں جو میں یہ تصور کروں کہ اُردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی نہ کر سکے بہرحال اب مدعا سمجھ لیجیئے اور مولوی صاحب سے ملنے کا ارادہ فرمایئے اور پارسل کا حال معلوم کر کے لکھیئے والدعا طالب غالب جمادی الاوّل نوزدہم ۱۲۸۴ [illegible]

ایضاً بندہ پرور کل آپکا تفقد نامہ پہنچا - آج میں پانچ طرازہ ہوا جس کا غذیہ میں یہ نقوش کھینچ رہا ہوں آپکے خط کا دوسرا ورق ہے پہچان لیجیئے اور معلوم کیجیئے کہ آپکا مجموعہ کلام معجز نظام اور اُسکے بعد مبہم خط پہنچے میں صحیفہ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہوں بلکہ انہی خطوں میں محمد نجیب خان کو سلام اور ارمغان کا شکر اور اوراق اشعار صلاح طلب کی رسید میں نے

لکھدی ہی پارسل کے سر نامہ سے میرا نام مٹا نہین سو پارسل تلف ہو نہین آٹھ دس روز ہوئے ہونگے کہ وہ مجلد نسخہ پارسل مین کر اُسکو روگردان کرلیا ہی بعد ادائے محصول آپکا نام لکھکر روانہ کردیا ہی یقین ہے کہ بعد آپکے خط کی روانگی کے آپکے پاس پہنچگیا ہوگا۔ ہان صاحب خط دیروزہ کیساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا ہی اِس حکم کے کرمین اُسکو مولوی صاحب پاس پہنچاؤن مین نے پایا حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات نہین صرف اتحاد معنوی کے اقتضا سے اُنہون نے دافع ہذیان لکھکر فن سخن مین مجھکو مدد دی ہی منشی گوبند سنگھ دہلوی ایک اُنکے شاگرد اور میرے آشنا ہین۔ اُنکو وہ خط بجنسہٖ بھیجدیا۔ یقین ہے کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بھجوادینگے اُنہین کے اظہار سے دریافت ہوا ہی کہ مولوی صاحب مرشد آباد بنگالہ مین ہین نواب ناظم نے نوکر رکھ لیا ہی پس سخن سنج نے بقدر حال یکایک قدردان پایا۔ غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی ؎ کسم بجود نپذیرفت و دہر بازم برد * چو نامہ کہ بود نانوشتہ عنوانش * یہ شعر میرا ہے ولیعہد دہلی میرزا فتح الملک بہادر مغفور کے قصیدہ کا اور دیکھو یہ ایک رباعی میری

دستم بکلید مخزنے مے بایست
یا ہیچکسم بکس نیفتادے کار
ور بود ہمی بدل منے مے بایست
یا خود بزمانہ چون منے میبایست

[illegible]

ایضاً دوست روحانی و برادر ایمانی مولوی حبیب اللہ خان میر منشی کو فقیر غالب کا سلام تمنے یوسف علی خان کو کہان سے ڈھونڈھ نکالا اور اُنکا تخلص اور اُنکا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلہ کے اُنکو خط کیونکر بھیجا اور وہ خط اُنکو کیونکر پہنچا ؎ حیرت اندر حیرت است ای یار من * پہلے یہ تو کہو کہ درفش کاویانی اور وہ قطعہ جسکی پہلی بیت یہ ہی۔ تمکو پہنچا یا نہین اگر پہنچا تو مجھکو رسید کیون نہین لکھی ؎

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ
در خصوص گفتگوے پارسی انشا کردہ است

اگر یہ پارسل پہنچگیا ہی تو رسید لکھو اور دیباچہ تالی جدید کی داد دو۔ اور اگر نہین پہنچا تو مجکو اطلاع ہو تاکہ ایک نسخہ اور بھیجون۔ زیستن دشوار۔ اِس مہینے یعنی رجب کی آٹھوین تاریخ سے تہتروان برس شروع ہوا۔ غذا مجکو سات بادام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا گاڑھا پانی۔

قریب شام کبھی کبھی پتی تلے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پانچ روپیہ بھر شراب خانہ ساز اور اسیقدر عرق شیر اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اٹھ نہین سکتا۔ اور اگر دونون ہاتھ ٹیک کے چارپایہ بنکر اٹھتا ہون تو پنڈلیان لرزتی ہین بہرحال دن بھر مین دس بارہ بار اور اسیقدر رات بھر مین پیشاب کی حاجت ہوتی ہی حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اٹھا اور پیشاب کیا اور پڑ رہا۔ اسباب حیات مین سے یہ بات ہی کہ شب کو بدخواب نہین ہوتا بعد اراقہ بول بے تکلف نیند آجاتی ہے۔ ماہیانہ ۱۶۲ کی آمد ۳۳ سار کا خرچ ہر مہینے مین ۱۴۰ کا گھاٹا۔ کہو زندگی دشوار ہی یا نہین۔ مرون ناگوار یہی ہی مرنا کیونکر گوارا ہوگا جواب خط کا طالب غالب۔ شنبہ ازروے جنتری ۲۴ اور ازروے رویت ۲۵ رجب سنہ ۱۲۸۳ اور ۴ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ع بھائی یہ خط ازروی احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون

ایضاً جانان بلکہ جان مولوی منشی حبیب اللہ خان کو غالب خستہ دل کا سلام اور نور دیدہ و سرور سینہ منشی محمد میران کو دعا اور مجھکو فرزند ارجمند کے ظہور کی نوید۔ جو نگارش صاحبزادہ کیطرف سے تھی رسم الخط بعینہ تمھاری تھی اب تم بتاؤ کہ رقعہ اسی کی طرف سے تمنے لکھا ہی یا خود اسنے تحریر کیا ہی لڑکا تمھارا تمھارے ساتھ حیدرآباد نہیں آیا۔ ظاہرا اب تمنے وطن سے بلا لیا ہی مفصل لکھو کہ نخل مراد کا ثمر یہی ہے یا اسکے کوئی بھائی بہن اور بھی ہی یہ اکیلا آیا ہی یا قبائل کو بھی اسکے ساتھ تمنے بلایا ہی۔ ہان صاحب مجھے میران یہ اسم متقضی اسکا ہی کہ آپ کو مجھے سید ہون منشا افراط پرسش و فور محبت سے نہ فضولی۔ یوسف علیخان شریف عالی خاندان ہین بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس روپیہ مہینہ پاتے تھے جہان سلطنت گئی وہ تنخواہ بھی گئی شاعر ہین ریختہ کہتے ہین۔ ہوس پیشہ ہین مضطر ہین ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں علم اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہین۔ انکا باپ میرا دوست تھا۔ مین انکو بجاے فرزند سمجھتا ہون بقدر اپنی دستگاہ کے کچھ مہینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت عیال وہ انکو مکتفی نہیں تم انکی درخواست کے جواب سے قطع نظر نہ کروگے تو کیا کروگے۔ صاحب مین بعین عنایت الٰہی کثیر الاحباب ہون ایک دوستنے کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہی

نام اسکا مؤید برہان ہی۔ اُس رسالہ مین مندرج کی ہین تیری وہ اعتراض جو تُو نے دکنی پر کئے ہین اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات وارد کیئے ہین اور اہل مدرسہ اور شعرائے کلکتہ نے تقریظین اور تاریخین بڑی دھوم کی لکھی ہین۔ بس بھائی مین نے ہلتے علم پر ایک قطعہ لکھکر چھپوایا اور کئی ورق اُس دوست کو اور دو چار جلدین درفش کاویانی علاوہ اوراق مذکور بھیجدیئے۔ اسی زمانے مین تین چار ورق خوب یاد ہی کہ درفش کی جلدین رکھکر تمکو بھیجے ہین یا تو مجھے غلط یاد ہی یا تمنے درفش کو کھولکر دیکھا نہین وہ اوراق مع درفش زیب طاق نسیان ہین دو ورق اس لفافہ مین اپنے مکرر بھیجتا ہُون تم بھی دیکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھیں اور یہ جانیں کہ فی الحال نظم فارسی یہی ہی اور بس۔ ہان صاحب اودھ اخبار مین ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا مکان تنگ ست جہان تنگ ست مدح مختار الملک متضمن استدعای مسکن وغیرہ پھر مہینہ بھر بعد اسی اودہ اخبار مین یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو نہ بدلا مگر تین مہینا بڑھا دیا۔ اسی اخبار مین پھر دیکھا کہ ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہی اور اُن کے شاگرد وضیع تخلص نے اُسکا جواب لکھا ہے آپنے اس رُوداد کی تفصیل اور جواب اعتراض و معترض کے نام کا طالب ہُوں بسبیل استعجال۔ دوشنبہ ۱۲ شعبان ۱۲۸۳ ہجری۔

بنام منشی ہرگوپال صاحب المخاطب بہ میرزا تفتہ

آج منگل کے دن ۵ اپریل کو تین گھڑی دن رہی ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ ایک خط منشی صاحب کا اور ایک خط تمہارا اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالب تو معلوم ہوگئے مگر ایک امر مین حیران ہُون کہ کیا کرون یعنی اُنہون نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہی اور مجھکو یہ لکھا ہی کہ اُسکو اُلٹا میرے پاس بھیجدینا۔ حال آنکہ خود لکھتے ہین کہ مین اپریل کی چوتھی کو سپاٹے کو جاؤنگا اور آج پانچوین ہی بس وہ تو کل روانہ ہوگئے اب مین وہ خط کسکے پاس بھیجون ناچار تمکو لکھتا ہون کہ مین خط کو اپنے پاس رہنے دونگا جب وہ آکر مجھکو آپنے آنے کی اطلاع دینگے تب وہ خط اُنکو بھیجونگا تمکو تردد نہو

کیا خط ہی خط نہیں میڈھو لال کا تیھہ غمّاز کی عرضی تھی بنام مہاراجہ بیکنٹھ باشی سعایت بابو صاحب پر مشتمل کہ اُسنے لکھا تھا کہ ہردیو سنگہ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دلی کا دیوان مہاراجہ جیپور کے پاس لایا ہی اور جانی کی دُرستی روزگار جیپور کی سرکار مین کر رہا ہی اور اُسکے بہیجنی کی یہ وجہ کہ پہلی اُنکے لکھنے سی مجکو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہی مین نے اُنکو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم آپ ہردیو سنگہ کو بُلا لو مین نے اَمرِ جزوی کیواسطے امرِ کلّی کا بگاڑ نہین چاہتا اُسکے جواب مین اُنہون نے وہ عرضی بہیجی اور لکھ بہیجا کہ راجہ عرضی والا ایسا نہ تھا کہ ان باتون پر نگاہ کرتا۔ اُسنے یہ عرضی گزرتے ہی میرے پاس بہیجدی فقط ہمارے خط کی جانی جی کیطرف سے میری خاطر جمع ہو گئی مگر یہی فکر پڑی یعنی بابو صاحب آبو ہو گئے اگر ہردیو سنگہ پھر کر آئیگا تو وہ بغیر اُنکے ملی اور اُنکے کہی مجھ تک کاہی کو آئیگا۔ خیر وہ بھی لکھتا ہی کہ راولپنڈی کو گیا ہوا ہی اُسکے آئے پر رخصت ہوگی دیکہیے وہ کب آوی اور کیا فرض ہے کہ اُسکے آتے ہی رخصت ہو بھی جائے۔ تمہاری غزل پہنچی یہ البتہ کچھ دیر سے پہونچیگی تمہارے پاس گھبرانا نہین۔ الدعا۔ از اسد اللہ

نگاشتہ سہ شنبہ روز وُرود نامہ مرسلہ چہارشنبہ ششم اپریل سنہ ۵۳ع۔ جواب طلب ❊

ایضاً تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل نے محنت کم لی۔ بھائی کا ہاترس سے آنا معلوم ہوا اُنکو میرا سلام کہدینا۔ یہ تمہارا دُعاگو اگرچہ اَور امور مین پایۂ عالی نہین رکھتا مگر احتیاج مین اسکا پایہ بہت عالی ہی یعنے بہت محتاج ہُون سو دو سو مین میری پیاس نہین بجھتی۔ تمہاری ہمت پہ سو ہزار آفرین جے پُور سے مجکو دو ہزار ہاتھہ آجاتے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار برس کی زندگی ہوتی تو اِتنا ہی قرض اَور ملجاتا۔ یہ باتسنو تو بھائی تمہاری جان کی قسم متفرقات مین جاکر سو ڈیڑھ سو بچ رہینگے سو میرے صرف مین آوینگے۔ مہاجنون کا سُودی جو قرض ہے وہ بقدر پندرہ سو روپے کی باقی رہیگا اور وہ جو بابو صاحب سے منگوائے گئے تھے وہ صرف انگریزی سوداگر کے دینی تھے۔ قیمت اُس چیز کی جو ہمارے مذہب مین حرام اور تمہارے مشرب مین حلال ہے سو وہ دیئے گئے یقین کہ آج کل مین بابو صاحب

کا خط مع ہنڈوی آجائے بابو صاحب کے جو خطوط ضروری اور کاغذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے وہ میں نے پنجشنبہ ۲۶ مئی کو پارسل میں اُنکے پاس روانہ کر دیئے اور اُنہیں لکھ بھیجا کہ ہنڈوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیجو۔ پنجشنبہ کو آج ۱۵ دن پورے ہوئے۔ اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ نہم جون ۱۸۵۳ء

ایضاً بھائی جس دن تمکو خط بھیجا تیسرے دن ہردیو سنگھ کی عرضی اور پچیس روپے کی رسید اور پانسو کی ہنڈوی پہنچی۔ تم سمجھے بابو صاحب نے پچیس روپیہ ہردیو سنگھ کو دیئے اور مجھ سے مجرا نہ لیئے بہر حال ہنڈوی ۱۲ دن کی میعادی تھی ۶ دن گزر گئے تھی ۶ دن باقی تھی مجکو صبر کہاں ہتی کاٹ کر روپے لے لئے قرض متفرق سب ادا ہوا بہت سبکدوش ہو گیا آج میرے پاس ۴۷ روپیہ نقد بکس میں اور ۵ بوتل شراب اور ۳ شیشے گلاب کے توشہ خانے میں موجود ہیں الحمد للہ علی احسانہ بھائی صاحب آگئے ہوں تو میر قاسم علیخان کا خط اُنکو دیدو اور میرا سلام کہو اور پھر مجکو لکھو تاکہ میں اُنکو خط لکھوں۔ بابو صاحب پھر تو آجائیں تو آپ کاہلی نہ کیجیئے اور اُن کے پاس جائیےگا کہ وہ تمھارے جویاے دیدار ہیں۔ اسد اللہ۔ شنبہ ۲۴ جون ۱۸۵۳ء۔ +

ایضاً صاحب کیوں مجھے یاد کیا کیوں خط لکھنے کی تکلیف اُٹھائی۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ خدا تمکو جیتا رکھے کہ تمھارے خط میں مولوی قمر الدین خان کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی خیر و عافیت بھی معلوم ہوئی وہ تو پنشن کی فکر میں تھے۔ ظاہراً یوں مناسب دیکھا ہوگا کہ نوکری کی خواہش کی۔ حق تعالیٰ اُنکی جو مراد ہو بر لاوے اُنکو میرا سلام کہدینا بلکہ یہ رقعہ پڑھوا دینا مولوی قمر الدین کو بھی سلام کہنا تم اپنے کلام کے بھیجنے میں مجھ سے پرسش کیوں کرتے ہو۔ چار جزو ہیں تو بیس جزو ہیں تو بے تکلف بھیجدو میں شاعر سخن سنج اب نہیں رہا صرف سخن فہم رہگیا ہوں۔ بوڑھے پہلوان کیطرح پیچ بتانے کو گوں ہوں بناوٹ نہ سمجھنا شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا اپنا اگلا کلام دیکھکر حیران رہ جاتا ہوں کہ یہ میں نے کیونکر کہا تھا قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیجدو۔ غالب یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۵ء +

ایضاً میرزا تفتہ تمہارے اوراق مثنوی کا پم فلٹ پاکٹ پرسوں ۱۵ اگست کو اور جناب میرزا

حاتم علی حبیب کی نثر شاید آغاز اگست مین روانہ کر چکا ہون اُس نثر کی رسید نہین پائی اور نہین معلوم ہوا کہ میری خدمت مخدوم کی مقبولِ طبع ہوئی یا نہین۔ نہین معلوم بھائی نبی بخش صاحب کہان ہین اور کس طرح ہین اور کس خیال مین ہین۔ نہین معلوم مولوی قمرالدین خان الہ آباد سے آگئے یا نہین۔ اگر نہین آئے تو وہ وہان کیون متوقف ہین۔ میر منشی قدیم وہان پہونچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا کر رہے ہین۔ آپکو بتاکید لکھتا ہون کہ ان تینون باتون کا جواب الگ الگ لکھیئے اور جلد لکھیئے اس خط کے پہنچنے تک غالب ہے کہ پارسل پہنچ جائے اُسکے پہنچنے کی اطلاع دیجیئے گا اب ایک امر اور سُنو۔ مین نے آغاز یازدہم مئی ۱۸۵۷ء سے یکم جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد شہر اور اپنی سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر مین لکھا ہے اور التزام اسکا کیا ہے کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے جو نظم اس نثر مین درج ہے وہ بھی بے آمیزش لفظ عربی ہے ہان اشخاص کے نام نہین بدلے جاتے۔ وہ عربی۔ انگریزی۔ ہندی جو ہین وہ لکھدیئے ہین مثلاً تمہارا نام۔ منشی ہرگوپال منشی لفظ عربی ہے نہین لکھا گیا اسکی جگہ شیوا زبان لکھدیا ہے یہ بھی میرا خط جیسا اس قطعہ کا ہے یعنی نہ چھدرا نہ گنجان۔ اوراق بے مسطر پر اسطرح کہ کسی صفحہ مین ۲۰ سطر کسی مین ۲۲ سطر بلکہ کسی مین ۱۹ سطر بھی آگئے چالیس صفحہ یعنے ۲ ورق ہین اگر ۱۲ سطر کے مسطر پر کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزو مین آجائے یہان کوئی مطبع نہین ہے سُنتا ہون کہ ایک ہے اسمین کاپی نگار خوشنویس نہین ہے۔ اگر آگرہ مین اسکا چھاپا ہو سکے تو مجکو اطلاع کرو اس تہیدستی اور بینوائی پر پچیس کا مین بھی خریدار ہو سکتا ہون لیکن صاحب مطبع اتنے پر کیون ماننے لگا اور البتہ چاہیئے کہ اگر ہزار نہ ہون تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو سات جلد چھاپنے کی صورت مین عہ سہ قیمت پڑے کاپی تو ایک ہی ہوگی۔ رہا کاغذ وہ بھی بہت نہ لگیگا۔ لکھائی متن کی تو آپکو معلوم ہوگئی۔ حاشیہ پر البتہ لغات کے معنی لکھے جائینگے بہر حال اگر ممکن ہو تو اسکا تکدمہ کرو۔ اور حساب معلوم کرکے مجھکو لکھو مگر منشی قمرالدین خان اگر آگئے ہون تو انکو شریکِ مصلحت کرلو۔ ان [illegible]

جواب اور پارسل کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب سب ایک خط مین پاؤن ضرور۔ ضرور ضرور۔ غالب
نگاشته و روان داشته شنبه۔ هفدهم اگست ۱۸۵۸ء جواب طلب ہے تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا ۵

ایضاً لله الشکر تمہارا خط آیا اور دل سوازدہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہین کرتے مین نے ہرگز نہین لکھا کہ یہ عبارت دو جزو مین آجائے۔ مین نے یہ لکھا تھا کہ عبارت اسقدر ہو کہ دو جزو مین آجائے لیکن مین چاہتا ہون کہ حجم زیادہ ہو۔ بہرحال اس نمونہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوع ہی لغات کے معنی حاشیہ پر چھپین اسکی روش دلاویز اور تقسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھدی اچھا کیا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نثر کے فقرے جس محل پر کہ تم انکو بتاتے ہین ضرور لکھوا دینا۔ مین نے جو تمکو میرزائی کا خطاب دیا ہی اُن فقرو مین اسکا اظہار کیا ہی بہت ضروری امر ہے اور مین منشی شیونراین صاحب کو آج صبحکو لکھ چکا ہون تیسرے صفحے کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہی اگر دردم دیگر نہیب مباش ہم زند۔ نہیب کے جگہ نوا سے بنا دینا یہ نوائے مباش ہم زند۔ نہیب لفظ عربی ہی اگر رہ جائیگا تو لوگ مجھپر اعتراض کرینگے تیز چاقو کی نوک سے نہیب کا لفظ چھیلا جائے اور اسی جگہ نوائے لکھدیا جائے۔ رای امید سنگہ نے مجھپر عنایت کی اور مطبع کی اعانت کی۔ حق تعالیٰ اُنکو اس کارسازی اور فقیر نوازی کا اجر دے۔ صاحب کبھی کبھی میرا کام مجھسے آپڑا ہی اور پھر کام کیسا کہ جسمین میری جان اُلجھی ہوئی ہی اور مینے اسکو اپنی بہت سی مطالب کے حصول کا ذریعہ سمجھا ہی خدا کیواسطے پہلو تہی نکرو اور بدل توجہ فرماؤ۔ کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہی چھ جلد کی آراستگی کا ذمہ برخوردار عبداللطیف کا کردو۔ میری طرف سے دعا کہو اور کہو کہ مین تمہارا بوڑھا اور مفلس چچا ہون۔ تصحیح بھائی کرین۔ تزئین تم کرو۔ کہتا ہون مگر نہین جانتا کہ تزئین کیونکر کیا چاہیے سنتا ہون کہ چھاپے کی کتاب کے حرفون پر سیاہی کی قلم پھیر دیتے ہین تاکہ حرف روشن ہو جائین۔ سیاہ قلم سے جدول بھی کھچ جاتی ہی پھر جلد بھی پُرتکلف بن سکتی ہی۔ بھتیجے کی دستکاری اور صناعی اور ہوشیاری اُنکی میرے کسدن کام آویگی۔ میرزا تفتہ تم بڑے بے درد ہو۔ دلی کی تباہی پر تمکو رحم نہین آتا بلکہ تم اُسکو آباد

آباد جانتے ہو یہان نیچہ بند تو میسر نہین صحّاف و نقّاش کہان۔ شہر آباد ہوتا تو مین آپکو تکلیف کیون دیتا یہین سب وصحتی میری آنکھون کے سامنے ہوجاتی قصّہ مختصر یہ عبارت منشی عبداللطیف کو پڑہا دو۔ مین تو اُنکے باپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہون۔ اگر وہ مجھکو اپنا حقیقی چچا جانین اور میرا کام کرین تو کیا عجب ہے۔ دو روپے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہین جب مجھکو لکھو گے۔ ہنڈوی بھیجدونگا چھ روپے آٹھ روپیے دس روپے حد بارہ روپیے میان کو سمجھا دینا کمی کی طرف نہ گرین چیز اچھی ہے نہایت بارہ روپے مین چھ جلدین تیار ہون۔ منشی شیونراین کو سمجھا دینا کہ زنہار عرف نہ لکہین نام اور عرف بس۔ اجزاے خطابی کا لکہنا نامناسب بلکہ مضر ہے مگر ہان نام کے بعد لفظ بہادر کا اور بہادر کے لفظ کے بعد تخلص اسداللہ خان بہادر۔ غالب

بھائی تمنے اوراق مثنوی کی سید لکھی کہین وہ پارسل مین سے گر نہ گئے ہون۔ دیکھو کس لطف سے میری حقیقت بیان ہوئی ہے اور دکن کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر مین اسکی عبارت کیا بتاؤن صاحب مطبع اس کو اُردو مین آخر کتاب پر لکھدین منشی جی سے نثر لکھوالو۔ منشی عبداللطیف کو یہ خط پڑہا دو۔ تہذیب کی جگہ تو اپنا دو صاحب مطبع کو میرا پتہ دو خاتمہ پر ممانعت کا حکم صاحب مطبع سے لکہوا دو۔ برخوردار عبداللطیف سے مقدار روپیہ کی دریافت کرکے مجھکو لکھ بھیجو اپنی مثنوی کی سید لکھو۔ اپنے بیجان و دل سے شرف نیکا اقرار کرو ان سب امور کی مجھے خبر دو۔ غالب۔ سہ شنبہ سیوم ستمبر ۱۸۵۸ع ہنگام نیمروز

ایضاً میرزا تفتہ کو دعا پہنچے۔ دونون فقرے جس محل پر بتائے ہین حاشیہ پر لکھدیے ہون گے تہذیب کے لفظ کو چھیل کر تو اُسے بنا دینا ہوگا۔ برخوردار منشی عبداللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہوگا اُنکی سعادتمندی سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کرین اور ادھر متوجہ ہون۔ کاپی لکھی جانی اور چھاپا ہونا شروع ہو گیا ہوگا۔ آخر تھوڑا ہی تو ہے اٹھ آٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے جائین اور کتاب جلد منطبع ہوجائے بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہین مجھپر مہربان اور حسن کلام کے قدردان ہین اُنکی تصحیح مین بے پروائی کرینگے تو کیا میری تصحیح کے رو دار ہونگے۔ بھائی تمنے بھی اور منشی شیونراین صاحب نے بھی تمہاری مین ایک عبارت لکھتا ہون اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت مین چھاپو۔ نامہ نگار غالب [illegible]

یہ جو میری سرگزشت کی داستان ہے اسکو مین نے مطبع مفید خلائق مین چھپوایا ہے اور میری رائے مین اسکا قاعدہ قرار پایا ہے کہ اور صاحب مطابع جبتک مجھ سے طلب رخصت نکرین اپنے مطبع مین اسکے چھاپنے پر جرأت نکرین اسکے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو تو منشی شیونراین صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپین یہ سب باتین پہلے بھی لکھ چکا ہون اب یہ امر ضروری الاظہار ہے اسواسطے یہ خط لکھا ہے ایک تو اردو عبارت دوسرے یہ کہ میری شفیق حکیم سید حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھون نے ایک بابت جواب طلب لکھی اسکا جواب اسی خط مین لکھتا ہون تمکو چاہیئے کہ ان سے لکھدو بلکہ یہ عبارت انکو دکھا دو بندہ پرور نواب عطاء اللہ خان میرے بڑے دوست اور شفیق ہین انکے فرزند رشید میر غلام عباس المخاطب سیف الدولہ یہ دونون حسب صحیح و سالم ہین۔ شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گانو ہے وہان رہتے ہین شہر مین اہل اسلام کی آبادی کا حکم نہین اور انکے مکانات قرق ہین ضبط ہو گئے ہین نہ واگذاشت کا حکم ہے۔

ایضاً میرزا تفتہ اس غمزدگی مین مجکو ہنسانا تمھارا ہی کام ہے۔ بھائی تضمین گلستان چھپوا کر کیا فائدہ اٹھایا ہے جو انطباع سنبلستان سے نفع اٹھاؤگے۔ روپیہ جمع رہنے دو۔ آمد اچھی چیز ہے اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نکرو اور درخواست دیدو بعد نو مہینے کے روپیہ تمکو ملجائیگا یہ میرا ذمہ کہ اس نو مہینے مین کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر جیتا ہوا بھی تو ہوتے ہوتے اسکو مدت چاہیئے رستخیز بیجا جو اب ہو تو رستخیز ہو یعنی قیامت اور اسکا حال معلوم نہین کہ کب ہوگی اگر اعداد کی حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز ۱۲۷۰ ہوتے ہین۔ احتمال فتنہ سال آئندہ کا ہے سو بھی موہوم۔ میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جا کر آخر مارچ مین یہان آگیا ہون تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتے ہین۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا اور وہان گیا تھا اگر نواب صاحب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ ہزار روپیہ سے کم نہ دیا ہوگا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ نواب نے نوکر رکھ لیا تھا۔ دو سو روپیہ مہینہ کردیا تھا۔ نواب لیفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ آیا اور جو رامپور سے آئے اور انکو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا تو انہون نے

نواب صاحب نے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو اسکو جواب دو نواب صاحب نے برطرف کر دیا یہ تو سُن لیا اب اصل حقیقت سُنو۔ نواب یوسف علیخان بہادر تیس ۳۰ برس سے میرے دوست اور پانچ چھہ برس سے میرے شاگرد ہین آگے گاہ گاہ کچھ بھیجا کرتے تھے اب جولائی ۱۸۵۹ء سے سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتے ہین بلاتے رہتے ہین اب مین گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا بشرط حیات بعد برسات کی پھر جاؤنگا وہ سو روپیے مہینا یہان رہون وہان رہون خدا کے ہان سے میرا مقرر ہے غالب ۳۱ مارچ ۱۸۶۰ء ❖

ایضاً کیون صاحب۔ کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندرآباد کے رہنے والے دلّی کی خاک نشینون کو خط نہ لکھین بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہان کی ڈاک مین نہ جائے بہرحال ؎ کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ تاریخ نومبر کو ۲۲ جلدین بھیجی ہوئی برخوردار شیونراین کی پہنچین کاغذ۔ خط۔ تقطیع۔ سیاہی۔ چھاپہ۔ سب خوب۔ دل خوش ہوا اور شیونراین کو دُعا دی۔ سات کتابین جو میرزا حاتم علی بیگ صاحب کی تحویل مین ہین وہ بھی یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائین معلوم نہین منشی شیونراین نے اندور کو واسطے راجہ امید سنگھ کے کسطرح بھیجی ہین یا نہین بھیجین صاحب تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے قصد کا حال لکھو۔ سکندرآباد کب تک پہنچوگے آگرہ کب جاؤگے۔ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ء۔ جواب طلب ❖

ایضاً۔ صاحب ۲۵ اپریل کو ایک خط اور ایک پارسل ڈاک مین ارسال کر چکا ہُون آج ۳۰ ہی یقین ہے کہ خط اور پارسل دونون پہنچ گئے ہونگے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جسین بعجلت روانہ کرتا ہُون۔ ایک میرا دوست اور تمہارا ہمدرد ہے اُسنے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا اٹھارہ انیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت وضعدار نوجوان ۱۸۶۱ء مین بیمار پڑ کر مر گیا اُسکا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اُسکے مرنے کی لکھون ایسی کہ وہ فقط تاریخ نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اُسکو پڑھ پڑھ کر رویا کرے سو بھائی اس سائل کی خاطر مجکو عزیز اور فکر شعر متروک ناچار یہ واقعہ تمہارے حسب حال ہے جو خونچکان شعر تم نکالوگے وہ مجھ سے کہان نکلینگے

بطریق مثنوی میں تیس شعر لکھو۔ مصرع آخر میں مادہ تاریخ ڈالدو۔ نام اُسکا برج موہن تھا اور اُسکو بابو بولا کہتے ہیں چنانچہ میں بحر ہزج مسدس مخبون میں ایک شعر تمکو لکھتا ہوں چاہو اسکو آغاز میں رہنے دو اور آیندہ اسی بحر میں اور اشعار لکھ لو۔ چاہو کوئی اور طرح نکالو لیکن یہ خیال میں رہے کہ سائل کو متوفی کا نام درج ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن سوا اس بحر کے یا بحر رمل کے اور بحر میں نہیں آسکتا وہ شعر میرا یہ ہے ؎

برہم چون نام بابو برج موہن
چکد خون دلِ ریش از لبِ من

غالب نگاشتہ روز جمعہ۔ سی ام اپریل سنہ ۱۸۵۸ء +

ایضاً۔ بھائی تمہارا وہ خط جسمیں اوراق مثنوی ملفوف تھے پہنچا۔ اوراق مثنوی اوراق دستنبو کے ساتھ پہنچینگے۔ اب تمھارے مطالب کا جواب جُدا جُدا لکھتا ہوں۔ الگ الگ سمجھ لینا صاحب تمنے مرزا حاتم علی بیگ صاحب سے کیون کہا۔ بات اتنی تھی کہ وہ مجکو لکھ بھیجتے کہ نثر آئی اور مرزا صاحب نے پسند کی اب اُنسے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپکے تشکر بجا لانے کا شکر بجا لاتا ہون۔ چھاپے کے باب مین جو آپنے لکھا وہ معلوم ہوا۔ اِس تحریر کو جب دیکھو گے تب جانو گے اہتمام اور عجلت اس کے چھپوانے مین اسواسطے ہے کہ امین سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیجونگا اور ایک جلد بذریعہ اُنکے ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کرونگا اب سمجھ لو طرزِ تحریر کیا ہوگی اور صاحبانِ مطبع کو اُسکا انطباع کیون نا مطبوع ہوگا چاہیے تھا اس غمزدگی مین مجکو ہنسنا یا وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا ؎

گرچہ عمل کارِ خردمند نیست + عمل کارِ اہلِ کار ÷ یہ شعر شیخ سعدی کا بادشاہ کی نصیحت مین ہے ؎

جز بخردمند مفرما عمل ÷ یعنی خدمت و اعمال سوائے علما و عقلا کے اور کی تفویض نکر۔ پھر خود کہتا ہے ؎ گرچہ عمل کار خردمند نیست ÷ یعنی گرچہ خدمات و اشغال سلطانی کا قبول کرنا خردمند کا کام نہیں اور عقل سے بعید ہے کہ آدمی اپنے کو خطر مین ڈالے۔ عمل الگ ہے اور اضافت ہے بطرف خردمند کے پڑھو خدا کی عملِ کار اہلِ کار کے معنے پر نہین آتا مگر قتیل اور وقف یا اور یورپ کے ملکیون کی فارسی فقط غالب

ایضًا میری جان کیا سمجھے ہو سب مخلوقات تفتہ و غالب کیونکر بنجائین ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ انت متا سومتا۔ مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا مزا نہ بدلیگا اب جو مین اُس شخص کو نصیحت کرون وہ کیا سمجھیگا کہ غالب کیا جانے عبد الرحمن کون ہے اور مجھ کو اُس سے کیا رسم و راہ ہے بے شبہ جانیگا کہ تفتہ نے لکھا ہوگا۔ مین اُسکی نظر مین سبک ہو جاؤنگا اور تم سے وہ سرگران ہو جائیگا اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ تو نے اُس شخص کو اپنے عزیز و نہین گنا ہے بندہ پرور مین تو بنی آدم کو مسلمان یا ہندو یا نصرانی عزیز رکھتا ہون اور اپنا بھائی گنتا ہون دوسرا مانے یا نہ مانے۔ باقی رہی وہ عزیزداری جسکو اہل دنیا قرابت کہتے ہین اُسکو قوم اور ذات اور مذہب و طریق شرط ہے اور اُسکے مراتب و مدارج ہین نظر اس دستور پر اگر دیکھو تو مجکو اُس شخص سے خس برابر علاقہ عزیزداری کا نہین از راہ حسن اخلاق اگر عزیز لکھدیا یا کہدیا تو کیا ہوتا ہے۔ زین العابدین خان عارف میری سالے کا بیٹا یہ شخص اُسکے سالے کا بیٹا اسکو جو چاہو سمجھ لو۔ خلاصہ یہ کہ جب ادھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب مجکو لکھنا لغو و بیفائدہ بلکہ مُضر ہے تمہارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفےٰ خان سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے ہین اب تمہارے خط سے مراد آباد ہو کر سکندر آباد آنا معلوم ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہ تمکو خوش و خرم رکھے۔ مرقومہ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۸۵۹ء۔

ایضًا صاحب تمہارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا۔ تمہاری خوشامد نہین کرتا۔ سچ کہتا ہون کہ تمہارے کلام کی تحسین کرنیوالا بحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے۔ جواب مین دیر اِس راہ سے ہوئی کہ مین مصطفےٰ خان کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا۔ تین دن وہان رہا۔ کل وہان سے آیا آج تمکو خط لکھا۔ محررہ و مرسلہ چہارشنبہ ۲۶ جنوری ۱۸۵۹ء۔ غالب

ایضًا میرزا تفتہ کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہرکارہ وہ جو خط بانٹا کرتا ہے آیا اور اوس نے پارسل موم جامہ مین لپٹا ہوا دیا۔ پہلے تو مین بھی حیران رہا کہ پاکٹ خطون کی ڈاک مین کیون آیا

بارے اُسکی تحریر دیکھی تو تمھارے ہاتھہ کا پیم فلٹ لکھا ہوا اور ٹکٹ لگے ہوئے مگر اُسکے آگے کالی مُہر اور کچھہ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ بیرنگ دلوایئے۔ دلوا دیئے اور پارسل لے لیا حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمھارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اسکو خطوں کے بکس مین ڈالدیا۔ ڈاک کے کارپردازون نے غور نہ کی اور اُسکو بیرنگ خطون کی ڈاک مین بھیجدیا وہ صاحب جو میرے عُرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہین یعنی منشی بھگوان پرشاد رِشل خوان میرا سلام قبول کرین۔ غالب۔ ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۵۸ ع ◆

ایضاً بھائی مجھمین تم مین نامہ نگاری کاہے کو ہے مکالمہ ہے۔ آج صبحکو ایک خط بھیج چکا ہون اب اِسوقت تمھارا خط اَور آیا۔ سنو صاحب لفظ مبارک میم حا میم دال اسکے ہر حرف پر میری جان نثار ہے مگر چونکہ یہان سے ولایت تک حُکّام کے ہان سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خان نہین لکھا جاتا مین نے بھی موقوف کردیا ہے رہا میرزا و مولانا و نواب اسمین تمکو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہو سو لکھو بھائی کو کہنا اُنکے خطکا جواب صُبحکو روانہ کرچکا ہون۔ میرزا تفتہ اب تم تزئین جلد ہای کتابکے باب مین برادر زادہ سعادتمند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا مہربان کو اختیار ہے جو چاہین سو کرین خط تمام کرکے خیال مین آیا کہ وہ جو میرزا صاحب سے مجکو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر کرون۔ صاحب ہان ایک اخبار موسوم بہ آفتاب عالمتاب نکلتا ہے اُسکے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے حالات کا لکھتا ہے نہین معلوم آغاز کس مہینے سے ہے۔ حکیم احسن اللہ خان یہ چاہتے ہین کہ سابق کے جو اوراق ہین جبسے ہون وہ جو چھاپے خانے مین مسودے رہتے ہین اسکی نقل کاتب سے لکھوا کر یہان بھیجی جائے اُجرت جو لکھی آئیگی وہ بھیجی جائیگی اور ابتدای سنہ ۱۸۵۸ء سے اُنکا نام خریدارون مین لکھا جائے دو ہفتے کے دو نمبر اُنکو ایک لفافہ مین بھیجے جائین اور پھر ہر مہینے ہفتہ در ہفتہ اُنکو لفافۂ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مراتب جناب میرزا حاتم علی بیگ صاحب

لکھ چکا ہون اور ابتک آثار قبول ظاہر نہین ہوئے نہ لفافے حکیم صاحب کے پاس پہنچے نہ اُن صفحات کی نقل میرے پاس آئی - آپکو ہمین سے ضرور ہے اور وہان صاحب آفتاب عالمتاب کا مطبع تو کشمیری بازار مین ہے مگر آپ مجھکو لکھین کہ مفید خلائق کا مطبع کہان ہے عجب ہے کہ این صاحب شفیق نے میری تحریرات کا جواب نہ لکھا - فرمایش حکیم احسن اللہ خان صاحب کی بہت اہم ہے عندالملاقات میرا سلام کہکر اُسکا جواب بلکہ وہ اخبار اُنسے لیکر بھیجو - جمعہ - ۷ ستمبر +

ایضاً بھائی مین نے مانا تمھاری شاعری کو مین جانتا ہون کہ کوئی دم تمکو فکر سخن سے فرصت نہ ہوگی پر جو تمنے التزام کیا ہے ترصیع کی صنعت کا اور وہ لخت لخت شعر لکھنے کا اسمین ضرور نشست معانی بھی ملحوظ رکھا کرو اور جو کچھہ لکھو اسکو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو - کیون صاحب ڈبل خط پوسٹ پیڈ بھیجا اور وہ بھی تی سے سکندرہ آباد کو آیا - حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے کیا کہا ہوگا - کیا ہنسی آتی ہے تمھاری باتون پر خدا تمکو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تمکو دے - جانی جی کی بڑی فکر ہے مین تمکو لکھا چاہتا تھا کہ انکا حال لکھو تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ تمکو بھی نہین معلوم کہ وہ کہان ہین یقین ہے کہ اجمیر مین ہونگے مگر خط نہین بھیجا جاتا کہ وہان مقیم نہین ہین خدا جانے کب چل نکلین - بہرحال تم بھرتپور سے قریب ہو اور انکے متوسلون کو جانتے ہو اگر ہوسکے تو کسی کو لکھکر خبر منگوالو اور جو کچھ تمکو معلوم ہو وہ بھی مجھکو لکھو - منشی صاحب مع منشی عبداللطیف کول مین آگئے - کل اُن کا خط مجھکو آیا تھا آج اُسکا جواب بھی روانہ کردیا - اسداللہ - یکشنبہ ۱۲ ماہ اگست سنہ ۱۸۵۳ع +

ایضاً بھائی آج مجھکو بڑی تشویش ہے اور یہ خط مین تمکو کمال سراسیمگی مین لکھتا ہون جسدن میرا خط تمکو پہنچے اگر وقت ڈاک کا ہو تو اُسیوقت جواب لکھکر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب بھیجو - منشا تشویش و اضطراب کا یہ ہے کہ کئی دن سے راجہ بھرتپور کی بیماری کی خبر سُنی جاتی تھی کل سے اور بُری خبر شہر مین مشہور ہے تم بھرتپور سے قریب ہو یقین ہے کہ تمکو تحقیق حال معلوم ہو

جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راجہ کا مجھکو غم نہین مجھکو فکر جانی جی کی ہے کہ انہی علاقہ مین تم بھی شامل ہو صاحبان عالیشان انگریز نے ریاستون کے باب مین ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو رئیس مر جاتا ہے سرکار اُس ریاست پر قابض و متصرف ہو کر رئیس زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے سرکاری بندوبست مین کوئی قدیم الخدمت موقوف نہین ہوتا اس صورت مین یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ بدستور قائم رہے مگر یہ وکیل ہین معلوم نہین مختار کون ہے اور ہمارے بابو صاحب مین اور اس مختار مین صحبت کیسی ہے رانی سے انکی کیا صورت ہے تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو لیکن انہون نے از راہِ دور اندیشی تمکو متوسل اُس سرکار کا کر رکھا ہے اور تم مستغنیانہ و درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے اب تمہارا وہ روش رکھنا آپ تمکو بھی لازم آ پڑا ہے جانی جی کے ساتھ رہنا اس حکام ذوالاقتدار ہونا پس چاہیے کہ دل کی آرائش کا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری سمجھ مین یون آیا ہے اور مین نہین لکھ سکتا کہ موقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے جانی جی بھرت پور آئے ہین یا اجمیر مین ہین۔ کس فکر مین ہین اور کیا کر رہے ہین۔ واسطے خدا کے نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل و مشرح جو کچھ واقع ہوا ہو اور جو صورت ہو مجھکو لکھو اور جلد کہ مجھپر خواب و خور حرام ہے۔ کل شام کو مین نے سنا آج صبح قلعہ نہین گیا اور یہ خط لکھ کر از راہِ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہے تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانہ کرنا آدھ آنہ ایسی چیز نہین ڈاک کے لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھکر جلد پہنچا دیتے ہین اور پوسٹ پیڈ پڑا رہتا ہے جب اس محلہ مین جانا ہوتا ہے تو اسکو بھی لیجاتے ہین زیادہ کیا لکھون کہ پریشان ہون

نوشتہ چاشتگاہ دوشنبہ ۲۸ مارچ سنہ ۱۸۵۳ء۔ ضروری جواب طلب ❖

ایضاً میان مرزا تفتہ ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے واہ واہ چشم بددور تسلسل معنے سلاستِ الفاظ ایک مصرع مین تمکو محمد اسحاق شوکت بخاری سے توارد ہوا۔ یہ بھی محل فخر و شرف ہے کہ جہان شوکت پہنچا وہان تم پہنچے وہ مصرع یہ ہے ؎ چاک گردیدم و از جیب بدامان رفتم ❖

پہلا مصرع تمہارا اگر اسکے پہلے مصرع سے چسپان ہوتا تو میرا دل اُسسے زیادہ خوش ہوتا خدا تمکو توانا جلائے کہ ایک دیوان ۲۰ جزو قصائد کا لکہو مگر خبردار قصائد بقید حروف تہجی نہ جمع کرنا صاحب مجھکو اُس بزرگوار کا معاملہ اور یہ جو تمنے اُسکا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا سب یاد ہے مین نے اُسکو دوست بطریق طنز لکھا ہے بہرحال وہ جو مین نے خاقانی کا شعر لکھکر اُسکو بہیجا اُسکی مان مرے اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا پُرانا قصہ تمنے یاد دلایا۔ داغ کہنہ حسرت کو چمکایا یہ قصہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر کے پاس گزرا اور جسدن گزرا اُسی دن پانچہزار روپے کے بہیجنے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجھکو اطلاع دی۔ مظفر الدولہ مرحوم لکہنؤ سے آئے اُنہون نے یہ راز مجھپر ظاہر کیا اور کہا کہ خدا کیواسطے میرا نام منشی محمد حسن کو نہ لکہنا ناچار مین نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکہا کہ تم دریافت کرکے لکہو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزری اُنہون نے جواب لکہا کہ پانچہزار ملے تین ہزار روشن الدولہ نے کہائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیئے اور فرمایا کہ اسمین سے جو مناسب جانو غالب کو بہیجدو کیا اُسنے ہنوز تم کو کچہ نہ بہیجا۔ اگر نہ بہیجا ہو تو مجکو لکہو مین نے لکہہ بہیجا کہ مجھکو پانچ روپیے بہی نہین بہیجے اسکے جواب مین اُنہون نے لکہا کہ اب تم مجھکو خط لکہو اسکا مضمون یہ ہو کہ مین نے بادشاہ کی تعریف مین قصیدہ بہیجا ہے اور یہ مجکو معلوم ہوا کہ وہ قصیدہ حضور مین گزرا مگر یہ مین نے نہین جانا کہ اسکا صلہ کیا مرحمت ہوا مین کہ ناسخ ہون اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑہوا کر اُنکا کہایا ہوا روپیہ اُنکے حلق سے نکالکر تمکو بہیجدونگا بہائی یہ خط لکہکر مین نے ڈاک مین روانہ کیا آج خط روانہ ہوا۔ تیسرے دن شہر مین خبر اُڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گیا اب کہو مین کیا کرون اور ناسخ کیا کرے غالبؔ شنبہ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۶۱ع

ایضاً آؤ مرزا تفتہ میرے گلے لگ جاؤ بیٹھو اور میری حقیقت سنو۔ یکشنبہ کو مولوی مظہر الحق آئے

اُنسے سب حال معلوم ہوا۔ پہلا خط تمکو اُنکے بھائی مولوی انوار الحق نے بموجب حکم زنگلش صاحب کے لکھا تھا پھر ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کرکے اپنی طرف سے تمکو لکھا دونون دیوان تمہارے اور نشتر عشق اور ایک تذکرہ اور یہ چار کتابین تمہاری بھیجی ہوئی اُنکو پہنچین صاحب اُنسے بہت خوش اور تمہاری بہت معتقد ہین کہتے ہین کہ ہم جانتے ہین اتنا بڑا شاعر کوئی اور ہندوستان مین نہوگا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک فائدہ اِس التفات کا یہ کہ تمہارا ذکر بہت اچھی طرح سے لکھین گے باقی ما بخیر۔ شما بسلامت ہان اُنکی تحت مین دس دس مشاہرہ کے علاقہ مین۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو اِس امر مین اُنسے کلام کرون میرا عجب حال ہے۔ حیران ہُون کہ تمہین میرا کلام کیون نہین باور آتا ہے

گمانِ زیست بود بر منت ز بیدردی　　بدست مرگ ولی بدتر از گمانِ تو نیست

سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہوگیا۔ جتنی قوتین انسان مین ہوتی ہین سب مضمحل ہین حواس سراسر مختل ہین۔ حافظہ گویا کبھی نتھا۔ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نتھی۔ رئیس رامپور سو روپیہ مہینا دیتے ہین سالِ گذشتہ اُنکو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم جو اسکا کام ہے اور مین اپنے حواس نہین پاتا متوقع ہُون کہ اس خدمت سے معاف ہُون جو کچھ مجھے آپکی سرکار سے ملتا ہے عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجیے تو سکہ مُبر ہی ورنہ خیرات خوار ہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہے تو جو آپکی مرضی ہے وہی میری قسمت سے برس دن سے اُنکا کلام نہین آتا۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی اب دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے آجتک نوابصاحب از روی جوانمردی دیے جاتے ہین اور بھائی تمہاری مشق چشم بد دور صاف ہوگئی رطب و یابس تمہارے کلام مین نہین رہا۔ اگر خواہی نخواہی تمہارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کروگے۔ مین چراغ دم صبح و آفتاب سر کوہ ہُون ٭

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ ۱۴ رجب۔ نجات کا طالب۔ غالب ٭

ایضاً۔ میرزا تفتہ عجب اتفاق ہوا پنجشنبہ کے دن ۲۲ اپریل کو کلیان خط ڈاک مین ڈالکر آیا کہ

اُسکے منتظر تھا تب پارسل کا ہرکارہ آیا اور تمہارا بھیجا ہوا پاکٹ لایا رسید لکھی مین نے زائد سمجھی اور اُسکا دیکھنا شروع کیا بیکار محض اور تنہا ہون۔ پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہو گی خوب دیکھا سچ تو یون ہے ان اشعار مین تمنے بہت خط اُٹھایا جیتے رہو۔ تمہارا دم غنیمت ہے۔ بھائی کا حال مفصل لکھو پنشن کے طالب ہین یا نوکری کے۔ منشی عبداللطیف کہان ہی اور کس طرح سے ہے علاقہ بنا ہوا ہی یا جاتا رہا۔ صاحب لفٹنٹ گورنری کا محکمہ الہ آباد کو گیا یا ہنوز کچھ یہان بھی ہی۔ منشی غلام غوث صاحب کہان ہین نوکر ہین یا مستعفی۔ عدالت دیوانی کا محکمہ یہیں رہیگا یا الہ آباد جائیگا اسکا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ ہے چاہیئے یہ بھی وہین جاوے آج تمہارے اشعار کا کاغذ مع فلٹ پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک مین بھیجا گیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط پرسون اور وہ پاکٹ پانچ چار دن مین پہنچ جاوے

غالب یکشنبہ ۲۵ اپریل ۱۸۵۹ع ✦

ایضاً مرزا تفتہ۔ ایک امر عجیب تمکو لکھتا ہون اور وہ امر بعد تعجب مفرط کی موجب نشاط مفرط ہوگا مین اجرای پنشن سرکار انگریزی سی مایوس تھا باری وہ نقشہ پنشنداروں کا جو یہان سے بنکر صدر کو گیا تھا اور یہانکے حاکم نے نسبت میرے صاف لکھدیا تھا کہ یہ شخص پانیکا مستحق نہین ہے گورنمنٹ نے برخلاف یہانکے حاکم کے رائے کے میری پنشن کے اجرا کا حکم دیا اور وہ حکم یہان آیا اور مشہور ہوا مین نے بھی سنا اب کہتے ہین کہ ماہ آیندہ یعنی مئی کی پہلی کو تنخواہون کا بٹنا شروع ہوگا۔ دیکھا چاہیئے پچھلے روپیے کی باب مین کیا حکم ہوتا ہی۔ غالب ۱۶ اپریل ۱۸۶۰ع ✦

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا مین نے اپنے مطالب کا جواب پایا۔ امراؤ سنگھ کے حال پر اُسکے واسطے مجکو رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہی اللہ اللہ ایک وہ ہین کہ دو بار انکی بیڑیان کٹ چکی ہین اور ایک ہم ہین کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے مین پڑا ہی تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا ہے نہ دم ہی نکلتا ہی اُسکو سمجھاؤ کہ تیرے بچون کو مین پال لونگا تو کیون بلا مین پھنستا ہی وہ جو مصرع

تم نے لکھا ہے وہ حکیم سنائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ مین مرقوم ہے

پسرے با پدر براز ای گفت — کہ مرا یار شو بہمرہ جفت
گفت بابا زنا کنُ وزن نہ — پند از خلق گیر و از من نہ
ور زنا گر بگیردت عسسے — بہلد کو گرفت چون تو بسے
زن کنی ہرگزت رہا نہ کند — ور تو بگذاریش چہا نکند

بس اب تو تم سکندر آباد مین رہے - کہین اَور کیُون جاؤ گے - بنگ گھر کا روپیہ اُٹھا چکے ہو - اَب کہان سے کھاؤ گے - میان نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے ایک خرچ ہے کہ وہ برابر چلا جاتا ہے جو ہوتا ہی وہ ہوا جاتا ہی - اختیار ہو تو کچھ کیا جائے - کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جاے مرزا عبد القادر بیدل خوب کہتا ہے

رغبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام — زین ہوسہا بگذر یا مگذر مے گزرد

مجکو دیکھو کہ نہ آزاد ہوُن نہ مقید نہ رنجور ہوُن نہ تندرست - نہ خوش ہوُن نہ ناخوش نہ مُردہ ہوُن نہ زندہ جیئے جاتا ہوُن - باتین کیئے جاتا ہوُن - روٹی روز کھاتا ہوں - شراب گاہ گاہ پئے جاتا ہوُن جب موت آئیگی مر رہوُنگا - نہ شکر ہی نہ شکایت ہی جو تقریر ہے بر سبیل حکایت ہی بارے جہان رہو جسطرح ہو ہر ہفتہ مین ایکبار خط لکھا کرو - یکشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۸۵۸ع - ❊ -

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتین ہمین پسند نہین ۱۸۵۸ع کے خط کا جواب ۱۸۵۹ع مین بھیجتے ہو اور مزا یہ ہی کہ جب تم سی کہا جائیگا تو یہ کہوگے کہ مین نے دوسرے ہی دن تو جواب لکھا ہی لطف اسمین ہی کہ مین بھی سچا اور تم بھی سچے - آجکل ای امید سنگہ یہین ہین اور ابھی نہین جائینگے - تمہارا مدعا حاصل ہوگیا ہی جسدن وہ آئے تھے اُسی دن مجھ سی کہہ گئے ہی مین بھول گیا اور اُس خط مین تم کو نہ لکھا صاحب وہ فرماتے تھے کہ مین نے کئی مجلد مرزا تفتہ کے دیوان کے اور کئی نسخے

تضمین اشعار گلستان کی اُنکی خواہش کے بموجب کوئی پارسی ہی بمبئی مین اُسکے پاس بھیجدیئے ہین یقین ہے کہ وہ ایران کو ارسال کریگا۔ اُمید سنگہ نے اِس پارسی کا نام بھی لیا تھا۔ مین بھول گیا اب جو تمکو اُس خیال مین مبتلا پایا تو اُنکا بیان مجکو یاد آیا۔ جانتا ہون کہ وہ کہان رہتے ہین۔ دو بار اُنکے گھر گیا بھی ہون مگر محلہ کا نام نہین جانتا۔ نہ میرے آدمیون مین کوئی جانتا ہی اب کسی جاننے والے سے پوچھ کر تمکو لکھ بھیجونگا۔ میر بادشاہ صاحب سے عند الملاقات میری دُعا کہدینا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ لکھنے کی قابل بات پھر بھول گیا۔ کل میر کرامت علی صفا تخلص کہ مین نے آج تک اُنکو کبھی نہین دیکھا تھا ناگاہ مجھسے آکر ملے اور تمہارا حال پوچھتے رہے مین نے کہدیا کہ بخیر و عافیت سکندر آباد مین ہین جب مین نے اُن سے کہا کہ کیا وہ تمہارے آشنا ہین۔ اُنہون نے کہا صاحب وہ بزرگ اور اُستاد ہین۔ مین اُنکا شاگرد ہون۔ کہین میرٹھ کے علاقہ مین نوکر ہین بسبیل ڈاک آئے تھے اور آج ہی بسبیل ڈاک انبالہ کو گئے۔ انبالہ اُنکا وطن ہے اور تمکو بھی وہ اُسی ضلع مین ہین۔ غالب۔ نگاشتہ دوشنبہ۔ ۳ جنوری ۱۸۵۹ع ✦

ایضاً صاحب قصیدہ کے چھاپے جانیکی بشارت صاحب مطبع نے مجکو بھی دی ہی خدا اُنکو سلامت رکھے۔ کل مرزا صاحب کے خط مین اُنکو ایک مصرع کی تاریخ کا لکھ چکا ہون مین سراسر اُنکا ممنون احسان ہونگا۔ میرا سلام کہنا اور لفافہ اخبار کے نہ پہنچنے کی اطلاع دینا۔ میرے نام کا کوئی لفافہ ضائع نہین جاتا۔ خدا جانے اُسپر کیا جوگ پڑا اگر اُنہون نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا پھر پوسٹ پیڈ بھی کیون تلف ہو۔ شیہہ یعنی صدای اسپ لغت فارسی ہی شین مکسور و یای معروف و ہائے ہوز مفتوح و ہائے ثانی زدہ۔ اور عربی مین اسکو صہیل کہتے ہین۔ صہیہ کوئی لغت نہین نہ عربی نہ فارسی۔ اگر غنیمت کے کلام مین صہیہ لکھا ہی تو کاتب کی غلطی ہی غنیمت کا کیا گناہ

خود زدہ بیخود زدہ پند سے گاہی شنا [illegible] فتہ اصل مصرع یون ہی یعنی [illegible] سے جدا جا کے [illegible] لکھدیا ہے

بھائی مہر خوان کے دو معنی ہین۔ ایک تو خطاب ہے جو سلاطین اُمرا کو دین اور دوسرے وہ نام کہ جو لڑکون کا پیار سے کہین یعنی عرف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو۔ مگر تمنے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سی جو تمہارے ذکر مین ہی پہلے مہر خوان کے معنے حاشیہ پر چڑھ گئے ہین مکرر لکھنے کی حاجت نہین اور دگر لکھ بھی دو تو قباحت کیا ہے۔ بھائی صاحب کیون مضائقہ فرمائین۔ حال اوراق کی تحریر کا معلوم ہوا صاحبان کونسل کی رائے ولایت آگرہ یعنی میرے محکمہ مین منظور و مقبول نام میرا جسطرح چاہو لکھدو ۵

بنام آنکہ او نامے ندارد بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

شفیق بالتحقیق مولانا مہر ذرۂ بیمقدار کا سلام قبول کرین۔ کل آپ کو خط لکھ چکا ہون آج یا کل پہنچ جائیگا رات سی ایک بات اور خیال مین آئی ہے مگر چونکہ تحکم و کار فرمائی ہے کہتے ہوئے جھجکتا ہون۔ ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہون بات یہ ہے کہ دو جلدین طلائی لوح کی ولایت کیواسطے تیار ہونگی اور وہ چار جلدین جو یہان کے حکام کیواسطے درکار ہونگی۔ انکی صورت یہی ٹھیری ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد۔ کیون بھائی صاحب قرارداد تجویز یہی ہے اور پھر سمجھا چاہیے کہ یہ چار جلدین کس کس کی نذر ہین۔ نواب گورنر بہادر۔ چیف کمشنر بہادر۔ صاحب کمشنر بہادر۔ ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی۔ یہ کیا میری بدوضعی ہے کہ جناب آڈمنسٹیٹر صاحب کی نذر نہ بھیجون ——

آخر گورنمنٹ کی نذر انہین کی معرفت بھیجونگا نہ صاحب ایک جلد انکی نذر بہت ضروری ہے آپ گنجائش نکالکے جیسی یہ چار جلدین بنوائین۔ ایک اور بھی ایسی ہی بنوا لین۔ یقین ہے کہ آپ اس امر کو پسند فرمائینگے اور چار کیجگہ پانچ بنوائین گے یہ عرض مقبول اور یہ گستاخی کہ بار بار آزار دیتا ہون معاف کیجئے۔ بھائی مرزا تفتہ کل کے مرزا صاحب کے خط مین سے اس مادۂ تاریخ کا قطعہ لکھ لینا۔ تمکو لکھ چکا ہون۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ بلکہ ایک خط مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ۔ صبح پنجشنبہ۔ سی ام ستمبر ۱۸۵۸ع ❖

ایضاً جی مرزا تفتہ تمنے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو بھی اور میری اصلاح کو بھی ڈبویا۔ ہای کیا بری کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تمپر کھلتی کہ تم یہان ہوتے اور بیگمات قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہِ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پائنچے لیر لیر جوتی ٹوٹی۔ یہ مبالغہ نہین بلکہ بے تکلف سنبلستان ایک معشوق خوبرو ہے۔ بدلباس ہے۔ بہرحال دونون لڑکون کو دو دو جلدین دیدین اور معلم کو حکم دیدیا کہ اسی کا سبق دے۔ چنانچہ آج سے شروع ہو گیا۔ مرقومۂ صبح سہ شنبہ۔ ۹ ماہ اپریل ۱۸۶۱ء۔ غالب +

ایضاً۔ آج پنجشنبہ کا دن ۱۸ نومبر کو تمہارا خط آیا۔ اور مین آج ہی جواب لکھتا ہون۔ کیا تماشا ہے کہ خط تمہارا پہونچتا ہے اور میرا خط نہین پہنچتا میری خط کے نہ پہنچنے کی یہ دلیل ہے کہ تمنے اصلاحی غزل کی رسید نہین لکھی۔ مین نے کتب کا پہنچنا تمکو لکھا تھا اسکا تمنے ذکر نہ لکھا۔ صاحب ۳ جلدین پہنچ گئین اور تقسیم ہو گئین۔ سات کتابین مرزا مہر کی بھیجی ہوئی موافق انکی تحریر کے آج شام تک اور مطابق منشی شیو نراین کی اطلاع کے کل تک میرے پاس پہنچ جائینگی اور بھی منشی شیو نراین نے اندور کی کتابون کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہین شاید مین تمکو لکھ بھی چکا ہون میر قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا۔ یہ میرے بڑے دوست ہین۔ دلی ان دنون مین آئے ہوئے تھے مجھسے کل ملکر گئے ہین انکو ایک کتاب ضرور بھیجدینا بھائی مین ہرگز نہین جانتا کہ میر بادشاہِ دہلی کون ہین اور پھر ایسے کہ جو کہین کے منصف ہین کچھ ان کے خاندان کا حال اور ان کے والد کا نام لکھو تو مین غور کرون ورنہ مین تو اس نام کے آدمی سے آشنا نہین ہون۔ پنجشنبہ ۱۸ نومبر ۱۸۵۸ء وقت دوپہر +

ایضاً بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکندرآباد سے اور ایک علیگڈہ سے پہنچا۔ یقین ہے کہ بابو صاحب تمہارے خط کے جواب مین کچھ حال لکھینگے اور تم اپنے موافق اپنے وعدے کے مجھکو لکھو گے

اب جو اس خط کا جواب تمہارے پاس سے آئیگا تب تمہارے اشعار تمکو پہنچین گے ہای ہای میر تفضل حسین خان ہای ہاے

رفتی و مرا خبر نہ کردی   بر بیکسیم نظر نہ کردی

یہان یہہ سنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا اُن کا اُن کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بدستور نائب رہے۔ اسد اللہ۔ ۲۳ فروری ۱۸۵۴ع

ایضاً صاحب۔ ایک خط تمہارا پرسون آیا اُسمین مندرج تھا کہ مین میرٹھ جاؤنگا۔ آج صبحکو ایک خط اور تمہارا آیا اور اُسمین مندرج تھا کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور تجھ سے ملتا جاؤنگا۔ پرسون کے خط مین بھی اور آجکے خط مین بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہمنے بھیجا ہی بیسوین جون کو آج دسوان دن ہی اِسدن مین کوئی پارسل کوئی ہمفلٹ پاکٹ میرے پاس نہین پہنچا۔ آخری ہمفلٹ پاکٹ وہ مثنویون کا وہ تھا کہ جسمین ایک مثنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مر گیا اُسکی ارتھی جلتی رہی اُسکا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا۔ اُن دو مثنویونکو مین نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیجدیا ہے بلکہ یون یاد پڑتا ہی کہ تمنے اسکی رسید بھی لکھ بھیجی ہی لیکن مجکو گمان یہ ہی کہ یہ امر ۲۰ جون سی آگے کا ہے بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہین آیا۔ اصلاحی کاغذ ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ مین نہین رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے مین ناچار ہون بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تمپر فرض ہی۔ یا تو وہ نہ پہنچا یا تمنے اُسکا جواب لکھنا ضرور نہ جانا وہ خط جسمین میر بادشاہ کا دلی آنا اور اُنکا مجھ سے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ مین اور اُن مین ہونا معہذا راجہ اُمید سنگہ کا دلی مین آنا اور بخیر میرے گھر آجانا اور تمہارا اُنسے ذکر ہونا اور اُنکا یہ کہنا کہ اُنکا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو مین نے اُسکا جواب لکھ بھیجا تھا اب مین کیا جانون کہ تمکو یہ خط پہنچا یا نہین پہنچا۔ تمہارا وہ پارسل جسکو اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہین آیا

غالب۔ چارشنبہ۔ ۲۹ جون ۱۸۵۶ عیسوی۔ وقت نیمروز

ایضاً اچھا بھائی نہیب والے دو ورقے چار سو ہون پانسو ہون سب بدلوا ڈالنا۔ کاغذ کا جو نقصان ہو وہ مجھسے منگوا لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے مین ساری کتاب نکمی ہو جائیگی اور میرے کمال کو دھبہ لگ جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہر چند مسودہ مین بتا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا لکھتے ہوئے

مرزا صاحب دو جلدین درست کرینگے یہ تو صورت اور ہی لینے مین نے چھ جلدین بارہ روپے کی لاگت مین لکار سادی وہنر پردازی برخوردار منشی عبداللطیف چاہین تھین منتظر تہا کہ آپ انکا قبول کرنا مجکو لکھو گے اور روپیہ مجھسے منگواؤ گے۔ ظاہرا عبداللطیف نے پہلوتہی کیا۔ مرزا صاحب اگر کفیل ہوئے تھے تو چھ جلدین بنوا لیتے نہ کہ دو۔ البتہ اس احتمال کی گنجایش ہے کہ وُہ بہت پُر تکلف اور چار بہ نسبت اُسکے کچھ کم اگر یون ہے تو یہ عائد بدلی میرا ہی مگر اطلاع ضرور ہے۔ رای امید سنگہ کے نام کا خط باحتیاط رہنے دو جب وہ آئین انکو دیدو۔ یہ جو لکھتے ہو کہ نہیب کا لفظ لکھدیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھاپا شروع ہو کر دو ورق تک پہنچگیا۔ کیا عجب ہے کہ کتابین جلد منطبع ہو جائین۔ ہمارے منشی شیو نراین صاحب اپنے مطبع کے اخبار مین اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیون نہین چاہتے تاکہ درخواستین خریدارونکی فراہم ہو جائین۔ میرزا تفتہ سنو۔ ان دنون میرے محسن حکیم احسن اللہ خان آفتاب عالمتاب کے خریدار ہوئے ہین اور حقیقت یہ ہے جب انکو کہنے کی پروا دیکھی مولانا مہر کو لکھا ہے حضور لا و نعم جواب مین نہین لکھا تم اُنسے کہو کہ وہ شروع ۱۸۵۸ء سے خریدار ہین۔ آج ۱۲ ستمبر کی ہے دو نمبر اخبار کے حکیم صاحب کے نام کے سرنامہ خانچند کے کوچہ کا پتہ لکھکر روانہ کرین آیندہ ہفتہ بہفتہ بھیجے جائین اور حکیم احسن اللہ خان کا نام خریدارون مین لکھ لین دوسرے اخبار مذکور مین ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے اخبار کا ہوتا ہے جسدن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے اسدن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کرکے ارسال کرین کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت یہان سے بھیجدی جائیگی۔ بھائی تم مرزا صاحب سے اُسکو کہکر چاہیے اونکو اطلاع دو۔ نہیب کے نہیب سے مرا جاتا ہون اونکی درستی کی خبر بھیجو۔ باقی جو چھاپے کے

حالات ہون اُس کی آگہی ضرور ہے۔ غالب پنجشنبہ ۱۶ ستمبر سنہ ۱۸۵۸ء

ایضاً میری جان آخر لڑکے ہو بات کو نہ سمجھے مین اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت نہ جانون مین نے یہ کہا تھا کہ بشرطِ اقامت بلا لونگا اور پھر لکھتا ہون کہ اگر میری اقامت یہانکی ٹھیری تو بے تمھارے نہ رہونگا نہ رہونگا زنہار نہ رہونگا۔ منشی بالمکند بے صبر کا خط بلند شہر سے دلّی اور دلّی سے رامپور پہنچا۔ تلف نہین ہوا اگر مین یہان رہ گیا تو یہان سے اور اگر دلّی گیا تو وہان سے اصلاح دیکر اُنکے اشعار بھیجدونگا۔ بے صبر کو ایکبار لکھنا پھر صبر چاہیئے وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا ہے ازبسکہ یہانکے حضرات مہربانی فرماتے ہین اور ہر وقت آگھیرے ہین۔ فرصت مشاہدۂ اوراق نہین ملی۔ تم ہی رقعہ کو اُنکے پاس بھیجدینا۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۴ فروری سنہ ۱۸۵۹ء

ایضاً کیون صاحب مجھسے کیون خفا ہو آج مہینہ بھر ہوگیا ہوگا یا بعد دو چار دن کے ہوجائیگا کہ آپکا خط نہین آیا۔ انصاف کرو کتنا کثیر الاحباب آدمی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرے پاس دو چار دوست نہ بیٹھے ہون۔ اب ایک یار دیرین ایک شیوجی رام برہمن اور بالمکند اُسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ گاہ گاہ آتے ہین اُن سے گزر کر لکھنؤ اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سے خطوط آتے رہتے تھے ان دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کسطرح ہین وہ آمد خطوط کی موقوف صرف تم تین صاحبونکی آنے کی توقع انہین وہ دونون صاحب گاہ گاہ۔ ہان ایک تم کہ ہر مہینے مین ایک دو بار مہربانی کرتے ہو۔ سنو صاحب اپنے پر لازم کرلو ہر مہینے مین ایک خط مجھکو لکھنا اگر کچھ کام آ پڑا دو خط تین خط ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مہینے مین ایکبار بھیجدی۔ بھائی صاحب کا بھی خط دس بارہ دن ہوئی کہ آیا تھا اُسکا جواب بھیجدیا گیا۔ مولوی قمر الدین خان یقین ہے کہ الہ آباد گئے ہون کسواسطے کہ مجھکو مئی مین لکھا تھا کہ اوائل جون مین جاؤنگا بہرحال اگر آپ آزردہ نہین تو جسدن میرا خط پہنچے اُسکے دوسرے دن اُسکا جواب لکھیئے۔ اپنی خیر و عافیت منشی صاحب کی

خیر و عافیت مولوی صاحب کا احوال اِن سے سوا گوالیار کے فتنہ و فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا ہو وہ الفاظ مناسب وقت مین ضرور لکھنا راجہ جو وہان آیا ہوا ہے اُسکی حقیقت۔ دھولپور کا رنگ صاحبان عالیشان کا ارادہ وہان کے بندوبست کا کس طرح پر ہے۔ آگرہ کا حال کیا ہے وہان کے رہنے والے کچھ خائف ہین یا نہین۔ غالب۔ نگاشتہ شنبہ۔ ۱۹؍ جون ۱۸۵۸ع

ایضاً برخوردار مرزا تفتہ دوسرا مسودہ بھی کل پہنچا۔ تم سچے اور مین معذور سنو میری کہانی آخر جون مین صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ بماہ نہ پائین سال مین دو بار بطریق ششماہہ فصل بفصل پایا کرین۔ ناچار ساہوکار سے سود کاٹے کر روپیہ لیا گیا تا رہو کی مدین بلکہ صرف ہو یہ سود چھ مہینہ تک اسیطرح کٹوان دینا پڑیگا ایک قسم معقول گھاٹے مین جائیگی

رسم ہے مُردہ کی چھ ماہی ایک — خلق کا ہے اِسی چلن پر مدار
مجکو دیکھو کہ ہُون بقید حیات — اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار

دس گیارہ برس سے اِس تنگنا مین رہتا تھا سات برس تک ماہ بماہ چار روپیہ مہینہ دیا گیا اب تین برس کا کرایہ کچھ اوپر سو روپیہ یکمشت دیا گیا۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا جسنے لیا ہے اُسنے مجھ سے پیام بلکہ ابرام کیا کہ مکان خالی کر دو۔ مکان کہین ملے تو مین اُٹھون بیدرد نے مجکو عاجز کیا اور مزدور لگادیے صحن بالاخانہ کا جسکا دو گز عرض اور دس گز کا طول اُسمین پاڑ بندھ گئی۔ رات کو وہین سویا۔ گرمی کی شدت پاڑ کا قرب گمان یہ گزرتا تھا کہ یہ کٹہرا ہے اور صبحکو پھانسی ملیگی تین راتین اسیطرح گزرین۔ دوشنبہ ۹ جولائی کو دوپہر کیوقت ایک مکان ہاتھ آگیا وہان جا رہا جان بچ گئی یہ مکان بہ نسبت اُس مکان کے بہشت ہے اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیماران کا۔ اگرچہ یون ہے کہ مین اگر اور محلہ مین بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاک وہین پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط دلال کنوسین کے پتے سے آتے ہین اور بے تکلف یہین پہنچتے ہین۔ بہرحال تم وہی دلی بلیمارون کا محلہ لکھکر خط بھیجا کرو۔ دو مسودے

تمہارے اور ایک مسودہ ہے صبر کا یہ تین کاغذ درپیش ہین دو ایک دن مین بعد اصلاح ارسال کئے جاوینگے خاطرِ عاطر جمع رہے - صبح جمعہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۶۰ع - ✤ -

ایضاً کاشانۂ دل کے ماہ دو ہفتہ منشی ہرگوپال تفتہ تحریر مین کیا کیا سحر طرازیان کرتے ہین آپ ضرور آپ چاہتے ہی کہ ہم بھی جواب اسی انداز سے لکھین۔ سنو صاحب تم جانتے ہو کہ زین العابدین خان مرحوم میرا فرزند تھا اور اب اسکے دونون بچے کہ وہ میرے پوتے ہین میرے پاس آ رہے ہین اور دم بدم مجھکو ستاتے ہین اور مین تحمل کرتا ہون خدا گواہ ہے کہ مین تمکو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہون پس تمہارے نتائج طبع میرے معنوی پوتے ہوئے جب اِن عالم کے پوتون سے کہ مجھے کھانا نہین کھانے دیتے مجھکو دوپہر سونے نہین دیتے ننگے پاؤن پلنگ پر رکھتے ہین کہین پانی لڑھاتے ہین کہین خاک اڑاتے ہین مین نہین تنگ آتا تو ان معنوی پوتون سے کہ انمین یہ باتین نہین ہین کیون گھبراؤنگا آپ انکو جلد میرے پاس بسبیل ڈاک بھیجدیجئے کہ مین انکو دیکھون - وعدہ کرتا ہون کہ پھر جلد انکو تمہارے پاس بسبیلِ ڈاک بھیجدونگا - حق تعالی تمہارے عالمِ صورت کے بچون کو جیتا رکھے اور ان کو دولت و اقبال دے - اور تم کو انکے سر پر سلامت رکھے اور تمھارے معنوی بچون یعنی نتائج طبع کو فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرماوے بابو صاحب کے نام کا خط انکے خط کے جواب مین پہنچتا ہے انکو دیدیجیو اور ہان صاحب بابو صاحب اور تم آگرہ کو جانے لگو تو مجھکو اطلاع کرنا اور تاریخ روانگی لکھ بھیجنا تاکہ مین بیخبر نہ رہون والدعا - اسد اللہ نگاشتہ جمعہ ۱۸ جون سنہ ۱۸۵۹ع ✤

ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہرگوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہین آپکا وہ خط جو آپنے کانپور سے بھیجا تھا پہنچا - بابو صاحب کی سیر سفر کا حال اور آپکا لکھنؤ جانا اور وہانکے شعرا سے ملنا سب معلوم ہوا اشعار جناب بندہ کے پہنچنے کے ایک ہفتہ کے بعد درست ہو گئے اور اصلاح اور انشا سے اور فوائد جدیدہ کہ میرا شیوہ ہے عمل مین آیا جبتک کہ انکا یا تمہارا خط نہ آوے اور اقامت گاہ معلوم نہ ہو ممکن

کو اغذِ ضروری کہان بھیجون اور کیونکر بھیجون اور کیون بھیجون اَب جو تمہاری لکھنے سے جانا کہ ۱۹ فروری تک اکبرآباد آؤگے تو مَین نے یہ خط تمہارے نام لکھکر لفافہ کر رکھا ہی آج ۱۹ اُنیسوین ہی پرسون اکیسوین کو لفافہ آگرہ کو روانہ ہوگا۔ بابو صاحب کو مَین نے خط اسواسطی نہین لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہئے تھا وہ خاتمہ اوراق اشعار پر لکھدیا ہی تمکو چاہیئے کہ اُنکی خدمت مین میرا سلام پہنچاؤ اور سفر کے انجام اور حصولِ مرام کی مُبارکباد دو اور اوراق اشعار گزرانو اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم ہی اُسکو غور سے پڑھیے اور بِنا دستور العمل گردانیئے نہ کہ سرسری دیکھیے اور بھول جائیے بس تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت مین تھا اب پھر تمسے کہتا ہُون کہ وہ جو تمنے اُس شخص کولی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا ہر چند اعتراض اُنکا لغو اور پُرسش اُنکی بیہودہ ہو مگر ہمارا یہ منصب نہین کہ معترض کو جواب دین یا سائل سے بات کرین تمہارے شعر پر اعتراض اس راہ سے کہ وہ ہمارا دیکھا ہوا ہی گویا ہمپر ہے اس سے ہمین کام نہین کہ وہ مانین یا نہ مانین کلام ہمارا اپنے نفس مین معقول اور استوار ہے جو زبان دان ہوگا وہ سمجھ لیگا غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھین نہ سمجھین ہمکو تمام خلق کی تہذیب و تلقین سے کیا علاقہ تعلیم و تلقین کے واسطے دوستون کے اور یارون کے ہی نہ واسطے اغیار کے تمہین یاد ہوگا کہ مَین نے تمہین بارہا سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ ہو اور غیر کی غلطی سی کام نہ رکھو آج تمہارا کلام وہ نہین کہ کوئی اُسپر گرفت کر سکے مگر ہان سے حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست + والسلام والاکرام۔ اسداللہ رقم زدہ ۱۹ فروری و مرسلہ بست و یکم فروری سنہ ۱۸۵۲ء +

ایضاً منشی صاحب تمہارا خط اُسدن یعنی کل بُدھ کے دن پہنچا مین چار دن سے لرزے مین مبتلا ہون اور نوبت یہ ہی کہ جسدن سے لرزہ چڑھا ہی کھانا مطلق مَین نے نہین کھایا آج پنجشنبہ پانچوان دن ہی کہ نہ کھانا دن کو میسر ہے نہ رات کو شراب۔ حرارت مزاج مین بہت ہی ناچار احتراز کرتا ہُون۔ بھائی اِس لطف کو دیکھو کہ پانچوان دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہین لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہین

ہوئی۔ بابو صاحب والا مناقب کا خط تمہارے نام کا دیکھا اب اس سال مین وہ آسانی نہ رہی اور بندہ دشواری سے بھاگتا ہے کیون تکلیف کرین اور اگر بہرحال اُنکی مرضی ہے تو خیر فرمان پذیر ہُون اشعار سابق و حال میرے پاس امانت ہین بعد اچھے ہونیکے اُنکو دیکھونگا اور تمکو بھیجدونگا۔ اِتنی سطرین مجھسے بہزار جبر ثقیل لکھی گئی ہین۔ اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ ۲ مارچ سنہ ۱۸۵۴ء۔ ٭۔

ایضاً۔ صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جسمین ہم تم باہم دوست تھے۔ اور طرح طرحکے ہم مین تم مین معاملاتِ مہر و محبت درپیش آئے شعر کہے دیوان جمع کیئے اُسی زمانہ مین ایک بزرگ تھے کہ ہمارے تمہارے دوستِ دلی تھے اور منشی نبی بخش اُنکا نام اور حقیر تخلص تھا ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم ہمکو ملا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی ایک خط مین نے منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا اُسکا جواب مجکو آیا اور ایک خط تمہارا کہ تم بھی موسوم بہ منشی ہرگوپال و متخلص بہ تفتہ ہو آج آیا اور مین جس شہر مین ہون اُسکا نام دلّی اور اُس محلہ کا نام بلّیمارون کا محلہ ہے لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستون مین سے نہین پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈھنے کو مسلمان اِس شہر مین نہین ملتا۔ کیا امیر کیا غریب۔ کیا اہلِ حرفہ اگر کچھ ہین تو باہر کے ہین ہنود البتہ کچھ کچھ آباد ہوگئے ہین اب پوچھو کہ تو کیونکر مسکن قدیم مین بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ مین حکیم محمد حسن خان کے مکان مین نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہون اور یہان قریب کیا بلکہ دیوار بدیوار ہین گھر حکیمون کے۔ اور وہ نوکر ہین راجہ نرندر سنگھ بہادر والئی پٹیالہ کے۔ راجہ نے صاحبانِ عالیشان سے عہد لیا تھا کہ بروقت غارتِ دہلی یہ لوگ بچ رہین چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہان آن بیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ مین کہان اور یہ شہر کہان۔ مبالغہ نہ جاننا امیر غریب سب نکل گئے جو رہ گئے تھے وہ نکالے گئے۔ جاگیردار پنشندار دولتمند اہلِ حرفہ کوئی

ہی نہین ہے مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہون۔ ملازمانِ قلعہ پر شدت ہے اور باز پرس اور دار و گیر مین مبتلا ہین مگر وہ نوکر جو اس ہنگام مین نوکر ہوئے ہین اور ہنگامے مین شریک رہے ہین۔ مین غریب شاعر دس برس سے تاریخ لکھنے اور شعر کے اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہون خواہی اسکو نوکری سمجھو۔ خواہی مزدوری جانو۔ اس فتنہ و آشوب مین کسی مصلحت مین مین نے دخل نہین دیا۔ صرف اشعار کی خدمت بجا لاتا رہا اور نظر اپنی بیگناہی پر شہر سے نکل نہین گیا۔ میرا شہر مین ہونا حکام کو معلوم ہے مگر چونکہ میری طرف بادشاہی دفتر مین سے یا مخبرون کے بیان سے کوئی بات پائی نہین گئی۔ لہذا طلبی نہین ہوئی ورنہ جہان بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے ہین میری کیا حقیقت تھی غرض کہ اپنے مکان مین بیٹھا ہون دروازہ سے باہر نہین نکل سکتا سوار ہونا اور کہین جانا تو بہت بڑی بات ہے رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر مین ہے کون جو آوے گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہین۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہین۔ جرنیلی بندوبست یازدہم مئی سے آجتک یعنی شنبہ پنجم دسمبر ۱۸۵۷ء تک بدستور ہے۔ کچھ نیک و بد کا حال مجھکو نہین معلوم بلکہ ہنوز ایسے امور کیطرف حکام کو توجہ بھی نہین۔ دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہان باہر سے اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہین پاتا۔ تم زنہار یہان کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیئے مسلمانون کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہین۔ بہرحال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا۔ اسوقت تمہارا خط پہنچا اور اسی وقت مین نے یہ خط لکھکر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا +

ایضاً آج سنیچر کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمہارا خط لایا۔ مین نے پڑھا اور جواب لکھا اور کلیان کو دیا وہ ڈاک کو لے گیا خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ مین تمکو لکھ چکا ہون کہ دلی کا قصد کیون کرو اور یہان آکر کیا کروگے۔ بنک گھر مین سے خدا کرے تمہارا روپیہ ملجائے یہان کا میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی مین میرا نام مندرج نہین نکلا کسی مخبر نے نسبت میرے کوئی خبر

بدخواہی کی نہین دی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر مین جانتے ہین۔ فراری نہین ہون روپوش نہین ہون بلایا نہین گیا۔ دارو گیر سے محفوظ ہین کسیطرح کی بازپرس ہو تو بلایا جاؤن مگر ہان جیسا کہ بلایا نہین گیا خود بھی بڑے کار نہین آیا کسی حاکم سے نہین ملا خط کسی کو نہین لکھا کسی سے درخواست ملاقات نہین کی۔ مئی سے پنشن نہین پایا۔ کہو دس مہینے کیونکر گذرے ہونگے انجام کچھ نظر آتا نہین کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہون مگر زندگی وبال ہے۔ ہرگوبند سنگھ یہان آئے ہوئے ہین ایکبار میرے پاس بھی آئے تھے۔ والدعا۔ غالب۔ روز شنبہ سی ام جنوری ۱۸۵۸ء وقت نیمروز۔

ایضاً کیون صاحب۔ روٹھے ہی رہوگے یا کبھی منوگے بھی۔ اور اگر کسیطرح نہین منتے تو روٹھنے کیوجہ تو لکھو مین اس تنہائی مین صرف خطون کے بھروسے جیتا ہون یعنی جس کا خط آیا مین نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا کہ جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہین آرہتے ہون بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبحکو اور ایک دو شام کو میری دل لگی ہوجاتی ہے۔ دن انکے پڑھنے اور جواب لکھنے مین گزر جاتا ہے۔ یہ کیا سبب دس دس بارہ دن سے تمہارا خط نہین آیا یعنی تم نہین آئے خط لکھو۔ صاحب نہ لکھنے کی وجہ لکھو آدھ آنے مین بخل نہ کرو ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔ غالب۔ سوموار۔ ۶ دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً مہاراج آپکا مہربانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش نہ ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ بہرحال مجھکو کہ نالائق و ذلیل ترین خلائق ہون اپنا دعاگو سمجھتے رہو۔ کیا کرون اپنا شیوہ ترک نہین کیا جاتا وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والون کی مجھکو نہین آتی کہ بالکل بھاٹون کیطرح بکنا شروع کرین میرے قصیدے دیکھو تشبیب کے شعر بہت پاؤگے اور مدح کے شعر کمتر۔ نثر مین بھی یہی حال ہے۔ نواب مصطفے خان کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ انکی مدح کتنی ہے میرزا رحیم الدین بہادر حیا تخلص کے دیوان کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرمایش جان جاکوب بہادر کے

لکھی ہے اُسکو دیکھو کہ فقط ایک بیت مین اُنکا نام اور اُنکی مدح آئی ہی اور باقی ساری نثر مین کچھ اور ہی اور مطالب ہین واللہ باللہ کسی شاہزادے یا امیرزادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو اُسکی مدح نہ کرتا کہ جتنی تمھاری مدح کی ہی ہمکو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی مدح کو بہت جانتے قصہ مختصر تمھاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمھارے نام کا بدلکر اُسکے عوض ایک فقرہ اور لکھدیا ہی اس سے زیادہ کبھی میری روش نہین۔ ظاہرا تم خود فکر نہین کرتے اور حضرات کے بہکانے مین آجاتے ہو وہ صاحب تو بیشتر اس نظم و نثر کو مہمل کہین گے کسواسطے کہ اُنکے کان اِن آوازسے آشنا نہین جو لوگ کہ قتیل کو اچھے لکھنے والون مین جانین گے وہ نظم و نثر کی خوبی کو پہچانین گے۔ ہمارے شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہی کہ جسکو تم لکھتے ہو ما الجبن سے بھی نہ گیا۔ ایک نسخہ طبّ محمد حسین خانی مین لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سُود مند ہے مگر اثر اسکا دیر مین ظاہر ہوتا ہے وہ نسخہ یہہ ہی کہ پانچ سات سیر پانی لیوین اور اُس مین سیر پیچھے تولہ بھر چوب چینی کوٹ کر ملاوین اور اُسکو جوش کرین اسقدر کہ چہارم پانی جلجاوے پھر اُس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا مین بھر رکھین اور جب باسی ہو جاوے اُسکو پئین جو غذا کھایا کرتے ہین کھایا کرین۔ پانی دِن رات جب پیاس لگے یہی پئین۔ تبرید کی حاجت پڑے اِسی پانی مین پئین روز جوش کروا کر چھنوا کر رکھ چھوڑین۔ برس دن مین اسکا فائدہ معلوم ہوگا میرا سلام کہکر یہ نسخہ عرض کر دینا آگے اُنکو اختیار ہے ✦

ایضاً تمہارا خط پہنچا مجکو بہت رنج ہوا۔ واقعی اُن چھوٹے لڑکون کا پالنا بہت دشوار ہوگا۔ دیکھو مین بھی تو اِسی آفت مین گرفتار ہون۔ صبر کرو اور صبر نہ کروگے تو کیا کروگے۔ کچھ بن نہین آتی مین مسہل مین ہون یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہون۔ حفظِ صحت کیواسطے مسہل لیا ہی تمہارے اشعار غور سے دیکھکر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفافہ تمہارے نام کا بھیجدیا ہے جب تم آؤگے تب وہ تم کو دینگے۔ جہان جہان تردد و تامل کی جگہ تھی وہ ظاہر کردی ہی اور باقی اشعار بدستور رہنے

دیئے ہین اب تم کو یہ چاہیئے کہ کول پہنچکر مجھکو خط لکھو۔ اس لفافہ کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو۔ اسمین تساہل نہ کرو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب اجمیر کو روانہ کر دیا جائیگا آپ کی خاطر جمع رہے زیادہ اس سے کیا لکھون۔ اسد اللہ۔ نجات کا طالب غالب عفی عنہ ✣

ایضاً صاحب تمنے لکھا تھا کہ مین جلد آگرہ جاؤنگا۔ تمہارے اس خط کا جواب نہ لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا مگر کلیان کا پاؤن سوجھ گیا تھا وہ چل نہین سکتا تھا۔ مسلمان آدمی شہر مین سڑک پر بن ٹکٹ ٹھہر نہین سکتا ناچار تمکو خط نہ بھیج سکا بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو مین تمکو آگرہ مین سمجھکر سکندرآباد خط نہ بھیج سکا مولوی قمرالدین خان کے خط مین تمکو سلام لکھا۔ کل اُنکا خط آیا وہ لکھتے ہین کہ مرزا تفتہ ابھی یہان نہین آئے اسواسطے آج یہ رقعہ تمکو بھیجتا ہون۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے۔ حاکم اکبر نے ابھی کوئی نیا بندوبست جاری نہین کیا۔ یہ صاحب میرے آشنائے قدیم ہین۔ مگر مین مل نہین سکتا۔ خط بھیجا ہے۔ ہنوز کچھ جواب نہین آیا۔ تم لکھو کہ اکبرآباد کب جاؤگے۔ والدعا۔ غالب۔ جمعہ۔ ۵ مارچ ۱۸۵۸ء ✣

ایضاً صاحب میرٹھ سے آکر تمکو خط لکھ چکا ہون شاید نہ پہنچا ہو۔ اسواسطے ازروے احتیاط لکھتا ہون کہ نواب مصطفےٰ خان کے ملنے کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلی آگیا اور چارشنبہ کے دن تمکو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ اُمید سنگھ بہادر میرے گھر آئے تھے تمہارا خط اُنکے دکھلانے کو رکھ چھوڑا تھا وہ اُن کو دکھایا۔ پڑھکر یہ فرمایا کہ کسی اور مندر مین قصدِ اقامت نہین ہے۔ نیا ایک تکیہ بنایا چاہتا ہون۔ آدمی بندرابن گئے ہین۔ کوئی مکان مول لین گے۔ وہان اپنی وضع پر بیٹھے رہونگا میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپکا کلام بمبئی تک پہنچ گیا اب طہران کو بھی روانہ ہوا چاہتا

سوادِ ہند گرفتی بہ نظمِ خود تفتہ   بیا کہ نوبتِ شیراز و وقتِ تبریز است

صبح یکشنبہ۔ سی ام جنوری ۱۸۵۹ء ✣

ایضاً از عمر و دولت برخوردار باشند۔ بدھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور خط مع رجسٹری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہنڈوی۔ بل جو کچھ کہیئے وہ بلا۔ ایک آدمی رسید مہری لیکر نیل کے کٹرہ چلا گیا۔ سو روپے چہرہ شاہی لے آیا۔ آنے جانے کی دیر ہوئی اور بس۔ چوبیس روپے داروغہ کی معرفت اٹھے تھے۔ وہ دیئے گئے۔ پچاس روپے محل میں بھیجدیئے۔ چھبیس روپے باقی رہے۔ وہ بکس میں رکھ دیئے۔ روپے کے رکھنے کیلئے بکس کھولا گیا۔ سو یہ قصہ بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے۔ اگر جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں بھیجدونگا خدا تمکو جیتا رکھے اور اجر دے۔ بھائی بڑی آ بنی ہے۔ انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر یک قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چارشنبہ ۱۸۵۸ء۔ وقت دوپہر

ایضاً صاحب تمہارا خط میرٹھ سے آیا مرآۃ الصحائف کا تماشا دیکھا۔ سنبلستان کا چھاپا خدا تمکو مبارک کرے اور خدا ہی تمہاری آبرو کا نگہبان ہے بہت گزر گئی۔ تھوڑی رہی اچھی گزری۔ اچھی گزر جائیگی۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے قصائد کے اشتہار سے مجھکو نفع ہوگا سعدی نے بوستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبلستان سے پاؤگے اللہ کے سوا جو کچھ ہے موہوم ہے معدوم ہے نہ سخن ہے نہ سخنور ہے نہ قصیدہ ہے نہ قصیدہ گو ہے لا موجود الا اللہ جناب بھائی صاحب یعنی نواب مصطفےٰ خان صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا ہمشیرہ کی پنشن کا جاری ہونا بہت خوشی کی بات ہے مگر خوشی سے تعجب زیادہ ہے کیا عجب ہے کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی بات بروئے کار آوے یعنی آپکا پنشن بھی واگزاشت ہو جائے اللہ اللہ۔ صبح یکشنبہ ۲۰ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی میں دلی سے چہارشنبہ ۱۸ کو رامپور چلا۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مرادنگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفےٰ خان کے کہنے سے مقام کیا۔ یہاں سے یہ خط تمکو لکھ کر بھیجا۔ کل شاہجہان آباد پرسوں گڑھ مکتیسر رہونگا۔ پھر مراد آباد ہوتا ہوا رامپور جاؤنگا۔ اب جو مجھکو

خط بھیجو رام پور بھیجنا۔ سرنامہ پر رامپور کا نام اور میرا نام کافی ہے اب اسی قدر لکھنا کافی تھا باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ رام پور سے لکھونگا راقم غالب مرقومہ چاشتگاہ شنبہ ۲ جنوری ۱۸۶۰ع

ایضاً برخوردار سعادت آثار منشی ہرگوپال سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اس لئے آگے تمکو حالات مجمل لکھ چکا ہون ہنوز کوئی رنگ قرار نہین پایا بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مرادآباد آیا اور وہاں سے رامپور آئینگے بعد انکے جانیکے کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھیریگا۔ منظور مجکو یہ ہے کہ اگر یہان رہنا ہوا تو فوراً تمکو بلا لونگا جو دن زندگی کے باقی ہین وہ باہم بسر ہو جائین والدعا راقم غالب۔ یکم مارچ ۱۸۶۰ع ٭

ایضاً میرزا تفتہ کو دعا پہنچے۔ بہت دن سے خط کیون نہین لکھا۔ آگرہ مین ہو یا نہین میرزا حاتم علی صاحب کا شفقت نامہ آیا۔ یہان سے اسکا جواب بھیجا گیا۔ وہان سے اسکا جواب آگیا مکرم حسین صاحب کا خط پرسون آیا دو چار دن مین اسکا جواب لکھونگا میرا حال بدستور ہے ع نہ امید کامیابی نہ ہیبت نا امیدی ٭ بہائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب مین ہے دو ایک دن کے بعد جب جی باتین کرنیکو چاہیگا تب انکو خط لکھونگا۔ تم اگر ملو تو ان سے کہدینا کہ بہائی قاسم علیخان کے شعر نے مجکو بڑا مزا دیا۔ حسن اتفاق کیہ کئی دن ہوئے تھے جو مین نے ایک لایتی چھینٹ اور ایک شالی رومال ڈھائی گز دلال کو دیا تھا اور وہ اسوقت روپیہ لیکر آیا تھا مین روپیہ لیکر اور خط پڑھ کر خوب ہنسا کہ خط اچھے وقت آیا۔ غالب۔ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ع ٭

ایضاً صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور تمہارا کشف سچا ہے۔ مین راہ دیکھ رہا کہ تمہارا خط آئے تو جواب لکھون۔ کل تمہارا خط شام کو آیا۔ آج صبحکو جواب لکھا۔ بات یہ ہے کہ نامور آدمی کیواسطے محلہ کا پتہ ضرور نہین۔ مین غریب آدمی ہون مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے آتے ہین تلف نہین ہوتے۔ بعض فارسی خط پر محلہ کا پتہ نہین ہوتا اور انگریزی خط پر تو مطلق پتا ہی نہین۔ شہر کا نام ہوتا ہے تین چار خط انگریزی ولایت سے مجھکو آئے جانے انکی بلا کہ بلی مارونکا محلہ

کیا چیز ہے وہ تو بنسبت میرے بہت بڑے آدمی ہین۔ سینکڑون خط انگریزی ہر روز اُنکو آتے ہین خلاصہ یہ کہ مین نے پھر اُنکی پاس آدمی بھیجا اور آپکا خط اپنے نام کا بھیجدیا۔ اُنہون نے میرے آدمی سے کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ مین اسکا جواب کیا لکھون۔ محلے کا پتہ آپ بھی لکھ بھیجیے سو مین پہلے امر واقعی تمکو لکھکر تمہاری خواہش کے موافق لکھتا ہون۔ اُنکے مکان کا پتہ بلّیمارون کا محلہ۔ حوتون کا کوچہ۔ دستنبو کا یہ حال کہ مین نے ایکبار سات روپے کی ہنڈوی بھیجکر بارہ جلدین اور ایک جنتری اُنسے منگوائی پھر اُنکو ۱۸ آنہ کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدین لکھنؤ کو انہین کے ہاتھون سے بھجوائین اور اسکے بعد پھر اٹھارہ آنہ کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدین رہین سہی سرحصہ کو بھجوائین غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ مین بعد اُس پچاس جلد کے سولہ جلدین اور اُنسے لے چکا ہون مگر نقد ہرگز ہرگز قرض مین نے نہین منگوائی ہین۔ ایک بار ہنڈوی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہون۔ تمکو میری جانکی قسم بہل طور سے اُنکو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابین منگوائی ہین اور نقد منگوائی ہین یا نقد اور وہ جو لکھین مجکو لکھ بھیجنا۔ شنبہ ۱۹ فروری سنہ ۱۸۵۹ع۔ غالب ؎

ایضاً صاحب ہم تمہارے اخبار نویس ہین اور تمکو خبر دیتے ہین کہ برخوردار میر بادشاہ آئے ہین اُنکو دیکھکر خوش ہوا وہ اپنے بھائیون سے ملکر شاد ہوئے۔ تمہارا حال سُنکر مجکو رنج ہوا کیا کرون نہ اپنے رنج کا چارہ کرسکتا ہون نہ اپنے عزیزان کی خبر لے سکتا ہون ؎ ہر آنچہ ساقیٔ ما ریخت عین الطاف است ؛ آج چوتھا دن ہے یعنی منگل کے دن کوئی پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ ناگاہ راجہ اُمید سنگھ بہادر میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہان سے آئے ہو فرمایا کہ آگرہ سے آتا ہون لباون کی گلی مین جو چلیمون گلی کے قریب ہے جورس صاحب کی کوٹھی اُنہون نے مول لی ہے اور اُسکے قریب کی زمین اُفتادہ بھی خریدی ہے اور اُسکو بنوا رہے ہین۔ تمہارا مین نے ذکر کیا کہ ہر خط تمکو پوچھتے ہین اور کہتے ہین کہ مین نے کئی خط بھیجے جواب نہین آیا۔ بہرحال میرے پھوڑے نکل رہی ہین

یعنی باز دید کو نہین گیا شاید وہ آج گئے ہون یا جاوین پھر اکبر آباد کو جائین گے مین آج آدمی انکی پاس بھیجونگا۔ کل میرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تمکو بہت پوچھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہان ہین اور کس طرح ہین بھائی انکو خط لکھون گا۔ محررۂ ۱۷ جون ۱۸۵۹ء +

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا۔ دل خوش ہوا تمہاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو آگرہ کتابونکا منگوانا بے ارسالِ قیمت منظور ہی چنانچہ حق التصنیف تمنے لکھا ہی بھائی مین کیا تمکو جھوٹ لکھونگا اور شیو نراین نے اگر ذکر ارسالِ قیمت کا نہین لکھا کہ بے ارسالِ قیمت منگوائی ہین تمکو میرے سر کی قسم اور میری جان کی قسم شیو نراین سے اتنا پوچھو کہ اُس پچاس جلد کے بعد کی کتنی جلدین غالب نے اور منگوائین اور قیمت بھیجکر منگوائین یا قیمت اُس سے لینی ہے۔ دیکھو مین نے قسم لکھی ہے یون ہی عمل مین لانا۔ راجہ امید سنگہ صاحب یہین ہین مجھ سے اب تو نہین ملاقات نہین ہوئی جو تمہارے خط کا ذکر آتا یقین ہی کہ پہنچگیا ہوگا اور یہ جو تم لکھا تھا کہ اگر دسون کا کوچہ نہ ملے گا تو وہ خط تیرے پاس آئیگا سو وہ میرے پاس نہین آیا صاحب تمکو وہم کیون ہے ایک امیر نامور آدمی ہی اُسکے نام کیون نہ پہنچیگا۔ +

ایضاً اجی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو تمہارے حال کی بڑی پرسش ہے تمنے اُن کو خط لکھنا کیون موقوف کیا ہے وہ مجھکو لکھتے تھے کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو مجھکو ضرور لکھیئے گا۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۷ فروری ۱۸۵۹ع +

ایضاً کیون مرزا تفتہ تم بیوفا یا مین گنہگار۔ یہ بھی تو مجھکو معلوم نہین کہ تم کہان ہو۔ ابھی ایک صاحب میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول مین ہین اب مین حیران ہون کہ خط کول بھیجون یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجون تو مسکن کا پتہ کیا لکھون۔ بہرحال سکندر آباد بھیجتا ہون خدا کرے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا۔ مین نے ہرکارہ کو راجہ امید سنگہ بہادر کے گھر کا پتہ بتا کر وہان بھجوایا۔ یقین ہی کہ پہنچگیا ہوگا۔ پانچ چار دن سے

سنتا ہوں کہ وہ متھرا اور اکبرآباد کی طرف گئے ہیں مجھ سے مل کر نہیں گئے۔ بہرحال اس خط کا جواب جلد لکھو اور ضرور لکھو بھائی تم سیاح آدمی ہو جہاں جایا کرو مجھکو لکھ بھیجا کرو کہ میں وہاں جاتا ہوں یا جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھو۔ تمہارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش تمکو کیوں پسند ہے۔ محررۂ یکشنبہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۸۵۹ع۔ غالب ✤

ایضاً۔ شنبہ ششم مئی سنہ ۱۸۶۰ع ہنگام نیمروز۔ بھائی اسوقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی جواب لکھتا ہوں۔ زر سہ سالہ مجتمعہ ہزار دن کہاتے ہوئے۔ سات سو پچاس ۷۵۰ پاتا ہوں۔ تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سو روپے مجھی مدد خرچ کے ملے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو متفرقات میں گئی رہے دو ہزار روپے۔ میر مختار کا ایک بنیا ہے اور میں اسکا قرضدار قدیم ہوں آج وہ دو ہزار لایا اسنے اپنی بہی رکھ دی اور مجھ سے کہا میرا حساب کیجیے۔ سات کم پندرہ سو اسکے سود مول کے ہوئے قرض متفرق کا اسی سے حساب کروایا۔ گیارہ سو کئی روپے وہ نکلے پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے۔ حاصل میں یعنی دو ہزار میں چھ سو کا گھاٹا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدو۔ پانسو سات روپے باقی کے تم لے لو میں کہتا ہوں متفرقات گیارہ سو چکا دیے تو نو سو ۹۰۰ باقی رہے۔ آدھے تو لے آدھے مجھکو دے پرسوں چوتھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک نہیں چکا۔ میں جلدی نہیں کرتا دو ایک مہاجن بیچ میں ہیں۔ ہفتہ بھر میں جھگڑا فیصل ہو جائیگا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جائے جسدن برات سے پھر کر آؤ۔ اسی دن مجھکو اپنے ورود مسعود کی خبر دینا۔ والدعا۔ غالب ✤

ایضاً نور نظر لخت جگر مرزا تفتہ تمکو معلوم ہے کہ رائے صاحب مکرم معظم رائے امید سنگھ بہادر یہ رقعہ تمکو بھیجینگے۔ تم اسی رقعہ کو دیکھتے ہی انکے پاس حاضر ہونا اور جبتک وہاں ہیں تب تک حاضر ہوا کرنا اور دستنبو کے باب میں جو انکا حکم ہو بجا لانا۔ انکو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا پچاس ۵۰ جلد کی قیمت عنایت کرینگے وہ لے لینا۔ جب کتاب چھپ چکے دس جلدیں رائے صاحب کے

پاس نذور بھجدینا اور چالیس جلدین بموجب اُنکے حکم کے میرے پاس ارسال کرتا اور وہ جو مین نے پانچ جلد کے آرایش کے باب مین تمکو لکھا ہے اُسکا حال مجکو ضرور لکھنا - ہان صاحب ایک رباعی میرے سہو سے رہ گئی ہے اُس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھدینا - جہان یہ فقرہ ہے - مے نے اختر بخت خسرو ربلندی بجاے رسید کہ رُخ از خاکیان نہفت ؎

جائیکہ ستارہ شوخ چشمی ورزد
افسر افسار گرزن ارزن ارزد
خورشید ز اندیشۂ جادر گردش
بر چرخ نہ بینی کہ چنان مے لرزد

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اِس فقرے کے آگے نشان بناکر اوپر کے حاشیہ پر رباعی لکھدینا اور حاشیہ بین پر جہان اور معنی لکھے ہوئے ہین وہان رباعی کے لغات کے معنی خفی قلم سے لکھدینا - افسر[۱] افسار[۲] گرزن[۳] بہر دو فتحہ - جادر گردش[۴] - غالب نگاشتہ ۲۸ اگست ۱۸۵۸ء +

ایضاً میرزا تفتہ تمہارا خط آیا - فقیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا خدا فضل کرے اگر تم اِن کے اظہار کو منع نکرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لغو نہین ہے کہ مین اُنکو لکھتا - لکھتے ہو کہ میرزا مہر کے دو چار روپے زائد صرف ہو گئے تو کیا اندیشہ ہی - حال یہ ہے کہ مین نے اُنسے استفسار کیا تھا اُنہون نے مجکو لکھا کہ کتابون کی دُرستی مین وہی بارہ روپے صرف ہوئی ہین محصول کی ایک رقم خفیف اگر مین نے اپنے پاس سے دی تو اسکا کیا مضائقہ مجکو تمہارا قول مطابق واقع نظر آتا ہے البتہ اُنکے دو تین روپے اُٹھ گئے ہونگے - لالہ گنگا پرشاد شاد تخلص اپنے کو تمہارا شاگرد بتاتے ہین مگر ریختہ کہتے ہین - کئی دن ہوئے کہ یہان آئے اور بالمکند بے صبر کی غزلین اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر اُن کو حوالہ کردین - ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب ممالک مغربی کے مدرسون کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے صاحب ہین - اُن کے دِنون میرٹھ ایک ملاقات میری اُنکی ہوئی تھی - مین نے اب ایک کتاب سادہ بے جلد اُن کو بھیجی تھی کل اُنکا خط مجکو اِس کتاب کی رسید مین آیا بہت تعریف لکھتے تھے اور ہان بھی ایک تماشا اور ہے

---

[۱] افسر تاج ۱۲ [۲] افسار - پوزہی ۱۲ [۳] گرزن - تاج ۱۲ [۴] جادر گردش - تغیر حال ۱۲

وہ مجھکو لکھتے تھے کہ یہ دستنبو پہلے اس سے کہ تم بھیجو مطبع مفید خلایق نے ہمارے پاس بھیجی ہے اور ہم اوسکو دیکھ رہے ہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمہارا خط مع کتاب کے پہنچا۔ اُنکے اس لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ مطبع مین سے گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہوگی۔ کیا اچھی بات ہے کہ وہان بھی میرے بھیجنے سے پہلے میرا کلام پہنچ جائیگا۔ مین چیف کمشنر پنجاب کو یہ کتاب بھیج چکا ہون اور نواب گورنر جنرل کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکرٹری کی نذر یہ پارسل ان شاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائین گے۔ دیکھون چیف کمشنر لکھتے ہین اور گورنر کیا فرماتے ہین ؎ تا نہال دوستی کے بر دہد

حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم ٭ - شنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۸ع - غالب ٭

ایضاً میرزا تفتہ صاحب پرسون تمہارا دوسرا خط پہنچا۔ تمنے پروا کیا ہے ایک فتوح کا منتظر ہون اُسمین مین نے اپنے ضمیر مین تم کو شریک کر رکھا ہے۔ زمانہ فتوح کے آنیکا قریب آگیا ہے۔ ان شاء اللہ میرا خط مع حصۂ فتوح جلد پہنچیگا۔ پنڈت بدری ناتھ یا بدری داس ڈاک منشی کرنال با آنکہ مجھسے ملاقات ظاہری نہین ہے مگر ہان جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کیواسطے بھیجتا تھا بعد اپنے مرنیکے مین نے اُسکو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام منشی ہرگوپال تفتہ کے پاس بھیجا کرو۔ اب تمکو لکھتا ہون کہ تم میرے اس لکھنے کی اُنکو اطلاع لکھو۔ مین زندہ ہون اور اُسکے نمبر مین جو اپنے کو مردہ لکھا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہون مردہ نہین بیمار بھی نہین ہون بڈھا ناتوان مفلس قرضدار کانون کا بہرا قسمت کا بے بہرہ زیست سے بیزار مرگ کا امیدوار - غالب

ایضاً بھائی تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کیواسطے فراہم ہوئے ہین مگر یہ سمجھنا کہ تمہارے ہی قصائد پڑے ہین۔ نواب صاحب کی غزلین بھی اسی طرح دھری ہوئی ہین برسات کا حال تمہین بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہین ہے۔ کرایہ کی حویلی مین رہتا ہون۔ جولائی سے مینہہ شروع ہوا شہر مین سینکڑون مکان گرے اور مینہہ کی نئی صورت

دن رات مین دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہہ نکلین بالاخانہ کا جو دالان میرے بیٹھنے اُٹھنے سونے جاگنے جینے مرنے کا محل اگرچہ گرا نہین لیکن چھت چھلنی ہوگئی کہین لگن کہین چلمچی کہین اُگالدان رکھدیا قلمدان کتابین اُٹھا کر توشے خانہ کی کوٹھری مین رکھدیئے۔ مالک مرمت کیطرف متوجہ نہین کشتی نوح مین تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی ہے۔ نوابصاحب کی غزلین اور تمہارے قصائد دیکھے جائینگے۔ میر بادشاہ میرے پاس آئے تھے تمہاری خیر و عافیت اُنسے معلوم ہوئی تھی میر قاسم علیصاحب مجھ سے نہین ملے۔ پرسون سے نواب مصطفےٰ خانصاحب یہان آئے ہوئے ہین ایک ملاقات اُن سے ہوئی ہے ابھی یہین رہینگے۔ بیمار ہین۔ حکیم احسن اللہ خان معالج ہین فصد ہو چکی ہے۔ جونکین لگ چکی ہین۔ اب مسہل کی فکر ہے سوا اسکے سبطرح خیر و عافیت ہے۔ مین ناتوان بہت ہون گویا صاحب فراش ہون۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہون ورنہ پڑا رہتا ہون لیٹے لیٹے خط لکھتا ہون۔ لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہون اللہ اللہ۔ صبح جمعہ ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۸۵۳ع

ایضاً پرسون تمہارا خط آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا۔ غزلین دیکھ رہا تھا آج شام کو دیکھنا تمام ہوا تھا غزلونکو کہدیا تھا چاہتا تھا کہ انکو بند کر کے رہنے دون۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک مین بھیجدون۔ خط کچھ ضرور نہین مین اسی خیال مین تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا جانی جی کا خط لایا اُسکو پڑھا اب مجھکو ضرور ہوا کہ خلاصہ اُسکا تم کو لکھون یہ رقعہ لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گزری دیوان گزرا راول جی کے نام کا خط گزرا۔ راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے۔ جانی جی نے جو ایک معتمد اپنا سعد اللہ خان وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منتظر جواب کا ہے راول جی نئے اجنٹ کے استقبال کو گئے ہین اور اب اجنٹ علاقہ جے پور کی راہ سے نہین آتا۔ آگرہ اور گوالیار۔ کرولی ہوتا ہوا اجمیر آئیگا اور اس راہ مین جے پور کا عمل نہین۔ بس چاہیئے کہ راول جی اُلٹے پھر آوین اُنکے آئے پر عرضی کا جواب ملیگا۔ اور اسمین دیوان کی رسید بھی ہوگی بھائی جانی جی کو بہت

ڈھونڈھتے اور تمہارے بغیر بہت بےچین ہین۔ مین نہ تم کو کچھ کہہ سکتا ہون نہ انکو سمجھا سکتا ہون
تم وہ کرو کہ جس مین سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ ہان یہہ بھی جانی جی نے لکھا تھا کہ
بہت دن کے بعد منشی جی کا خط آیا ہے۔ اسد اللہ ✦

ایضاً بھائی پرسون شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور ایک خط تمہارا اور ایک خط جانی جی کا
لایا۔ تمہارے خط مین اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط مین جیپور کے اخبار۔ دو دن سے مجھکو
مرجع الصدر ہے اور مین بہت بےچین ہون ابھی اشعار کو دیکھہ نہین سکتا۔ بابو صاحب کے بھیجے ہوئے
کواغذ تمکو بھیجتا ہون اشعار بعد چند روز کے بھیجے جاوین گے۔ اسد اللہ۔ مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۸۵۳ع

ایضاً صاحب۔ تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا ؎ جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب ✦ ترا چہ باک
خدائے کہ داشتی داری ✦ خدا کے واسطے میرے باب مین لوگون نے کیا خبر مشہور کی ہے بہ نسبت
حکیم احسن اللہ خان کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلط ہان مرزا الٰہی بخش جو شاہزادون مین ہین انکو حکم کراچی بندر
جانیکا ہے اور وہ انکار کر رہے ہین دیکھیئے کیا حکم ہو حکیم جی کو انکی حویلیان ملگئی ہین اب وہ مع
قبائل ان مکانون مین جا رہے ہین اتنا حکم انکو ہے کہ شہر سے باہر نہ جائین۔ رہا مین ؎
تو بیکسی و غریبی ترا کسے نپرسد ✦ نہ جزا نہ سزا نہ نفرین نہ آفرین نہ عدل نہ ظلم نہ لطف نہ قہر
۱۵ دن پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب نہین
پھر ایام تنعم کا تباہوا ابھی سے ہے اسکی کچھ فکر نہین ہے مگر تمکو میرے سر کی قسم یہ لکھہ بھیجو کہ میری خبر تمنے
کیا سنی تھی کسکے معلوم ہونیسے مزا ملیگا غالب۔ شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ع ✦

ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبحکو ایک خط تمکو اور ایک خط جاگیرجی گانون کی تہنیت مین
اپنے شفیق کو ڈاک مین بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو رضی الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بیچتا ہوا لایا
مین نے چاہا کہ دیکھہ لیتا ہون مول نہین لیتا۔ قضارا جیسے مین نے اسکو کھولا اسی ورق مین یہ مطلع نکلا ؎

اگر بہ گنج گہر مسلم او فتاد چہ باک
کفِ جوادِ ترا از برائے آن دارم

چاہتا تھا کہ تم کو لکھون کہ ناگاہ تمہارا خط آیا مجھکو لکھنا ضرور ہوا آج تمہین دو خط بھیجے ہین ایک تو صبحکو پوسٹ پیڈ اور ایک یہ بارہ پر تین بجے بیرنگ۔ اُس شعر کو اب چاہو رہنے دو۔ ہائے ہائے تم بھائی سے ملی غیاث اللغات کھلوائی جوار کا لغت دیکھا میرا ذکر نکیا کہ وہ تمہارا جویائے حال ہے دستنبو اور اُسکے چھاپے کا ذکر نہ کیا البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونون باب مین کچھ فرماتے اور مجھکو دعا سلام کہدیتے۔ چونکہ تمنے اپنے خط مین کچھ نہین لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہین کہا۔ اگر اُنہون نے کچھ نہین کہا تو اُنکا ستم اور اگر اُنکا کہا ہوا تمنے نہین کہا تو تمہارا کرم۔ بہرحال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجھکو یاد دلایا ہے یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت ٭ خواہی تم خواہی منشی نبی بخش سلمہ اللہ تعالی۔ یہ یاد رہے یہ مصرع اگر زنجیر سے باندھو گے تو بھی نہین بندھے گا۔ اگر دستنبو کو سراسر غور سے دیکھو گے تو اپنا نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہے آخر روز دوشنبہ ۲۳ اگست

ایضاً جانِ من و جانانِ من۔ کل مین نے تمکو سکندرآباد مین سمجھکر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ تم اکبرآباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہے شاید اُلٹا نہ پھرے اگر پھر آئیگا تو خیر۔ آج یہ خط تمکو اکبرآباد بھیجتا ہون پہنچنے پر جواب لکھنا۔ تقطیع رباعی کی بہت خوب۔ مگر خیر ہر ایک بات کا وقت ہے ہمکو ہر طرح لطف صحبت اور لطف شعر اُٹھا لینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نام کا خط پڑھکر اُنکو دیدینا اور اُسکا مضمون معلوم کر لینا۔ جس حاکم کو مین نے خط اور قطعہ بھیجا ہے اُسکے رشتہ دار کوئی صاحب ہین۔ مَن ہُوَل اُنکا نام ہے مجھہ سے نا آشنائے محض ہین اگر تعارف ہوتا استدعا کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجیے۔ کاش تم سے آشنائی ہوتی تو تمہین اوپر اوپر ایک خط لکھکر اُنکو بھیجدیتے کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بیگناہ محض اور واجب الرحم ہے اسکے حصول مطالب مین سعی سے دریغ نہ کرنا ~ می توان آورد استغنا سفارش نامہ ٭ چرخ کج رو را

اگر دانیم کز یاران کیست؟ باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق مین لکھ چکا ہون تم پڑھ لوگے دوبارہ لکھنا کیا ضرور۔ شنبہ ۱۳ مارچ ۱۸۵۸ء ۔ جواب طلب +

ایضاً میرے مہربان میری جان۔ میرزا تفتہ سخندان۔ تمہارا سکندرآباد اور میرے خط کا تمہارے پاس پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا۔ زندہ رہو۔ اور خوش رہو۔ مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا بھیک مانگنے آیا ہون روٹی اپنی گرہ کی نہین کھاتا۔ سرکار سے ملتی ہے۔ وقتِ خلوت میری قسمت اور منعم کی ہمت۔ نواب صاحب از روئے صورت روح مجسم اور باعتبارِ اخلاق آیت رحمت ہین۔ خزانہ فیض کے تحویلدار ہین۔ جو شخص مقرر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے اُسکے بٹنے مین دیر نہین لگتی۔ ایک لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کردیا ایک اہلکار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سن لیا واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہورہا ہے مقدار مجھپر نہین کھلی۔ بھائی مصطفٰے خان صاحب بتقریب تہنیت مسندنشینی و شمولِ جشن آنیوالے ہین اسوقت نہین آئے۔ جشن یکم دسمبر سے شروع ۵ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع۔ نجات کا طالب غالب۔ دوشنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۶۵ء وقت چاشت +

ایضاً میرزا تفتہ جو کچھ تمنے لکھا یہ بیدردی ہے اور بدگمانی معاذاللہ تم سے اور آزردگی۔ مجھکو اسپر ناز ہے کہ مین ہندوستان مین ایک دوست صادق الولا رکھتا ہون جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہے تم ایسی کونسی بات لکھوگے کہ موجب ملال ہو۔ رہا غماز کا کہنا اُسکا حال یہ ہے کہ میرا حقیقی بھائی کل ایک تھا وہ تیس برس دیوانہ رہ کر مرگیا۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری بُرائی کہتا تو مین اُسکو جھڑک دیتا اور اُس سے آزردہ ہوتا۔ بھائی مجھمین کچھہ اب باقی نہین ہے برسات کی مصیبت گزر گئی لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہون بیٹھہ نہین سکتا۔ اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون معہذا یہ بھی ہے کہ اب تمہاری مشق پختہ ہوگئی خاطر میری جمع ہے نہ صلاح کی حاجت نہ پاؤگے۔

اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ قصائد سب عاشقانہ ہین بکار آمد نہین خیر کبھی دیکھ لونگا جلدی کیا ہے تین باتین جمع ہوئین - میری کاہلی - تمھاری کلام کا محتاج باصلاح نہونا - کسی قصیدے کسی طرح کے نفع کا تصور نہونا - نظران مراتب پر کاغذ پڑے رہے - لالہ بالمکند بےصبر کا ایک پارسل ہے کہ اُسکو بہت دن ہوگئے آجتک سرنامہ بھی نہین کھولا نواب صاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہین ؎

ضعف نے غالب نکما کر دیا   ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ قصیدہ تمہارا کل آیا - آج اس وقت کہ سورج بلند نہین ہوا اُسکو دیکھا لفافہ کیا آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھجوایا - غالب - ۲۰ر نومبر ۱۸۶۲ع - + -

ایضاً - منشی صاحب مین سال گذشتہ بیمار تھا - بیماری مین خدمت احباب سے مقصر نہین رہا اب مُردہ ہون مُردہ کچھ کام نہین کرسکتا کمشنر و ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات ہے مگر ڈپٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے ہر مہینے مین ایکبار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملون تو مختار کار کو تنخواہ نہ ملے - ذکر دور صاحب ڈپٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لیکر پہاڑ گئے - انکی جگہ ٹیلکن صاحب مقرر ہوئے اُنسے ناچار ملنا پڑا - وہ تذکرہ شعراء ہند کا انگریزی مین لکھتے ہین مجھ سے بھی اُنہون نے مدد چاہی مین نے سات کتابین بھائی ضیاء الدین صاحب سے مستعار لیکر اُنکے پاس بھیجدین پھر اُنہون نے مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے اُنکا حال لکھ بھیج مین نے ۱۶ آدمی لکھ بھیجے بقید اسکے کہ اب زندہ موجود ہین اور اس سواد کی صورت یہ ہے کہ نواب ضیاء الدین احمد خانصاحب بہادر رئیس لوہارو فارسی اور اردو دونون زبانون مین شعر کہتے ہین فارسی مین نیّر اور اردو مین رخشان تخلص کرتے ہین اسد اللہ خان غالب کے شاگرد - نواب مصطفی خان بہادر علاقہ دار جہانگیر آباد اُردو مین شیفتہ اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتے ہین اردو مین مومن خان کو اپنا کلام دکھاتے تھے - منشی ہرگوپال معزز قانون گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہین تفتہ

تفتہ تخلص کرتے ہین اسداللہ خان غالب کے شاگرد۔ ظاہرا بعد اس فہرست کے بھیجنے کے انہون نے کچھ اپنے منشی سے تمکو لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا۔ مجکو بہرحال اسکی کچھ اطلاع نہین تمہارے خط کی روسے یہ مین نے اطلاع پائی اب مین مولوی مظہر الحق انکے منشی کو بلواؤنگا اور سب حال معلوم کرونگا اصل یہ ہے کہ تذکرہ انگریزی زبان مین لکھا جاتا ہے اشعار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل نہ کیا جائیگا صرف شاعر کا اور اسکے استاد کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن کا نام معہ تخلص درج ہوگا خدا کرے کچھ تمکو فائدہ ہو جائے ورنہ بظاہر سوائے درج ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہین ہے ٹیکن صاحب اب عدالت خفیفہ کے جج ہو گئے۔ ڈگروڈر صاحب بہادر پہاڑ سے آ گئے اپنا کام کرنے لگے ٹیکن صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلہ پر جا رہے ہے۔ معہذا جاڑے کا موسم بڑھاپے کا عالم وہان تک جانا دشوار اور پھر کوئی مطلب نکلتا ہوا نظر مین نہین۔ بہرحال مولوی مظہر الحق پرسون یکشنبہ کے دن میرے پاس آئینگے۔ حال معلوم کرکے اگر میرا جانا یا لکھنا تمہاری فلاح کا موجب ہوگا۔ تو ضرور جاؤنگا۔

غالب۔ روز جمعہ ۹ر دسمبر ۱۸۶۲ء ✦

ایضاً بھائی آج صبح کو بسبب حکیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کی خدمت مین لکھکر بھیجا۔ کلیان خط ڈاک مین ڈالکر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ ایک خط تمہارا اور ایک خط مرزا صاحب کا لایا۔ اب کیا کرون خیر چپ ہو رہا شکوہ محبت بڑھائیگا مرزا صاحب کی عنایت کا شکر بجا لاتا ہون یقین ہے کہ جلدین میری خاطر خواہ بنجائینگی کسواسطے کہ جو آجکے خط مین انہون نے لکھا ہے وہ بعینہ میر المکنون ضمیر ہے خدا انکو سلامت رکھے میرا سلام کہدینا خدا کرے انکے خط کا جواب کل پرسون بھیجونگا۔ رای امید سنگھ بہادر خوبان روزگار مین سے ہین فقیر کا سلام نیاز انکو کہدینا۔ خدا کرے انکے سامنے کتابین چھپ چکین بارے جب وہ گوالیار تشریف لیجائین تو مجھے اطلاع لکھنا۔ نہیب کیجگہ نواے بنجانے سے خاطر جمع ہوگئی۔ بھائی مین فارسی کا

محقق ہون۔ کاتب اُن اجزا کا جنکی رُو سے کاپی لکھی جاتی ہی فارسی کا عالم ہے علم اُسکا غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہی تصحیح سے غرض یہ ہے کہ کاپی سراسر موافق اُن اوراق کے ہو نہ کہ فرہنگون مین دیکھا جائے آگے اس سے تم کو بھی اور بھائی کو بھی لکھ چکا ہون اب صرف اس کا اشارہ لکھنا منظور تھا آج جسطرح مجکو تمہارا اور مرزا صاحب کا خط پہنچا۔ لازم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لفافہ اخبار پہنچ جاتا۔ مگر اسوقت تک نہین پہنچا اور یہ دوپہر کا وقت ہی خیر پہنچ جائے گا۔ مین نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیجدیا تھا اُنہون نے تمہاری رائے منظور کی اب تم وہ اجزا جسطرح کہ تمنے لکھا ہے اُن کے پاس بھیجدو اور صاحب مطبع قیمت اخبار اور اُجرت کاتب اُن کو لکھ بھیجیے اور اپنے نام اور مسکن سے اُن کو اطلاع دیجیے۔ بس اس کو اپنے طور پر روپیہ بھیجدین گے۔ ہم تم واسطے شناسائی چند گرہ ہوگئے۔ ہان اگر احیاناً روپیہ کے بھیجنے مین دیر ہوگی تو مین کہکر بھجوا دون گا۔ یہ البتہ میرا ذمہ ہے ÷ ۔

ایضاً مشفق میرے کرمفرما میرے تمہارا خط اور تین دو ورقہ چھاپے کے پہنچے۔ شاید میرے دکھانے کیواسطے بھیجے گئے ہین اور نہ رسم تو یون ہی کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام اور مطبع کا نام چھاپتے ہین اور دوسرے صفحہ پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہی اور کتاب لکھی جاتی ہے اسکا بھی چھاپا پہلی طرح کا غرضکہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حُسن خط اور الفاظ کی صحت سب میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے۔ واللہ بے مبالغہ کہتا ہون کہ بھائی منشی نبی بخش صاحب بدل متوجہ ہون۔ تو اگر احیاناً اصل نسخہ مین سہو کاتب سی غلطی واقع ہوئی تو اُسکو بھی صحیح کردین گے تم میری طرف سے اُنکو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم خط اور یہی طرز تصحیح چلی جائے جدول بھی مطبوع ہے۔ پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خدا چاہی تو دلپسند اور نظر فریب ہوگی۔ کاغذ کے باب مین یہ عرض ہے کہ فرنچ کا کاغذ اچھا ہے۔ چھ

۷۶۳۷

جلدین جو نذر حکام ہین وہ اِس کاغذ پر ہُون اور باقی چار ہو شیو رام پوری پر اور چار ہو نیلے کاغذ پر چھاپو
اور یہ بات کہ دو جلدین جو ولایت جانیوالی ہین وہ اُس کاغذ پر چھاپی جاوین اور باقی شیو رام پوری پر یا
نیلے کاغذ پر یہ تکلف محض ہے یہانکے حاکمون نے کہا ہے کہ انکی نذر کی کتابین اچھے کاغذ پر نہ ہون مگر
جو ایسا ہی صرف اور خرچ زائد پڑتا ہو تو خیر دو جلدین اِس کاغذ پر اور چار جلدین شیو رام پوری ہون۔
باقی جلدون مین تمہین اختیار ہے۔ ہان صاحب اگر ہوسکے تو کاپی کی سیاہی ذرا اور سیاہ اور درخشندہ ہو
اور آخر تک ایک رنگ نہ بدلے آگے اس سے مین نے برخوردار منشی عبد اللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھہ کتابونکی
کچھ تزئین اور آرایش کی فکر کرین معلوم نہین تمنے وہ پیام انکو پہنچایا یا نہین آپ اور منشی عبد اللطیف
اور میرزا حاتم علی صاحب مہر باہم صلاح کرین اور کوئی بات خیال مین آوے تو بہتر ورنہ ان چھہ نسخون
کی جلدین انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپیہ کی لاگت کی بنوا دینا اور اسکا روپیہ تیاری سے پہلے
مجھ سے منگوا لینا۔ آن کہ ہمہ را در یک دم بہ نوید بشو پدید آورد اگر در دم دیگر بہ نہیب مباش بہم زند الخ
اِس مین نہیب کا لفظ کچھ میری اہمال نگاری سے اور کچھ سہو کاتب سے رہ گیا ہے اسکو تیز چاکو
سے چھیل کر بہ نواے لکھوا دینا یعنی بہ نواے مباش بہم زند۔ ضرور ضرور اور اسکا انتظار
نہ کیجیو کہ جب یہان چھاپا آئیگا تو بنا دینگے نہ اصل کتاب مین غلط رہے نہ چھاپے مین غلط ہو
اگر اجزاے اصل میر امیر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہون تو انکو یا بھائی نبی بخش صاحب کو یہ رقعہ
دکھا کر سمجھا دینا اور بنوا دینا۔ از غالب روز سہ شنبہ۔ ہفتم ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع ؛

ایضاً جیتے رہو اور خوش رہو صاحب۔ اس وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی ؛ زیادہ خوشی کا
سبب یہ ہے کہ تمنے تحریر کو تقریر کا پرواز دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ انطباع دیوان وغیرہ مین پہلے
سے جانتا ہون۔ بنگمہ گھر کا روپیہ مصرف کاغذ و کاپی ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے منشی
سے رجب علی بیگ سرور نے جو فسانۂ عجائب لکھا ہے آغاز داستان کا شعر آپ مجھکو بہت مزا دیتا ہے

یادگارِ زمانہ ہین ہم لوگ   یاد رکھنا فسانہ ہین ہم لوگ

مصرعِ ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فسانہ کیواسطے کتنا مناسب۔ منشی عبد اللطیف کے گھر مین لڑکے کی پیدا ہونیکی خبر مجھکو بھی ہو چکی ہے اور تہنیت مین بھائی کو خط لکھ چکا ہون۔ آج اُن سے ملو تو میرا سلام کہکر اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معنوی جب پٹنہ سے معاودت فرماوین مجھکو اطلاع دینا۔ میرا حال بدستور ہے ہمان پہلو ہمان بستر یہان دو شنبہ ۸ جون روز ورود نامۂ غالب۔

ایضاً برخوردار تمہارا خط پہنچا۔ اصلاحی جزونکی رسید معلوم ہوئی مقطع اب اچھا ہو گیا ہے کل جمعے کے دن ۱۹ نومبر کو سات کتابونکا پارسل بھیجا ہوا مولانا مہر کا پہنچا۔ زبان نہین جو تعریف کرون شاہانہ آرایش ہے آفتاب کی سی نمایش ہے۔ مجھے یہ فکر کہ کہین اُنکا روپیہ تیاری مین صرف نہوا ہو۔ اچھا مہر بھائی اُنکا حال جو تمکو معلوم ہو مجھکو لکھ بھیجو۔ رقعات کے چھاپے جانے مین ہماری خوشی نہین ہے۔ لڑکونکی سی ضد نہ کرو اور اگر تمھاری یہی خوشی ہے تو صاحب مجھسے نہ پوچھو تمکو اختیار ہے۔ یہ امر میرے خلاف رائے ہے۔ میر بادشاہ کی اور اپنی ناشناسائی آگے تمکو لکھ چکا ہون اب تمہارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمہارے اور امراؤ سنگھ کے آشنا ہین۔ کچھ اُنکے خاندان کا نام و نشان دریافت ہو تو مجھکو بھی لکھ بھیجو تاکہ مین جانون کہ یہ کس گروہ مین سے ہین میان راست و دروغ بگردنِ منادی نے مجھکو بہت پریشان کیا ہے واسطے خدا کے جو راوی نے روایت کی ہے وہ مجھکو جزو بجزو لکھو اور تاج گنج کے رہنے والونکی ابتری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکمِ عفوِ تقصیرِ عام ہو گیا ہے لڑائی والے آتے جاتے ہین اور آلاتِ حرب بیکار دیکر توقیعِ آزادی پاتے ہین یہ وہ شخص کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے۔ محررہ صبح سشنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ع غالب۔

ایضاً بھائی وہ خط پہلا تمکو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا توقعِ زیست کی نہ رہی۔ قولنج اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغِ نیم بسمل کیطرح تڑپا کیا۔ آخر عصارۂ ریوند اور ارنڈی کا تیل پیا

اسوقت تو بچ گیا مگر قصّہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کہتا ہون میری غذا تم جانتے ہو کہ تندرستی مین کیا ہے دس دن مین دو بار آدھی آدھی غذا کھائی گویا دس دن مین ایکبار غذا تناول فرمائی۔ گلاب اور املی کا پنا اور آلو بخارہ کا افشردہ اسپر مدار رہا۔ کل سے خوف مرگ گیا ہی اور صورت زیست کی نظر آئی ہے آج صبح کو بعد دوا پینے کے تمکو یہ خط لکھا ہی یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکون صاحب وہ جو مین نے ۲۲ شعر مرثیہ کے لکھ کر تمکو بھیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار دوسرے ماتم زدہ کو دیدو کسواسطے کہ تمہاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک زدہ ہے اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ کچھ اوپر اسی شعر مین سے ایک شعر بھی تو نے نہ لیا اسکا حال یہ ہے کہ وہ شعر سب ست گریبان تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اُن مین سے کیونکر لیئے جاتے اشعار سب میرے پسند بے سقم بے عیب وہ جو تم لکھتے ہو کہ صرف بابو برج موہن میرزم اور اس کا دوسرا مصرعہ مین بھول گیا ہون مگر قافیہ مین مَن ہے یہ شعر غالب کو برا معلوم ہوا ہوگا واللہ باللہ جب تک تم نے نہین لکھا میرے خیال مین بھی یہ بات نتھی بہر حال بات وہی ہی جو مین اوپر لکھ آیا ہون بارے اب کہیئے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمر الدین خانصاحب روزون کے متوالے ہوش مین آئے یا نہین آئے۔ آج ۱۰ر شوال کی ہی۔ شش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کیواسطے اُن کی خیر و عافیت لکھو اور یہہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرا تو شتابی مجکو خط لکھین۔ غالب۔ محررہ و مرسلہ دوشنبہ ۲۴ر مئی ۱۸۵۸ع

ایضاً اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط آنے کے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا معلوم ہوا کہ دو دن کول مین رہ کر سکندر آباد گئے ہو اور وہان سے تمنے خط لکھا ہے دیکھیئے آپ یہان کب تک رہو اور آگرہ کب جاؤ۔ پرسون برخوردار شیو نراین کا خط آیا تھا۔ لکھتے تھے کہ کتابون کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائین۔ مرزا مہر بھی ایک ہفتہ

بتاتے ہین دیکھیے کس دن کتابین آجائین۔ خدا کرے سب کام دلخواہ بنا ہو۔ ہان صاحب منشی بالمکند بیصبر کے ایک خط کا جواب ہمپر فرض ہے۔ مین کیا کرون اُس خط مین اُنھون نے اپنا سیر و سفر مین مصروف ہونا لکھا تھا۔ پس مین اُنکے خط کا جواب کہان بھیجتا۔ اگر تم سے ملین تم میرا سلام کہدینا اور مطبع آگرہ سے کتابونکا حال تو تم خود دریافت کرہی لوگے میرے کہنے اور لکھنے کی کیا حاجت۔ چہارشنبہ سیوم نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً یکشنبہ سوم ذی قعدہ و پنجم جون سال حال صاحب صبح تمہارا خط صبحکو آیا۔ مین دوپہرکو جواب لکھتا ہون۔ تمہاری ناسازگاری طبیعت سنکر دل کڑھا۔ حق تعالیٰ تمکو زندہ اور تندرست اور خوش رکھے۔ اوراق مثنوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جسمین حکایت طالبعلم اور سنار کی تھی و واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق مین نے پم فلٹ پاکٹ نہین بھیجے خط مین لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا دو ٹکٹ لگا کر ارسال کیے ہین رسید ملے تو اُسکو دیکھکر تاریخ معلوم ہو جائے۔ قیاس سے ایسا جانتا ہون کہ یہان سات دن ہوئے ہونگے۔ منشی نبی بخش کا خط بہت دن سے نہین آیا گھر اُنکا تاج گنج وہ خود مع بعض متعلقین آگرہ ایک بار تاج گنج کے پتے سے خط اُن کو بھیجا تھا جواب نہ آیا۔ اب ناچار برخوردار شیو نراین سے اُن کا حال پوچھون گا۔ تم باہمہ کمالات خفقانی بھی ہو۔ رائے امید سنگہ سے خط کی امید کیون رکھتے ہو۔ جب آگرہ جاؤگے اور وہ وہان ہونگے تو ملاقات ہو جائے گی۔ مین خود واقف نہین کہ وہ کہان ہین از روے قیاس کہہ سکتا ہون کہ آگرہ یا بندرابن کبھی کہین سے اُن کا کوئی خط مجکو آیا ہو تو مین گنہگار۔ غالب۔

ایضاً۔ لو صاحب کھچڑی کھائی دن بہلائے کپڑے پھلائے گھر کو آئے۔ ۸ر جنوری ماہ و سال حال دوشنبہ کے دن غضب الٰہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط معہ مضامین دردناک سے بھرا ہوا رامپور مین مین نے پایا۔ جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ کہ مراد آباد مین پہنچکر بیمار ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہان پڑا رہا۔ اُنھون نے بیمار داری اور غمخواری بہت کی۔ کیون ترک لباس کرتے ہو پہننے کو تمہارے پاس ہے کیا جسکو اُتار کر پھینکو گے ترک لباس سے قید ہستی چھوٹ نہ جائیگی بغیر کھائے پیے گزارہ نہ ہوگا گرسنگی و تشنگی رنج و آرام کو ہموار کرو جس طرح ہو اسی صورت سے بہر صورت

گزرنے دو۔ ؎ تاب لائے ہی بنے گی غالب + واقعہ سخت ہے اور جان عزیز + اس خط کی رسید کا طالب غالب۔ **ایضاً** ؎ میرزا تفتہ کو پیوستہ بدل جا دارد + ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش + صاحب کئی بار جی چاہا کہ تم کو خط لکھون مگر متحیر کہان بھیجون اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہو کہ حضرت ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں۔ خط نہ بھیجوں تو گنہگار مین نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ مین اصلاح کی مشقت کی طاقت نہین رہی۔ معہذا تمہارا کلام پختگی کو پہونچ گیا ہے۔ اصلاح طلب نہیں رہا ہے شیر اپنے بچے کو ایک مدت تک آئین شکار سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو خود بے اعانت شیر شکار کیا کرتا ہے یہ مین نے نہین کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو غزل قصیدہ لکھا کرو نہ مسودہ بل ایک نقل اُسکی ضرور مجکو بھیجا کرو۔ **ایضاً** شنبہ۔ ۳ ربیع الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل اشعار کا ایک آنہ ٹکٹ لگا کر اور اُس پر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ہے خط نہین ہے ڈاک مین بھیجدیا ڈاک منشی نے کہا کہ خطوں کے صندوق مین ڈال ورنہ خوانده خدمتگار آدمی اُسکا حکم بجالایا۔ اور اُسکو خطوں کے صندوق مین ڈال آیا وہ لفظ کہ یہ خط نہین ہے پارسل ہے دست آویز معقول ہے۔ اگر وہان کے ڈاکیے تم سے خط کا محصول مانگین تو تم اس جملے کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔ مکان میرے گھر کے قریب حکیم محمود خان کے گھر کے نزدیک عطار بھی پاس ابھی قریب ڈھائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان یہ وعدہ ہے کہ ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دونگا بعد ایک ہفتہ کے اگر تمہارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے دینے کا اختیار ہے۔ رام پور کے باب مین مختصر کلام یہ ہے کہ نہ مین والی رامپور کو لکھ سکتا ہون نہ اس لکھنے کی وجہ تمکو لکھ سکتا ہون اگر ریل مین بیٹھکر آ جاؤ گے تو زبانی کہدون گا غالب۔ + **ایضاً** منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی ہرگوپال صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ غالب کی دعا سے درویشانہ قبول کرین۔ ہم تو آپ کو سکندر آباد قانونگویوں کے محلے مین سمجھے ہوئے ہیں اور آپ لکھنؤ راجا مان سنگھ کی حویلی مطبع اودھ اخبار مین بیٹھے ہوئے رار بہ حقہ لکھنؤ کا پی رہے ہیں اور منشی نولکشور

صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا منشی صاحب کو مہر اسلام لکھنا آج یکشنبہ ہے اخبار کا لفافہ ابھی تک نہیں پہنچا ہر ہفتے کو پنجشنبہ مد جمعہ کو پہنچ جاتا تھا مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے ٹمکیلٹن صاحب کھاں ٹمکیلٹن صاحب پنجشنبہ کے دن ۱۹ جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کو گئے ملتان یا پشاور کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں۔ میں اپنی ناتوانی کے سبب اُنکی ملاقات تودیع کو نہیں گیا انوار الحق گھاٹ پر نوکر ہیں صہ مشاہرہ پاتے ہیں۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب صبح یکشنبہ ۱۲ فروری ۱۸۶۵ء۔ +

ایضاً۔ نور چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدا تمکو خوش اور تندرست رکھے نہ دوست بخیل نہ میں کاذب۔ مگر بقول میر تقی ؎ اتفاقات ہیں زمانہ کے + بہر حال کچھ تدبیر کی جائیگی اور انشاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی۔ تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا ؎

یا کرم خود نماند در عالم
یا مگر کس دریں زمانہ نکرد

اغنیاے دہر کی مدح سرائی موقوف کرو۔ اشعار عاشقانہ بطریق غزل لکھا کرو۔ اور خوش رہا کرو۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۲۴ نومبر ۱۸۶۳ء۔ +

ایضاً۔ صاحب بندہ میں نے بکس کا ایک ایک خانہ دیکھا۔ سوائے تین کاغذوں کے کوئی کاغذ تمھارا نہ نکلا اور اس وقت بسبب کم فرصتی کے میں ردیف اُن تینوں قصیدوں کی نہیں بتا سکتا اور وہ مقدمہ فہ کا باقتضاے حالات زمانہ سست ہو گیا ہے مٹ نہیں گیا دیر آید درست آید انشاء اللہ تعالی۔ اب میرا حال سنو ؎

در نومیدی بسے امید است
پایان شب سیہ سپید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں مجکو سات پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار و خلعت بند کر گئے ہیں نا امید ہو کر بیٹھ رہا اور مدت العمر کو مایوس ہو رہا اب جو یہاں لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے ہیں میں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھسے نہ ملیں گے کل انھوں نے مجکو بلا بھیجا

بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلّی میں دربار نہ کرین گے میرٹھ ہوتے ہوئے اور میرٹھ مین اُن اضلاع کے علاقہ دارون اور مالگذارون کا دربار کرتے ہوئے انبالہ جائینگے دلّی کے لوگون کا دربار وہان ہوگا تم بھی انبالہ جاؤ شریکِ دربار ہو کر خلعتِ معمولی لے آؤ۔ بھائی کیا لکھوں کہ کیا میرے دل پہ گذری گویا مردہ جی اُٹھا مگر ساتھ اس مسرّت کے یہ بھی سنّاٹا گذرا کہ سامان سفرِ انبالہ و مصارفِ بے انتہا کہان سے لاؤن اور طرّہ یہ کہ نذرِ معمولی میری قصیدہ ہے۔ اُدھر قصیدہ کی فکر۔ اُدھر روپیہ کی تدبیر۔ حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کام دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان میر افضل یہ مشکل بھی آسان کریگا لیکن ان دونون میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطرین تمہین اور ایسی ہی کئی سطرین جناب نواب صاحب کو لکھکر بھیجدی ہیں جیتا رہا تو انبالہ سے آکر خط لکھونگا۔ روز چہار شنبہ ۳ ر رمضان ۷۴ فردی +

ایضاً۔ بھائی تم نے مجھے کونسا دو چار سو روپیہ کا نوکر یا پنشن دار قرار دیا ہے یہ دس بیس روپیہ مہینا قسط کی آرزو رکھتے ہو تمہاری باتون پر کبھی کبھی ہنسی آتی ہے اگر احیاناً تم کبھی دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یا وکیل کمپنی ہوتے تو مجکو بڑی مشکل پڑتی بہرحال خوش رہو اور متفکر نہ ہو۔ پانچ روپیہ مہینا پنشن انگریزی مین سے قسط مقرر ہو گیا ادائے زر ابتدائے جون ۱۸۵۳ع یعنی ماہ آیندہ سے یہ قسط جاری ہوگی۔ بابو صاحب کا خط تمہارے نام کا پہونچا عجب تماشا ہے وہ دنگ کے ہونیسے خجل ہوتے ہیں اور میں اُن کے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہوں۔ ہائے اتفاق آج میں نے اُن کو لکھا اور کل راجہ صاحب کے مرنیکی خبر سُنی واللہ باللہ اگر دو دن پہلے خبر سُن لیتا تو اگر میری جان پر آبنتی تو بھی اُنکو نہ لکھتا جو لکھ سکے آئے ہوئے روپیہ کی ہنڈوی اسوقت تک نہین آئی شاید آج شام تک یا کل تک آجاوے خدا کرے وہ آبو پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کردین ورنہ پھر خدا جانے کہان کہان جائینگے اور روپیہ پہنچنے مین کتنی دیر ہوجائے گی۔ خدا کرے زرِ مصارف ہردیو سنگھ اسی میں سے مُجرا لین میری کمال خوشی ہے اور یہ ہو تو صلہ ہردیو سنگھ کو میری طرف سے ضرور دین۔ منشی صاحب کا ایک خط ہاترس سے آیا تھا

کل اُس کا جواب ہاترس کو روانہ ہو چکا۔ والدعا۔ از اسد اللہ محررہ دوشنبہ ۲۳ مئی ۱۸۵۳ء۔

ایضاً کل تمہارا خط آیا۔ رازِ نہانی مجھ پر آشکارا ہوا۔ مَیں سمجھا ہوا تھا تم دیوانگی اور شورش کر رہے ہو اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تمہارے ہے۔ مَیں جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہوں تو اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ اے دل تو اپنے عزیز کو جان کی جگہ سمجھ کر تصور کر کہ اگر تجھ پر یہ حادثہ پڑا ہوتا تو اس بلا مین گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا۔ عیاذاً باللہ۔ اب مَیں تم کو کیونکر کہوں کہ بےحرمتی گوارا کرو اور رفاقت نہ چھوڑو بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست سے کہیے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر بہرحال دوست کی دوستی سے کام اسکے افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص اُن میں تم میں ہے بدستور بلکہ روزافزون رہے ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہے نہ سہی ؎

وصلے کہ دراں ملال باشد
ہجران بہ ازان وصال باشد

آمدم بر سرِ مدعا۔ تمہاری رائے ہمکو اس بات میں پسند۔ عجب طرح کا پیچ پڑا کہ نکل نہیں سکتا نہ تم کو سمجھا سکتا ہوں اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے تو اس موقع میں سوائے اسکے کہ تماشائی نیرنگ قضا و قدر بنا ہوں کچھ بن نہیں آتی ؎

ببینم کہ تا کردگارِ جہاں
دریں آشکارا چہ دارد نہاں

جے پور کا امر محض اتفاقی ہے بے قصد و بے فکر و پیش آیا ہے ہَو سنا کا نہ اُدھر متوجہ ہوا ہوں بوڑھا ہو گیا ہوں بہرا ہو گیا ہوں۔ سرکار انگریزی میں بڑا پایہ رکھتا تھا۔ رئیس زادوں میں گنا جاتا تھا پورا خلعت پاتا تھا اب بدنام ہو گیا ہوں اور ایک بہت بڑا دھبا لگ گیا ہے کسی ریاست میں دخل کر نہیں سکتا تھا مگر ہاں اُستاد یا پیر یا مداح بن کر راہ و رسم پیدا کروں کچھ فائدہ اُٹھاؤں کچھ اپنے کسی عزیز کو وہاں دخل کردوں دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے ؎

تا نہالِ دوستی کے بر دہد
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

صحاف کے ہاں سے دیوان ابھی نہیں آیا۔ آج کل آجائیگا پھر اُس کے جزودان کی تیاری کرکے روانہ کروں گا ابھی کول میں آرام کرو اپنے بچوں میں اپنا دل بہلاؤ۔ اگر جی چاہے تو اکبرآباد چلے جائیو وہاں اپنا دل بہلائیو۔ دیکھو اس خودداری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں۔ السلام۔ اسد اللہ۔ جمعہ دہم دسمبر ۱۸۵۲ء + **ایضاً** صبح دوشنبہ پنجم جمادی الاول و نوزدہم نومبر سالِ حال میرزا تفتہ کل تمہارا خط مع کاغذ اشعار آیا۔ آج تم کو یہ خط لکھتا ہوں اور اسی خط کے ساتھ موسومہ میر بادشاہ بھیجتا ہوں کاغذ اشعار کل یا پرسوں روانہ ہوگا۔ فن تاریخ کو دون مرتبہ شاعری جانتا ہوں اور تمہاری طرح سے یہ بھی میرا عقیدہ نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے اداے حق محبت ہوتا ہے بہرحال مین نے منشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھکر بھیجا منشی قمرالدین خان صاحب نے پسند کیا قطعہ یہ ہے ؎

شیخ نبی بخش کہ با حسنِ خلق　　داشت مذاقِ سخن و فہم تیز
سال وفاتش ز پئے یادگار　　بادلِ زار و مژۂ دجلہ ریز
خواستم از غالبِ آشفتہ سر　　گفت مدہ طول و بگو رستخیز

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی مرتفع ہے جیسا کہ یہ مصرعہ ہے ؎ در سال غرس ہر آنکہ ماند ببید + انوری کے قصائد کو دیکھو دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز میں لکھے ہیں جس میں اعداد سال مطلوب نکل آتے ہیں اور معنے کچھ نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ نامستحسن تھا قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب اداے حقِ مودت ہے تو مین حقِ دوستی ادا کر چکا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ داد کا طالب غالب۔ +

ایضاً۔ کیون مہاراج کول مین آنا اور جناب منشی نبی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی اور ہمکو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ مین نے کیونکر جانا کہ تم مجھکو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھکو

اپنے آنیکی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ میں کیونکر آیا ہوں اور کبتک رہونگا اور کب جاؤنگا اور بابو صاحب سے کہاں جا ملوگے خیر اب جو میں نے بیحیائی کر کے تمکو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو اور مجھکو ساری اپنی حقیقت لکھو۔ تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میرے پاس موجود ہیں اور اصلاح پا چکی ہیں اب میں حیران ہوں کہ کہاں بھیجوں ہر چند اُنھوں نے لکھا ہے کہ اکبر آباد ہاشم علیخان کو بھیجدو لیکن میں نہ بھیجونگا جب وہ اجمیر یا بھرتپور پہنچکر مجھکو خط لکھینگے تو میں اُنکو وہ اوراق ارسال کرونگا یا تم جو لکھوگے اسپر عمل کرونگا۔ بھائی ایک دن شراب نہ پیو یا کم پیو اور ہمکو دو چار سطریں لکھ بھیجو کہ ہمارا سر دھیان تم میں لگا ہوا ہے۔ اسد اللہ۔ رقمزدہ یکشنبہ چہارم جنوری ۱۸۵۲ء

ایضاً صاحب تمہاری سعادتمندی ہزار ہزار آفریں تمکو یوں ہی چاہیے تھا لیکن بیٹے تو ایک بات بطریق تمنا لکھی تھی جیسا کہ عربی میں لیت اور فارسی میں کاشکے۔ اب تم روداد سنو عرضی میری سرجان لارنس چیف کمشنر بہادر کو گذری اُسپر دستخط ہوگئے کہ یہ عرضی مع کواغذ ضمیمہ سائل بھیجدیے جائیں اور یہ لکھا جائے کہ معرفت صاحب کمشنر دلی کے پیش کرو اب سررشتہ دار کو لازم تھا کہ میرے نام موافق دستور کے خط لکھتا یہ نہوا وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی بجنسہٖ میرے پاس آگئی میں نے خط صاحب کمشنر چارلس سانڈرس کو لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی اُسمیں ملفوف کر کے بھیجدی صاحب کمشنر نے صاحب کلکٹر کے پاس یہ حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پنشن کی کیفیت لکھو اب وہ مقدمہ صاحب کلکٹر کے ہاں آیا ہے ابھی صاحب کلکٹر نے تعمیل اُس حکم کی نہیں کی پرسوں تو اُن کے ہاں یہ روبکاری آئی ہے دیکھیے کچھ مجھ سے پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہیں دفتر کہاں رہا ہے جو اُس کو دیکھینگے۔ بہرحال یہ خدا کا شکر ہے کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ شمول فساد میں پایا نہیں گیا اور میں حکام کے نزدیک یہاں تک پاک ہوں کہ پنشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے یعنی سب جانتے ہیں کہ اسکو لگاؤ نہ تھا مولوی قمرالدین خان کا کول نہ جانا اور راہ سے پھر آنا معلوم ہوا حق تعالیٰ انکو زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا بھائی منشی نبی بخش صاحب کو سلام اور اُن کے

بچوں کو دعا کہنا اور یہ خط ضرور ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی ہدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خدا اچھی کرے وہ عزت وہ ربط و ضبط جو ہم رئیس زادوں کا تھا اب کہاں۔ روٹی کا ٹکڑا ہی ملجائے تو غنیمت ہے، گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور ایجنٹی اور کمشنری و دیوانی و فوجداری وکلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مشتمل اُس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے کہ یوں کرو۔ عملہ نے خط نہ لکھا صرف وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیجدی خیر سے ۵ ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

سنو میرزا تفتہ اب میں جو اپنا حال تمکو لکھا کروں اور تم میرے بھائی کو اور مولوی قمر الدین خان کو دکھا دیا کرو۔ تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں۔ جمعہ ۱۱ مارچ ۱۸۵۸ع۔

ایضاً۔ بھائی ہاں میں نے بھی زبدۃ الاخبار میں دیکھا کہ رانی صاحب مرگئیں۔ کل ایک دوست کا خط اکبرآباد سے آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ مرا۔ رانی مری۔ ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ صورت انتظام جانی بہیجناتھ کے آنے پر موقوف ہے۔ یہاں تک کہ اُس دوست کی تحریر ہے۔ ظاہرا اُس کو بابو صاحب کا نام نہیں معلوم۔ اُن کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اُس دوست نے بطریق اخبار لکھا ہے اسکو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنا رہیگا۔ آمین یارب العالمین۔ صاحب جی پور کا مقدمہ لائق اسکے نہیں ہے کہ اُسکا خیال کریں ایک بنا ڈالی تھی وہ نہ اُٹھی راجہ لڑکا ہے اور پچھو رہا ہے اول جی اور سعد اللہ خاں جیتے رہتے تو کوئی صورت نکل آتی اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ راجہ تیرے دیوان کو پڑھا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے یہ بھی تو آپ از روے تحریر منشی ہردیو سنگھ لکھتے ہیں اُنکا بیان کیونکر دلنشین ہو وہ بھی جو بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپیہ نقد اور خلعت مرزا صاحب کیواسطے تجویز ہو چکا ہے ہولی ہو چکی اور میں لیکر چلا پھاگن چیت۔ پیاکو نہیں معلوم ہوئی کس مہینہ میں ہوتی ہے آگے تو پھاگن میں ہوتی تھی۔ بندہ پرور بابو صاحب نے پہلی بار تو مجھکو دو ہنڈویاں بھیجی ہیں سو سو روپیہ کی۔ ایک تو میر احمد حسین میکش کیواسطے۔ راجہ صاحب کی طرف سے تاریخ تولد کنور صاحب کے انعام میں اور ایک اپنی طرف سے مجکو بطریق نذر شاگردی بعد اس کے دو ہنڈیاں سو سو روپیہ کی

بعد چار چار پانچ پانچ مہینے کی آئیں مع میر احمد حسین صاحب کے صلہ کے روپیوں کے چار سو اور اس سے علاوہ تین اور یہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے اسکا حساب کنور صاحب کی عمر پر ہوا اگر وہ دو برس کے ہیں تو دو برس ہیں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس ہیں۔ ہاں صاحب یہ وہی میر قاسم علی صاحب ہیں جو میرے پرانے دوست ہیں پرسوں یا اترسوں جو ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط لایا تھا وہ ایک خط میر صاحب کے نام کا کوئی میاں حکمت اللہ ہیں انکا میری مکان کے پتہ سے لایا تھا وہ میں نے لیکر رکھ لیا ہے جب میر صاحب آ جاویں تو تم انکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ حضرت اگر میرے واسطے نہیں تو اس خط کے واسطے آپ دلی آئیے۔ غالب۔

ایضاً عجب تماشا ہے بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ ہردیو سنگھ آگیا اور پانسو روپیہ کی ہنڈوی لایا مگر وہ مصارف کی بابت انیس روپیہ کئی آنے اس ہنڈوی میں محسوب ہو گئے ہیں سو میں اپنے پاس سے ملا کر پوری پانسو کی ہنڈوی تمکو بھیجتا ہوں میں نے انکو لکھا کہ مصارف ہردیو سنگھ میں مجرا دو اور تکلیف نہ کرو یعنی یہ میری طرف سے ہردیو سنگھ کو دیدو اور باقی کچھ کم ساڑھے چار سو کی ہنڈوی جلد روانہ کرو۔ سو بھائی آجتک ہنڈوی نہیں آئی۔ میں حیران ہوں وجہ حیرانی کی یہ ہے کہ اس ہنڈوی کے بھروسہ پر قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کا کیا تھا آج جون کی پانچویں ہے وہ تقاضا کرتے ہیں اور میں آجکل کر رہا ہوں۔ شرم کے مارے بابو صاحب کو کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں کہ وہ سینکڑوں فکر میں ہونگے پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں تیس روپے کی کونسی ایسی بات ہے اگر مصارف ہردیو سنگھ کے میرے ہاں سے مجرا ہوئے تو کیا غضب ہوا۔ انتیس اور سہی۔ چون روپے نکال ڈالیں اور باقی ارسال کریں لطف یہ ہے کہ خطوں کے جو میں نے بھیجے تھے وہ بھی ابھی نہیں آئے۔ باایں ہمہ یہ کیسی بات ہے کہ میں بھی نہیں جانتا کہ بابو صاحب کہاں ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھرتپور آئے ہیں۔ اجمیر آئینگے تو ظاہرا کوئی وجہ نہیں ہے ناچار کثرت انتظار سے عاجز آ کر آج تمکو لکھتا ہے تم اسکا جواب مجھکو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے زیادہ زیادہ

ایضاً میرا سلام پہنچے۔ خط اور کاغذ اشعار پہنچا۔ سابق و حال ابھی سب یوں ہی دھرے رہینگے اگرچہ گرمی رفع ہو گئی۔ مینہ برسنے لگا ہوا سرد چلنے لگی۔ مگر دل مکدر ہے اور حواس ٹھکانے نہیں۔ بادشاہ کا قصیدہ رسالا اور ولیعہد کا قصیدہ کہ ناتمام آگے سے کہہ رکھا تھا اُسکا خاتمہ بہزار مشقت رمضان میں کہہ لیا اور عید کو دونوں پڑھ دیئے۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو پرسوں یا اترسوں بھیجوں گا اُنسے لیکر تم بھی دیکھنا۔ میں نے اُنکو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہرگوپال صاحب کو بھی دینا کہ وہ پڑھ لیں اور چاہیں تو نقل لے لیں یا بھیجیں اور جو کچھ تمہارے خط میں لکھا تھا وہ جواب طلب نہیں اور یوں ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسد اللہ ◆

ایضاً کیوں صاحب اسکا کیا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپکی ملاقات نہیں ہوئی نہ مرزا صاحب ہی آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہاں ایکبار منشی شیو نراین صاحب نے کرم کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا کہ آب ایک فرمہ باقی رہا ہے اس راہ سے یہ تصور کر رہا ہوں کہ اگر ایک فرمہ نثر کا باقی تھا تو اب قصیدہ چھاپا جاتا تھا۔ اور اگر فرمہ قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں بننی شروع ہو گئی ہونگی تم سمجھے میں تمہارے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب اور جناب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنیکو تمہارا اور اُنکا آنا سمجھتا ہوں تحریر گویا وہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے پھر تم کہو مکالمہ کیوں موقوف ہے۔ اور اب کیا دیر ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فراغت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدیں صحاف کو دیدیں۔ میں اب ان کتابوں کا آنا کب تصور کروں۔ دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی کہیں دیوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ ہاں صاحب تم نے کبھی کچھ حال قمر الدین صاحب کا نہ لکھا آگے اس سے تم نے اگست ستمبر میں اُنکا آگرہ کا آنا لکھا تھا پھر وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے۔ وہاں تو منشی غلام غوث خانصاحب اپنا کام بدستور کرتے ہیں پھر یہ اس وقت میں کیا کر رہے ہیں کہیں کسی اور کام پر متعین ہو گئے ہیں اسکا حال جلد لکھو۔ مجھکو یاد پڑتا ہے کہ تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خان صاحب کو ایک گاؤں جاگیر میں ملا ہے مولوی قمر الدین

صاحب اسکے بندوبست کو آیا چاہیئے ہیں اسکا ظہور کیوں نہیں ہوا اب ان سب باتوں کا جواب لکھیئے
جناب مرزا صاحب کو میرا سلام کہیئے اور یہ پیام کہیئے کہ کتاب کا حسن کانوں سے سنا دل کو دیکھنے کی زیادہ یقین ہوا
مگر آنکھوں کو رشک ہے کانوں پر اور کان چشمک زنی کر رہے ہیں آنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق
آنکھوں کو کب تک ملیگا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہیئے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجھکو جلدی نہیں ہے
آپکی تخفیف تصدیع چاہتا ہوں یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جاوے تو آپ کو آرام ہو جاوے۔
جناب منشی شیو نراین صاحب کی عنایتوں کا شکر میری زبانی ادا کیجیئے گا۔ اور یہ کہیئے گا کہ آپکا خط پہنچا
چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور معہذا کوئی امر جواب طلب نہ تھا اسواسطے اسکا جواب نہیں لکھا زیادہ زیادہ
نگاشتہ و روان داشتہ صبح شنبہ۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۸ع۔ راقم غالب

ایضاً صاحب عجب تماشا ہے تمھارے کہے سے منشی شیو نراین صاحب کو خط لکھا تھا
سو کل انکا خط آیا اور انھوں نے دستنبو کی رسید لکھی ڈاک کا ہرکارہ تو ان کے پاس نہ ہوگا
آخر تمہیں نے بھیجا ہوگا یہ کیا کہ تمنے مجکو اسکی رسید اور میرے خط کا جواب نہ لکھا اگر یہ گمان کیا
جائے کہ تمنے رائے امید سنگہ کی ملاقات ہو لینے کا خط کا لکھنا منحصر رکھا ہے تو وہ بھی ہو چکی ہوگی
تو عجیب سی نظر آتی ہے کہ گویا تم الگ ہو گئے ہو کتاب مطبع میں حوالے کر دی اب اسکی تزئین و تصحیح سے کچھ غرض
نہیں پس اگر یوں ہی ہے تو میں انطباع سے درگزرا سینکڑوں مطالب مقاصد رہ جاینگے رہیں
اس وحشت کی وجہ کیا اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اس کتاب دستنبو کی رسید لکھنے کی وجہ کیا ہے
بے تکلف قیاس چاہتا ہے کہ تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو۔ خدا کیواسطے خفگی کی وجہ لکھو صبح کو میں نے یہ خط روانہ کیا
بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمھاری رنجش کا بالکل یقین ہو جائیگا
اور سبب وجہ معلوم نہ ہونگی تو گھبراؤنگا میں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا۔ خدا کیواسطے خود جلد لکھو
اگر خفا ہو تو خفگی کا سبب لکھو جانتا ہوں کہ تم رائے امید سنگہ سے بھی نہ ملے ہونگے [illegible]

میں اُسنے شرمندہ رہا کہ مَیں نے کہا تھا کہ ہاں مرزا تفتہ دستنبو تمکو اچھی طرح پڑھا دینگے اگرچہ ایسے حال میں کہ تمکو تپ آلگی ہو بولنے اور پہلو تہی کرنیکا گمان گزرا ہی کوئی مطلب تمکو لکھنا نہ چاہیئے مگر ضرورت کو کیا کروں ایک بات لکھتا ہوں صاحب مطبع نے خط کے لفافہ پر لکھا ہی مرزا نوشہ صاحب غالب اللہ غور کرو کہ یہ کتنا بیجوڑ جملہ ہے - ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحۂ اوّل کتاب پر بھی نہ لکھدیں - آیا فارسی کا دیوان یا اُردو یا پنج آہنگ یا مہر نیمروز چھاپہ کی یہ کوئی کتاب اس شہر میں نہیں پہنچی جو وہ میرا نام لکھدیتے آپنے بھی انکو میرا نام نہیں بتایا صرف اپنی نفرت عُرف سے وجہ اس واویلا کی نہیں ہی بلکہ سبب یہ ہے کہ دلّی کے حکّام کو تو عُرف معلوم ہی مگر کلکتہ سی ولایت تک یعنی وزراء کی محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی اس نالائق عُرف کو نہیں جانتا پس اگر صاحب مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھدیا تو مَیں غارت ہوگیا کھو یا گیا - میری محنت رائگاں گئی گویا کتاب کسی اَور کی ہوگئی - لکھتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ دیکھوں تم یہہ پیام مطبع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں - بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ - **غالب** - ✣ -

ایضاً بجانب صاحب ۔۔ کتابیں بھیجی ہوئی برخوردار منشی شیونراین کی کل جمعہ کی ۱۲ نومبر کو پہنچیں کاغذ اور سیاہی اور خط کا حُسن دیکھکر میں نے ازروی یقین جانا کہ طلائی کام پر کتابیں طلاؤ میں بہشت پہنچاینگی حوریں دیکھکر خوش ہونگی یہ تو سب سچ ہے مگر دیکھیئے مجھکو اُنکا دیکھنا کبتک میسر ہو آپ پر گمان تساہل کا گزرے تو کیونکر ہو - یہاں صحاف جلد سے بنانیکی نسبت سے میر حق کا جلا دینہ بجا ہی یعنی مدت مناسب ہے ورنہ لگا ہوا اور ہاں حضرت مجھکو پہنچنگی اسکی دقت کرلیجیئے گا کہ وہ پارسل آشوب لعب سے محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے مجھکو وہ ایک ایک مجلد اپنی جان سے زیادہ عزیز ہی - یا الٰہی یہ خطرہ راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیری حفظ و اماں میں مجھ تک پہنچ جائے اور یہ ہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھیئے اُس میں یہ مرقوم ہو کہ آج جتنے کتابوں کا پارسل روانہ کیا ہے ؎ یا رب این آرزوے من چہ خوش است ✣ تو بدین آرزو مرا برسان

مرسلہ سہ شنبہ - ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ء عیسوی - ✣ -

ایضاً رکھیو غالب مجھے اِس تلخ نوائی مین معاف + آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے +

بندہ پرور پہلے تمکو یہہ لکھا جاتا ہی کہ میرے دوستِ قدیم میر کرم حسین صاحب کیخدمتمیں میرا سلام کہنا اور یہہ کہنا اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجکو بھی معلوم نہیں۔ مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا ؎

شرطِ اسلام بود ورزشِ ایمان بالغیب +
اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من است

تمھاری پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُسکے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہونچا سُنو صاحب جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اسمیں بے تکلف عمر بسر کرے اُسکا نام عیش ہے تمھاری توجہ مفرط بطرف شعر و سخن تمھاری شرافتِ نفس و حسنِ طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمھاری سخن گستری ہی اسکی شہرت میں میری بھی نام آوری ہی میرا حال اس فن میں اب یہہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گئے مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہی سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے تب دس پانچ بار یہہ مقطع زبان پر آجاتا ہے ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہہ مصرعہ پڑھکر چُپ ہو جاتا ہوں ؎ اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے + یہ کوئی نہ سمجھے کہ مَیں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دُکھ مجکو ہے اُسکا بیان تو معلوم مگر اس بیان کیطرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو ان روسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اسمیں کوئی میرا امیدگاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد۔ ہندوستانیوں میں کچھ عزیز کچھ دوست۔ کچھ شاگرد۔ کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہی جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اُسکو زیست کیونکر نہ دشوار ہو۔ ہائے اتنے یار مرے کہ جو اب میں مرونگا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون ٥

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق - تقصیر معاف - میں مدعی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی وجہ استغاثہ یہ کہ آپ نے مجھے اپنی حلقۂ ارادت سے خارج کر دیا - عرائض جواب طلب کا جواب نہیں ایک عنایت نامہ سابق میں آپ نے لہل پیر و مرید پر جنگ - یہ جملہ مرکبہ لکھا ہوا تھا - میں اسکو پڑھ بھی نہ سکا معنی تو علاوہ رہے میں نے عریضہ لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا اب تک جواب نہیں پہنچا - جی گھبرا رہا ہے جب تک اسکا جواب پاؤنگا آرام نہ آئیگا - برخوردار اقبال نشان میرزا شہاب الدین بہادر کی زبانی آپکے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سہی مگر وہ جو تحریر و تخطی سے تسلی ہوتی ہے وہ کہاں حضرت آپ تو خالصاً للہ والرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجکو اس جملہ کی معافی لکھ بھیجیں زیادہ حد ادب عفو جرم کا طالب غالب

ایضاً در پیش نشستم و در کامجوئی استوار * پادشہ را بندۂ کم خدمت پرخوار ہست *

حضرت پیر و مرشد برحق - روز افزونی کاہش یاس حد کو پہنچی ہے تقسیم جزو لا یتجزی محال ہے آگے باد زمہریر نے لہو خشک کر دیا تھا اب آتش دوزخ نے رہا سہا جلا دیا - کل عنایت نامہ آیا آپ جو رقم فرماتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں بھیجا مجکو با وصف استیلائے نسیان خیال میں آتا ہے کہ میں حضرت کے فرمان کا جواب لکھ چکا ہوں ڈاکئے اب ڈاکو ہو گئے ہیں اگر وہ لفافہ ڈاک میں تلف ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہیں - متوقع ہوں کہ اسکا نہ پہنچنا میری نارسائی بخت کی تاثیر سمجھنا چاہیے ہکیں مجرم نہ ٹھیروں - زیادہ حد ادب - نجات کا طالب غالب - روز دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۸۶۹ء *

ایضاً تم سلامت رہو ہزار برس * ہر برس کی ہوں دن پچاس ہزار * آج منگل ۱۲ جون ۱۸۶۶ء ۱۲ بجے عنایت نامہ آیا - سرنامہ دیکھکر سفیدۂ صبح مراد سمجھا - ننگا ایک چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا خط پڑھکر وہ حال طاری ہوا کہ ننگا نہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا - اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیوں کر اس غم کی تاب لاتا کہ میں اپنے کو کھچوا کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا

لفافہ انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خان سے لکھوا کر بیرنگ ارسال کیا۔ اس فرمان کو اس لفافہ کی رسید نہ پائی۔ ظاہراً ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر روح کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ بیتاب ہو کر یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لفافہ میں لپیٹ کر روانہ کی۔ اب جب آپ اور لفافہ بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب معہ اوراق اشعار بھیجوں گا۔ زیادہ حد ادب ۔

بنام سید بدر الدین احمد المعروف بہ فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت برکاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ بابو صاحب کے واسطے میرا جی بہت جلا۔ زمانہ ان دنوں میں ان سے بر سر امتحان ہے۔ پروردگار انکو سلامت رکھے اور صبر و شکیب عطا کرے۔ علاوہ مساعدت روزگار کی وہ صورت شدائد رنج سفر کی وہ حالت ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ ان سب باتوں سے علاوہ یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ جوان داماد مر جاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے۔ مرگ و زیست کا سررشتہ خدا کے ہاتھ ہے آدمی کیا کرے۔ دل پر میرے جو گزری ہے وہ میرا دل جانتا ہے ہاں بحسب ظاہر تعزیت نامہ لکھنا چاہیئے حیران ہوں اگر خط لکھوں تو کس پتہ سے لکھوں ناچار ابھی تامل ہے۔ جب وہ بھرت پور آجائیں تو آپ انکی آنیکی اطلاع دیجیگا کچھ لکھ بھیجونگا۔ نواب علی نقی خانصاحب کے خط کی جواب میں جو آپنے لکھا تھا وہ مجکو یاد رہیگا جب نوابصاحب آجائینگے میں انکو سمجھا دونگا آپ ہندی اور فارسی غزلیں مانگتے ہیں فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں چار لکھی تھیں سو وہ یا تمہارے دوست حسین مرزا صاحب کے پاس یا ضیاء الدین خانصاحب پاس۔ میرے پاس کہاں جو آدمی یہاں اتنا متعفف نہیں کہ وہاں سے دیوان منگوا کر نقل اتروا کر بھیجدیں۔ سید محمد صاحب کو اور انکے دونوں بھائیوں کو میری دعا پہنچے۔ اسد اللہ نگاشتہ چہار شنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۷۱ ہجری۔ ۳ جنوری ۱۸۵۵ء

ایضاً مخدوم مکرم جناب نقیر صاحب کی خدمت عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن سے آپ نے مجھکو یاد نہیں کیا اور مجھکو کچھ آپکا حال معلوم نہیں۔ بابو صاحب خدا جانے کہاں ہیں اور کس کام میں ہیں انکا بھی کچھ حال مجھکو معلوم نہیں منشی ہرگوپال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا حال اکثر اور تمہاری خیر و عافیت گاہ گاہ دریافت ہوجاتی تھی سو وہ بہت دنوں سے علیگڈھ میں ہیں۔ اگرچہ خط اُن کے آتے رہتے ہیں مگر اُن کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے تو بعد ہی ہے پھر تمہاری خیر و عافیت کیا لکھیں بہر حال مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ نواب میر علی نقی خانصاحب آپ سے ملیں گے یہ بہت عالیخاندان ہیں نواب ذوالفقار خاں اور نواب اسد خاں کی اولاد میں سے ہیں اور ہمارے ماموں صاحب یعنی نواب محمد میر خاں مغفور کے بڑے دوست ہیں اب نوکری کی جستجو کو نکلے ہیں آپ ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکریں اور مزاج کا حال سب پر ظاہر کریں اور وہاں کی سرکار سے انکو ملوادیں اور بابو صاحب سے جو ان کو ملوائیے تو یہ میرا خط جو آپکے نام کا ہے جناب بابو صاحب کو پڑھوا دیجئے کیا خوب ہو کہ اُس سرکار میں نوکر ہوجائیں اور اگر نوکری کی صورت نہ بنے تو مزاج سے انکی رخصت با آئین شائستہ عمل میں آوے نواب اسد خاں عالمگیر کے وزیر تھے اور فرخ سیر انکا بٹھایا ہوا تھا جب فرخ سیر نے ذوالفقان کو مار ڈالا تو از روئے کتب تواریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہوگئی اور خود فرخ سیر پر کیا گزری قصہ کوتاہ انکی تقریب میں جو مزاج آپ صرف کرینگے اور جسقدر آپ انکی بہبود میں کوشش کرینگے احسان مجھ پر ہوگا۔ زیادہ زیادہ اسد اللہ

ایضاً سید صاحب جمیل المناقب عالیخاندان سعادت و اقبال توامان مجھکو اپنی یاد سے غافل اور سید احمد کی خدمتگزاری سے فارغ نہ سمجھیں پر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب و غریب ہے یہ نہیں اور انکا بھائی باہم موافق رہینگے تو کوئی صورت نکل آئیگی صاف و ناطق سیم و زر روپیہ اشرفی سنتا ہوں کہ کچھ نہیں ہے جاداد سو سید کی اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ تقسیم ہوگی مگر ایسکا تقسیم ہو جائیگا میں آپکو کیا دوں اور سمجھاؤں کیا۔ کئی دن ہوئے کہ میں حسین مرزا صاحب کے ہاں گیا تھا وہاں

میاں بھی بیٹھا تھا ہم   اُن دونوں صاحبوں میں یہی باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت زدہ تھے قضا و قدر کو چھوڑو نیرنگ تقدیر کے تماشائی رہو۔ گھٹتا نہیں لوٹتا نہیں نقد مال کا پتہ نہیں املاک کا کرایہ بیٹھا رہیگا گھبراتے کیوں ہو یہ دلی والوں کی خفقانیت کے حالات ہیں تمہارا بھتیجا یعنی حیدر حسین خاں بچ گیا۔ عوارض کی آندھی دفع ہو گئی۔ توقع زیست کی قوی ہے صرف طاقت کا آنا باقی ہے صدمہ بڑا اٹھایا۔ مہینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ گے انشاء اللہ العلی العظیم صبح دوشنبہ ۲ مئی سنہ ۱۸۶۳ع

ایضاً - پیر و مرشد آج نواں دن ہے حسین مرزا صاحب الہ آباد گئے اگر ہوتے تو ان سے پوچھتا کہ حضرت میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اس پر کس نے چڑھائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور حضرت کیا سمجھے اب حقیقت مجھ سے سنیئے سنہ ۱۸۶۲ع یعنی سال گزشتہ میں قاطع برہان چھپی تھی۔ وہ رسالہ ہے دیوان نہیں اب وہ زمانہ ہے کہ آپ دلی آئے ہیں میں نے یہ سمجھکر کہ تمہارے کس کام کی ہے نہیں بھیجی تھی تم مانگتے اور میں نہ دیتا تو گنہگار تھا اب کوئی جلد باقی نہیں رہی رہا دیوان اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو تو وہ اس عرصہ میں دلی اور کانپور دو جگہ چھاپا گیا اب تیسری جگہ آگرہ میں چھپ رہا ہے فارسی کا دیوان بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا جب چھپا تھا پھر نہیں چھپا۔ مگر ہاں سال گزشتہ میں منشی نولکشور نے شہاب الدین خاں کو لکھکر کلیات فارسی جو ضیاء الدین خاں نے غدر کے بعد بڑی محنت سے جمع کیا تھا وہ منگا لیا اور چھاپنا شروع کیا وہ پچاس جزو ہیں یعنی کوئی مصرعہ میرا اُس سے خارج نہیں اب سُنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے روپیہ کی فکر میں ہوں ہاتھ آ جائے تو روپیہ بھیجکر دس جلدیں منگواؤں جب آ جائیں گے ایک آپکو بھی بھیجوں گا۔ نواب ضیاء الدین خاں صاحب کا حال سُنکر بہت جی خوش ہوا میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارکباد دینا۔

ایضاً حضرت آپکے خط کا جواب لکھنے میں درنگ اس راہ سے ہوئی کہ میں منتظر رہا میاں کے آنیکا آج وہ مجھ سے مل گئے اور اُن کی زبانی سارا حال سن لیا تو جواب لکھنے بیٹھا۔ سفر صاحب کا منشی محمد تقی کا ہی تو نہیں ہوا تو سارا رونا ہے محمد تقی [illegible] کی وہ بہنیں تین منشی آغا جان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چار یا سات مدعی۔ ایک ان میں سے سید کی بی بی بھی ہیں۔ نہ وہ حکام ہیں جنکو میں

جاننا تھا نہ وہ علم ہے جس میں میری ملاقات تھی نہ وہ عدالت سکے قواعد ہیں جنکو پچاس برس میں نے دیکھا ہے ایک کونے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشا دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حفیظ ورد زبان ہے تمہارے بھائی غلام حسین خاں مرحوم کا بیٹا حیدر حسن خاں خدا ہی خدا ہے جو بچے آج تیرھواں دن ہے کہ نہ تپ مفارقت کرتی ہے نہ دست بند ہوتے ہیں نہ قے موقوف ہوتی ہے چارپائی کاٹ دی ہے حواس زائل ہو گئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ کام تمام ہے والسلام والاکرام مرقومہ ۲۴ ذی قعدہ سنہ ۱۲۶۹ ہجری۔ عافیت کا طالب غالب۔

بنام چودھری عبد الغفور المتخلص بہ سرور

جناب چودھری صاحب آپکا عنایت نامہ اس وقت پہونچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی کی چوبیسویں دسمبر کی پہلی۔ کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبد الرحیم خاں کوئی نامی اور نامور نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں طبابت کرنے لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں صرف سلام علیک زیادہ ربط نہیں ہے سو اُن کا حال مجکو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بخط خاص لکھی واللہ باللہ نہ مجھسے نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار آپکا خط پھر آپکو بھیجتا ہوں۔ حضرت سے کچھ نہ فرمائیگا اگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجکو بھیجیئے گا ضرور اور جلد شفیق مکرم جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہونچے۔

ایضاً۔ جناب عالی آج آپکا تفقد نامہ مرقومہ بارہ محرم سنہ حال مطابق پنجم جون پنجشنبہ روز دو گھڑی دن چڑھے پہونچا پہلے قرآن کا پہنچنا سنکے حسب اقتضائے بشریت اُلجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خاک ہے خیر ادھر پڑا اُدھر جواب لکھا خدا کرے میرا خط جلد پہنچے ورنہ آپکو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا حقیقت میری بھلا یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی

مقام سے بدستور جاری ہو گئی ہے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو نسخۂ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا
اُن کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و مودت بسبیل ڈاک آگیا پھر قصیدہ بہ تقریب
تہنیت و مدحت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب بسیار مہربان دوستاں القاب
اور کاغذ افشانی ازاں بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی
مدح میں بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر دہلی
مجھکو آگیا پنشن ابھی تک مجھکو نہیں ملی جب ملیگی حضرت کو اطلاع دیجائیگی پیر و مرشد عالم ہیں اور میں جاہل
ہوں آپکی تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا - ای حضرت جناب مخدوم مکرم چودھری
غلام رسول صاحب کی خدمت میں اُنہیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی نہ عبارت آرائی نہ طبع
آزمائی کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائے آپکا بھیجا ہوا مارچ کا خط مجھکو اب آخر
اپریل میں پہنچا ہے جناب شیخ صاحب کیوں مجھکو محجوب کرتے ہیں اس باب میں اس سے زیادہ عرض
نہیں کر سکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجدیجیے لطف اُٹھاؤنگا اور جو کچھ میرے
خیال میں آئیگا بے تکلف عرض کرونگا - میرا سلام کہیے اور مثنوی اور قصیدہ اُن سے لیکر جلد بھیجیے
اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیے اور کہیے کہ حضرت خلاصہ مکتوب سابق یہی
الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو یہ شادی بصد ہزار مسرت آپکو مبارک ہو اور اُن کی
اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو فیض علیخاں صاحب کو میرا سلام پہنچے بندہ بھی
آپکی ملاقات کا مشتاق اور آپکا مداح ہونگا خط کا لفافہ اس تحفے میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں یہ آج پہنچا
اور آج ہی میں نے اس کا جواب لکھا - کاتب وہی ہے جو لفافۂ ملفوفہ کا کاتب ہے

ایضاً جناب چودھری صاحب آپکے لطف نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے
کی حیرت باعث اس کے ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور آپکے [illegible]

لکھوں۔ بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپ کے خط کو پڑھکر کارپردازان ڈاک کے پاس وہ رسید بھجوائی اُنھوں نے کتاب دیکھکر میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندرہ راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذمہ ہے یہ سنکر میں نے یہ مناسب جانا کہ وہ رسید آپ کے پاس بھیجدوں آپ سکندرہ راؤ کے ڈاکخانہ میں بھجواکر اُنسے پارسل منگوالیں اور اب اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت مین ضرور نہین والسلام +

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یادآوری اور مہر گستری کا شکر بجالاتا ہوں آپ کا خط مع قصیدہ و مثنوی پہونچا۔ مثنوی کو جداگانہ بطریق بیرنگ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں لفافہ اُس کا بھی آپکے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے سے نظر تابستان پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا آپکے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپکو منع کیا ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر مین میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر رہنا شہر میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرور رکھتا ہے۔ اگر خبر نہ ہو تو نہ ہو اگر خبر ہو جاے تو البتہ قباحت ہے زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجیئے گا کہ دلی کی عملداری میرٹھ اور آگرہ اور بلاد شرقیہ کی مثل ہے۔ یہ پنجاب احاطہ میں شامل ہے نہ قانون نہ آئین جس حاکم کی جو رائے میں ہو وہ ویسا ہی کرے بہرحال

ای واے زمحرومی دیدار دگر ہیچ + انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت امن و امان کی ہوجائیگی مگر میری آرزو باستیفا اس صورت میں بھی بر نہ آئیگی میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں اگر زمانہ میری خواہش کی موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اُسی جلسہ میں تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھکو آرام سے بیٹھا رہنے دیگا صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہوگئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں

کہا گیا گھاؤ پڑے ہوں گے تب یہ تراوش خونابہ ظہور میں آئی ہو گی۔ مزا یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب مخفین کے معلوم ہوتا ہے چونکہ اصل کاغذ میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھپر مجہول ہے اسواسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا۔ حک و اصلاح کو آپ بنظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں میں نے بحسب دستور ہر جگہ منشار اصلاح لکھدیا ہے شیخ صاحب سے میرا سلام کہیئے گا اور کہیئے گا کہ کیا کروں دور ہوں معذور ہوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا۔ خدا تمہارا نگہبان رہے والسلام +

ایضاً شفیق مکرم مظہر لطف و مکرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا رنج و تشویش مٹایا۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول ہوئی میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باپ میرا بڑا یار تھا میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا اب سہیل چھپی نکل آئی۔ چودھری صاحب کے ذریعے سے جو مجھکو بھیجنا ہو گا بھجوا دوں گا جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسہ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ مولوی باقر علی دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلتا ہے مسمی بہ دہلی اردو اخبار بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر احیاناً آپ یا کسی آپکے دوست کے جمع ہوتے چلے آئے ہیں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکہ ان کے نام کے کہکر نذر کرنیکا ذکر مندرج ہو بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیجدیجیے آپ کو معلوم رہے کہ اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہہ کر گزرانے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیے جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر بمثل کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو اور آپ کو اس پر علم ہو تو وہاں سے منگوا بھیجیے۔ والسلام مع الاکرام +

ایضاً شفیق میرے عنایت فرما۔ تمہاری مہربانی کا شکر بجا لاتا ہوں نہایت سعی بہتی آپکی طرف سے ظہور میں آئی میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی کیا ہے آپ بھی فکر نہ کیجیے اگر کہیں سے آپکے پاس آ جائے تو مجھکو بھیج دیجیے میرے پاس آئیگا تو میں آپکو اطلاع دیدوں گا۔ عنایت الٰہی کا کون شخص مشتاق نہو گا۔ اسکی پرستش زایدمیں خدمتگاری کو حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیجا کریں میرا سلام اور یہ پیام کہیئے گا۔ صاحب تم نے ہمارے پیر و مرشد کو بھی خفا کر دیا تھا وہ شفقت نکرتے تھے مگر کچھ بھی تمکو فرماتے ہیں کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا بہرحال میرا سلام و نیاز عرض کیجیے اور اُن کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھیے اور یہ لکھیے کہ اگر خدانخواستہ وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام پہنچا دیجیے گا اور بندہ زادوں کو سلام شوق کہیئے گا ۔ ۔

ایضاً میرے شفیق دلی چودھری عبد الغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے۔ دیکھو میرے حواس کا کیا عالم ہے کہ تمہارے نام کے بدلے تمہارے چچا صاحب کا نام لکھا تھا اسیطرح سابق کے خط میں میرے نام کے بدلے لکھا گیا ہوگا ۔

[illegible] کہ عالمش امید | کنوں ببیں کہ چہ خوں میچکد ز پیرہنش

جو خط کہ آپکے خطوط کے جواب میں آئے ہیں اُن کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپکی سعی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دلنشین اور خاطرنشان ہے جیسا کہ کوئی اُستاد کہتا ہے ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل | کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

وہ اشعار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئیگا میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کلام بغیر اُسکے [illegible] میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن کے لاہول

روپئے کے گھر لٹ گئے جنمیں ہزاروں روپئے کے کتب خانے بھی گئے اسمیں وہ مجموعہائے پریشاں بھی غارت ہوئے ہیں خود اُس مثنوی کیواسطے خون درجگر ہوں ہائے کیا چیز تھی۔ پارسل میں خطوط کے بھیجنے میں خلل اندیشہ ہے خدا نے بچایا چونکہ اب وہ خط آپکے کچھ کام کے نہ سمجھا از رہ احتیاط پارسل میں سے نکال ڈالے

ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق ۔ شعر شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب ۔ ای تو غائب زنظر مہر تو ایمان من است ۔ آپکے اس خط کا جواب بعد پہنچنے اس شعر کے مختصر التماس یہ ہے کہ میری طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی لیکن اغلب اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار از روے اضطرار واپس بھیجتا ہوں واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک ورق کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کرکے بھیجدیجئے تاکہ مجھ بد نصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے جناب چودھری غلام رسول صاحب کیخدمت میں سلام نیاز۔ اُستاد شیخ عطا حسین صاحب کے جناب میں سلام۔

ایضاً۔ میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہونچے۔ کل انشا کا پارسل پہنچا اور آج خط۔ انشا کا نام بہار اور آپ کا تخلص سرور۔ بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ۔ بہارستان سرور اچھا نام ہے قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا کسواسطے کہ اگر یہ وعدہ پہنچ جائیگا تو تکلیف زیادہ دیگا۔ اور اگر نہ پہونچیگا تو خجل شکایت نہ ہوگا رفع فتنہ و فساد اور بلادین مسلم یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے ادراک و حواس کا ہوسے ٹھہر گئے۔ بے دماغ ان سے [illegible] حال [illegible] نہیں سکتا میں [illegible] مُردہ شعر کیا کہیگا۔ غزل کا ڈھنگ بھول گیا معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آئے رہا قصیدہ ممدوح کون ہے۔ ہائے انوری کہ گویا میری زبان سے کہتا ہے ۔

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح
اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل

گورنمنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر گزرتا ہے اشرفیاں نہیں اور ریاست دو و ہائی کا سات پارچہ اور تین رقم جیغہ سرپیچ مالائے مروارید مجھکو ملا کرتا ہے اب نہ

گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں صناعت شعر اعضائے و جوارح کا کام نہیں دل چاہیئے دماغ چاہیئے۔ ذوق چاہیئے۔ امنگ چاہیئے۔ یہ ساماں کہاں سے لاؤں جو شعر لکھوں۔ چونسٹھ برس کی عمر ولولہ شباب کہاں۔ رعایت فن اس کے اسباب کہاں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

ایضاً۔ پیر و مرشد سلام نیاز پہونچے۔ کف الخضیب صور جنوبی میں سے ایک صورت ہے اس کے طلوع کا حال مجھکو معلوم نہیں۔ اختر شناسان ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں اور اُن کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہوگا۔ قبول دُعا وقت طلوع منجملہ مضامین شعری ہے جیسے کتان کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرد سے افعی کا اندھا ہو جانا۔ آصف الدولہ نے افعی تلاش کر کے منگوایا اور قطعات زمرد اس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر نہوا۔ ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں پھیلائے مسکا بھی نہیں۔ تحویل آفتاب بحمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۱ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۲ کبھی ۲۳ بھی آپڑتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں رہا طالع وقت تحویل درست کرنا بے کتب فن اور مبلغ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں ؎

ندانم کہ گیتی چہ ساں مے رود + چہ نیکو چہ بد در جہاں مے رود

میں تو اب روز شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری اب دیکھیے موت کیسی ہو ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ + مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے۔ سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھُرا یا کوئی گُرا۔ اب کس سے لکھوں کس کو گواہ لاؤں۔ یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں۔ یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گزرانے بادشاہ نے پسند کیئے مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے اُنھوں نے دلّی اردو اخبار میں یہ دو سکے چھاپ دیئے

اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنھوں نے اوس زمانے میں مرشدآباد اور کلکتہ میں یہ سکے سُنے ہیں اور اُنکو یاد ہیں اب یہ دونو سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گزرانے ہوئے ثابت ہوئے۔ مَیں نے ہر چند قلمرو ہند میں وہ اُردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ دھبا مجھ پر رہا پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام و نشاں خلعت و دربار بھی مٹا خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضائے الٰہی کے ہے اُس کا گلہ کیا ؎

چون جنبشِ سپہر بہ فرمانِ داور ست　　　بیداد نبود انچہ بما آسماں دہد۔

یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بسبیلِ شکایت۔ گویند از ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسے را کہ خدا از وے فرض طلبد و پیغمبر سُنت و زن نان خواہد و ملک الموت جان۔ قصہ مختصر اب زیست بامید مرگ ہے۔ قاطع منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل از راہِ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعاے افزونی عمر و دولت پہنچے

ایضاً میرے مشفق آپ کا خط آیا اور اس کے آنے نے تمہاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا۔ ایک قاعدہ آپکو بتاتا ہوں اگر اسکو منظور کیجیے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اُٹھ جائے گا اور جسٹری کا دردسر جاتا رہیگا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجیے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں۔ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں اس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضع ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا۔ پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا بعد ادائے قرض ہوئے ۱۱۱ بچے۔ اب ماہ بماہ روپیہ ملتا ہے مگر یہی تین مہینے ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر ملیں گے۔ ستمبر ۱۸۶۰ء سے تنخواہ ششماہی ہو جائیگی۔ اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سینکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کریگا اس حساب سے میرے حصہ میں ڈھائی روپیہ مہینا آیا ہے ۶۲ کے ساٹھ رہیں گے۔ کچھ رام پور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دونو آمد نہیں ملکر خوش ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھ رہا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار اور

اُردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتہ بھی نہیں کہ کہاں تھے صاحبان امکنہ و دوکانہائے نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی برسات بھر مینہ نہیں برسا آب تیشہ اور کلند کی طغیانی سے مکانات گر گئے۔ غلہ گران ہے موت ارزان ہے میوہ کے مول اناج بکتا ہے ماش کی دال ۸ سیر باجرہ ۱۲ سیر گیہوں ۱۳ سیر چنے ۱۶ سیر گھی ۱۰ سیر ترکاری مہنگی۔ ان سب باتوں سے بڑھکر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے کا دوا کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز اور لو چلتی ہے جیٹھ اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے حضرت رفعت و رجعت جناب صاحب عالم کیخدمت میں دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بانکسار تمام عرض کرتا ہوں حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے میں نے مرشد زادہ کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کسی سے آپ نے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپکی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اسکے وصول کی صورت اُن سطروں سے جو آنامہ مکتوب بچودھری عبد الغفور صاحب کیخدمت میں لکھی گئی ہے مع روداد شہر معلوم کر لیجئے گا۔ لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دنیادار نہیں فقیر جاکسا ہوں تواضع میری خوگر ہے۔ انجاح مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب ہو انشاء اللہ العزیز وہ مجھ سے راضی و خوشنود رہیں گے جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کیخدمت میں سلام و نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام کبھی نہیں پہنچا اب اتنا لکھو ذریعہ افتخار سمجھا اور نوید مقدم مبارک سے بہت خوش ہوا ہیچ خانہ کو جی و گر پذیرائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس کا رنج ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلزم خون کا شناور رہا ہوں۔ دروازہ سے باہر قدم نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کیسی عنایت کی اور کیا لطف مطلق بخشا جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ تنخواہ جسکو حضرت نے

مدوّنہ لقب دیا ہے اس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہو گا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد اور
مشتاق تصوّر فرماتے رہیئے گا۔ مرشد زادہ مرتضوی دودمان سید شاہ عالم کو سلام و دعا
ڈپٹی صاحب سے مجھے ملاقات کثرت سے نہیں ہے ان کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں
مجکو افراط ضعف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گی تو آپکا سلام کہدوں گا
آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجئے گا ٥ بندۂ شاہ تمام و ثنا خوان شما +

ایضاً میرے مشفق چودھری عبد الغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجکو شکر گزار
اور قصیدہ سابق کی ابتک اصلاح نہ پانیسے شرمسار تصور فرمائیں اور ان دونوں قصیدوں کے
باہم پہونچنے کا انتظار کریں ٥

نوید وصل بہم مے دہد ستارہ شناس + نکردہ فرق نگاہے کہ در اختر من شد

تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض انتساب جامع مدارج جمع الجمع پیر و مرشد بحق فرزند مشہود
مستغرق مشاہد شاہد ذات حضرت شاہ عالم صاحب قدسی صفات کی طرف ہے اور بغیر افتتاح کلام مدعا
پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر میں خارج از بحث معلوم ہوں گی لکھی جاتی ہیں میں پانچ برس کا تھا کہ
میرا باپ مرا۔ نو برس کا تھا کہ چچا مرا۔ اُن کی جاگیر کے عوض میری اور میرے شرکائے حقیقی کے واسطے شامل
جاگیر نواب احمد بخش خان دس ہزار روپیہ سال مقرر ہوئے انہوں نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال
اُس میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال میں نے سرکار انگریزی میں یہ غبن
ظاہر کیا کہ کولبرک صاحب بہادر ریزیڈنٹ دہلی اور استرلنگ صاحب بہادر سکرتر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے
میرا حق دلانے پر ریزیڈنٹ معزول ہو گئے سکرتر گورنمنٹ بمرگ ناگاہ مر گئے بعد ایک زمانے کے بادشاہ
دہلی نے پچاس روپیہ مہینا مقرر کیا۔ اُن کے ولیعہد نے چار سو روپیہ سال ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے
واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بصلۂ مدح گستری پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ

نہ جیئے یعنی اگرچہ تک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی۔ اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی۔ دلّی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس مجھکو روٹی دے کر بگڑی۔ ایسے طالع مربی کُش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اب میں جو والی دکن کیطرف رجوع کروں یاد رہے کہ متوسط یا مر جاوے گا یا معزول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ دونو امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اسکی ضائع جائیگی اور والی شہر مجھکو کچھ نہ دیگا اور احیاناً اگر اس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائیگی۔ اور ملک میں گدھے کے ہل پھر جائینگے

اے خداوند بندہ پرور یہ سب باتیں وقوعی اور واقعی ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کرکے قصیدہ کا قصد کروں۔ قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کریگا سوائے ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہیں رہی کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیونکر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے عبدالقادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے ؎ عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ + پایان عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سو روپیہ رام پور کے ساٹھ روپیہ پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہیں مگر گرانی اور ارزانی امور عامہ میں سے ہے۔ دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں۔ قافلے کے قافلے آمادۂ رحیل ہیں۔ دیکھو منشی نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے ماہ گزشتہ میں گزر گئے۔ مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قوت کہاں اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں۔ قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دکن کو بھیجیں۔ متوسط کب پیش کریگا موقع پائے پیش کیلئے پر کیا پیش آئے۔ اِن مراحل کے طے ہونے تک میں کیونکر جیوں گا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ۝ لَا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ وَلَا مَعبُودَ اِلّا اللّٰہُ وَلَا مَوجُودَ اِلّا اللّٰہُ کَانَ اللّٰہُ وَلَم یَکُن مَعَہُ شَیءٌ وَاللّٰہُ الآنَ کَمَا کَانَ +

ایضاً جناب چودھری صاحب کو سلام پہونچے۔ آپنے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا۔ اگر بہر دہر شد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا۔ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصولِ صحت

کی دعا کیونکر مانگتا ۔ کل سے وقتِ خاص میں میں دعا مانگ رہا ہوں یقین ہے کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤگے ازاں بعد یہ خط پاؤگے ۔ اکثر صاحب اطراف وجوانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں اور میں جی میں کھتا ہوں کہ جب مہر نیمروز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو لے کر کیا کریں گے صاحب مہر نیمروز کے دیباچہ میں میں نے لکھدیا ہے کہ اس کتاب کا نام پرتوستان ہے ۔

اور اس کے دو مجلد ہیں پہلی جلد میں ابتدائے خلقت عالم سے ہمایوں کی سلطنت کا ذکر ۔ دوسرے حصے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ کا نام مہر نیمروز دوسرے حصہ کا نام ماہ نیم ماہ ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا ۔ چھاپا گیا ۔ جابجا بھیجا گیا قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک کا نام ونشان مٹ گیا ۔

آن دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ مرد ۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہو وہ بھیجوں کہاں سے ۔ پیر و مرشد کو میری بندگی ۔ اور صاحبزادوں کو دعا ۔ خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہین ۔ ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں ۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں طاقت کہاں سے پاؤں ۔ نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنی آموں کی گنجایش نہار منہ میں آم نہ کھاتا تھا ۔ کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا ۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں بین الطعام [illegible] ہاں ۔ آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلف عرض کرتا ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا ۔ اب بھی اسی وقت کھاتا ہوں مگر دس بارہ ۔ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات ۔ دریغا کہ عہد جوانی گزشت + جوانی مگو زندگانی گزشت + اب اسکے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا دیکھنا

اُسکے واسطے متحمل رنج سفر ہوں تو جاڑے میں نہ برسات میں ع ای وائے محرومی دیدار دگر ہیچ +

ایضاً۔ بندہ پرور بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سر نامہ پر دستخط اَور کے اور نام آپکا پایا۔ دستخط دیکھکر مفہوم ہوا۔ خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بعارضۂ تپ و لرزہ رنجور ہیں۔ اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں۔ خدا وہ دن دکھائے کہ تمہارا خط تمہارا دستخطی آئے۔ مضمون خط دیکھکر دل کو فرحت ہو خط پڑھکر دونی مسرت ہو جب تک ایسا خط نہ آئے گا۔ دل کو ہرگز آرام نہ پائے گا۔ قاصد و ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا جناب ایزدی میں سرگرم دعا رہوں گا۔ آپکے عم عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صنوفِ اشتیاق والوف احترام۔ جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں اُن کے کفِ پائے مبارک سے ملیں میں سلام کروں گا تم معرّف ہونا کہ غالب یہی ہے۔ اہل دنیا میں آپکے دیدار کا طالب یہی ہے میں نے عزم قدمبوسی کیا پیر و مرشد نے مجھے گلے لگایا فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے عرض کرتا ہوں کہ الحمد للہ حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے۔ ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسین تیری بہت تعریف کرتے رہتے ہیں۔ جناب یہ اُن کی خوبیاں ہیں میں ایسا نہیں ہوں جس قدر زیادہ کہتے ہیں۔ کاش وہ میری رنجوری کا حال لکھتے ضعف قویٰ و اضمحلال کہتے تاکہ میں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا۔ اُنکی غمخواری اور دردمند نوازی کا دم بھرتا ؎

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن + این کہ من ہمی میرم ہم زناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا۔ بوستانِ خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا مجھمیں اتنی طاقتِ پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں دام پر گرکے دانہ زمین پر سے اُٹھاؤں حضرت سچ تو یوں ہے کہ ضعف اور بیماری روزگار نے مجھکو گھیر لیا ہے۔ سانس نہیں لے سکتا۔

اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سو طرح سے خیال میں آتی ہے۔ پر دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی۔ اب دو باتیں سوچتا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں یونہی جیا کروں گا۔ دوسرے یہ کہ آخر ایک دن مروں گا۔ یہ صغریٰ و کبریٰ دل نشین ہے۔ نتیجہ اس کا تسکین ہے ہم ہیہات سے

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید ناامیدی اُسکی دیکھا چاہیے۔

اے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام پہنچے۔ کاغذ باقی نہیں رہا۔ اپنے سب بھائیوں کو مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجیے گا۔

ایضاً۔ جناب چودھری صاحب۔ سیاہی پھیکی۔ کاغذ پتلا۔ پیر و مرشد کی عبارت ایک طرف آپکی تحریر بھی مغشوش ہو گئی۔ [illegible] مگر حضرت [illegible] بہت کم باقی ہے۔ تمہاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے اس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوائے سعادت توام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو تو دیدے پھوٹیں ایمان نصیب نہ ہو وہ خط بدستور آپکے پاس واپس بھیجتا ہوں۔ [illegible] اسکی نقل کر کے پھر مجھے بھیج دیجیے گا تاکہ اس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں۔ لیکن بہت جلد بہت جلد۔ آپکی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ اچھے ہیں۔ الحمد للہ۔

ایضاً۔ بندہ پرور پرسوں تمہارا خط آیا۔ آج جواب لکھ رکھتا ہوں۔ کل ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ میرا حال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمہارا ڈھنگ ہے وہ ہی میرا رنگ ہے۔ شور دوراں [illegible] اور رنج عام یہ ایک اجمال۔ دوسرا اجمال سنو کہ مہینا بھر سے صاحب فراش ہوں [illegible] پلنگ پر پڑا رہتا ہوں محل سرا اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جا سکوں۔ صبح کو نو بجے کھانا یہیں آ جاتا ہے۔ پلنگ سے اُٹھ کر [illegible] ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھا کر [illegible] ہاتھ دھوئے کلی کی پلنگ پر جا پڑا [illegible]

کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے اس صاحب فراش ہونے کو دیکھو اور دم بدم تقاضائے بول کو دیکھو۔ پاخانے اگرچہ دن رات مین ایک دفعہ جاتا ہوں مگر صعوبت کو تصور کرو ایک پھوڑا دائین پہنچے میں جسکو ساعد کہتے ہیں۔ دو پھوڑے بائین پہنچے میں یہ اہل ہیں بائین پانو میں کف پا و پشت پا سے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت روادعات محللات سے کچھ نہوا اب تجویز ہے کہ نیب کا بھرتا باندھیئے۔ جب پکے پھوٹے تب مرہم لگائیے۔ کہو کف پا میں جراحت کا عمل ہوا تو قیا کم کہاں ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ مین اوپر لکھہ آیا ہون مجمل و جزوی ہے میرا قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ مین نے ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس رقعہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں حضرت صاحب ان صاحبوں کے کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل اور واقف سے لیکر بیدل اور ناصر علی تک اس میزان میں تولیں۔ رودکی و فردوسی سے لیکر خاقانی و سنائی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ ان حضرات کا کلام تھوڑی تھوڑی تفاوت سے ایک وضع پر ہے پھر حضرت سعدی طرز خاص کے موجد ہوئے۔ فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیال ہائے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوہ کی تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی سے سبحان اللہ قالب سخن میں جان پڑگئی۔ اس روش کو بعد اسکے صاحبان طبع نے سلامت کا چبا دیا۔ صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں رودکی و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت مین ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا۔ فغانی کا انداز پھیلا۔ اور اسمیں نئے نئے رنگ پیدا ہونے لگے تو اب طرزیں تین ٹھہرین ہیں خاقانی اسکے اقران۔ ظہوری اسکے امثال۔ صائب اسکے نظائر خالصاً للہ ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام ان تینوں طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے پس تو ہمنے جانا کہ ان کی طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے۔ اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہے

دارالضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال سے باہر ہے۔ داد داد۔ انصاف انصاف ؎

اگرچہ شاعرانِ نغز گفتار
زیک جام اند در بزم سخن مست
ولے با بادۂ بعضے حریفاں
خمارِ چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار ایں قوم
ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اُردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ؎

بدنام ہو گے جانے بھی دو امتحان کو
رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
دکھلائیے لیجاکے تجھے مصر کا بازار
خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا
قائم — قائم اور تجھے طلب بوسہ کی کیونکر مانوں
ہے تو ناداں مگر اتنا بھی بدآموز نہیں
مومن خاں — تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے ہاں بیشتر یہ نیز نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعر اسوقت یاد نہیں آتا یاد کیا آوے لیٹا ہوا ہوں۔ دمبدم پانوں کے ورم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایضاً۔ ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ جناب چودھری عبدالغفور صاحب کے نام کا ہوگا پہلے وہ پڑھیں پھر میرے پیر و مرشد کی نظر سے گزرانیں۔ پھر مرشدزادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں بثور و اورام میں لد رہا ہوں برس دن میں اوجاع سہتے سہتے روح تحلیل ہوگئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر۔ مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں۔ کھٹرا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں بائیں پانوں کے کف پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے۔ پنڈلی پر ورم ہے۔ رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے کہ ہر مسل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح

یکقلم موقوف۔ خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا۔ آج اپنے کو طفنے دیگر مرد بنایا۔ جب یہ عبارت لکھی۔ چودھری صاحب کو سلام شاہ عالم کو سلام۔ حضرت صاحب کو بندگی

بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد العصر میر سرفراز حسین تمکو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دعا اور پھر یہ بیان کہ غدر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد غدر دربار اور خلعت اور ملاقات سکرٹر کی یہ سب موقوف۔ اب جو لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو انھوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی دربار اور خلعت کھل گیا۔ انبالے جاؤ گے تو پاؤ گے میں نبالے نہ جاسکا بالفعل نائب گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اس خلعت کو بشرط حیات اور وقت پر موقوف رکھا ہملٹن صاحب الور میں آگئے۔ راجہ صاحب بار روز کہتے ہیں اہل اغراض کے عرائض جو حضور میں گذرتے ہیں وہ حضور پنچوں کے پاس بھیج دیتے ہیں خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پانیکا ابھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لارڈ صاحب بعد اختتام سفر جب شملے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہوگا۔ آج جمعہ ساتویں شوال کی اور ستائیسویں مارچ کی ہے چار گھڑی دن چڑھا ہے۔ میں یہ خط لکھکر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھا دو۔ اب شاید تھوڑے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں تفصیل اسکی یہ کہ جب کے مہینے میں سیدھے ہاتھ ایک پھنسی ہوئی پھنسی پھوٹا ہو گئی پھوڑا پھوٹ کر زخم بنا زخم بگڑ کر غار ہو گیا اب بقدر ایک کف دست وہ گوشت مردار ہو گیا انبالے نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتہ سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالا ڈاکٹر روز آتا ہے آج اس نے ارادہ اس مردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہوگا۔ میں جلد جلد یہ لکھکر روانہ کرتا ہوں۔ تاکہ پھر ہاتھ کے پرزے اڑا دوں۔ نجات کا طالب غالب +

ایضاً۔ نور چشم راحت جان۔ میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو۔ تمہاری دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیرہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں یا جوان ہیں توانا ہیں یا ناتوان ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہرحال غنیمت ہے کوئی جلا بھنا کہتا ہے ؎

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ　　یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی میں ہوں سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے۔ وہ یوسف مرزا آئے۔ وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علیخاں آئے مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا۔ بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنے ہیں۔ اللہ اللہ ہزاروں کا میں ماتم دار ہوا۔ میں مروں گا تو مجھکو کون روئے گا سنو غالب رونا پیٹنا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو۔ کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاونگا میں نے انکی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ صاحب ابّن نہیں ہے، نہو۔ غلام اشرف نہیں ہے نہو۔ اگر منظور کیجئے تو میں صوفی ہوں ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں مصحفی کے ع سے دل بدست آور کہ حج اکبر ست + تم سے کب انکار کرتا ہوں اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش۔ اگر غلام اشرف جانو تو راضی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ۔ دن کو مجھ سے بھی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ آؤ جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے۔ راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔ مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں۔ کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجھکو کیسا غم ہوا ہے۔ تم اس جرگے سے جدا ہو۔ تمکو اندیشہ کیا ہے میر قربان علی صاحب جیسا کہیں ویسا کرو۔ میر مہدی صاحب سارا خط پڑھکر کہیں گے مجھکو دعا بھی نہ لکھی۔ بھائی میری دعا پہنچے۔ میر نصیر الدین ایکدن میرے ہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں۔ ہوں تو دعا کہنا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی

حاجت کیا دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے۔ بھلا دیکھیں تو سہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے +

بنام میر مہدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو۔ ع بسر فرزند آدم ہر چہ آید بگزرد + لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ یہ بیماری میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلاف میری مرضی کے ہوئی جسطرح پر آئے ہیں اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے منافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصور اور قیاس کے مطابق ہے یعنی میں یہی سمجھا تھا کہ البتہ یوں ہی ہوگا۔ دیوان اردو چھپ چکا ہے لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا تھا اسکو آسمان پر چڑھا دیا۔ حسن خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔ دلی پر اور اس کے پانی پر اور اس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحب دیوان کو اسطرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں۔ کاپی نگار اور تھا۔ متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے حق التصنیف ایک مجکو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ جون کے توں ہیں یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے ناچار غلط نامہ لکھا وہ چھپا۔ بہرحال خوش و ناخوش کئی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے تو اسی ہفتہ میں تین مجلد اصحاب ثلثہ کے پاس پہونچ جائیں۔ نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش ہوگے۔ اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہاں خریدار ہیں۔ قیمت لکھ بھیجو۔ میں دلال نہیں۔ سوداگر نہیں مہتمم مطبع نہیں۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مہتمم مرزا جان مطبع شاہدرہ میں محمد حسین خاں کی شہر رائمان کے کوچہ میں۔ مصوروں کی حویلی کے پاس قیمت کتاب ۲ محصول ڈاک خریدار کے ذمے۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو۔ دو چار دس پانچ جلدیں جسکو منگانی ہوں محمد حسین خاں کے نام پر دہلی رائمان کے کوچہ مصوروں کی حویلی کا پتہ لکھکر خط ڈاک میں بھجوا دو کتاب ڈاک میں پہنچ جائے گی قیمت چاہو نقد چاہو ٹکٹ ارسال کرو مجکو اور تم کو کیا جو لکھے اس کو یہ جواب دے دو۔ دماغ بھی کہاں جو میں لکھوں

کہ اب کم ہے یا زیادہ۔ ایک چھیاسٹھ ۶۶ برس کا مرد۔ ایک چونسٹھ ۶۴ برس کی عورت۔ ان دونوں میں سے ایک بھی مرتا تو ہم جانتے کہ وبا آئی تھی۔ تف بریں وبا۔ پنجشنبہ ۸ر ماہ اگست کے مہینے کا حال کچھ معلوم نہین۔ کل شام کو دو دو مونڈھے رکھ کر کئی آدمی دیکھا کیے، ہلال نظر نہیں آیا۔ نجات کا طالب غالب +

ایضًا۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے۔ اگلے لفافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ پڑا ہے کتاب مین سے یہ کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ہوں اور بیرنگ لفافے میں لپیٹ کر بھیجتا ہوں۔ غمگین نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہونچ گئی ہے۔ آج کاغذ و ٹکٹ منگالوں گا۔ شنبہ ۸ر نومبر صبح کا وقت ہے جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہیں پرسوں تمہارا خط آیا تھا آج جی چاہا کہ ابھی تمکو خط لکھوں اسواسطے یہ چند سطرین لکھیں برخوردار میر نصیر الدین پر انکی بیٹی کا قدم مبارک ہو نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈا نہ جائے گا۔ ہاں عظیم النساء بیگم نام اچھا ہے کہ اسمیں ایک رعایت ہے شاہ محمد عظیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تمکو کیا ہوا ہے کہ تم ان کو اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہین لکھا کرتے یہ بے ادبی اچھی نہیں میرن صاحب کو بہت بہت دعا کہنا۔ اور میری طرف سے پیار کرنا۔ شہر کا حال میں کیا جانوں کیا ہے پون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہو گئی ہے۔ سوائے اناج اور اپلے کے کوئی چیز ایسی نہین جسپر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد چھبیس ۲۶ پچیس ۲۵ فٹ گول میدان نکلے گا دکانیں حویلیاں ڈھائی جاویں گی۔ دار البقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے بڑھ تک ڈھیئے گا۔ دونو طرف سے پھاوڑہ چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سن رہے ہیں دیکھیے دلی آئیں یا نہیں آئیں تو دربار کریں یا نہیں۔ دربار کریں تو میں گنہگار بلایا جاؤں یا نہیں۔ بلایا جاؤں تو خلعت پاؤں یا نہیں پنشن کا نہ کہیں

ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۸ر نومبر ۱۸۵۹ء +

ایضاً۔ میاں آج یکشنبہ کا دن ساتویں فروری کی اور شاید بائیسویں جمادی الثانی کی ہے دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے استاد حامد کے کوچے کے میرے پاس آئے اور انھوں نے تمہارا خط لکھا ہوا ۱۵ر جمادی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط ہرگز مجھ تک نہیں پہونچا۔ اور نہ میں شہر سے کہیں گیا۔ جہاں رہتا تھا وہیں ہوں۔ خدا جانے وہ خط متر دکیوں ہوا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا خط آوے اور میں پھیر دوں۔ تم خود کہتے ہو کہ اس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے۔ میں ہوتا اور یہ لکھتا کہ میں نہیں ہوں۔ آگرہ اور الور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہیں۔ تمہاری والدہ کا مرنا سنکر مجکو بڑا غم ہوا۔ خدا تمکو صبر دے اور اُس عفیفہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بھائی میرزا یوسف خان دیوانہ بھی مر گیا۔ کیسا پنشن اور کہاں اُس کا ملنا یہاں جان کے لالے پڑے ہیں ؎ ہے موج زن اک قلزم خون کاش یہی ہو + آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے اگر زندگی ہے اور پھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائیگی تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں۔ اگر آؤ تو بے ٹکٹ کے نہ آنا۔ میر احمد علی صاحب کو لکھتے ہو کہ یہاں ہیں مجکو نہیں معلوم کہ کہاں ہیں مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے میں مخفی نہیں ہوں نہ روپوش ہوں۔ حکام جانتے ہیں کہ تو یہاں ہے مگر نہ باز پرس گیر و دار میں آیا ہوں نہ خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہے باایں ہمہ ایمن بھی نہیں ہوں دیکھیے انجام کار کیا ہے۔ نثر کیا لکھوں گا اور نظم کیا لکھوں گا۔ وہ نثر جو تم دیکھ گئے ہو وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کئے گئے ہیں۔ بھیجنا ممکن نہیں جب آؤ گے یا مجکو جیتا پاؤ گے تو دیکھ لوگے میکش چین میں ہے باتیں بناتا پھرتا ہے سلطان جی میں ٹھکانا تھا اب شہر میں آگیا ہے دو تین بار میرے پاس بھی آیا پانچ سات دن سے نہیں آیا کہتا تھا کہ بی بی کو اور لڑکے کو ہمراہ لیکر میر نصیر علی کے پاس بھیجدیا خود یہاں لوٹ کی کتابیں بیچتا پھرتا ہے میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم

ہوئی مگر نہ معلوم ہوا کہ وہ وہاں مع قبائل ہیں یا تنہا ہیں اگر تنہا ہیں تو قبائل کہاں ہیں۔ تمہارے چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں ہیں اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں نہ لکھا۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یکجا ہو۔ گو انکو ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو۔ خط بھیجنے میں تردد نہ کرو۔ اور ڈاک میں بے تامل بھیجا کرو۔ زیادہ زیادہ۔ غالب یکشنبہ ہفتم فروری سنہ ۱۸۵۹ع وقت رسیدن نامہ۔

ایضاً۔ نور چشم میر مہدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ کلیات فارسی کا پہنچنا مجکو معلوم ہوا۔ میاں اسمیں اغلاط بہت ہیں۔ مبارک ہو تمہیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور بھائی خدا کرے مجکو بھی۔ لو صاحب اجنٹ بہادر راجستان کا حکم الور کے اجنٹ کو آیا کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمہارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمہارے تحت میں ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ۔ ستمبر کی بیسویں کو ہم الور جائیں گے راجہ صاحب کو مسند پر بٹھائیں گے خلعت شاہی انہیں پہنائیں گے۔ ع ستم برستم برد آورد داد پنجشنبہ ۲۲ اگست سنہ ۱۸۶۳ع۔ از غالب۔ **ایضاً**۔ برخوردار کامگار میر مہدی دہلوی۔ اجڑے بازار کے مولوی صاحب لو اسے ولائے مرتضوی پر علم عباس ابن علی کا سایہ۔ راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سن چکے تھے الحمد للہ علی کل حال۔ دیکھئے اب معاودت کب کرتے ہیں موافق اپنے وعدہ کے ہمکو کب طلب کرتے ہیں۔ کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ میں آکر اسد کو بلاؤں گا البتہ اگر وہ بلائیں گے تو میں کیونکر نہ جاؤں گا۔ ظاہرا ہمارے تمہارے واسطے زمانہ انتہائے مصیبت اور وقت پیش آمد دولت ہے۔ اب مجکو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ مقرب بنیں گے اگر میری قسمت لڑے گی تم کامیابی کا سامان کر رکھنا۔ میرن صاحب کو مجھپر مہربان کر رکھنا۔ بھائی صاحب یہ جو میرن صاحب

ہیں یا میرن صاحب ہیں حضور کے بڑے مصاحب ہیں جس گروہ میں سے جسکو چاہیں حضور سے ملوا دین فرقۂ شعرا میں سے جسکو جو کچھ چاہیں دلوا دیں انکو اور مجتہد العصر کو میری دُعا کہنا نجات کا طالب غالب - **ایضاً** میاں تمہاری تحریر کا جواب یہ ہے کہ وہ تصویر جو میں نے میاں محمد افضل کو دی تھی وہ اُنھوں نے واپس دی اور اُسکی نقل کے باب میں کہا کہ ابھی تیار نہیں ہے جب وہ تیار ہو جائے گی میں انکو روپیہ دیکر لے لونگا خاطر جمع رکھو پنشن سراسر سکوت ششماہی ملنے کا حکم ہو گیا - ہر مہینے میں سو دسے لو اور کھاؤ کشمیری کٹڑا گر گیا ہے وہ اونچے اونچے در - اور وہ بڑی بڑی کوٹھڑیاں دور دور یہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں آہنی سڑک کا آنا اور اُسکی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے چار دن سے پروائی چلتی ہے - ابر آتے ہیں مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے - مینہ نہیں برستا گیہوں - چنا - باجرا تینوں اناج ایک بھاؤ ہیں نو سیر ساڑھے نو سیر میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو میں اچھی طرح نہیں سمجھا کہ جلیند میں ہیں - یا یہاں ہیں - میر نصیر الدین دو بار میرے پاس آئے اب مجھکو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں - قاسم علیخاں قطب الاقطاب الدین کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں آخر وہ شادی بھی کب ہونیوالی ہے اور کہاں ہونیوالی ہے اس خط کا جواب لکھو تو سب حالات مفصل لکھو - غالب صبح چار شنبہ نہم جنوری سنہ ۱۸۶۱ء -

ایضاً میاں تمہارے خط کا جواب منحصر تین باتوں پر ہے دو کا جواب لکھتا ہوں تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمہیں کیا لکھوں پہلی بات میاں محمد افضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھنچا کر لائیں اور تم انتظار رو دوسری بات میر نصیر الدین آگئے اور تینوں صاحبوں کا جلیند کے جانے کا حال مفصل معلوم ہوا حق تعالی اپنے بندوں پر رحم فرماوے تیسری بات میرن صاحب کو جب تک تم نہ کہو میں دلّی نہ بلاؤں گویا اُنکے عاشق تمہیں ہو میں نہیں - بھائی ہوش میں آؤ -

غور کرو یہ مقدور مجھ میں نہیں کہ اُن کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں۔ اور اگر زیادہ نہو تو تیس روپیہ مہینا مقرر کروں کہ بھائی یہ لو اور دریبہ اور چاوڑی اور اجمیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار ناپتے پھرو اور اُردو بازار اور خاص بازار اور بلاقی بیگم کا کوچہ اور خان دوراں خاں کی حویلی کے کھنڈر گنتے پھرو۔ ای میر مہدی تو درماندہ و عاجز پانی پت میں پڑا رہے۔ میرن صاحب وہاں پڑے ہوئے دلی دیکھنے کو ترسا کریں۔ سرفراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے۔ اور میں ان غمہاے جانگداز کی تاب لاؤں۔ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ + اللہ اللہ اللہ۔ سہ شنبہ ۴ر جمادی الثانی۔ ۱۰ دسمبر

ایضاً قرۃ العینین میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ دیکھو ہمیں خط نہیں لکھتا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں ‌ کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے +

ماجرا یہ ہے کہ تمہارا ابھی تو کوئی خط نہیں آیا میں جس کا جواب لکھتا۔ میرن صاحب سے تمہاری خیر و عافیت پوچھی اور کہہ دیا کہ میری دعا لکھ بھیجنا۔ بس اتنا ہی دم باقی ہے۔ کل میرن صاحب آئے پوچھا کہ الور سے کوئی خط آیا فرمایا کہ اس ہفتہ میں کوئی خط میں نے نہیں پایا کیا لکھوں کیا حال ہے بیش ازین نیست کہ یہ شعر پڑھا کرتا ہوں

بس ہجوم نا اُمیدی خاک میں مل جائیں گے + یہ جو اک لذت ہماری سعی بیحاصل میں ہے

اب اس زمزمہ کا بھی محل نہ رہا۔ یعنی سعی بے حاصل کی لذت خاک میں گئی انا للہ و انا الیہ راجعون مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۰ر شعبان سنہ ۱۲۸۱ ہجری۔

ایضاً۔ صاحب دو خط تمہارے بسبیل ڈاک آئے۔ کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب اجنبی سانولے سلونے ڈاڑھی منڈے۔ بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے تمہارا خط دیا۔ ہم نے اُن کی ملاقات کی تقریب میں تھا بارے اُن سے اسم شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی قومیت کا

استفسار ہوا معلوم ہوا سید ہیں۔ پیشہ پوچھا حکیم نکلے یعنی حکیم اشرف علی۔ میں ان سے مل کر خوش ہوا
خوب آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں۔ کتنے اوچھے ہو مصطلحات الشعرا مصطلحات الشعرا بھائی
وہ کتاب تمہاری ہے میں نے غصب نہیں کی میرے پاس مستعار ہے دیکھ چکوں گا بھیج دوں گا
تقاضا کیوں کرو۔ میاں محمد افضل تصویر کھینچ رہے ہیں جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔
سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائیں۔ غالب صبح چہار شنبہ ہفتم رمضان
ہشتم مارچ۔

ایضاً میاں تمکو پنشن کی کیا جلدی ہے۔ ہر بار پنشن کو کیوں پوچھتے ہو پنشن جاری ہو
اور میں تمکو اطلاع نہ دوں۔ ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہو اور کب ہو۔ میرن صاحب
جیپور پہونچے۔ تم شاہ پوری بتاتے ہو۔ شاید سچ یہی ہو۔ ہاں میر محمود علی اور یہ میر برادر ابوالفضل
تو تھے مگر دیکھا چاہیے درخت جگہ سے اکھڑ کر بدشواری جمتا ہے۔ خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے
کہ اب بچھڑے ہوئے یار کہیں قیامت ہی کو جمع ہوں تو ہوں۔ سو وہاں کیا خاک جمع ہوں گے
سنی الگ۔ شیعہ الگ۔ نیک جدا۔ بد جدا۔ میر سرفراز حسین کو دعا۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی
پھر دعا۔ کتاب کا نام دستنبو رکھا گیا۔ آگرہ میں چھاپی جاتی ہے تم سے تمہارے ہاتھ کے اوراق لکھے
ہوں گا تب ایک کتاب تمکو دوں گا۔ از غالب روز ورود نامہ پنجشنبہ ۷ ستمبر سنہ ۱۸۵۹ء

ایضاً۔ میر مہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی
تراویح ناغہ ہوئی ہے میں اس مہینے میں رامپور کیوں رہتا۔ نواب صاحب مانع رہے اور بہت
منع کرتے رہے برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ
چاندرات کیدن یہاں آپہونچا۔ یکشنبہ کو غرہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خاں کی مسجد
میں جاکر جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہوں۔ شب کو مسجد جامع جاکر نماز تراویح پڑھتا ہوں
کبھی جو جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جاکر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا ہوں

واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا وہاں انھوں نے میرا ناک میں دم کر دیا تنہا بھیج دینے میں وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بھر رہے اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہاں کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤں گا اور بہت دن تک یہاں نہ آؤں گا۔ قرارداد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء سے کہ جسکو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ بماہ بھیجتے ہیں اب جو میں وہاں گیا تو سو روپئے مہینا بنام دعوت اور دیا یعنی رامپور رہوں تو دو سو روپئے مہینا پاؤں اور دلی رہوں تو سو روپئے بھائی سو دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اسمیں ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں مجھکو نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ و تعظیم جس طرح احباب میں باہم ہو وہ صورت ملاقات کی ہے۔ لڑکوں سے میں نے نذر دلوائی تھی۔ بس بہر حال غنیمت ہے رزق کے اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیئے۔ کمی کا شکوہ کیا۔ انگریزی سرکار سے دس ہزار روپیہ سال ٹھہرے اسمیں سے مجھکو ملے ساڑھے سات سو روپئے سال۔ ایک صاحب نے نہ دیئے۔ مگر تین ہزار روپئے سال عزت میں وہ پایہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب خلعت سات پارچہ اور جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے برابر پیار کرتے تھے بخشی۔ ناظر۔ حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان یہاں وہی نقشہ ہے کوٹھری میں بیٹھا ہوں ٹٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آرہی ہے۔ پانی کا جھجر دھرا ہوا ہے حقہ پی رہا ہوں یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا یہ باتیں کر لیں سرفراز حسین و میرن صاحب اور میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور میری دعا کہہ دینا جمعہ ۱۶ اپریل۔

ایضاً جویاے حال دہلی والو سلام لو مسجد جامع واگذاشت ہو گئی چتلی قبر کی طرف میرے پیارے میرن کبابیوں نے دکانیں بنالیں۔ انڈا مرغی کبوتر بکنے لگا۔ دس آدمی مہتمم ٹھہرے مرزا الٰہی بخش

مولوی صدرالدین تفضل حسین خاں تین پہ سات اور ۷ر نومبر ۱۴ر جمادی الاول سال حال جمعہ کیدن ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ قید فرنگ و قید جسم سے رہا ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن جاڑا پڑ رہا ہے ہمارے پاس شراب آج کی اور ہے کل سے رات کو زری انگیٹھی پر گزارا ہے۔ بوتل گلاس موقوف راجہ پٹیالہ مر گیا۔ مہندر سنگہ اُسکے خلف پر خطاب فرزندی اور القاب بحال و برقرار رہا۔ بالفعل دیوان نہال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہرا جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے وہ نواب گورنر جنرل بہادر کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فروری مہینے میں یہاں آئیں گے۔ الور کی ریاست کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انہیں اختیار دیں گے یعنی پٹیالہ اور الور کے راج کا انتظام اسی وقت پر ہوگا۔ بالفعل ابھی صاحب ایجنٹ الور اور دلّی ہوتے ہوئے میرٹھ گئے ہیں راجہ صاحب تجارہ تک اُنکی مشایعت کر گئے۔ یہاں ابھی صاحب سے کوئی صاحب سنگہ ٹھیکہ دار الور کی سڑک کا ہے اس نے کچھ کہا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں ججوں کو اختیار ہے ہم کچھ حکم نہ دیں گے۔ اسفندیار بیگ متوفی کا کوئی متبنیٰ مستدعی پرورش ہوا اُسکو بھی یہی جواب ملا۔ اب اور بولو کیا لکھوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ یوسف علی خاں اور لالہ ہیرا سنگھ بیٹھے ہیں۔ کھانا تیار ہے۔ خط لکھ کر بند کر کر آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا وہاں ایک دالان میں دھوپ آتی ہے اسمیں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤنگا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن میں بھگو کر کھاؤں گا بیسن سے ہاتھ دھوؤنگا۔ باہر آؤں گا پھر اُسکے بعد خدا جانے کون آئیگا کیا صحبت ہوگی۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر الحسین میر افضل علی عرف میرن صاحب کو دُعا منگل کا دن جمادی الثانی ۱۲ر دسمبر پہر دن چڑھے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۱۵ ذیقعدہ و مئی باہم۔ صاحب آج تمہارا خط دوپہر کو آیا۔ اُس میں میں نے مسودہ تاریخ کا پایا۔ قلمدان میں رکھ لیا۔ خط پڑھکر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا کل وہ کہتے تھے

کہ اٹھتیس روپیے کو تین گاڑیاں مقرر ہو گئی ہیں۔ میں کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا۔ اب اسوقت جو میں یہ خط لکھ رہا ہوں پہر دن باقی ہے لکھکر کھلا رکھ چھوڑوں گا شام کو مجتہد العصر میرے گھر ضرور آئیں گے اگر آج آئیں گے تو واسطے تودیع کے اور اگر نہ جائیں گے تو موافق معمول کے آئیں گے۔ اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھکر خط بند کر کے بھیجدونگا۔ خدا کرے اُردو کی نثر کا لفافہ اُنہوں نے ڈاک میں بھیجدیا ہو شام کو مجھے دے جائیں گے تو میں کل اس خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوا دوں۔ مہاراج اگر دورہ کو گئے ہیں تو کیا اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لمبا چوڑا سفر کیوں کریں گے۔ آٹھ سات دن میں پھر آئیں گے یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب کہیں جائیو۔ میرن صاحب کی تمہاری چوما چاٹی سے لکھنے کا مجھ میں دم نہیں۔ تم جانو وہ جانیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو ۲۰ صفحہ چھاپے گئے تھے کہ مولوی ہادی علی مصحح بیمار ہو گئے۔ کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا۔ اب دیکھیے کب چھاپہ شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپا ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ آگئی میں نے پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے کر رکھی ہے۔ اب پچاس روپیے بھیجوں تو پچاس جلدیں منگاؤں دیکھیے نو من تیل کب میسر ہو۔ اور رادھا کب ناچے۔ میاں کل شام کو میر سرفراز حسین میرے گھر نہیں آئے یا تو الور کو مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے ہیں تو آج جمعہ ۱۲ مئی صبح کے وقت یہ خط ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً۔ لو صاحب یہ تماشا دیکھو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھ سے نہیں نہیں ملتے میر سرفراز حسین آئے ہیں اور میرے یہاں نہیں اُترے۔ لاحول ولا قوۃ از ناکسے ملنے کو بھی نہیں آئے۔ افسوس ہے جنکو میں اپنا سمجھتا ہوں وہ مجھکو بیگانہ جانتے ہیں اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی میں ہونا اور مجتہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیونکر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۰ رجمادی الثانی کی اور ۱۱ر جنوری

کی صبح کیوقت منہ اندھیرے اوسی وقت میری آنکھہ کھلی تھی لحاف میں لیٹا ہوا پڑا تھا کہ ناگاہ میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن صاحب بھی جاتے ہیں میں سمجھا میر سرفراز حسین۔ جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن تھے پوسے آئے اور خدا جانے کہاں اُترے اور اب کہاں جاتے ہیں۔ ہے ہے مجھے غیر سمجھا یا مرا ہوا سمجھا کہ میرے ہاں نہ آئے اور مجھسے نہ ملے اپنی سسرال میں رہے۔ اور میکے کو چھوڑا۔ واللہ میرا جی اُن کے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا اب اُٹھا ہوں۔ سردی رفع ہوئے دھوپ نکل لے آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں میں کمبخت بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں اب میر احمد علی کی بی بی پاس حبش خاں کے پھاٹک آدمی بھیجوں گا۔ جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائیگا اور آدمی دیکھہ آئے گا اور یہ بھی معلوم کر آئے گا کہ امیر حسن صاحب ہیں تو میں سوار ہوکر جاؤں گا اور اُن سے ملوں گا تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے چچا کے ہاں آنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو۔ تصویر کا حال آگے لکھہ چکا ہوں خاطر جمع رکھو۔ اور مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو۔ نجات کا طالب غالب صبح جمعہ ۱۱ر جنوری ۱۸۶۱ء

ایضاً۔ میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو ادھر آؤ خبریں سنو۔ دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا دلّی کے علاقہ کے جاگیردار بموجب حکم کمشنر دہلی میرٹھ گئے موافق دستور قدیم مل آئے غرضکہ پنجشنبہ ۲۹ر دسمبر کو پہر دن چڑھے لارڈ صاحب یہاں پہنچے۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے تلے ڈیرے ہوئے اسیوقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو گیا میر منشی سے ملا اُن کے خیمہ میں بیٹھکر صاحب سکرتر کو خبر کروائے جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سنکر نومیدی کی پوٹ باندھکر لے آیا۔ ہر چند پنشن کے باب میں ہنوز لا و نعم نہیں مگر کچھہ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانیوالے ہیں یہاں کچھہ کلام و پیام نہیں۔ ممکن تحریر ڈاک میں بھیجی جائے گی دیکھیے کیا صورت درپیش آئیگی مسلمانوں کی املاک کے واگذاشت کا حکم عام ہو گیا ہے جنکو کرایہ پر ملی ہے اُن کو کرایہ معاف ہو گیا ہے آج یکشنبہ

یکم جنوری ۱۸۶۱ء ہے پہر دن چڑھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ۔ اپنی املاک قبضہ پاؤ چاہو یہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میر سرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب کو میری دعائیں کہنا اور حکیم میر اشرف علی کو بعد دعا کے یہ کہدینا کہ وہ حبوب جو تم نے مجکو دی تھیں۔ اُنکا نسخہ جلد لکھکر بھیج دو۔ واللہ موجودٌ ماسواہ معدومٌ اپنی مرگ کا طالب غالب۔ **ایضاً**۔ برخوردار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا کہ الور کا کچھ حال معلوم کر لوں اور کپتان الگزنڈر کا خط آئے اور میں اُسکو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھہ لوں تو اسوقت تمہارے خط کا جواب لکھوں۔ چونکہ آجتک اُن کا خط نہ آیا میں سونچا کہ اگر اسی انتظار میں رہوں گا۔ اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہو گا ناچار جو کچھ الور کا حال سنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہر چند میں نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب ایجنٹ سے اجازت لیکر بلا لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب ایجنٹ الور نے راجہ کے بالغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ اُن کا راج اُنکو ملجائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دونوں میں بہت خوش ہیں پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کے داستان کی اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے سترہ بوتلیں بادہ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیا کرتے ہیں ؎

کسے کیں مرادش میسر بود　　اگر جم نباشد سکندر بود

میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں۔

ایضاً اے جناب میرن صاحب السلام علیکم۔ حضرت آداب۔ کہو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو۔ حضور میں کیا منع کرتا ہوں۔ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست

ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف پیچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں اپنے ہر خط میں آپکی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں۔ نہیں میرن صاحب اسکے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں وہ خفا ہوا ہو گا جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپکے فرزند ہیں آپ سے خفا کیوں ہو نگے۔ بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو۔ سبحان اللہ ای لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو لکھو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپکا خط جاتا تو میں سنتا اور خط اٹھاتا اب جو میں ہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ تمہارا خط جاوے میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط شوق سے لکھیے گا۔ میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں میں آگیا اور آج تک اسے خط نہیں لکھا۔ لاحول ولا قوۃ۔ سنو میر مہدی صاحب میرا کچھ گناہ نہیں میرے خط کا جواب لکھو تپ تو رفع ہو گئی پیچش کے رفع ہونیکی خبر شتاب لکھو پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو۔ یہ بڑی بات ہے کہ یہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔ تمہارا پرہیز اگر ہو گا بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہو گا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہونگے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر اشرف علی میں اور اُن میں کچھ کونسل تو ہو رہی ہے پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو ان سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں اُنکی تمہارے کیا گت آئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ فارسی میں مثل مشہور ہے کہ دفتر را گاؤ خورد اسکے معنی کیا ہیں پوچھیو اور نہ چھوڑیو جب تک نہ بتائیں۔ اُسوقت سے پہلے بڑی آندھی چلی پھر مینہ آیا۔ اب مینہ برس رہا ہے میں خط لکھ رہا ہوں۔ سرنامہ لکھکر چھوڑ دوں گا جب ترشح موقوف ہو جائیگا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میر سرفراز حسین کو دعا پہونچے اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے

یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔ **ایضاً** ہا ہا ہا میرا پیارا میر مہدی آیا۔ آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے بیٹھو یہ رامپور ہے دار السرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اُس کا نام ہے بے شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اسمیں ملی ہے خیر اگر یوں بھی ہے تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔ تمہارا خط پہنچا زردو عبث۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عرف لکھنے کی حاجت نہ محلے کی حاجت بے وسواس خط بھیج دیا کیجیے اور جواب لیا کیجیے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے اسوقت مہمان ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہے لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ اسوقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ **ایضاً** آؤ میاں سید زادہ آزادہ دلی کے عاشق دلدادہ۔ ڈھے ہوئے اُردو بازار کے رہنے والے حسد سے لکھنؤ کو بُرا کہنے والے نہ دلمیں مہر و آزرم نہ آنکھ میں حیا و شرم۔ نظام الدین ممنوں کہاں۔ ذوق کہاں۔ مومن خاں کہاں۔ ایک آزردہ سو خاموش۔ دوسرا غالب وہ بیخود و مدہوش۔ نہ سخنوری رہی نہ سخندانی کس برتے پر تتا پانی۔ ہائے دلی وائے دلی۔ بھاڑ میں جائے دلی۔ سنو صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خان ولد سردار خاں ولد دلاور خاں۔ اور نانا اُس احمد حسین خاں کے غلام حسین خان ولد مصاحب خاں اس شخص کا حال از روئے تحقیق مشرح مفصل لکھو۔ قوم کیا ہے عمر کیا ہے طریق کیا ہے۔ احمد حسین خان کی لیاقت مذاق کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھ اور جلد لکھ۔ **ایضاً**۔ سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہاں کو اُٹھا یا ہے۔ ایک غریب سید مظلوم کے چہرۂ نورانی پر چھاسا نکلا ہے تمکو سرمایہ آرائش گفتار بہم پہنچا ہے میری دعا انکو پہونچاؤ۔ اور اُن کی خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور ہے اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت ہوتی تھی آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم

ہوجاتی تھی اس مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے آج ۲۰ مارچ کی ہے پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں۔ آنچ ویسی ہی تیز ہے خدا اپنے بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک گونہ خوشی اور کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہوگا کہ ایک دستنبو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بسبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین مہربانی کے کلمات کبھی تمکو خدا یہاں لائیگا تو اسکی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہدینا اور یہ خط دکھا دینا۔

ایضاً برخوردار نور چشم میر مہدی کو بعد دعاے حیات و صحت کے معلوم ہو۔ بھائی تم نے بخار کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑھنے دیا۔ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم مانع نہ آئے تپ ابن سنگر آئی تھی جو اسکو روکتے ہوئے شرمائے حکیم اشرف علی ابھی آگئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھکر آج ڈاک میں بھیجدیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایکدن بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت کڑھتا ہے حق تعالیٰ تمکو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر مجکو سنائے۔ سنو میاں سرفراز حسین ہزار برس میں تمنے مجکو ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے ع بہر در شکر آبست برد پا دارد + پڑھتا ہوں اس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے کونسی بات ہے مجکو کیا پیام بھیجا کچھ نہیں شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ ادھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یارب سرنامہ میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا۔ یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں

لکھوں میری بلا لکھے۔ اب جو تم خط لکھوگے اور اسمیں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کروگے اور
میرن صاحب کا نام اور اُن کے لیئے سلام تک بھی اسمیں نہوگا تو میں اسکا جواب آنکھوں سے
لکھوں گا۔ اور ہاں میاں تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اُس کا مرنا سنا
ہوگا۔ اُس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں کیا چچا کو
نہ معلوم ہوگا کہ کون سی لڑکی مری کاش اسکے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کونسی بھانجی
مری ہے اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں۔ اس امر میں حق
بجانب اس مظلوم کے ہے توضیح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نتھا
اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اسواسطے
ایک لفافہ تمہاری پسند کا تمہاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس
آئے تھے اُن کو دیکھکر دل خوش ہوا تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے
تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ ادھر گئے میں
ادھر آیا۔ ظاہرا پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں اُنکی کتاب رہ گئی اب ان تک
کیونکر پہنچے گی۔ خدا خیر کرے۔ میاں لڑکے سنو میاں نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ
محمد اعظم صاحب کے۔ وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا
اسواسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمہارے علاقہ سے دعا صوفی صافی ہوں۔
او حضرات صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں ع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی۔ یہ جواب ہے تمہارے اس سوال کا
کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی
یہ بات اچھی نہیں میں تو ڈر گیا کہ اگر تمہارے خط میں انکو دعا سلام لکھونگا تو اُنسے تم کاہے کو کہو گے

پیرزادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے انکی بندگی مجھ سے کہی ہے خدا کے واسطے میری دُعا اُنسے کہدینا۔

ایضاً میری جان سنو داستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب سانڈرس صاحب بہادر نے مجکو بلایا پنجشنبہ ۲۴ فروری کو مَیں گیا۔ صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے مَیں اُلٹا پھر آیا۔ جمعہ ۲۵ فروری کو گیا ملاقات ہوئی۔ کرسی دی۔ بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اُٹھا کر پڑھتے رہے جب پڑھ چکے تو مجھسے کہا کہ یہ خط ہے منگلوڈ صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باب میں لکھتے ہیں کہ اُن کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے ہو۔ حقیقت کہی گئی ایک کاغذ آمدہ ولایت لے گیا تھا وہ پڑھوا دیا پھر پوچھا تم نے کتاب کیسی لکھی ہے اسکی حقیقت بیان کی کہا ایک منگلوڈ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک ہمکو دو مَیں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا دیکھو میر مہدی حاکم پنجاب کو مقدمہ ولایت کی کیا خبر۔ کتابوں سے کیا اطلاع۔ پنشن کی پرسش سے کیا مدعا۔ یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے۔ غرضکہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعطیل تھا۔ مَیں اپنے گھر رہا۔ دوشنبہ ۲۸ فروری کو گیا۔ باہر کے کمرے میں بیٹھکر اطلاع کروائی۔ کہا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گنڈھ کپتان کی چھٹی آئی سواری مانگی۔ جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہا منشی جیون لال کو دے جاؤ وہ اُدھر سوار ہو گئے مَیں ادھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت التفات سے باتیں کرتے رہے۔ کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا تھا وہ دکھائے۔ ایک خط منگلوڈ صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کیساتھ یہ بھی بھیجا جاوے بہت اچھا کہکر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے باب میں اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو۔ عرض کیا بہتر۔ اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تمکو معلوم

گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اُسکے موافق عمل کروں گا جب بلائیں تب جاؤں گا۔ دیکھو سید اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک بھوکا پیاسا بھی نہ رہنے دیا پھر کس تحکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا دہندہ ہے میرے تفقد کا حکم بھجوایا۔ حکام سے مجکو عزت دلوائی۔ میرے صبر و ثبات کی داد ملی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور نصیر الدین چراغ دہلوی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا۔

ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے حِس و حرکت کر دیا ہے آج بسبب اَبر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں۔ بھائی تم تو اُردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو۔ اردو بازار میں نہر کے کنارے رہتے تھے رود نیل بن گئے ہو۔ کیا قتیل کیا رود نیل یہ سب ہنسی کی باتیں ہیں لو سنو اب تمہاری دلی کی باتیں ہیں چوک میں بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا اُس میں سنگ و خشت و خاشاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانیں ڈھا کر راستہ چوڑا کر لیا۔ شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے پنشن داروں سے حاکموں کا کام کچھ نہیں۔ تاج محل۔ مرزا قیصر۔ مرزا جوان بخت کے سالے ولایت علی بیگ جیپور کی زوجہ ان سب کی آلہ آباد سے رہائی ہو گئی دیکھیے کیپ مین رہیں یا لندن جائیں خلق نے از روے قیاس جیسا کہ دلی کی خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑا دی ہو سو سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال سنہ ۱۸۵۹ء میں عموماً شہر میں آباد کیے جائینگے اور پنشن داروں کو جھولیاں بھر بھر کر روپیے دیئے جائیں گے خیر آج بدھ کا دن ۱۱ دسمبر

کی ہے اب شنبہ کو پڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو۔ اب صورت کیا ہے اور آیندہ عزیمت کیا ہے میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار۔ میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلا لائے حضرت آیئے سلام علیکم۔ مزاج مبارک کہیئے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین علیکم اور یہ ستم پیشہ میر مہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں کیا کروں میں کہیں تم کہیں ہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جا ہوں گے تو انتقام لیا جائے گا۔ ہے ہے کیوں کر ایک جا ہوں گے دیکھیئے زمانہ اور کیا دکھاتا ہے اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً۔ میری جان تو کیا کر رہا ہے۔ بنیے سے سیانا سو دیوانہ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا۔ جو تم مجکو سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لونگا اور اس کے انڈے بیچ بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہوگا بھائی یہ تو میں نے اپنا راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا۔ ایک حسرت کا بیان تھا نہ خواہش کا۔ دیکھا اس پنشن قدیم کا حال۔ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جبتک مجھے اپنے پاؤں کھینچیں اور کیونکر چلا جاؤں۔ حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے دیکھیئے کب آئے آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس پیچ میں ایک اور پیچ

آ پڑا ہے اسکو دیکھ لوں اور پھر صرف اُسی کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونیکے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہے گا۔ سبک سیر کیو جاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں پنشن جاری ہوئے پر بھی تو سوا رام پور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں۔ تین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ چپکے ہو رہو اور مجھکو کسی عالم میں غمگین اور مضطر گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا عمل میں آتا ہے۔ صاحب میرن صاحب نے دو سطریں دستخط خاص سے لکھی تھیں واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ کس مقدمہ کا ذکر ہے۔

ایضاً سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا۔ میں میر مہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں۔ میر سرفراز حسین نہیں کہ اُن کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آ گئے۔ کمال یہ ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندۂ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں تمہارے بھائی نے سخت شورش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کیواسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤنگا۔ میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو یہیں اُن کو دونگا۔ محرم تمام ہوا آج سہ شنبہ غرہ صفر ہے حضرت کا پتا نہیں ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو مجملاً سنو ایک غدر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبا کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے۔ آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آ جاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُن کو جگنو سمجھ لیتے ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آئی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزارہا مکان گر گئے سینکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے

گلی گلی ندی بہ رہی ہے قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مینہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ پن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہ گئے جنہوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بونے سے رہ گئے۔ سن لیا دلی کا حال اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جناب میرن صاحب کو دعا

ایضاً

بے مے نہ کند در کف من خامہ روانی　　سرد ست ہوا آتش بے دود کجائی

میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہوں۔ ہاتھ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی نہیں۔ مگر ہائے آتش سیال کہاں کہ جب دو جرعے پی لیئے فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی دل توانا ہو گیا۔ دماغ روشن ہو گیا نفس ناطقہ کو تواجد بہم پہنچا۔ ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب۔ ہاے غضب ہائے غضب۔ میان تم پنشن کو رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں تم کو پنشن کا فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا۔ میں نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے۔ دیکھیئے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہوگا تمکو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسف ہند نہ سہی۔ یوسف دہر سہی۔ یوسف عصر سہی۔ یوسف کشور سہی۔ انکی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپیہ مہینا بھیجے جاؤنگا۔ اب انکا تقاضا ہے رحیم بخش روز آتا ہی اور کہتا ہی کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں۔ خرچ جلد بھیجو۔ ورنہ نالش کیجائیگی اور تمکو گواہ قرار دیا جائیگا بہر حال میرن صاحب کو عبارت پڑھوا دینا میر سرفراز حسین کو دعا

میر نصیر الدین کو دعا۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ یوسف ہفت کشور کو دعا۔

ایضاً۔ واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ۔ بات اتنی ہی ہے کہ میرا پلنگ مجھکو ملا میرا بچھونا مجھکو ملا۔ میرا حمام مجھکو ملا۔ میرا بیت الخلا مجھکو ملا۔ رات کا وہ شور کہ ہائے ہیضہ کوئی ہیضہ فرد ہو گیا میری جان بچی۔ میرے آدمیوں کی جان بچی ع اکنون شب من شب است روزم روز است بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہونچا اگر پہونچتا تو بیشک وہ تمہاری نظر سے گذرتا اور میرن صاحب اسکی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجھکو وہ روداد لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ بس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہونچا تو خیر جانے دو۔ اگر خط پہونچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھواتے ہیں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا اب ان سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے۔ حسن بھی کیا چیز ہے۔ قادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم ان سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے۔ نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب ان سے لکھوا کر بھجواؤ۔ یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم۔ ہوا گرم۔ تپیں مستولی۔ اناج مہنگا۔ بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا میر امداد علی آشوب کا بیٹا شب گذشتہ کو گزر گیا۔ آج صبح کو اسکو دفن کر آئے۔ جوان صالح۔ پرہیزگار۔ مومنین کا پیش نماز تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجتہد العصر کا حکم بجا لاؤنگا اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھونگا۔ رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائیگا اور مدار المہام اگر دیگا تو لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا۔ ہم بھی تمہاری طرز کا اتباع کریں گے۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ

اگر تم میں ان میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی انکو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تمہارے یہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ؎

میں بھولا نہیں تجھکو اے میری جاں　　کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں مکاں

برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ قاسم جان کی گلی سعادت خان کی نہر ہے۔ میں جس مکان میں رہتا ہوں۔ عالم بیگ خاں کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا۔ سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے چھتیں چھلنی ہو گئی ہیں۔ مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے۔ کتابیں قلمدان سب توشہ خانہ میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا۔ کہیں چلمچی دھری ہوئی۔ خط کہاں بیٹھکر لکھوں۔ پانچ چار دن سے فرصت ہے۔ مالک مکان کو فکر مرمت ہے۔ آج ایک امن کی صورت نظر آئی کہا آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں۔ آوارگی کی ناخوشی۔ راہ کی محنت کشی۔ تپ کی حرارت۔ گرمی کی شرارت۔ یاس کا عالم۔ گذشتہ اندوہ و غم۔ حال کی فکر۔ مستقبل کا خیال۔ تباہی کا رنج۔ آوارگی کا ملال۔ جو کچھ کہو وہ کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملیگا۔ مگر وہ اختیار ایسا ہوگا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا آدمی کو بدنام کیا ہے۔ بارے رفع مرض کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو۔ تندرستی حاصل ہو گئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں؎ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ہائے پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے مجھکو پسند آیا ہے؎

تنگدستی اگر نہ ہو سالک
تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دعا۔ آہاہا میر افضل علی صاحب کہاں ہیں حضرت

یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جیپور کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا انکو ہماری دعا کہنا

ایضاً میری جان تمکو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے۔ اگر خط پہنچا ہو تو جواب ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے کل حکیم اشرف علی آئے تھے سر منڈوا ڈالا ہے محمد آقایعنی [illegible] پر عمل کیا ہے میں نے کہا سر منڈوایا ہے۔ تو ڈاڑھی رکھو۔ کہنے لگے واں از کجا آرام کہ جامہ ندارم۔ واللہ اُن کی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب مر گئے اور بر قرار و بحال رہے خدا کا شکر بجا لایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خبر سنی جائے میرا سلام کہنا اور مبارکباد دینا۔ خبردار بھول نہ جائیو — تمہاری شکایت بیجا کا جواب یہ ہے کہ تمنے جو خط مجکو پانی پت سے بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال سے خط آئے گا تو میں جواب لکھونگا۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں۔ تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بیمار ہے ایاز کو خط دے کر ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمہارا گلہ بیجا یا بجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچکر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور ہاں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہاری قلم سے نہیں نکلتا اُن کی خیر و عافیت نہ اُن کی بندگی نہ لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے یہ باتیں اچھی نہیں میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمہارے ساتھ گئے ہیں والدہ اُن کی پانی پت میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلالیں گے یا خود پھر چند روز کے بعد یہاں آجائیں گے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے بود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میرا پنشن۔ اُس کا ذکر نہ کرو۔ اگر ملے گا تو تمکو اطلاع دیجائیگی شہر کی آبادی کا چرچا ہوا۔ کرایہ مکان ملنے لگے۔ چار پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ

قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے۔ آیندہ کیا ہوگا۔ سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر ان کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیئے مگر خیر میں عزیز داری و یگانگی کی راہ سے دعا لکھتا ہوں۔ میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیر الدین دعا زیادہ کیا لکھوں۔

ایضاً۔ میاں کیوں ناسپاسی و ناحق شناسی کرتے ہو چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لائق کہاں چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جسکو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں۔ تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر ہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو۔ تم زجر کی عادت رکھتے ہو۔ عوارض چشم سے تمکو کیا علاقہ میرے نور چشم کی آنکھ کیوں دکھی۔ میں نے خط تمہیں جان کر نہیں لکھا۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں وہاں آؤنگا مجکو خط بھیجنے میں تامل ہوا۔ لکھتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو۔ تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس روپیے ہوئے۔ سو مد خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو متفرقات میں اٹھ گئے مختار کار دو ہزار لایا چونکہ میں اس کا قرضدار ہوں روپیہ اس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ حساب کیا۔ سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے میں نے کہا میرے قرضہ متفرق کا حساب کر۔ کچھ اوپر گیارہ سو روپیے نکلے۔ میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجکو دو پانسو سات تم لو۔ یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا۔ خزانہ سے روپیہ آگیا ہے۔ میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں بات رہ گئی پت رہ گئی۔ حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے ہیں جیسا ننگا بھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ میرا دار وگیر سے بچنا کرامت اسد اللہی ہے ان پیسوں کا ہاتھ آنا عطیہ یداللہی ہے۔ حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانیکا مستحق نہیں

حاکم صدر مجھکو پنشن دلوا دے اور پورا دلوا دے۔ میرن صاحب کو دعا لکھتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں۔ جواب ترکی بترکی جواب عربی بعربی جو اُنھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دُعا لکھوں کیا لکھوں۔ نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں۔ میں دعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دُعا۔

ایضًا۔ بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے۔ قلعہ۔ چاندنی چوک۔ ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا۔ ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی۔ ہر سال میلہ پھول والوں کا یہ پانچوں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہوں گے دیکھیے کہاں اُترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیردار تھے کہ اُن کا الگ الگ دربار ہوتا تھا جھجر۔ بہادر گڈھ۔ بلب گڈھ فرخ نگر۔ دوجانہ۔ پاٹودی۔ لوہارو۔ چار معدوم محض ہیں جو باقی رہے۔ انمیں سے دوجانہ ولوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر اُن دونوں کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود۔ اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں۔ سلطان جی میں مولوی صدر الدین خان۔ بلی ماروں میں سگِ دنیا موسوم اسد تینوں مردود و مطرود و محروم و مغموم ؎

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ۔ جان نثار خان کے چھتے کی۔ خان چند کے کوچہ کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی بیگم کے کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر ہتر گز میدان نکلنا سن جاؤ۔ غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دُعا حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دُعا۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا۔ یوسف ہند میر افضل علی کو دعا + غالب۔

ایضاً - جانِ غالب تمہارا خط پہونچا غزل اصلاح کے بعد پہونچتی ہے۔ ہر ایک سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے۔ مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہوگیا اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی میاں یہ اہلِ دہلی کی زبان ہے۔ ارے اب اہلِ دہلی ہندو ہیں یا اہلِ حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں۔ خس کی ٹٹی پروا ہوا اب کہاں لطف وہ تو اُسی مکان میں تھا۔ اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ چھت اور سمت بدلی ہوئی ہے بہرحال میگزرد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا۔ لال ڈگی کے کنوئیں یک قلم کھاری ہو گئے۔ خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسوں میں سوار ہو کر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ ایک صحرا لق و دق ہے۔ اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہوا کا مکان ہو جائے یاد کرو مرزا گوہر کے باغچہ کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اب وہ باغچے کے صحن کے برابر ہو گیا یہانتک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اٹ گیا۔ کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو اب آہنی سڑک کیواسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک میدان ہو گیا۔ پنجابی کٹرہ۔ دھوبی واڑہ۔ راجی گنج۔ سعادت خان کا کٹرہ۔ جرنیل کی بی بی کی حویلی۔ راجیداس گودام والے کے مکانات۔ صاحب رام کا باغ حویلی۔ ان میں سے کسی کا پتا نہیں ملتا قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا اب جو کنوئیں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہو گیا۔ تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہو جائیگا اللہ اللہ دلی والے ابتک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں واہ رے حسنِ اعتقاد ارے بندۂ خدا اردو بازار نہ رہا اردو کہاں دلی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہے کیمپ ہے چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہر الور کا حال کچھ اور ہے مجھے اور انقلاب سے کیا کام۔ الگزنڈر ہیدرلی کا کوئی خط نہیں آیا اظہار انکی

مصاحبت نہیں ورنہ مجکو ضرور خط لکھتا رہتا میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا۔

ایضاً جانِ غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجکو خود افسوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی اب اچھا ہوں تندرست ہوں ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے میر نصیر الدین آئے کئی بار میں نے اُنکو دیکھا نہیں اب کی بار درد میں مجکو غفلت بہت ہی اکثر احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی جب سے اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے۔ تمہاری آنکھوں کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اس کو آپ نے ازراہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہر حال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اس کا جواب نہیں لکھا۔ یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس الفت پر اطلاع پائیں۔

ایضاً۔ سید صاحب۔ کل پہر دن رہے تمہارا خط پہنچا یقین ہے کہ اسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہے اُن کی زبانی سن لوگے میں کیا لکھوں میں نے بھی جو کچھ سنا ہے اُنھیں سے سنا ہے اُن کا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میری تقدیر کے مطابق ہے میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا سو روپیہ کی ناحق زیرباری ہوئی چونکہ یہ زیرباری میرے بھروسے پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی میں نے اس چھیاسٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور روسیاہیاں بہت اٹھائی ہیں جہاں ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیرباری کا دل کو کڑھتا رہی۔ وبا کو کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں بھی ایک تیر باقی تھا قتل ایسا عام لوٹ ایسی سخت کال ایسا پڑا۔ وبا کیوں نہ ہو لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام   ایک مرگ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اسمیں میری کسر شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کلیات اردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب ہے اسی ہفتہ میں غایت اسی مہینہ میں ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہونچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہورہی ہے اگر ڈول بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جائیگا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں اگر مقدور مساعدت کریگا تو میں بے شرکت غیر اسکو چھپواؤنگا۔ مگر یہ خیال محال ہے۔ میرے مقدور کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے وَاللّٰہُ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ خدا کا بندہ ہوں علی کا غلام۔ میرا خدا کریم۔ میرا خداوند سخی۔ علی دارم چہ غم دارم۔ وبا کی آنچ مدہم ہوگئی ہے۔ پانسات دن بڑا زور وشور رہا۔ پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا۔ کل رات کو اسکا نو برس کا بیٹا ہیضہ کرکے مر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ الور میں بھی وبا ہے۔ الگزنڈر ہدرلی مشتہر بہ الک صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں اور مجھ میں متوسط تھا۔ اس جرم میں ماخوذ ہو کر مرا۔ خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات سے ہمکو کیا۔ ایضاً۔ ہاں صاحب کیا چاہتے ہو۔ مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا۔ اب اور کیا لکھوں تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں فقیر نہیں جو دعا لکھوں۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے لفافہ کو کرید اکرو مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤ گے کیا یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں خیریت ہے وہاں کی خیر وعافیت مطلوب ہے۔ خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا۔ جی خوش ہوا مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا۔ اور ہاں حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمہ سعادتمندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتے رہو کیوں سچ کہیو اگلوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ ہای کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک

یوں نہ لکھو وہ خط ہی نہیں ہے۔ چاہ آب ہے۔ ابر بے باران ہے۔ نخل بے ثمر ہے۔ خانہ بے چراغ چراغ بے نور ہے ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو تم جانتے ہو ہم زندہ ہیں۔ امر ضروری لکھ لیا۔ زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہو تو بھائی سارے کے تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں کیا قضا نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی خیر ہم نے بھی وہ عبارت مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصور معاف کرو خفا نہو۔ میر نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے۔ فارسی نثر میں نے کہاں لکھی کہ تمہارے چچا کو یا تمکو بھیجدوں نواب فیض محمد خان کے بھائی حسن علیخاں مر گئے۔ حامد علیخاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا آج اُسنے غسل صحت کیا باقر علی خان کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے حسین علیخان کے گلے میں دو غدود ہو گئے ہیں۔ شہر چپ چاپ۔ نہ کہیں پھاوڑا بجتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے۔ نہ آہنی سڑک آتی ہے نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے دلی شہر خموشاں ہے۔ کاغذ بھر گیا ورنہ تمہارے دل کی خوشی کیواسطے ابھی اور لکھتا۔

ایضاً سید صاحب تمہارے خط کے آنیسے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن زمانہ وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو روپیے گئے ان دونوں میں ڈھائی روپیے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے۔ سبحان اللہ باوجود اس تہیدستی پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپیے گئے بلا سے آبرو بچی۔ اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ الور چلے جائیں شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے۔ میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجکو لکھیں پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو لکھوں۔ حاکم خط کا جواب نہیں لکھتا۔ عملہ میں ہر چند تفحص کیجیے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں بتاتا بہر حال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے بھی معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ

قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانیکا استحقاق رکھتا ہوں بس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر۔ میاں کیا باتیں کرتے ہو۔ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانیکو نہیں شراب پینے کو نہیں، جاڑے آتے ہیں لحاف توشک کی فکر ہے۔ کتابیں کیا چھپواؤں گا منشی امید سنگھ اندور والے دلی آئے تھے۔ سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا اُنھوں نے وہ نسخہ دکھایا۔ چھپوانے کا قصد کیا۔ آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا۔ اُسکو میں نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ مسودہ بھیجا گیا۔ ۸؍ فی جلد قیمت ٹھری۔ پچاس جلدیں منشی اُمید سنگھ نے لیں۔ پچیس روپیہ چھاپے خانہ میں بطریق ہنڈوی بھجوا دئے۔ صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہیئے ہے۔ حکام نے بکمال خوشی اجازت دی پانسو جلد چھاپی جاتی ہے اس پچاس جلدیں شاید پچیس جلد منشی اُمید سنگھ مجکو دیں گے۔ میں عزیزوں کو بانٹ دوں گا پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱؍ مئی ۱۸۵۷ء سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اُسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا۔ ان کو جاگیر اگست میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی اُمید سنگھ اندور جانے والے تھے اگر ختم کر کے مسودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔

ایضاً خوبیٔ دین و دُنیا روزی باد۔ میر اشرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاحب قصور تمہارا ہے کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو مجکو دیکھو کہ میں کب سے دلی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہمنام

ہونے دیا نہ کوئی اپنا عُرف سُننے دیا نہ اپنا ہم تخلص بہم پہونچایا۔ فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ کوتوال سے کیفیت طلب ہوئی اُس نے بھی لکھی۔ کل ہفتہ کا دن ساتوین اگست کی مجکو اجرٹن صاحب بہادُر نے بلایا کچھ سہل سوال مجھ سے کئے گئے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے تردد اگر ہے تو اس میں ہے کہ ۱۵ مہینے پچھلے بھی ملتے ہین یا صرف آیندہ کو مقرر ہوتی ہے۔ غلام فخرالدین خان کی دو ایک روبکاریاں ہوئی ہیں صورت اچھی ہے۔ خدا چاہے تو بحالی ہو جائے صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا۔ دفتر بند کیا اور یہ لکھ دیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک مین نے ۱۵ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا تمکو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ آخر لکھ بھیجو۔ اب پھر تمکو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ مین اُسکے آگے کی عبارت تم کو لکھکر بھیجدوں۔ ہاں صاحب میر اشرف علی صاحب بھی یہی فرماتے تھے کہ میر سید سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجائین تو مجکو اطلاع کرنا۔

ایضاً۔ مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج رفتار کا بُرا ہو ہمنے اس کا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہین رکھتے تھے ایک گوشہ و توشہ تھا چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے؎

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک
اور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

یاد رہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے۔ کل سے مجکو یہ کنش بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ کہ مین تمکو کیا لکھوں وہ صحبتین اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہین آتی مجھ سے خط پر خط لکھواتے ہو آنسوؤں سے پیاس نہین بجھتی۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہین کر سکتی۔ بہر حال کچھ لکھتا ہوں دیکھو لکھتا ہوں۔ سنو پنشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہین معلوم۔ دیر آید درست آید۔ بھئی مین تم سے بہت آزردہ ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت نہ مجکو تہنیت بلکہ

اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا اُنکا تندرست ہونا تمکو ناگوار ہوا ہے۔ لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اُچھلتے کودتے پھرتے ہیں اُسکے یہ معنی کہ ہم کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمہاری ہمکو پسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہو گا بہ تغییر الفاظ لکھتا ہوں ؎ کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں۔ دلی والوں میں اک بچا ہے یہ ؛ میر تقی کا مقطع یوں ہے ؎ میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں ؛ اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ ؛ میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ آرے میاں تم نے کچھ اور بھی سُنا کل یوسف مرزا کا خط لکھنؤ سے آیا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں عرف نواب جان والد اُن کا دائم الحبس ہو گیا۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی۔ یوسف مرزا تو جھوٹ کاہے کو لکھے گا خدا کرے اُس نے جھوٹ سنا ہو۔ لو بھئی اب تم چا ہو جاؤ اپنے گھر میں روٹی کھانے جاتا ہوں اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علیخاں بھی۔ صرف ایک میں اور ایک میرا بیٹا حسین علیخاں یہ ہم روزہ خور ہیں۔ وہی حسین علیخاں جس کا روزمرہ ہے کھلونے منگا دو۔ مَیں بھی بجار جاؤں گا۔ میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سنا دینا برخوردار میر نصیر الدین کو دعا پہونچے۔

ایضاً۔ میر مہدی جیتے رہو۔ آفرین صد آفرین۔ اُردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجکو رشک آنے لگا۔ سنو دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہی یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے محلہ کا رہنے والا لوٹ لے لیا۔ مگر مَیں نے اسکو بحل کیا۔ اللہ برکت دے میری پنشن اور ولایت کے انعام کا حال کیا پوچھتے سمجھ لو وللرحمٰن الطافٌ خفیۃٌ ایک طرز خاص پر تحریک ہوئی۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دلی سے فلاں شخص کی پنشن کے چڑھے ہوئے

روپیہ کے یک مشت پانے کی اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھکر ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیجدیں سو یہاں اُسکی تعمیل بطرز مناسب ہوگی۔ بکم و بیش دو مہینہ میں سب روپیہ مل جائیگا اور ہاں صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانہ سے منگوالو۔ مَیں نے کہا صاحب یہ کیسی بات ہو کہ اَوروں کو برس دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ اور اجرا کا حکم ملجائیگا۔ اَوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئیگی۔ میں چپ ہو رہا۔ آج دو شنبہ یکم شعبان اور ہفتم مارچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سو روپیہ منگالوں۔ پر یار ولایت کے انعام کی توقع خدا ہی سے ہے حکم کے ساتھ اُسکی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہو مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں۔ حاکم پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہو کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھکر ہمکو لکھو کہ وہ کیسی ہو اور آئین کیا لکھا ہے چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی لیکر مجھ سے مانگی اور میں نے دی۔ اب دیکھوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے اسوقت تمہارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجکو باتیں کرنیکا مزا ملا تو دونوں کا جواب ابھی لکھکر روانہ کیا۔ اب مَیں روٹی کھانے جاتا ہوں۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب۔ میر نصیر الدین کو دعا +

ایضاً۔ سید صاحب نہ تم مجرم نہ مَیں گنہگار۔ تم مجبور مَیں لاچار۔ لو اب کہانی سنو۔ میری سرگذشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفےٰ خاں بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو اُنکی تقصیر معاف ہوئی۔ اور اُن کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلّی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا لاچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں میں بمجرد استماع اس خبر کے ڈاک میں بیٹھکر میرٹھ گیا اُن کو دیکھا۔ چار دن وہاں رہا۔ پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا تاریخ آنے جانیکی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا منگل کو آیا۔ آج بدھ دوم فروری ہے مجکو آئے ہوئے

نوان دن ہی۔ انتظار میں تھا کہ تمہارا خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو میں جواب لکھتا ہوں سے روز اس شہر میں ایک حکم نیا ہوتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہی کہ کیا ہوتا ہی میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہی اور یہ حالت ہی کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے لاہوری دروازہ کا تھانہ دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گوری کی آنکھ بچا کر آتا ہی اسکو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیتا ہے حاکم کے ہاں پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہی آٹھ دن قید رہتا ہی اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہی اور کون ٹکٹ رکھتا ہے تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا۔ میں نے کہا بھائی تو مجھے نقشے میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ۔ عبارت یہ کہ اسد اللہ خان پنشن دار ۱۸۵۰ء سے حکیم پٹیالے والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا۔ نہ اور نہ گوروں کے زمانہ میں نکلا اور نکالا گیا۔ کرنیل برون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اسکی اقامت کا مدار ہی اب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار ہی۔ پرسوں یہ عبارت جمعدار نے محلہ کے نقشے کیساتھ کوتوالی میں بھیجدی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان دکان کیوں بناتے ہیں جو مکان بن چکے ہیں اُنہیں ڈھا دو۔ اور آئندہ کو ممانعت کا حکم سنا دو۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور نذرانہ دے۔ اسکا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے گھر برباد ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھیئے شہر کے بسنے کی کون صورت ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کئے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ شہر میں آتے ہیں اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحُکْمُ لِلّٰہِ۔ نورچشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دعا اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

ایضاً میری جان خدا تم کو ایک سو بیس برس کی عمر دے بوڑہا ہونے آیا۔ ڈاڑہی میں بال
سفید آگئے۔ مگر بات سمجھنی نہ آئی۔ پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو۔ یہ تو جانتے
ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملا۔ یہہ فروری ۱۸۵۹ء
بائیسواں مہینہ ہے۔ چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ
مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کے واسطے
ابھی کچھ حکم نہیں ہوا۔ تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اسکو کچھ نسبت ہے
یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انملی ہے سے چیل بسولا لے گئی تو کا ہے سے
پھٹکوں راب۔ علی بخش خان پچاس روپیے مہینا پاتے تھے بائیس مہینے کے
گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو چھ سو روپیہ مل گئے۔ باقی روپیہ چڑھا رہا آیندہ ملنے میں
کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خان سو روپیہ مہینے کا پنشن دار۔ بائیس مہینے کے بائیس سو روپیے
ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑہ سو روپیہ مہینا۔ بائیس مہینے
کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں۔ اسکو اٹھارہ سو ملے۔ مُنا جمعدار دس روپیہ مہینے کا
سکھ لبر سال بھر کے ایک سو بیس سے آیا اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آیندہ
کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں۔ مجکو پھر مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط پر خط لکھے تو آخر خط
صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ ملجاویں میں نے وہ سو روپیے
نہ لیئے اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا پانیوالا ہوں سال بھر کے
ساڑھے سات سو روپیے ہوتے ہیں۔ سب پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجکو سو روپیہ
کیسے ملتے ہیں مثل اوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے ابھی اسکا کچھ جواب
نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ

چلے گئے۔ دلّی کے عقلا جو باہر پڑے ہوئے ہیں منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جب وہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی اور نئی صورت نکل آئے۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہونچیں۔ برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ سچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے سنایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو لفافہ میں رکھ کر ٹکٹ لگا کر سرنامہ لکھ کر کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ اور ہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا تم نے جلے پھپھولے پھوڑے۔ لو اب بتاؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہوگا مگر وہ جو کچھ تم نے سنا ہوگا بے اصل باتیں ہیں پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر۔ یہاں کے حاکم نے اگر ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اس میں کیا ضرر۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آ گئے دن بھی تھوڑا رہ گیا۔ میں نے بکس بند کیا۔ باہر تختوں پر آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں۔ میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک آدمی ساتھ اس کے سر پر ایک ٹوکرا اسپر گھاس ہری بچھی ہوئی۔ میں نے کہا آہا ہا سلطان العلما مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہی فیض خاص نہیں عام ہے شراب نہیں آم ہے۔ خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعم البدل ہے ایک ایک آم کو ایک ایک سربمہر گلاس سمجھا یا وہ انگور سے بھرا ہوا مگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ پینسٹھ گلاس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرا ہے۔ میاں کہتا تھا کہ یہ اسی تھے پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے۔

تا اُن کی بُرائی اَور دو دن مین سرایت نکرے ٹوکرے مین سے پھینک دے۔ مین نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے مگر مین تمہاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہین ہوا۔ تمہارے پاس روپیہ کہان جو تمنے آم خریدے۔ خانہ آباد و دولت زیادہ۔ لیکن ایک انگریزی شراب ہوتی ہے قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام پتلا۔ دیکھو اِس لغت کے معنی کسی فرہنگ سُرور مین ہو تو مجتہد العصر حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ آن کے علم کی کُنجی ہین اور ٹکے ٹکے کی کتابین چالیس چالیس پچاس پچاس روپیہ کو لے گئے ہین۔ میری دُعا کہدینا۔

ایضاً کیُون یار کیا کہتے ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہین یا نہین تمہارا خط پڑھکر دوسو بار یہ شعر پڑھا ؎

وعدۂ وصل چون شود نزدیک ✤ آتش شوق تیز تر گردد

کلّو کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ آپ کہین جائیے گا نہین مین آتا ہون۔ بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے باپکے نوکر تھے کہ مین اُن کو بلاتا۔ اُنھون نے جواب مین کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کرین مین حاضر ہوتا ہون۔ دو گھڑی کے بعد وہ آئے۔ اِدھر کی بات اُدھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا۔ اجی کیون حضرت آپ میرن صاحب کو نہین بُلاتے۔ صاحب مین تو اُنکو لکھ چکا ہون کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا اُنکو پتا لکھا ہے کہ وہان ٹھہر کر مجکو اطلاع کرو مین شہر مین بُلا لونگا۔ صاحب اب وہ ضرور آئینگے۔ آخرکار اُن سے اجازت لیکر اب تمکو لکھتا ہون کہ اُن سے مختصر یہ کہدو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہان کھاؤ تو پانی یہان پیو۔ یہ کہتا ہون کہ عید کرو تو باسی عید یہان کرو۔ میرا حال سُنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجکو آگیا ہے۔ اس طرف سے خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا کھا کھا کر کاٹا۔ آیندہ خدا رزّاق ہے کچھ اور کھانیکو نہ ملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب ایک چیز کھانیکو ہوئی اگر غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے۔

میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دُعا۔ یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے کیون وہ شہر سے باہر ٹھہرین اور کیون کسی کے بلانے کی راہ دیکھین۔ شکرم مین۔ کرانچی مین جو چاہئے مین۔ یعنی ڈاک مین آئین۔ بلیمارون کے محلّہ مین میرے مکان پر اُترین۔ میر قربان علی بیگ کے مکان مین مولوی مظہر علی رہتے ہین میرے اُنکے مسکن مین ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو زنہار کوئی نہین روکتا۔ یہ صلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دین تو عید بھی یہین کرین — +

ایضاً میان کیون تعجب کرتے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے وہ وہان اچھی طرح ہے۔ حاکمون کے ہان آنا جانا نوکری کی تلاش مین حسین مرزا صاحب بھی وہین ہین۔ وہان کے حکّام سے ملتے ہین وہان پنشن کی درخواست کر رہے ہین۔ ان دونون صاحبون کے ہر ہفتہ مین ایک دو خط مجھکو آتے ہین جواب بھیجتا ہون۔ بھائی لکھنو مین وہ امن و امان ہے نہ ہندوستانی عملداری مین ایسا امن و امان ہوگا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری مین یہ چین ہوگا۔ اُمرا و شرفا کی حُکّام سے ملاقاتین بقدرِ رُتبہ و تعظیم و توقیر۔ پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگون کو کمال لُطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہین اور ایک نقل سُنو وہان کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ مین ہنود بھرے ہوئے ہین اہلِ اسلام نہین ہین ہنود کو اَور علاقون پر بھیجدیا اور اُنکی جگہ سب مسلمانون کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دلی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے۔ لکھنو کے سوا اور شہرون مین عملداری کی وہ صورت ہے جو غدر سے پہلے تھی۔ اَب یہان ٹکٹ چھاپے گئے ہین۔ مین نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی درونِ شہر دہلی بشرطِ ادخال جُرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رائے پر ہے۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ

چھپ چکا ہی کل اتوار یوم التعطیل ہے پرسون دوشنبہ سے دیکھیے یہ کاغذ کیونکر تقسیم ہون یہ تو کیفیت شہر کی ہی۔ خصوصًا میرا حال سُنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسون کوتوال کو حکم آیا ہی کہ اسد اللہ خاں پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بمقدور اور محتاج ہے یا نہین۔ کوتوال نے موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہین سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترے جائین گے اور میری بمقدوری ظاہر کر آئین گے۔ تم کہین یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ ملجائیگا اور آیندہ کو پنشن جاری ہوجائیگا۔ نہ صاحب تو یہ ممکن ہی نہین بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرون گا۔ چھ مہینے یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پانیگا۔ میرن صاحب جو بُلائے گئے ہین اُس طلب کے جواب مین بھی کیون نہین لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کرکے بھیجدو تو مین آؤن۔ دیکھو اب دس پانچ دن مین سب حال کھلا جاتا ہے۔ میر سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا۔ اور میرن صاحب کو مُبارکباد کہنا۔ غالب ۞

بنام شاہ عالم صاحب

مخدوم زادۂ والا تبار حضرت شاہ عالم صاحب سلام و دُعائے درویشانہ قبول فرمائین [illegible] مع الخیر وطن پہنچنا اور بزرگون کے قدمبوس اور بھائیون کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو ص یوسف از مصر بکنعان آمد ۞ تفرقہ اوقات و سفر رامپور و شدت تمو مقتضی اسکی ہوئی کہ ہنوز تمہارے مسودات دیکھے نہین گئے تا نزول بارانِ رحمتِ الٰہی اور بھی چُپکے بیٹھے رہو اپنے ماموں صاحب کو نیازِ معتقدانہ اور اپنے بھائیون کو سلامِ مخصوصانہ کہیے گا۔ اور اپنے والد ماجد یعنے میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچائیے گا اور عرض کیجیے گا کہ آرزوئے دیدار حد سے گزر گئی یا رب جبتک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ میں اور

انوار الدولہ کو کالپی مین نہ دیکھ لون اور اُن سے ہمکلام نہ ہو لون میری رُوح کو قبض کا حکم نہ ہو لیکن سنہ ۱۲۷۷ھ مین دو مہینے باقی ہین اب کے محرّم سے اُس ذی الحجہ تک میرا مُدعا حاصل ہو جائے۔ مشفقی مکرمی چودھری عبد الغفور صاحب کو میرا سلام کہیئے گا اور یہ پیام پہنچایئے گا کہ حضرت صاحب عالم کی تمنائے دیدار بقید مارہرہ کنایہ اِس سے ہی کہ اَور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے خواہشِ وصل مقدر ہی چونکہ کو نہین ۔ اُنکے اِس خط کا جواب جو پرسون مجکو پہنچا ہے موم جامہ مین لپیٹ کر بھیجون گا انشاء اللہ العزیز۔ ہان جناب شاہ عالم صاحب پھر رُوئے سخن آپکی طرف ہے جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی یہان تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر چاندنی چوک مین قطب الدین سوداگر کی حویلی مین اُترے ہین۔ مرفی صاحب کا کام اُنکے سپرد ہوا ہے۔ یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہین۔ اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہین لیکن ہنوز قایم مقام ہین۔ وہ صاحب جسکا نام لکھ آیا ہون بطریق رخصت سپاٹو گیا ہی۔ ایکدن فقیر بھی اُنکے مکان پر چلا گیا تھا۔ حُسنِ صورت اور حُسنِ سیرت دونون اُن مین جمع ہین آنکھین اُنکے حُسنِ صورت سے روشن ہو گئین اور دل اُن کی حُسنِ سیرت سے خوش ہو گیا واہ خاک پاک بلگرام مین نے وہان کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا ❊

ایضًا مخدوم زادہ عالی شان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم امن و امان و عز و شان و علم و ہنر سے برخوردار رہین۔ ہمارے حضرت ہمکو بھول گئے۔ ہان سچ ہے اُنکا لطف چودھری عبد الغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا۔ جب جوہر نہ رہا تو عرض کہان۔ بہر حال جناب حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطرین اُن کی نظر سے گزر جائین چودھری عبد الغفور صاحب کو سلام کہیئے گا اور یہ پوچھیئے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا میرا گناہ ہے یا اسکے سوا کوئی اَور قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجیئے۔ اگر کوئی اَور جرم بھی ہے

تو مجھے اطلاع دیجیے۔ اِن دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روئے سخن آپکی طرف ہے آپکا خط میرے نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوا دیا جو آدمی خط لیکر گیا تھا وہ دو بار جواب مانگنے کو گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت نے یہ کہلا بھیجا مین نے اُسکے جواب سے قطع نظر کرکے اپنی خدمت گزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ یاے تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا اور اُسنے خط تمہارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب مین یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک مین بھیجتا ہون۔ صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہے ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رہتے ہین۔ باقی اُن کے حالات اُنکے خط سے معلوم ہو جائینگے۔ اپنے ماموں صاحب کی خدمت مین سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبون کی خدمتمین فقیر کی دُعا پہنچائیے گا۔ والسّلام ❖

بنام صاحب عالم صاحب

پیر و مرشد اِس مطلع و حسن مطلع کو کیا سمجھون اور اُسکا شکر کیونکر بجا لاؤن۔ خدا کی بندہ نوازیان ہین کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا کہواتا ہے۔ ظاہرا میرے مقدر مین یہ سعادت عظمیٰ لکھی تھی کہ مین اِس وبائے عام مین جیتا بچ رہا اللہ اللہ ایسے کشتنی سوختنی کو یون بچایا اور پھر اِس رتبہ کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہون اور کبھی بہشت کو اپنا پائین باغ تصور کرتا ہون واسطے خدا کے اور اشعار نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعوی خدائی کرنے مین محابا نہ کرے گا کتاب افادت مآب پنج آہنگ نسخہ لطیف شریف تالیف۔ اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا۔ مگر چودھری صاحب اور حضرت سید امیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم مین متردد ہون کہ آیا میرا قیاس

مطابق واقع ہے یا نہین - ہان چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونامون مین تردد باقی نہین بہذا نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے - اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ میرا ایک نسبتی بھائی ہے - نواب ضیاء الدین خان سلمہ اللہ تعالیٰ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ مجموعۂ نثر اور کلیاتِ نظم فارسی اور کلیاتِ نظم اُردو سب نسخے اُسکے کتب خانہ مین تھے وہ کتب خانہ ڈر کر عرض کرتا ہون بیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوگا لٹ گیا ایک ورق نہیں رہا - ہان چھاپے کی پنج آہنگین اب بھی بکتی ہین اور معیوب دو عیب ہین ایک تو یہ کہ جو بعد الطباع از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اس مین نہین - دوسرے کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے - اگر کہون کوئی سطر غلطی سے خالی نہین تو اغراق ہے - نہ مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہین - بہرحال اگر فرمایئے تو لیکر بھیجدون - مخدوم زادہ ہائے والا تبار پہلا نام سمجھ مین نہین آیا - مگر پہلے اُن کی خدمت مین اور پھر سید مقبول عالم کی خدمت مین سلام مسنون اور اشتیاقِ روز افزون عرض کرتا ہون - ✦

ایضاً بعد حمدِ خداوند و نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم - پہلے قبلہ روح و رواں جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی - اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد - کیا عرض کرون کہ میرا کیا حال ہے اضمحلال قویٰ کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہون ورنہ پڑا رہتا ہون - جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون آج دوپہر کو میر عبد العزیز صاحب آئے مین بے کُلاہ و پیراہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اُنکو دیکھکر اُٹھا مصافحہ کیا اُنہون نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسوداتِ اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسون جاؤن گا عرض کیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لائین خط کا جواب اور اصلاحی مسودہ لیجائین وہ تشریف لیگئے مین لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہین ہے - جی مین کہا آؤ بیکار کیون رہو - خط کا جواب

آج لکھ رکھو۔ اُٹھے کون۔ بکس کھولے کون۔ آخر کون کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لی۔ ادب مقتضی اسکا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو۔ حضرت نسخۂ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر میں مکمل ہو کر مسودات ایک کاتب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں پرسوں تک آجائینگے بعد اُسکے انطباع کی فکر ہوگی جب وہ عزیمت امضا پذیر ہو جائیگی حضرت کی نظر سے بھی شرف پائیگی۔ حضرت سید عالم کو نیاز۔ خورشید کو سلام۔ چودھری صاحب کو سلام نہ نیاز صرف یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو مفرحِ رُوح سمجھتے تھے باتوں کا مزا ملتا تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفہ رُوحانی منقطع کیوں ہوا۔ صاحب یہ روش اچھی نہیں۔ گاہ گاہ ترسل و رسائل کا طور بنا رہے۔ ❊ ۔

بنام مولوی عبدالغفور خان بہادر نسّاخ

جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ اسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہے مکرمت حال کا شاکر اور آیندہ افزایش عنایت کا طالب ہے۔ دفتر بے مثال کو عطیۂ کبریٰ اور موہبت عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اِس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے اِس ہیچمیرز ہیچمدان کو قابلِ خطاب و لائق عطائے کتاب جانا۔ میں دروغگو نہیں۔ خوشامدی خو نہیں۔ دیوان فیض عنوان اسم بامسمیٰ ہے دفتر بیمثال اِس کا نام بجا ہے الفاظ متین معانی بلند۔ مضمون عمدہ۔ بندش دلپسند۔ ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق میں بیباک و گستاخ ہیں شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ اُن سے بڑھ کر بصیغہ مبالغہ بے مبالغہ نساخ ہیں۔ تم دانائے رموز اُردو زبان ہو۔ سرمایۂ نازش قلمرو ہندوستان ہو خاکسار نے ابتدائے سن تمیز میں اُردو زبان میں سخن سرائی کی ہے۔ پھر اوسط عمر میں بادشاہ

دلی کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے۔ نظم و نثر کا عاشق و مائل ہون۔ ہندوستان مین رہتا ہون مگر تیغ اصفہانی کا گھائل ہون جہانتک زور چل سکا فارسی زبان مین بہت بکا۔ اب نہ فارسی کی فکر نہ اردو کا ذکر نہ دنیا مین توقع نہ عقبیٰ کی امید مین ہون۔ اور اندوہ ناکامی جاوید جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب مین کہتا ہون ؎

چشم گشودہ اند بکردار ہاے من زایندہ ناامیدم و از رفتہ شرمسار

ایک کم ستر برس دنیا مین رہا اب اور کہان تک رہونگا۔ ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا۔ تین رسالے نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے اب اور کیا کہونگا۔ مدح کا صلہ نہ ملا غزل کی داد نہ پائی۔ ہرزہ گوئی مین ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمہ

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

سچ تو یون ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم مین وہ زور نہ رہا۔ طبیعت مین وہ مزہ سر مین وہ شور نہ رہا۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اسی سبب سے فن کلام مین گفتگو کر لیتا ہون۔ حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ معرض گفتار مین موافق سوال جواب دیتا ہون۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھئے وہان کیا پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیونکر بخشا جاتا ہے۔ حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جو اہدا کی بادی اور مجکو ارسال نامہ کی سبیل کے بادی ہوئے ہین جبتک مین جیتا ہون نامہ و پیام سے شاد۔ اور بعد میرے مرنیکے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہیئے گا۔ والسلام بالوف الاحترام ؎

بنام مرزا یوسف علیخان صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھ کر انجان بنی جاتے ہو۔ واقعی غدر مین میرا گھر نہیں لٹا مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا۔ بھائی ضیاء الدین خانصاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب

ہندی فارسی نظم و نثر کے مسوّدات مجھسے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں ہاں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارہویں ۱۸۵۷ع سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ع تک پندرہ مہینے کا اپنا حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبانِ قدیم میں ہے کہ جسمیں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبانمیں حضرت فلک رفعت جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی ستایش میں اُس نثر کیساتھ شامل ہے یہ کتاب مطبع مفید خلایق آگرہ میں منشی نبی بخش صاحب حقیر و مرزا حاتم علی بیگ و منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اُسکے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر جناب منشی میر علیخانصاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلایق سے منگالیں اور ملاحظہ فرمائیں

بنام قاضی عبدالجمیل صاحب

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمتمیں ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے بعد عرض کیا جاتا ہے آپکی ارادت میرا ذریعۂ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپکے اوقات مختلف میں پہنچے پہلے خط کے حاشیہ پر اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی اسطرح کی پھیلی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن با اینہمہ اُسکے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے علاوہ اسکے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اُس خط کو آپکی خدمتمیں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ جانیں کہ آپکا خط پھاڑ کر پھینکدیا ہوگا اور معہذا میرا اندیشہ آپکو بھی معلوم ہو جائے آپ خود دیکھ لیں کہ اسمیں اصلاح کہاں سے کیجائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اُسمیں بین الافراد و بین المصرعین فاصلہ زیادہ چھوڑیئے آپکے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف روشن ہیں مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اُٹھاتا ہوں اور اُن دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں مسوّدہ تو آپکے پاس ہوگا اُس سے مقابلہ کرکے معلوم کر لیجیئے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی

اور کوئی شے بہت موقوف ہوئی مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرعہ طرح کو کیا کیجیے گا اور اسپر غزل لکھکر کہاں پڑھیے گا۔ میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے اسکو دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے اب کے نہ ہو اور اب کے ہو تو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً قبلہ آپکو خط کے پہنچنے میں تردد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ گنگا ہی کی انگریزی ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے مجھکو جو دوست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ کی حاجت نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے ہیں اور مجھکو بلیماروں میں خط بھیجتا ہے خلاصہ یہ کہ خط آپکا کوئی تلف نہیں ہوا جو آپنے بھیجا وہ مجھکو پہنچا۔ بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوں کا جواب کیا اب تک تو میں نے بالکل نامہ نگاری چھوڑ دی۔ حالانکہ یہی مدار رکھا ہے جب مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں۔ اب کے آپکے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رباعی جو آپنے اس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے اسکا جواب چاہتی ہے۔ اور کورنش و آداب۔ دوسرا آنا نقد کے پہنچنے کا سو اسکا جواب لکھ چکا تیسرا امر جناب مولوی امتیاز خانصاحب کا مہربان آنا اور میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ہونا مجھکو بڑا رنج ہوا۔ مگر آپ لکھیں تو میرا سلام کہیے اور میرا ملال ان سے بیان کیجیے مجھکو ہر روز قلعہ کو جانا ہوتا ہے ظاہرا مولوی صاحب اول روز آئے ہونگے جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر رہتے ہیں۔ مولوی صاحب بیٹھتے حقہ پیتے۔ اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے جاتا ہوں اور دن ڈھلے آتا ہوں۔

ایضاً پیر و مرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس گھر کا فقیر تکیہ دار ہوں مسند نشینی کی تہنیت کیونکر دوں رامپور آیا۔ میں کہاں اور دہلی کہاں۔ ۲۲ اکتوبر کو یہاں پہنچا بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا نمائشگاہ دہلی کی سیر کہاں۔ خود اس نمائشگاہ کی سیر میں ہوں جسکو دنیا کہتے ہیں دل بھر گیا اب

عالمِ نیستی کا مشتاق ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ ٭

ایضاً قبلہ ایک سو بیس آم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالے کر دی ہے۔ خدا کرے بحفاظت آپ کے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں ہوں۔ بوڑھا ہوں اور ناتواں گویا نیم جاں رہ گیا ہوں۔ ایک کم ستر برس دنیا میں رہا۔ کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی جہاں اب میں جانیوالا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہو گئی۔ ٭

ایضاً جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھکو قوتِ ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اگرچہ بظاہر تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں۔ جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس اسہال میں زائل ہو گئی۔ اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں۔ ع مردہ شخصم کہ بود بر وی رواں۔ اس مہینے میں رجب سے ستتر واں برس شروع اور یہ عالم آلام کا آغاز ہے۔

ایضاً جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی۔ تفقد نامہ مرقومہ ۱۲ ستمبر کل پایا۔ حضرت کے سلامت ہونیکا خدا کا شکر بجا لایا۔ کوئی محکمہ تخفیف میں آ جو کر لیگا تو شاید آپ کا عہدہ آپکو مبارک۔ آپکا دو لخت سلامت۔ ہاں وہ جو لپٹے ابن الخیال کا اس محکمہ میں کیل ہونیکا کھٹکا ہے البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو آپکو اسکا اندیشہ کیا ہے۔ حاکم سمجھ لیگا۔ وہ وکیل ہیں محکمہ صدر میں رہینگے۔ صدر امین اور ششن جج میں کام کرینگے۔ میں تندرست ہوں نہ رنجور ہوں زندہ بدستور ہوں۔ دیکھیے کب آتے ہیں اور جب تک جیتا ہوں اور کیا دکھاتے ہیں۔ والسلام بالوف الاحترام ٭

ایضاً جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔ مکرمی مولوی غلام غوث خاں صاحب بہادر میر منشی کا قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں۔ پھوڑا پھنسی کہیں نہیں۔ مگر ضعف کی وہ شدت ہے جو آگے نہ تھی۔ ضعف کیونکر نہ ہو۔ برس دن صاحب فراش رہا ہوں۔ ستر برس کا آدمی۔ پاؤ بھر خون ہر روز نکلتا تھا۔ بیسیوں سیر پیپ کا نکل گیا۔ سن کہاں جو اب پھر تولید دم صالح ہو۔ بہرحال زندہ ہوں اور ناتواں ہوں

اور آپ کی پرسشہاے دوستانہ کا ممنونِ احسان۔ والسلام مع الاکرام ✦

ایضاً جناب مولوی صاحب آپکے دونوں خط پہنچے۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ۔ اٹھ پہر پڑا رہتا ہوں۔ اصل صاحبِ فراش ہوں۔ بیس دن سے پانو پر ورم ہو گیا ہے۔ کفِ پا و پشتِ پا سے نوبت گزر کر پنڈلی تک آماس ہے۔ جوتی میں پانو سماتا نہیں۔ بول و براز کیواسطے اُٹھنا دشوار ہے۔ یہ سب باتیں ایکطرف دردِ محللِ روح ہے۔ ۱۲۷۷ھ میں میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا مگر اس تین برس میں ہر روز مرگِ نو کا مزا چکھتا رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست کی نہیں پھر میں کیوں جیتا ہوں روح میری اب جسم میں اسطرح گھبراتی ہے جسطرح طائر قفس میں۔ کوئی شغل کوئی اختلاط کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں۔ کتاب سے نفرت شعر سے نفرت جسم سے نفرت روح سے نفرت۔ یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیانِ واقع ہے خرم آن روز کزیں منزلِ ویران بروم۔ ایسے مخمصہ میں اگر تحریرِ جواب میں قاصر رہوں تو معاف ہوں مجھے کیوں شرمندہ کیا۔ میں اس ثنا و دعا کے قابل نہیں مگر اچھوں کا شیوہ ہے بروں کو اچھا کہنا۔ اس مہر گستری کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں ✦

ایضاً جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے۔ عنایت نامہ کے ورود نے شادماں کیا مگر مبہمہ جو نگارش پذیر تھی اُنہوں نے حیران کیا۔ ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا۔ ایما کو وہم کیا ضرور ہے۔ خصوصاً جبکہ بذاتِ خود حادث ہو حضرت ابکے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک و بیمزہ ہے۔ آم کہاں سے ہوں نہ جھاوٹ نہ برسات۔ دریا پایاب ہو گئے۔ کنوئیں سوکھ گئے اثمار میں طراوت کہاں سے ہو۔ جناب اسکا خیال نفرماویں۔ اپنے کشف کو غلط کر دونگا برشکالِ آئندہ تک جیوں گا آپ کے موہنی آم کھاؤں گا۔

ایضاً حضرت بہت دنوں میں آپ نے مجھکو یاد کیا۔ سالِ گزشتہ ان دنوں میں میں رامپور تھا مارچ ۱۸۶۰ء یہاں آ گیا ہوں اب یہیں ہوں۔ میں نے آپ کا خط پایا ہے

آپ نے سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا حق تعالیٰ والیِ رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھے اُنکا عطیہ ماہ بماہ مجھکو پہنچتا ہے سرگرم گستری اور اُستاد پروری کر رہے ہیں میرے رنج سفر اُٹھانے کی اور رامپور جانیکی حاجت نہیں خلیفہ حسین علی صاحب رامپور میں مجھسے ملے ہونگے مگر واللہ مجھکو یاد نہیں نسیان کا مرض لاحق ہے حافظہ گویا نہ رہا شامہ ضعیف۔ سامعہ باطل باصرہ میں نقصان نہیں البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے ع پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ۔ بہرحال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رامپور گئے ہیں تو البتہ وہ آپکے پیام جو اُنکی زبان کے محوّل تھے بدستور اُنکی تحویل میں ہیں اور مجھ تک نہ پہنچے۔ یہ شہر بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ اُنکے کتاب فروش ہیں کہدونگا اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آ جائیگا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیجدیا جائیگا ع دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ۔ ایک دوست کے پاس بقیۃ النہب و الغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیجدونگا ۔

ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپکی خدمتگزاری میں حاضر رہا ہے جو حکم آپکا ہوتا ہے اُسکو بجا لاتا ہوں مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے۔ اس زمین میں کہ جسکا آپنے قافیہ و ردیف لکھا ہے میں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لیکر میرا کلام گمان کیا ہے ہر چند میں نے خیال کیا اِس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں کہیں ہے اپنے حافظہ پر اعتماد نکر کے اُسکو بھی دیکھا وہ غزل نہ نکلی۔ سُنئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اوروں کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیجدیجیے ع اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں ۔ میں نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھپر لعنت اسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا ع اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی ۔ میرے شیر شاباش رحمت خدا کی ۔ میں نے سنکر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا مطلع ہے اُسپر بقول اُسکے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھپر لعنت۔ اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتگو نہیں ہے

بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا۔ اشہد باللہ وہ شعر خدنگ تنگ کے قافیہ کا میرا نہیں ؎

ایضاً آداب بجا لاتا ہوں۔ آپکا نوازشنامہ پہنچا۔ غزلیں پہنچ گئیں۔ فقیر کا قاعدہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط و استقام دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں اصلاح کی جگہ نہیں۔ سبحان اللہ آغاز فصل بہار میں ایسے ثمر ہائے پیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گونہ مسرت و شادمانی ہے۔ یہ ثمر سریع الاثمار ہے اسکی تعریف کیا کروں۔ کلام سن رسیدہ میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور ایدا کا آپکو خیال آیا۔ پروردگار آپکو ہمیشہ خوردان پروری و کرم گستری سلامت رکھے۔ جمعہ کے دن دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لکھکر آم کے دو ٹوکرے خالی دیکر روانہ کیا۔ یہاں سے اسکو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے ۔+۔

بنام مردان علیخاں رعنا

خانصاحب عالیشان مردان علیخاں صاحب کو فقیر غالب کا سلام۔ نظم و نثر دیکھکر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم یکتا ہو۔ خدا تمکو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مونث ہونے میں اہل دہلی و لکھنو کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہیگا کہ جفا کیا۔ ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ ہتھی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر۔ اور جفا مونث بے شبہ و شک۔ والسلام مع الاکرام ۔+۔

ایضاً خانصاحب شفیق عالیشان کو میرا سلام۔ کل تمہارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفافہ آج رامپور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار بغور دیکھ لیا۔ کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ در الخ شعر رعنا ؎

گر راہ ہو مرا نالۂ دل چرخ کہن سے ؎ تھا روح کا ہمدم جو بچھڑا کے وطن سے ؎

نالۂ دل بنا دیا۔ نواب صاحب اردو کا تذکرہ لکھتے ہیں فارسی غزل تم نے بے فائدہ لکھی۔ دیکھو صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتہ لکھا سو میں نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب ارسال کیا۔ منشی نولکشور صاحب یہاں آئے تھے مجھ سے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند معقول پسند آدمی ہیں۔ تمہارے مداح اور میں انکا ثناخواں ؎

بنام مولوی عبد الرزاق شاکر

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی عبد الرزاق شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالیشان مولوی مفتی اسد اللہ خاں بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچایئے۔ میں تو آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ مجھ کو باوجود شدت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے۔ چاہیے کہ اجزا اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل بھی پڑھی تھی جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہیں ؎

از زندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست
خود را بخاک رہگذر حیدر افگنم
منصور فرقۂ علی اللہیاں منم
آوازۂ انا اسد اللہ در افگنم

خدا کرے حضرت کو بھی واقعہ یاد ہو۔ اتحاد ہی دلیل مودت روحانی ہے۔ آپ کی مکرمی میر قاسم علی خاں کو سلام پہنچے۔ سال گزشتہ کی تعطیل کی طرح دلی آکر مجھ سے بے ملے نہ چلے جائیے گا۔ حضرت کو تو بالیقین سو کلام اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں یہ تنبیہ میری ارزش کی فوق ہو گئی ہیں آپ کے کلام میں تامل و تصرف کرنے کو بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری و ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی و جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے ؎

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
وہ عناصر میں اعتدال کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط لکھے اور بھیجے ہیں ان میں سے جو صاحب الی الآن موجود ہیں انسے بھی عند الضرورت اسی زبان مروج میں مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ باقی نثر کو تو اور رسالوں اور منشوروں اور کتابوں کی مجموع اجزا چھاپا ہو کر اطراف و اقصائے عالم میں پھیل گئے حال کی نثر کو کون فراہم کرے جو نثریں کہ مجموع دیکھا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئیں ہیں یا آئندہ ہوں گی انہیں کو جناب حضرت جلالت عظمت مقبول قلوب اہل سخن مستطیع طباع ارباب فن فرمایئے اور کلیات اعتبار کی تحریر پائیدار کو

پہونچکر آفتاب لب بام اور ہجوم امراض جسمانی و آلام رُوحانی سے زندہ در گور ہوں کچھ یاد چلا ابھی جاتا ہے نظم و نثر کی تالیف و کتاب کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اُسے جاتا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم رہیگا۔ پس اُمیدوار ہوں کہ آپ اُنہیں نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرہ اردوے سادہ و سرسری کو غنیمت جانکر قبول فرماتے ہیں اور درویش دلریش و فرو ماندہ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دُعا مانگیں۔ اللہ بس ماسوا ہوس ⁂

ایضاً قبلہ و کعبۂ فقیر پا در رکاب ہے سہ شنبہ چار شنبہ۔ اِن دونوں دنوں میں سے ایک دن عازم رامپور ہونگا۔ تقریب یہاں کے جانیکی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے وہاں رہنا ہوگا اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رامپور بھیجیں مکان کا پتہ لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اُٹھاتا ہوں۔ حسن اتفاق سے صلاح مخمس کے وقت دوست غمگسار یار وفاشعار علامۂ روزگار ختم العلماء المتبحرین مولوی مفتی صدرالدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقاؤہ حضور کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹتے اور آپکی شیرینی گفتار کے وصف میں تا دیر عذب البیان اور طیب اللسان رہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم اور بیان کے آپکے صفات حمیدہ سے واقف ہو کر بہت شاد و خورسند ہوئے نادیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ بتمنائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیے گا ⁂

بنام مولوی عزیزالدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی۔ قاسم جان کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے۔ ہاں اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسن خاں کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں

ڈاکٹر صاحب دہلی میں اور کالے صاحب کرنال میں ایک افسر صاحب عالیشان انگلستان تشریف لیگئے ہیں۔ ضیاءالدین خاں اور انکے بھائی مع قبائل و عشائر لوہارو میں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے آدمی کا نام نہیں۔ تمہارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ لاہو گئی ہوئی ہے کھیمی کی دکان نہیں سکتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدرالدین خاں لاہور ہیں۔ الٰہی بخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں ہے آپ بتکلفی حکیم احسن اللہ خاں اور میاں غلام نجف اور مرزا بیگ اور نبی بخش خاں سے اگرچہ انکی خبر نہ ہو گئیں۔ مفصل کہاں تک لکھتا ہوں خط روانہ کرتا ہوں اگرچہ سمجھا ہے پوسٹ پیڈ اگر تلف ہو جاتے ہیں چنانچہ قاضی محمد جلیل صاحب کا خط جسکا آپنے ذکر لکھا ہے انکی بھی پھوٹ جائیں اگر دیکھا ہو تو آپ انسے میرا سلام کہیے اور خط کے پہنچنے کی انکو خبر پہنچائیے

بنام مفتی سید عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نوازش نامہ آیا۔ میں نے اسکو حرز بازو بنایا۔ آپکی تحسین میرے واسطے سرمایۂ فخر و افتخار ہے نہ امیدوار کہ یہ فقیر حقیر اسقدر سمجھا جاوے نہ پیش نظر یہ طرح ہے بلکہ اگر دیکھا جائے۔ یعنی جو ہر سمجھا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے۔ بہت خوش ہوں کہ سمجھا بات کی تہ پہنچے ہو دیباچہ و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے۔ کلام کی حقیقت کی داد چاہتا ہوں۔ طرز عبارت کی داد چاہتا ہوں۔ نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ علم و ہنر سے عاری ہوں۔ لیکن پچپن برس سے سخن گزاری ہوں۔ مبدأ فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی اور سرمدی لایا ہوں۔ مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں۔ مناسبت خداداد۔ تربیت استاد۔ حسن و قبح ترکیب پہچاننے فارسی کے غوامض جاننے لگا۔ بعد اس تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا گیا ہے گویا اسی گرمی میں ابال کیا۔ لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا ہوں کہ تنگ آگیا

سماعت کا برسلف ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہی۔ عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع اور قاطع برہان کی ایک نمط ہی۔ برہان قاطع نے کیا لغتاً معنوی نہیں سکھ قطع کیا ہی جو آپنے اسکو قاطع لقب پایا ہی۔ برہان جبتک غیر کے کسی برہان کو قطع نکرے کیونکر برہان قاطع نام پاویگی۔ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریریں کیجیے گا وہ قاطع برہان کی صحت ہونیکو کام آویگی۔ قطعۂ تاریخ کا کیا کہنا گویا یہہ کتاب معشوق اور یہہ قطعہ اسکا کہنا ہی خدا تمہیں صاحب کا تیار شدہ اور بندگی فرمانبردار ہوں بعد عرض سلام سلام شعر پسند آنیکا شکر گزار ہوں آپکے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کیجائے وہ حق ہے لیکن میری شعر کی تعریف صرف خریداری دوکان بے رونق ہے۔

بنام عمدۃ الدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب

سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان طال بقاؤہ۔ تمہارا رقعہ پہنچا۔ جو کچھ تم نے لکھا ہے حقیقت ہے بیکس مع عیال و اطفال جیتا ہوں بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں قلم ہاتھ میں لیے بہت جی لکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہی تو کہہ لینگے ورنہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نواسی کا حال معلوم ہوا۔ حق تعالی اسکی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ چھوکری قسمت والی اور حرمت والی تھی۔ تمہاری استانی تمکو اور ظہیر الدین کو اور اسکی ماں کو اور اسکی بہن کو دعا کہتی ہیں اور میں پیار کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۹ جنوری ۱۸۵۸ء

ایضاً میاں حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہی کہ اب تک جیتا ہوں بھاگ نہیں گیا۔ نکالا نہیں گیا۔ لٹا نہیں کسی محکمہ میں اب تک بلایا نہیں گیا۔ معرض باز پرس میں آیا۔ آیندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شیر زماں خاں نے مجھے آگرہ سے خط لکھا انہیں ایک رقعہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیر الدین کے آج مجکو ضرور پڑا کہ اسکو تمہارے پاس بھیجوں۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا۔ ناچار بطریق ڈاک بھیجا جب انکو پہنچ جاوے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا۔ میں یہاں سے آگرہ کو روانہ کروں گا۔ غالب۔ مرسلہ دوشنبہ چہارم جمادی الاول ۱۲۷۴ھ مطابق

ایضاً صبح شنبہ ۲۱ اکتوبر ۱۸۶۵ء۔ اقبال نشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں کو غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے تشویش ہے۔ خدا کی قسم میں یہاں خوش اور تندرست ہوں۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے کہ پہر دن چڑھے تک پیر آدمی بھی روٹی کھا چکتے ہیں۔ شام کا کھانا بھی سویرے آتا ہے۔ کئی طرح کا سالن۔ پلاؤ۔ متنجن۔ پسندے۔ دونوں وقت روٹیاں خمیری۔ چپاتیاں۔ مربے۔ اچار۔ میں بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلو اچھا ہو گیا ہے۔ سقا۔ مشعلچی۔ خاکروب سرکار سے متعین ہے۔ حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہے۔ آج تک دو ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ تعظیم تواضع اخلاق کسی بات میں کمی نہیں۔ ظہیر الدین خاں بہادر کو دعا پہنچے۔ یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحب کے پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ اور انسے کہہ دو کہ وہ بات جو میں نے تم سے کہی تھی غلط ہے اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔ باقی خیر و عافیت ❊

ایضاً میاں تمہارا خط پہنچا۔ آج میں نے اسکو اپنے خط میں ملفوف کر کے آگرہ کو روانہ کیا۔ تم جو کہتے ہو کہ تمنے کبھی مجھکو خط نہیں لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو آپ بھی نہ لکھتے۔ انصاف کرو کہ کیا لکھوں کچھ لکھ سکتا ہوں کچھ قابل لکھنے کے ہے تم نے جو خط لکھا تو کیا لکھا اور اب جو میں لکھتا ہوں تو کیا لکھتا ہوں بس اتنا ہی ہے کہ اب تک ہم تم جیتے ہیں زیادہ اس سے نہ تم لکھو گے نہ میں لکھوں گا ظہیر الدین کو دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔ تمکو اور ظہیر الدین کو اور اسکی ماں کو اور اسکی بہن کو اور اسکی لڑکی کو تمہاری ماں دعا کہتی ہے اور دعائیں دیتی ہے۔ جمعیت حسن خاں کہ تمکا ہے اسکو دعا کہہ دینا۔ اسد اللہ۔ شنبہ ۲۳ دسمبر ۱۸۶۵ء

ایضاً میاں تمکو مبارک ہو کہ حکیم جی پر سے وہ سپاہی جو لگا ہوا تھا اٹھ گیا اور انکو حکم ہو گیا کہ اپنی وضع پر رہو۔ گھر میں رہو باہر جاؤ اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور ہر ہفتہ میں ایک بار کچہری میں حاضر ہوا کرو۔ چنانچہ وہ کل باغ کے [illegible] مرزا [illegible] کے مکان میں آ کر [illegible] آیا تھا۔ آج انکی زبانی [illegible] جی انکے دیکھنے کو چاہتا ہے مگر ان دنوں اچھا نہیں جا نہیں سکتا [illegible] سنا ہے کہ وہ [illegible] انکے پاس آئے ہیں [illegible] ملاقات [illegible] چلی جائیگی [illegible] مر گیا

قدم شریف میں سنتا ہوں آج پانچواں دن ہے کہ حکیم محمود خاں مع قبائل و عشائر پٹیالہ کو گئے ہیں۔ بمقتضائے وقت اپنی سکونت کا مکان چھوڑ کر یہاں آ رہا ہوں اس طرح کہ محلسرا میں زنانہ اور دیوانخانہ میں مردانہ۔ پنشن کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہے۔ دیکھیے بعد کیفیت کے جانے کے پنشن ملتا ہے یا جواب۔ پنجشنبہ ۱۲ شعبان ۱۲۷۴ھ مطابق یکم مئی ۱۸۵۸ع ٭

ایضاً بھائی ہوش میں آؤ۔ میں نے تم کو خط کب بھیجا اور میں نے کب لکھا کہ شیر زماں کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ میں نے ایک لطیفہ لکھا تھا کہ شیر زماں خاں نے پھر دو خط میں بندگی لکھی تھی اور میں وہ بندگی اُن کی تم کو پہنچاتا ہوں تم کو بھیجا ہے۔ بس بات اتنی ہی تھی۔ وہ بندگی لکھی ہوئی گویا اٹھی ہوئی تھی سو حضرت کو بھیج دی۔ تمہاری خاطر جمع رہے ٭

ایضاً میاں چاول پہنچے۔ بہت خوب ہیں۔ لمبے نہیں۔ پتلے نہیں۔ مگر نہایت خوشبو دار ہیں۔ اور یہ چاول آئیں۔ ایک روپیہ کے خرید کر کے بھیجو۔ باسمتی چاول قابض ہوتے ہیں اور یہ چاول قابض نہیں ہوتے۔ پرسوں شام کو میر حیدر الدین کہتے تھے کہ حکیم غلام نجف خاں کے پاس ایک کاتب ہے۔ بھائی دس بارہ جزو کی ایک کتاب نثر کی مجھ کو لکھوانی ہے۔ تم معلوم کرو کہ وہ صاحب روپیہ کے کے جزو لیں گے اور روز کس قدر لکھ سکتے ہیں۔ یہ تم جواب لکھو اور پھر دوپہر کے بعد ان کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں ان کو کاغذ اور نسخہ روانہ کر دوں۔ ظہیر الدین کو دعا کہو اور اس کا حال لکھو۔ غالب ٭

ایضاً حکیم غلام نجف خاں سنو۔ اگر تم نے مجھے بنایا ہے اپنا استاد اور باپ کہتے ہو یہ امر از روی تمسخر ہے تو خیر اور اگر از روئے اعتقاد ہے تو میری عرض مانو اور میر سنگھ کی تقصیر معاف کرو۔ بھائی انصاف کرو اگر حکیم احسن اللہ خاں سے رجوع کی اور وہ تمہارے بھائی بھی ہیں اور تمہارے استاد بھی ہیں۔ اگر گھبرا کر حکیم محمود خاں کے پاس گیا تو وہ تمہارے باپ ہیں تم کو نسبت تلمذ کی ہے اور انہی سے آج تک پڑھتے ہو۔ بس یہ غریب تمہارا نوکر اگر گیا تو تمہارے ہی علاقہ میں گیا وہ بھی گھبرا کر اور خفقان سے تنگ آ کر۔ اب جو حاضر ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اس پر نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور حال اس کا اچھا کرو۔ والتماس طالب غالب

ایضاً میاں پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو کہیں اور جائینگے یا یہاں آئینگے اگر یہاں آئینگے تو کبتک آئینگے پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو اور اسمیں لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام الدین اور میرے خط کا جواب نہ لکھیں خدا جانے مجھ سے کیا تقصیر ہوئی ہے۔ نجات کا خواہاں اور تمہارے رقعہ کے جواب کا طالب غالب ٭

ایضاً بھائی میں تمکو کیا بتاؤں کہ میں کیسا ہوں۔ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے پھوڑا بدستور ہے۔ سیلان ہے۔ خیر محل اندیشہ نہیں ہے بہر صورت مادہ نکل جائیگا اس سے زیادہ خستہ و افسردہ ہوں قبض کہ وہ دشمن جانی ہے ان دنوں میں حد کو پہنچگیا ہے بہرحال ع مرگیست بنام زندگانی چمن عوض کی جگہ ہے ایک مکان ہے دلکشا۔ کوچہ کی سیر۔ بازار کا تماشا۔ دو کمرے۔ دو کوٹھریاں آئینہ سا صحن وسیع۔ اسکو چھوڑ کر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خوروں کا مجمع۔ گوہ کے ڈھیر۔ کہیں حلالخوروں کا بچہ ہگ رہا ہے کہیں بیل بندھا ہوا ہے کہیں گھوڑا کھڑا ہوا ہے عیاذاً باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان میں تمنے وہ مسودہ کیوں نہیں بھیجا۔ میں خدمتگاری کو آمادہ ہوں۔ نجات کا طالب غالب ٭

ایضاً صاحب تم سچ کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ خاں کی غمخواری و مددگاری کا کیا کہنا ہے مگر اور سے مجکو لینا نہیں یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھکو کچھ نہ آئیگا بفرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ سو وہ بھی مجھکو بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے انکا قرض ادا کیا جائیگا۔ اچھا نا اگر چلا [illegible] کرکے پانسو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو میاں فضل کو دیکر مجکو لکھنا باقی کیونکر آئیں جسطرح لکھوں اسی طرح کرنا۔ لو صاحب شیخ چلی نے خیالی پلاؤ پکالیا۔ اب داد دو۔ نواب صاحب کا اخلاص ملحوظ رہنا ضرور ہے آج منگل کا دن ۴ جمادی الثانی کی اور ۲۴ اکتوبر کی ہے کھانا نکلی اور گھوڑوں اور بیلوں کو گھانس دانہ ملنے کی نقدی ہو گئی لیکن اسمیں میرا فائدہ ہے نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی ہے جشن شہزادہ

ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اُسکی ہے بعد جشن کے رخصت ہونگا خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تمکو دیکھتا ہوں۔ ظہیر الدین خاں کو دعا ◆

ایضاً صاحب کل آخر روز تمہارا خط آیا میں نے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ پھر بھائی ضیاء الدین خاں صاحب کی پاس بھجوا دیا یقین ہے کہ انہوں نے پڑھ لیا ہوگا ما کتب فیہ کیا ہوگا۔ تمہارے یہاں نہ ہونیسے ہمارا جی گھبراتا ہے کبھی کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہے کہو اب خیر سے کب آؤ گے کئی برس کے جینے کے دن وہ دکھاؤ گے یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو بدستور ہے ۔ زمیں سخت ہے آسماں دور ہے ◆ جاڑا خوب پڑ رہا ہے تونگر دوست ہے مفلس سردی سے اکڑ رہا ہے آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا۔ عرق کے نہ کھنچنے کی قید شدید فساد اسباب حضر السداد دروازۂ آبکاری ہے۔ اُدھر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مولوی فضل رسول صاحب حیدر آباد گئے ہیں۔ مولوی غلام امام شہید آگے سے وہاں ہیں محی الدولہ محمد یار خاں شوکت جنگ نے ان حضرتوں کو وہاں بلایا ہے پر یہ نہیں معلوم کہ وہاں انکو کیا پیش آیا ہے اگر تم معلوم کر سکو یا کچھ تمکو معلوم ہو گیا ہو تو مجکو ضرور لکھو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ کیوں ظہیر الدین کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجکو الگ لکھتا یا اپنے باپ کے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا۔ حکیم غلام نجف خاں خط لکھنے بیٹھے تیری بندگی لکھ دی۔ تیرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں اس بندگی کی آگے آپکی بھی کیا خوشی۔ غالب صبح یکشنبہ

ایضاً بھائی میرا ذکر سنو۔ ہر شخص کو غم موافق اسکی طبیعت کے ہوتا ہے۔ ایک تنہائی سے نفور ہے ایک تنہائی کا منظور ہے۔ تأہل میری موت ہے۔ میں کبھی اس گرفتاری سے خوش نہیں رہا پیالہ جانا میں ایک حبس کی ذلت تھی اگرچہ مجکو دولت تنہائی میسر آجاتی لیکن اس تنہائی چند روزہ اور تجرید مستعار کی کیا خوشی۔ خدا نے لا ولد رکھا تھا شکر بجا لاتا تھا خدا نے میرا شکر مقبول و منظور نہ کیا یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نصیب ہے یعنی جس بلا کا طوق تھا اوسکی دو ہتکڑیاں بھی پڑگئیں خیر اسکا کیا رونا ہے قید جاودانی ہے۔ جناب حکیم صاحب کی توجہ و عنایت یہاں تک ہے کیا لکھوں کہ آنکے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا خدا انکو زندہ رکھے یہاں میں کثیر الاحباب شخص ہوں سینکڑوں بلکہ ہزاروں دوست

اس باسٹھ برس میں مر گئے۔ خصوصاً اس فتنہ و آشوب میں تو شاید کوئی جاننے والا نہ بچیگا۔ اس رہگذر جو دوست اب باقی ہیں بہت عزیز ہیں۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اب ان احباب میں سے کوئی میرے سامنے نہ مرے کیا معنے کہ جو میں مروں تو کوئی میرا یاد کرنیوالا اور مجھ پر رونیوالا بھی تو دنیا میں ہو۔ مصطفےٰ خاں کا حال سنا ہوگا۔ خدا کرے مرافعہ میں چھوٹ جاوے ورنہ حبس ہفت سالہ کی تاب اُس نازپروردہ میں کہاں۔ احمد حسین میکش کا حال کچھ تمکو معلوم ہے یا نہیں مخنوق ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی شہر میں تھا ہی نہیں۔ پنشن کی درخواست رکھی ہے بشرط اجرا بھی میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہاں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ میری صفائی اور بیگناہی کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ موافق قول عوام چھوٹے علاقے ٹوٹ گئے مجکو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا فارغ البال اور خوشحال رہتا یہ بھی خبط ہے جو میں کہتا ہوں خدا جانے پنشن جاری ہوگا یا ہوگا۔ احتمال تفتیش و تنعم بشرط تحقیق صورت اجرای پنشن میں سوچتا ہوں اور وہ موہوم ہے بیدل کا شعر مجکو مزہ دیتا ہے ؎ نہ شام

ما را سحر نویدی نہ صبح ما را دم سپیدی * چو حاصل ماست نا امیدی غبار دنیا بفرق عقبی

عزیز جی تمسے باتیں کرنیکو چاہا جو کچھ دل میں تھا وہ تمسے کہا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ از غالب

ایضاً جان جانان و از جان و جانان عزیزتر حکیم غلام نجف خاں سلمہ اللہ تعالیٰ قبلہ تمکو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے ذکی وغیرہ کے وہ جو ان میں عزیز بھی تھے یہ سب ان کے کنبے کے لوگ کس طرح صورت نہیں معلوم کہ کیونکر نکلے۔ پیادہ یا سوار تھے تنگدست یا مالدار۔ مستورات کو تو تکلیف نہیں دی ذکو کا حال کیا ہوا اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں رہے اور کہاں پہنچے۔ سرکار انگریزی میرٹھ سے مورد تفقد و ترحم ہیں یا نہیں۔ رنگ کیا نظر آتا ہے۔ جبر کسر کی توقع ہے یا نہیں فضل حسین خاں کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرزا مغل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل اللہ خاں مرحوم کا خویش ہے اسکی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں او خانی ہے

پہر کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا - اگر آپکو معلوم ہو تو اسکا حال بالانفراد لکھیئے - خواجہ جان اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضرور ہی تحریر فرماؤ اور یہاں جہاں آپ جانتے ہونگے علی محمد خان کمبوہ جو مہر منشی عزیز اللہ خان کا خویش ہے اگر کچھ پتہ اسکا بھی ذکر سنا ہو تو پتہ اسکا نیز مطلوب ہے - جواب طلب جواب جلد

ایضاً بھائی تمہارے رقعہ کا جواب پہلے تمکو شیر زمان خان نے دیا ہوگا - پہر ظہیر الدین خان نے کسی کہا ہوگا - کہو کسی طرح شہر میں تمہاری رہنے کی بھی ٹھہری یا نہیں تمہیں کس ارادہ کو ہیں کا پہرا ہے میری جان تم نہیں جانتے ہو مجھکو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں رہنا باجازت سرکار کو منظور ہے اور باہر نکلنا بے شک ممکن نہیں پھر کیا کروں کیونکر وہاں آؤں شہر میں تم آؤ تو جرأت کرکے تمہارے پاس چلا آتا - شیر زمان خان صاحب ایکبار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤنگا مگر نہیں آئے - خدا جانے اُنکے والد کی رہائی ہوئی یا نہیں - اگر تمسے ملیں تو میرا سلام کہنا اور اُنکو میرے پاس بھیجنا اور کہنا اُنکو والد جو حال اُنکی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجھکو لکھ بھیجو - ظہیر الدین کو دعا - از غالب

ایضاً بھائی ہاں غلام فخر الدین خان کی رہائی زندگی دوبارہ ہے خدا تمکو مبارک کرے بیٹا ہے کہ بھائی ہے بھی اُن معدودوں میں جا ملا - یہ بھی ایک بخت ہے - خدا سب کا بھلا کرے مجھکو بھی کلکٹر نے بلا بھیجا تھا صرف اتنا ہی پوچھا کہ غدر میں تم کہاں تھے جو سنا تھا وہ کہہ دیا وہ ایک خط آمد ولایت میں پڑھ گئے تفصیل لکھ نہیں سکتا - اتنا اندازہ ہے پنشن کا بحال برقرار رہنا معلوم ہوتا ہے مگر پیادہ ہی ملے پیچھے ملتی نظر نہیں آتی - میاں بالادین کیا فساد برپا ہوا ہے - خدا خیر کرے - واسطے خدا کے جو تمکو معلوم ہوا ہو اور جو معلوم ہو جاوے اُس سے مجھکو بھی اطلاع دینا - غالب

ایضاً برخوردار سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان کو میری دعا پہنچے - تمہاری تحریر پہنچی تم جیتے رہو خط کیوں نہ لکھا کرو - خط لکھا کرو بیرنگ یا پوسٹ پیڈ جسطرح چاہو اپنے آدمی کے ہاتھ اُنکا گھر بھیجا ہے اُسکا اُنکا پتہ ضرور نہیں - ڈاک گھر کے پاس ڈاک منشی میرا آشنا ہے ایکا کام کردیا کیجئے

ڈیوڑھی پر جاؤ اور جتنے خط جمع ہوں وہ لو۔ ایک مضبوط کاغذ کا لفافہ کرو اور بیرنگ لکھ کر کلیان کے ہاتھ ڈاک گھر میں بھجوا دو۔ اور اپنے خط میں جو حال شہر میں تازہ ہو مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور ظہیر الدین خاں کو دعا کہنا۔ اب میرا حال سنو۔ تعظیم و توقیر ملاقاتیں تین ہوتی ہیں۔ ایک مکان کہ وہ تین مکان پر مشتمل ہیں رہنے کو ملا ہے۔ یہاں پتھر تو دوا کو بھی میسر نہیں۔ خشتی مکان گنتی کے ہیں۔ کچی دیواریں کھپریل سارے شہر کی آبادی اسی طرح ہے۔ مجکو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ گفتگو درمیان نہیں آئی۔ میں خود نہ لونگا ابتدا نہ کرونگا وہ بھی مجھ سے بالمشافہہ نہ کہیں گے۔ مگر بواسطہ کارپردازان سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں۔ میں سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پا جائیگی لیکن آجتک کہ جمعہ آٹھواں دن میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا دونوں وقت سرکار سے آتا ہے اور وہ سبکو کافی ہوتا ہے۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ پانی کا شکر کس منہ سے ادا کروں۔ ایک دریا ہے کوسی۔ سبحان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت ہے۔ صاف۔ سبک۔ گوارا۔ سریع النفوذ۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمے سے محفوظ ہوں۔ صبحکو بھوک خوب لگتی ہے لڑکے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہاں ایک عنایت تو دو دن سے کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائیگا۔ والدعا۔ جمعہ۔ ۳ فروری سنہ ۱۸۶۰ء۔

ایضاً میاں غضب ہو گیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ بارے آج سہ شنبہ ۱۴ فروری صبح کے وقت یہ لفافہ پہنچا۔ اور اسیوقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹنٹ گورنر بہادر کا نہیں۔ یہ خط نواب گورنر جنرل بہادر کے چیف سکرٹر کا ہے ترجمہ اسکا یہ ہے۔ از دفتر خانہ سکرٹر اعظم۔ حکم دیا جاتا ہے کہ عرضی بھیجنے والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد فرمائیں گے۔ از کیمپ لدھیانہ ۲۸ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء یہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ مراد آباد آیا چاہتے ہیں مرادآباد یہاں سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحب دو چار دن میں پھر آئینگے اگر انکی ملاقات کو مرادآباد

جائینگے۔ مَیں بھی ساتھ جاؤنگا۔ اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلّی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیان آتی ہے جو واقع ہوگا تمہیں لکھونگا۔ یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو۔ تمکو جو خط لکھتا ہوں گویا تمہاری اُستانی کو لکھتا ہوں۔ کیا تمسے نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سُناؤ۔ اُنکو خیال ہوگا کہ انگریزی خط میں کیا لکھا ہے۔ تم یہ خط میرا ہاتھ میں لئے جاؤ اور حرف بحرف پڑھ سُناؤ۔ لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں۔ کبھی میرا دل بہلاتے ہیں۔ کبھی مجھکو ستاتے ہیں۔ بکریاں۔ کبوتر۔ بٹیریں۔ تکّل۔ کنکوا۔ سب سامان درست ہے۔ فروری مہینے کے دو دو روپے لیکر دس دن میں اُٹھا ڈالے پھر پرسوں چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جان کچھ ہمکو قرض حسنہ دو۔ ایک روپیہ دونوںکو قرض حسنہ دیا گیا۔ آج ۱۴ ہے مہینا دُور ہے دیکھئے کَے بار قرض لینگے یہانتک نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائیگا وہ مفصّل تمکو لکھونگا اور تم اپنے والد کو سُنا دینا اور ہاں بھائی یہ بھی گھر میں پوچھ لینا کہ کدارناتھ نے اندر باہر کی تنخواہ بانٹ دی میں نے تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیجدی ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۴ فروری ۱۸۶۱ع

ایضاً صاحب تمہارے دو خط متواتر آئے۔ ظہیر الدین خاں کا آگرہ جانا میرا خط اُسکا موسوم تمہارے پاس پہنچنا اور اُسکا آگرہ کو روانہ ہونا۔ ظہیر الدین کی دادی کا بعارضۂ سُرفہ و سعال رنجور ہونا کدارناتھ کا مجھسے خفا ہونا مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا۔ فضل حسن سے میرے واسطے دریوزہ تفقد کرنا یہ مدارج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط تمنے کیوں کھولا وہ مغلوب الغضب ہے تم پر خفا ہوگا اُس کی دادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ایک نسخہ اُسکے پاس ماء اللحم کا ہے وہ کھچوا دو اور ذرا خبر لیتے رہو۔ کدارناتھ لڑکا ہے وہ مجھسے کیا خفا ہوگا روپیہ جو خزانہ میں جمع ہوگا آخر وہی لائیگا خفا میں ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میرا تمسک نہ دیا اور چھٹا حصّے کا نہ بانٹا۔ مکان کے روکنے کو اور کسطرح لکھوں۔ شہاب الدین خاں کو لکھا۔ شمشاد علی بیگ کو لکھا۔ ابتمکو لکھتا ہوں

ستمبر کے بھر دی آیا ہوں ۔ اکتوبر ۔ نومبر ۔ دسمبر بابت ۱۸۶۶ء آگر دونگا ۔ بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سالانہ بھی بطریق ہنڈوی بھیجدونگا ۔ اسمعیل خاں صاحب کو میری دعا کہو اور کہو ڈیوڑھی کی سیڑھی بنوا دیں اور حویلی کے پائخانہ کی صورت درست کرادیں ۔ ہائے قسمت اس قسمت پر لعنت کہ میاں فضل حسن میرے مربی اور محسن نہیں اور پھر وائے محرومی کہ مطلب برآری نہ ہو خدا کرے نہ ہو ۔ لونڈوں کا احسان زہرِ قاتل ہے فضل اللہ خاں میرا بھائی ہے اُسکا احسان مجھکو گوارا سو بار اس سے کہا اور ہزار بار کہونگا ۔ خیر جو ہوا سو ہوا اب آپ اُن سے زنہار نہ کہیئے گا اور نہ لکھیئے گا اگر کچھ ہو تو فضل سے کہو ۔ والدعا ۔ نواب صاحب دو گھڑی سے آج شام کو یا کل آجائینگے ۔ جشن جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں ۔ نجات کا طالب غالب یکشنبہ ۱۲ نومبر ۱۸۶۶ء ۔ صبح کا وقت ۔

ایضاً شنبہ ۳ ذیقعدہ ۔ یکم اپریل ۔ میاں تمہارا گلہ میرے سر و چشم پر لیکن میرا حال سن لو اور اپنے ہم قیاس پر عمل نہ کرو ۔ پہلے ظہیر دلپذیر کا خط آیا ۔ پڑھتے ہی اُسکا جواب لکھ رکھا دوسرے دن ڈاک میں بھجوایا ۔ مضمون بتغیر الفاظ یہ کہ تم جو پھوڑے پھنسی میں مبتلا رہتے ہو اسکا سبب یہ کہ مجھ میں تمہارا لہو ملتا ہے اور میں احتراقِ خون کا پتلا ہوں ۔ پھر تمہارا خط آیا ۔ تیسرے دن اسکا جواب بھجوادیا ۔ مضمون یہ کہ تم سے تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے مل گیا اور وہاں پہنچتے ہی مجھکو خط لکھا رسید ڈاک گھر سے ملتی نہیں ۔ خط دونوں بیرنگ تھے ۔ یہاں کے ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ میرے وہ دونوں خط رہ گئے ہوں ۔ شیخو پور کی ڈاک کے ہرکاروں نے نہ پہنچایا میرا کیا قصور ہے البتہ سر نامہ پر صرف بستی کا نام اور تمہارا نام تھا ۔ محلہ کا نام نہ تھا ۔ شاید اس سبب سے خط نہ پہنچا ایسے وقت تمہارا خط آیا ۔ میں نے لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھیں اب عنایت اللہ کو تمہارے گھر بھیجتا ہوں اور پچھوا منگواتا ہوں کہ پتا وہاں سے کیا لکھا جاتا ہے ۔ لو صاحب عنایت اللہ آیا اور یہ پرزہ لایا ہے یہ سرنامہ کا لکھتا ہوں مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا ۔ کل بھیجدونگا ۔ حکیم ظہیر الدین خاں کو دعا ۔ بیٹیا اسوقت مجھ میں دم نہیں دعا پر قناعت کر ۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں بھیج چکا ہوں

چھوٹے پر لعنت۔ تو بھی کہیں [illegible] ہو۔ نواب مصطفیٰ خاں کل شہر میں آگئے۔ مع قبائل آئے ہیں۔ فی الحال میں چھوٹے لڑکوں کے ختنے اور ذی الحجہ میں محمد علیخاں کی شادی کرینگے۔ آج پانچواں دن ہے شہر میں مرغ کی انڈے برابر اولے پڑے۔ کہیں کہیں اس سے بڑے بھی۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جدید آئے دربار کیا۔ میری تعظیم و توقیر عنایت میری تمنا سے زیادہ کی۔ آؤگے تو مفصل سن لوگے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میاں آج صبح کو تم آئے تھے میں اس ٹکٹ کے قصے میں الجھا کہ تم سے کہنا بھول گیا۔ اب میر عنایت حسین صاحب تمھارے پاس پہنچتے ہیں۔ جس امر میں یہ تم سے کوشش چاہیں تم کو میری جان کی قسم بدل متوجہ ہو کر اس کام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر صورت سعی خدا کے ہاں سے تم کو بڑا اجر ملیگا اور میں تمھارا ممنون ہونگا۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میاں بہت خجّت ہو کر اس دن مرادنگر میں آیا۔ دوسرے دن بھی جمعہ کو میرٹھ پہنچا۔ نواب مصطفیٰ خاں نے ایکدن رکھ لیا آج شنبہ ۱۸ جنوری یہاں مقام ہے۔ نو بج گئے ہیں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مفت کا کھانا ہے۔ خوب پیٹ بھر کر کھاؤنگا۔ کل شاہجہاں پور۔ پرسوں گڑھ مکتیسر ہونگا۔ مرادآباد سے پھر تم کو خط لکھونگا۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھے ہوئے انکی دادی کو بھجوا دیئے ہیں تم اپنے نام کے خط کو لیکر ڈیوڑھی پر جانا اور شتابی کو پڑھ کر سنا دینا اور خیر و عافیت کہدینا۔ خان صاحب کو میرا سلام نیاز اور ظہیر الدین [illegible] کو دعا کہدینا۔ [illegible] [illegible] مقامات مختلف کا [illegible] تم [illegible] پوچھا [illegible] اس سے پہونچنا [illegible] کہدینا کہ رام پور گیا [illegible] معلوم ہو جائے [illegible] نجات کا طالب غالب۔ شنبہ ۱۸ جنوری [illegible]

ایضاً برخوردار حکیم غلام نجف خاں کو فقیر غالب [illegible] کی دعا [illegible] پھر دن چڑھا [illegible] رام پور [illegible] پہنچا [illegible] جمادی الاول [illegible]

دونوں لڑکے دونوں گاڑیاں اور تھوڑا آدمی سب پہنچے ہیں آپ بھی جاتے ہیں رات بخیر گزرے بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائینگے گھبرایا ہوا ہوں تیسرا دن ہے پاخانہ پھرنے کو۔ لڑکے بخیر و عافیت ہیں اپنی استانی سے کہہ دینا۔ مرزا شہاب الدین خاں کو نواب ضیاء الدین خاں کو سلام۔ میرا رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا۔ ضرور ضرور ظہیر الدین کو دعا سے خفا ہوگا اسکو میری بندگی کہنا۔ غالب +

بنام حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب

پنجشنبہ ۲ نومبر ۱۸۶۵ء۔ اقبال نشان حکیم ظہیر الدین احمد خاں کو فقیر غالب علیشاہ کی دعا پہنچے۔ کہو میاں تمھارا مزاج کیسا ہے اور تمھارے بھائی مرزا تفضل حسین خاں کیسے ہیں اگر [illegible] تو میری دعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا۔ اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ تمھارا خط میرے خط کے جواب میں تھا اسمیں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ سنو میاں ظہیر الدین تم اپنے دادا کے پاس ابھی چلے جاؤ اور ان سے میری اور دونوں لڑکوں کی خیر و عافیت کہو اور پوچھو کہ مرزا شہاب الدین خاں نے اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپے پہنچا دیئے یا نہیں۔ کیدار ناتھ ڈیوڑھی پر آکر جعفر بیگ وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں۔ اچھا میرا بیٹا۔ یہ دونوں باتیں اپنی دادی سے پوچھ کر جلد بلا دیر کے بھیجو۔ خط کے جواب کا طالب۔ غالب +

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خاں بنام [illegible] عالی الشان

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ [illegible] تسلیم بجا لاتا ہوں [illegible] ہزار زبان سے اس توجہ مرحمت فرمانیکا شکر [illegible] دم بند اور رنج کر شک سی بجلی گر پڑی۔ [illegible] استغفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جھوٹ [illegible] وہ تو سچ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف [illegible]

آگ دہکائیں تو دھواں ہو۔ گولہ چھرا اگرچہ انہیں بھریں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف آگ کی آواز پیدا ہے
نئی ترکیب اس مینا کاروبار ہی کی آواز اور اس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائی دے دشمن
سُننے تو ہیبت سے اُسکا کلیجہ پھٹ جائے۔ آواز کا صدمہ اگرچہ صدا کے صُور سے دُونا ہے مگر ہمیں یہی کہتے بن آتا
ہے کہ صُور کا نمونا ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہے دیکھو تو کیسی تدت ہے توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ
رُوبرو آئے وہ ڈھہ جائے دانا آدمی اسے زنجیری گولہ کہتے ہیں کہ توپ میں سے نکل کر پھر اُسی میں اُلجھ رہتا ہے
اچھے میرے چچا جان یہ توپ کسنے بنائی اور بٹھائے ہاتھ کہاں سے آئے جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے
اب شہر میں جابجا اسی کا بیان ہے۔ حق تعالیٰ شانہ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے۔
اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عزت و کرامت رکھے ؂

بنام نواب میر ابراہیم علیخان صاحب بہادر المتخلص بہ وفا

ولی نعمت کو غالب کی بندگی پہ بسبب ضعف پیری کے خدمتگزاری میں درنگ واقع ہو جاتی ہے تو معاف رہوں
قاصر کبھی نہ رہونگا ان شاء اللہ العظیم۔ دو غزلوں میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے دوسری غزل ہفتہ آئندہ میں
پہنچ جائیگی ضعف اعضا اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکھوں۔ دو تین دن ہوئے کہ قبلہ و کعبہ
میر عالم علیخاں کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ آزردہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی تمہیں پہنچیں دیکھئے اس سہو کو کہ کسکی
غزلیں کسکو پہنچیں خدا ایسی ہے کہ اتنا بھی یاد نہیں آتا کہ آزردہ کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے
شاید کوئی بندۂ خدا کو حضرت کی غزلیں بھیجی ہونگی خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب کیطرح
کے پاس بھیجی ہو تو میر صاحب مجھ پر تہمت نہ بھیجیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اُن غزلوں کو جو آپ کی آئی ہیں لکھونگا
لیکن یہ اسکی عمر کی خوبی ہے آپ میر صاحب قبلہ کو خط پہنچا دیجئے۔ لطف و کرم کا طالب غالب۔ ۲ اکتوبر سنہ ۱۹۶۶ء
ایضاً سیّد صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علیخاں بہادر غالب علیشاہ کا سلام وہ غزل جسکا مطلع یہ ہے
؎ بس شوق قتل سے جو ہے گم ہو گئی ہے چھری نکالکر بھیجئے اور قصور معاف کیجئے یہ غزل جو اس غزل کے بعد پہنچی

فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہیں میر صاحب قبلہ سید عالم علیخان بہادر کی دو غزلیں پہنچیں مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں رجب کے مہینے میں وطن کو جاؤنگا اور وہاں سے تیری پاس آؤنگا آج بحساب جنتری ۲۷۔ اور از روی رویت ۲۶ رجب کی ہے غزلیں انکی موجود مگر بھیج نہیں سکتا آپ میری بیگناہی کے گواہ رہیں قبلہ ضعف نے مضمحل کر دیا ہے حواس بجا نہیں اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے تہترواں سن شروع ہو گیا ہے۔ غذا باعتبار آرد و برنج مفقود محض صبح کو پان سات بادام کا شیرہ ۱۲ بجے آب گوشت۔ شام کو چار کباب تلے ہوئے بس آگے خدا کا نام ہاں حضرت جناب حکیم سید احمد حسن صاحب کی تحریر سے کچھ حال ناسازی کا اخوان احباب سے معلوم ہوا اور علم باعث توزع ضمیر ہے متوقع ہوں کہ اس شکوہ کے رفع ہونے سے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کو آگہی بخشئے اور اس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرمائیے گا۔ اسد بے دستگاہ۔ پنجم دسمبر ۱۸۶۶ع ✤

رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔ ✤ –

ایضاً پیر و مرشد جناب سید ابراہیم علیخان صاحب کو بندگی۔ غزل پہنچتی ہے خط از روی احتیاط بیرنگ بھیجا ہے قبلہ آپکے بھائی صاحب میر عالم علیخان صاحب مجھپر کیوں خفا ہیں کہ اپنی غزل نہیں بھیجتے یہ امر انکے خاطر نشان ہو جاے کہ غالب آپکے دادا کا غلام اور خدمت بجا لانیکو آمادہ ہے جواب کا طالب غالب۔ نہم ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ ہجری ✤

ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم۔ و بجناب میر ابراہیم علیخاں بہادر کورنش مقبول باد تصویر مہر نیمروز مجھے پہنچی اور میں نے رسید لکھ بھیجی۔ عجب ہے کہ آپکو اسکے پہنچنے میں تردد ہے امسال فقیر نے جو اپنی خاکساری کی تصویر میاں دادخاں کی معرفت نذر کی ہے یقین ہے کہ وہ بھی پہنچی ہوگی دونوں غزلیں بعد اصلاح کے بھیجتا ہوں اپنی غزل آپ رکھ لیں اور سید صاحب کی غزل انکو حوالہ کر دیں نجات کا طالب غالب ۱۲ رجب

ایضاً جناب تقدس انتساب سید صاحب و قبلہ والا مناقب عالیشان نواب سید ابراہیم علیخاں بہادر مدظلہ العالی بعد بندگی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خانصاحب مدظلہ العالی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپکے گھر مولود مسعود پیدا ہوا میں نے ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب ممدوح کا جو انہوں نے یہاں

[illegible]

بھیجا تھا وہ بھی چھپوا دیا اور تین قطعے تاریخی بہاری لال مشتاق اور میر فخر الدین مہتمم مطبع کے جو یہاں تاریخیں لکھی تھیں وہ چھپوا دیں چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہوں

رباعی

حق داد بہ سید زہے الطافش ۔ فرخ پسری کہ واجب ست اکرامش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش ۔ ارشاد حسین خاں کہ باشد نامش

قطعہ

غالب بحساب سنین ہجری ۔ معلوم کن از خجستہ فرزند
چوں یکصد بست ۱۲۴ و چار ماند ۔ این ست شمار عمر دلبند

یہ تو ظاہر ہے کہ ۱۴۰۹ ہیں خجستہ فرزند کے اعداد میں سے سنہ ۱۲۸۵ھ لے لئے تو ایکسو چوبیس ۱۲۴ بچتے ہیں انکو میں نے عمر دعای عمر مولود قرار دیا حقتعالیٰ اس مولود کو تمہاری مانند عمر طبعی کو پہنچائے۔ خط کی رسید کا طالب غالب

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یارب یہ ایک خط جو مجھکو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے اُدھر سے اظہار آشنائی ہے میر نظر سے یہ بھی پائی ہے کہ مجھکو انکی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی۔ سوچتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی خانۂ نسیان خراب عشرۂ ثامنہ کے مرحلہ کا رہ پیما ہوں شاید اگر جیونگا تو رہا سہا بھی مجھکو علم نہ رہیگا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں ۸۵ برس کی عمر ہوئی حواس ظاہری میں سے سامعہ و شامہ باطل حواس باطنی میں سے حافظہ زائل۔ بسبب نسیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدایا کیا اس عمر میں سب آدمی ایسے خرف ہو جاتے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپکو سید لکھوں۔ مولوی لکھوں۔ خان لکھوں۔ خط میں تو خیر کچھ لکھدونگا خط کا کیا عنوان لکھوں۔ بندہ پرور فقیر معاف رہے۔ حضرت کا دل غبار کدورت سے صاف ہے مولوی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو جانتا ہوں بلکہ انکا احسان مند ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر انکے خطوط آتے رہتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھکو یاد دلاتے رہتے ہیں نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ نامہ پیما ہوئے ہیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد نہ دلائیں بہر حال تمہارا دعا گو ہوں۔ خیر میں جو ہوں۔ اس خط

جواب میں کچھ ایسا لکھو کہ تمکو پہچان جاؤں کب ملے تھے کے ملاقاتیں ہوئی تحقیق سے اے جان جاؤں نثر کے شیوہ و انداز کا ڈھنگ اچھا ہے خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر بھی ہو تخلص کیا ہے نامہ نگار کا حال تفصیل اجمال یہ ہے کہ سیاحت سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایت سے محظوظ رہا ہوں بیوفائی کا داغ نہیں لگا ہے ہمنشین قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے۔ زندگی کا رنگ اچھا دیکھتا ہوں۔ دیکھئے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں یہ مکرم مخدوم آپکے ہمنام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب عالیمقام ظاہرا بہت درویش نواز ہیں کہ اس گمنام گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے۔ میری طرف سے سلام باشتیاق تمام پہنچائیے۔ والسلام راقم جواب کا طالب۔ اسد اللہ المتخلص بہ غالب

ایضاً مخدوم مکرم مولوی سید احمد حسن خاں صاحب باور کریں کہ یہ درویش گوشہ نشین تمہارا دوست اور تمہارا دعاگو ہے تمہاری نثر کی طرز پسند تمہاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمتگزاری منظور ہے

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۷۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلال قویٰ ضعف دماغ۔ فکر مرگ۔ غم عقبیٰ۔ جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں میں اب وہ نہیں ہوں نظم و نثر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے ورنہ جوہر فکر کی درخشندگی کہاں۔ بوڑھا پہلوان پیچ بتاتا ہے زور نہیں کر سکتا۔ بہرحال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ آپ بے تکلف اپنا کلام بھیجا کریں دیکھنے کے بعد حسب اصلاح خدمت میں پہنچ جایا کریگا۔ غالب۔ ۲۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۰ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صحیح النسب تمام امت مرحومہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبلہ و کعبہ جب آپ مجھکو قبلہ و کعبہ لکھیں تو پھر آپکو کیا لکھوں۔ خدا کیواسطے غور کیجئے کہ قبلۂ قبلہ اور کعبۂ کعبہ کی ترکیب سے چونکہ آپنے مجھے استاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجئے زنہار قبلہ قبلہ کبھی نہ لکھیے شعر اور بھیجئے بہ نسبت قبلہ عیاذاً باللہ۔ آپکا عطوفت نامہ پہنچا۔ میرے پہلے خط کا بدیر پہنچنا اور آپکی

دیر رہی کا سبب مجکو معلوم ہوا۔ اب اسکا خیال رکھوں یہ آپکو معلوم رہے کہ آپکے کسی خط کا جواب میری ذمہ باقی نہیں ہے دو باتیں جس خط کا جواب نہیں پہنچا اسکو یہ سمجھئے کہ وہ خط راہ میں تلف ہوگیا اور میرے پاس نہیں پہنچے ؎ بہارِ گلستان احمد حسن ❋ یہ سچ کیا بڑا ہی ؎ دلِ حیدر و جانِ احمد حسن ❋ یہ اس سے بھی بہتر ہے۔ انہیں دونوں میں سے ایک سچ مہر پر کھدوا لیجیے۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے

غالب۔ ۱۹ ذی الحجہ ❋

ایضاً حضرت پیر و مرشد غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل جو ہوئی لکھ گیا ہوں دونوں غزلیں پہنچتی ہیں جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجکو تعارف اسی ہے انکو میرا سلام کہیئے اور کہیئے کہ حضرت جناب مولوی صدر الدین صاحب بہت دن حوالات میں رہے۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا روبکاریاں ہوئیں۔ آخر صاحبان کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف۔ جائداد ضبط۔ ناچار خستہ و تباہ لاہور گئے فنانشل کمشنر اور لفٹنٹ گورنر نے ازراہ ترحم نصف جائداد واگذاشت کی اب نصف جائداد پر قابض ہیں اپنی حویلی میں رہتے ہیں۔ کرایہ پر معاش کا مدار ہے۔ اگرچہ یہ جائداد انکی گذارے کو کافی ہے کسواسطے کہ ایک آپ اور ایک بی بی تیس چالیس روپے کی آمد لیکن چونکہ امام بخش چپراسی کی اولاد انکی عترت ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہیں لہذا فراغبالی سے نہیں گذرتی ضعف پیری نے بہت گھیر لیا ہے عشرہ ثامنہ کے اواخر میں ہیں خدا سلامت رکھے بہت غنیمت ہیں غالب یکشنبہ ۱۹ جنوری ۱۸۶۱ء

ایضاً سید صاحب قبلہ عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا۔ پس و پیش ایک لفافہ میرے پیر و مرشد سید ابراہیم علیخان صاحب بہادر اور ایک عطوفت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علیخاں بہادر کا پہنچا۔ میں علی کا غلام اولاد علی کا خانہ زاد لیکن بوڑھا و ناتواں و مسلوب الحواس اور بے سر و سامان خدمت بجالانے میں عذر کروں تو گنہگار درنگ و توقف کا مضائقہ نہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو معمور اور سلطنت کو بدستور سمجھے ہوئے ہو جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کا حال پوچھتے ہو۔ اینقدر ہا گو و خوردہ گاو را قصاب برد و قصاب در راہ مرد۔

بادشاہ کی دم تک یہ باتیں تھیں خود میاں کالے صاحب مغفور کا گھر اسطرح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی۔ کاغذ کا پرزا سوئی کا تاگا پشمینہ کا بال باقی نرہا۔ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اُجڑ گیا ایک اچھی گانو کی آبادی تھی اُنکی اولاد کے لوگ تمام اوس ضلع میں سکونت پذیر تھے اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر اُنکے سوا کچھ نہیں وہاں کے رہنے والے اگر گولی سے بچے ہونگے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہاں ہیں اُنکے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے۔ اب جب یہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھوں۔ کیا کروں کہیں سے یہ مدعا حاصل نہ ہوسکیگا۔ سید صاحب قبلہ کیوں تکلیف کرتے ہیں اگر یہی مرضی تو اتحاف وہدایا تکلف محض ہے۔ فقیر بے سوال ہوں اگر کچھ بھیجدیں گے رد نہ کرونگا مگر پیش نظر نگرین جتنے کا چاہیں نوٹ خط میں لپیٹ کر بھیجدیں والسلام۔ از اسد اللہ۔ روز شنبہ۔ یکم ستمبر ۱۸۶۶ء

ایضاً پیر و مرشد۔ تین برس عوارض احتراق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جاں کی بھی خبر نہیں رہی آپکے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہوگا۔ کوئی عنوان ناگشودہ پڑا رہا ہوگا البتہ حاجی مصطفےٰ خاں کا آنا مجھکو یاد ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ اُنہوں نے ازروے مشاہدہ میری خستگئ تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا اب میں اپنی زبان سے یہ کیونکر کہوں کہ اچھا ہوں مگر بیماری اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ بوڑھا۔ بہرا۔ اپاہج۔ بدحواس۔ ناتوان فلک زدہ آدمی ہوں عہد کرتا ہوں کہ جب آپکا خط آئیگا اُسکا جواب لکھونگا۔ جب غزل آئیگی اُسکو دیکھکر پھر بھیجونگا مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہوں یہ خط تو مصطفےٰ خاں سوداگر کو بھیجے دیتا ہوں وہ آپکو بھجوادینگے۔ آیندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے اُس میں مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۳ جولائی ۱۸۶۶ء

ایضاً حضرت پیر و مرشد ان دنوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں یا ارشاد کے موافق جواب ادا نہ ہوئے ہوں تو موجب ملال خاطر اقدس نہ ہو

اتفاق سفر افتادہ بہ پیری غالب
آنچہ از پاے نیامد ز عصاے آمد

رامپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار روزینہ خوار ہوں۔ ولی حال نے مسند نشینی کا جشن کیا دعاگوے دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہاں پہنچا بعد اختتام بزم عازم وطن ہوا۔ ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ غرض راہ میں بیمار ہوا۔ پانچ دن مراد آباد میں صاحب فراش رہا۔ اب جیسا فرسودہ مردہ ناتواں تھا ویسا ہوں۔ جواب خطوط مجتمعہ لکھ سکتا ہوں۔ نواب میر جعفر علیخاں مبرور و مغفور کا خاندان سبحان اللہ ہ

ایں سلسلہ از طلاے ناب ست
ایں خانہ تمام آفتاب ست

نواب میر غلام باباخاں میرے دوست اور میرے محسن ہیں راہ و رسم نامہ و پیام مدت سے باہم گر جاری ہے آپکا حکم بے تکلف نافذ ہوگا جناب میر ابراہیم علیخاں صاحب اور حضرت میر علیخاں صاحب کی خدمتگزاری کو اپنا فخر و شرف جانونگا اسوقت بکس کھولا ہے خطوط اطراف و جوانب دیکھ رہا ہوں پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے اب جب اسکا جواب آئیگا تب فقیر حکم بجا لائیگا۔ اسد اللہ۔ چارشنبہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۸۶۶ع

ایضاً پیر و مرشد۔ آپکو میرے حال کی بھی خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچگیا۔ رعشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی میں بڑا فتور پڑا۔ حواس مختل ہو گئے۔ جہانتک ہو سکا احباب کی خدمت بجا لایا۔ اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے کہتے ہیں کہ شاہ شرف علی قلندر کو بسبب کبر سن کے خدا تعالیٰ نے فرض اور پیمبر نے سنت معاف کر دی تھی میں متوقع ہوں کہ میرے دوست اصلاح اشعار معاف کریں خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکیگا لکھدیا کرونگا۔ زیادہ حد ادب۔ راقم اسد اللہ خان

ایضاً پیر و مرشد۔ یکم محرم کا خط کل ۱۸ محرم کو پہنچا۔ آج ۱۹ کو جواب لکھتا ہوں آپ پر اور میر ابراہیم علیخاں اور میر عالم علیخاں پر میری جان نثار ہے مضیٰ ما مضیٰ اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب بھیجا کیجیے اور اسیطرح میں [illegible] بعد اصلاح بھیجدیا کرونگا مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے شجرہ منظومہ ارسال نہ فرمائیگا

غالب ۔ ۲۸ اپریل سنہ ۱۸۶۶ء

اسکی اصلاح میری وضع کے باہر ہے میرا شیوہ نہیں ہے خط بیرنگ بھیجدینا۔ یہ خط عمداً بیرنگ بھیجتا ہوں کہتے ہیں کہ پیڈ کے تلف ہونیکا احتمال ہے اور بیرنگ کا نہیں اسد اللہ شنبہ دوم جون سنہ ۱۸۶۲ء

ایضاً قبلہ ڈاک کے ہرکارہ نے کل دو خط ایکبار پہنچائے ایک آپکا خط مع غزل و ایک نواب میر ابراہیم علیخاں کا خط مع غزل آج تین باتیں ضروری لکھنی تھیں اسواسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں ایک بات یہ کہ غزل کا کاغذ واپس بھیجتا ہوں نہ اسکو پھاڑ سکوں نہ پانی میں ڈبو سکوں شہیدی کی غزل ان قافیوں میں بتغیر ردیف ایسی ہے کہ آپ ان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہیئے آپ اگر غزل لکھیئے اسکو ہرگز دیوان میں نہ رکھیئے یہ بھی اسی ضمن میں شامل ہے کہ میر ابراہیم علیخاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی رسید کل کے خط میں لکھ بھیجی آپ اپنے خط میں کس راہ سے لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی مانگتے ہیں اسی فصل میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپکی یہ غزل مُصلّا کر سُو گے اور سنا کر سو گے اور تاریخہای بنائے مسجد دیکھکر اور بعد اصلاح دیکر آج پانچواں دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ سید صاحب کا حال مفصل لکھیئے۔ ایسا کئی لاکھ کا ملک بڑودہ کی سرکار سے ہمارے محسن کو ملا ہے کہ ان سے دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے آگے اُس راج میں حسام الدین حیدر بڑے معزز اور مکرم متوسل تھے اور بیس ہزار کی جاگیر رکھتے تھے۔ سید ابراہیم علیخاں صاحب اُسی خاندان میں سے ہیں اور ہاں یہ بھی لکھیئے کہ میر عالم علیخاں کو جانتے اور آپکو دونوں صاحبوں سے کیا قرابت ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب ٹکٹ بھیجیئے تو اہل کلکتہ کیطرح آدھا آدھا دو بار کر کے نہ بھیجیئے گا۔ میرے نام کا لفافہ جس شہر سے چلے اسی شہر کے ڈاک گھر میں رہ جائے تو رہ جائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں پہنچکر کیا امکان ہے کہ تلف ہو اسد اللہ

[illegible]

ایضاً حضرت یہ آپکی جد مجد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام تواتر ورود اشعار پھر یہ ہنجار کہ سو روپیہ کے نوٹ کی رسید سو بار مانگتے ہو۔ میر ابراہیم علیخاں صاحب کی غزل جسکا ایک شعر یہ ہے ؎

علی علی جو کہا تا سحر تو یوں سمجھے
کہ ذو الفقار سے کٹتی ہے آپ بھاری رات

بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپ اسکا تقاضا کیئے جاتے ہیں۔ غزلیں آپکی رہتی ہیں کہاں تک [illegible] دیکھوں

آپکی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں بہتر برس کا آدمی ہمہ رنجور دائمی غذا یکقلم مفقود آٹھ پہر میں ایکبار آب گوشت پی لیتا ہوں نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشکہ۔ آنکھ کی بینائی میں فرق۔ ہاتھ کی گیرائی میں فرق۔ رعشہ مستولی۔ حافظہ معدوم۔ جہاں جو کاغذ رہا وہ وہیں رہا۔ میر عالم علیخانصاحب کی دو غزلیں آئی ہوئی کہیں رکھکر بھول گیا ہوں خلاصہ یہ کہ نوٹ عطیہ سید صاحب کا آپکے خط میں پہنچا روپیہ وصول ہوا مصارف میں خرچ ہوا۔ اُنکی ایک غزل ساری رات ہماری رات۔ جسکا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور کوئی غزل اُنکی اب میرے پاس نہیں اور جناب میر عالم علیخانصاحب کی دو غزلیں یاد ہے کہ آئی ہیں اگر ملجائینگی تو بعد اصلاح بھیجونگا۔ آپکی غزلیں شمار سے باہر ہیں کہیں ہیں دیکھونگا کتابوں میں ڈھونڈھونگا۔ مدعا یہ کہ آپ اور دونوں سید صاحب اِسکا التزام کریں کہ ایک غزل ایک خط میں بھیجیں جب وہ اور اُسکا جواب پہنچ جاے تب دوسری غزل اُس خط میں ملفوف ہو کر بھیجی جاے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو آپ یہ میرا خط غور سے پڑھ لیں اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھوا دیں از روے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔ اسد یکرنگ۔ ۱۸ر اکتوبر سنہ ۶۶ء +

ایضاً سید صاحب و قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیمجاں کو سلام پہنچے۔ وہ جو آپنے سُنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ہے سو محض غلط ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیمجاں ہوں۔ خط لکھ نہیں سکتا ایک لڑکے سو یہ چند سطریں لکھوا دی ہیں جو میں کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہے آپ سید ہیں اور بزرگ ہیں میرے حق میں دُعا کریں کہ اب بہتر برس سے آگے نہ بڑھوں۔ اور اگر زندگی اور ہے تو حق تعالیٰ تھوڑی صحت اور طاقت عنایت کرے تاکہ دوستوں کی خدمت بجا لاتا رہوں۔ غالب۔ ۳۰ر جولائی سنہ ۶۶ء +

ایضاً جناب سید صاحب و قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیمجاں کی بندگی مقبول ہو اور یہ عرض بھی قبول ہو کہ جناب معلی القاب نواب ابراہیم علیخاں بہادر کیخدمت میں میری بندگی عرض

ہماری بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمتیں میرا سلام پہنچا معلوم ہوا اگرچہ ہی صورت میں چلنا پھرنا خدمت بجالانی نہیں ہوسکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر ہونگا عنایت کی نظر رہے میر جان صاحب یہ جو آپنے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا ہونیوالا ہے مجھکو تاریخ تولد کا خیال رہیگا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کرلونگا تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہوگی ہوگی وہ بھیجدونگا اور یہ جو آپنے اپنی اور نوابصاحب کی غزلوں کی اصلاح کیواسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل دل منظور ہے۔ جس مہینے تک میں نہ مروں اُس مہینے تک خدمت بجالاؤنگا۔ ۱۷ر جولائی ۱۸۶۲ء

بنام تفضل حسین خاں صاحب

کیوں صاحب چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و استادی سب برپانی پھر گیا۔ اگر کوئی ہزار پانسو کی جنس ہوتی اور میں تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید نظم و نثر جمع کی ہے سو وہ بھی میں یہ نہیں کہتا کہ مجھکو دیڈالو تمکو مبارک رہے مجھکو مستعار دو۔ میں اُسکو دیکھ لوں جو میرے پاس نہیں ہے اوسکی نقل کرلوں پھر تمکو واپس بھیجدوں اسطرح طلب پر نہ دینا دلیل اسکی ہے کہ مجھکو جھوٹا جانا اور میرا اعتبار نہیں یا کہ مجھکو آزار دینا اور ستانا بدل منظور ہے وہ کتاب ابھی میرے آدمی کو دیدو باللہ باللہ اُس میں سے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کرکے تمکو بھیجدوں۔ اگر تمکو واپس نہ دوں تو مجھپر لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب حامل رقعہ کو نہ دو تو تمکو آفرین۔ غالب

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت ہی غم گیتی شراب کم کیا ہے — غلام ساقی کوثر ہوں مجھکو غم کیا ہے
سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی — یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اُس میں دم کیا ہے

علاقۂ محبت ازلی کو برحق مان کر اور موید غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بینائی اگرچہ سبکو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ مانا کہ روشناسی اُنکو

اخبار میں آئی ہے یہ بھی دلیل آشنائی ہے کیا فرض ہے کہ جبتک دید وادید نہ ہولے اپنی کو بیگانہ یکدگر سمجھیں البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے خط جسمیں میں نے آپکو سلام لکھا تھا آپکی نظر سے گزر گیا ہو اچھا تا اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لیکر پڑھ لیجیے گا اور خط کی لکھنے کے احسان کو میرے خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجیئگا ہائے میجر جان جاکوب کیا جوان مارا گیا ہے سچ ہے اوسکا یہی شیوہ تھا کہ اردو کی فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا یہ بھی نہیں ہیں ہے کہ جنکا میں ماتمی ہوں - ہزارہا دوست مر گئے کسکو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں - جیوں تو کوئی غمخوار نہیں مروں تو کوئی عزادار نہیں - غزلیں آپکی دیکھیں سبحان اللہ چشم بد دور - اردو کی راہ کی تو سالک ہو گویا اس زبان کے مالک ہو - فارسی بھی خوبی میں کم نہیں - مشق شرط ہے اگر کہے جاؤ گے لطف پاؤ گے - میرا تو گویا بقول طالب آملی اب یہ حال ہے ؎

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی
دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

جب آپ نے بغیر خط کی بھیجے خط مجکو لکھا ہو تو کیونکر مجکو اپنی خط کی جواب کی نہ تمنا ہو - پہلی تو اپنا حال لکھیے کہ میں نے سنا تھا کہ آپ کہیں صدر امین ہیں پھر اکبرآباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی جیوان سنگھ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں اور وہ دو ہزار روپیہ جو انکو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں ہائے لکھنؤ کچھ نہیں کھلتا کہ اس بہارستان پر کیا گزری - اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے - خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا - قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرے تمکو کچھ زیادہ آگہی ہوگی امیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجہول نہ رہے - تمہارا مسکن مبارک کاشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا ہے اسیقدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے - مرزا تفتہ کو دعا کہیے گا اور انکو اس خط کی پہنچنے کی اطلاع دیجیے گا جس میں آپ کے خط کی انہوں نے نوید لکھی تھی - والسلام ؛

ایضاً بھائی صاحب ازروئے تحریرِ مرزا تفتہ آپکا بھی کتابونکی تزئیں کیطرف متوجہ ہونا معلوم ہوا پھر بھائی منشی نبی بخش نے دوبار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علی صاحب نے لکھا ہوگا یار بیان کچھ دو خط آگئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوگا تو انکا خط کیوں نہ آتا اپنی حسنِ عقیدت سے یوں سمجھنا کہ لکھنا مقتضائے یکدلی ہے جب اپنا کام سمجھ لیجئے تو مجھکو لکھنا کیا ضرور ہے مگر ہمکو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں۔ مطبع اخبار آفتاب عالمتاب میں یکم ستمبر سنہ ۱۸۵۸ء حال سے حکیم احسن اللہ خان کا نام لکھوا دینا اور دو نمبروں کا اخبار ایکبار بھجوا دینا اور آیندہ ہر ہفتہ اسکے ارسال کا طور ٹھیرا دینا۔ کیوں صاحب۔ یہ امر کیا دشوار تھا کہ آپنے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اسکی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہیں یا نہیں۔ مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں۔ کیا انہوں نے بھی وہ خط تمکو نہیں پڑھایا ہرچند عقل دوڑائی کوئی درنگ کیوجہ خیال میں نہ آئی اب حصولِ مُدعا سے قطعِ نظر۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھیں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امرِ خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آجاتا۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابلِ سماعت کے ہو۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔

ایضاً صاحب میرے۔ عہدۂ وکالت مبارک ہو۔ موکلوں سے کام لیا کیجئے۔ پری کو تسخیر کیا کیجئے۔ مثنوی پہنچی۔ جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بول چال ہے انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف۔ حبشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویمِ پارینہ کر دیا۔ بیان بخشایش ہم گنہگاروں تک کیوں پہنچے گا مگر ہاں اِس راہ سے کہ مستحقِ کرامت گناہگارانند بخشش کا متوقع ہوں۔ میں ابھی تک بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے۔ اور مضمون اسکا کیا ہے

مرزا یوسف علیخاں صاحب آٹھ دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں۔ میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہے اُسمیں رہتے ہیں۔ اُن کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتہ لکھدینا اور یہ بھی آپکو معلوم رہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یار عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ دو روز سے شعاع مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمہارا ذکر خیر رہتا ہے وہ تو اب ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو پہر چھ گھڑی کی نشست رہتی تھی ابھی یہیں سے اُٹھکر گئے ہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں اور شعاع مہر کی مداح اور بیانِ بخشایش کے مشتاق ہیں +

ایضاً جناب مرزا صاحب آپکا غم فزا نامہ پہنچا۔ میں نے پڑھا۔ یوسف علیخانِ عزیز کو پڑھوا دیا۔ انہوں نے جو میرے سامنے اُس مرحومہ کا اور آپکا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اُسکی اطاعت اور تمہاری اُس سے محبت سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا۔ سنو صاحب شعرا میں فردوسی اور فقرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنون یہ تین آدمی تین فن میں سرِ دفتر اور پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے۔ عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہمطرحی نصیب ہو۔ لیلی اُسکے سامنے مری تھی۔ تمہاری محبوبہ تمہارے سامنے مرے بلکہ تم اُس سے بڑھکر ہوئے کہ لیلی اپنی گھر میں اور تمہاری معشوقہ تمہارے گھر میں مری۔ بھئی مغل بچے بھی غضب ہوتے ہیں جسپر مرتے ہیں اُسکو مار رکھتے ہیں۔ میں بھی مغل بچہ ہوں۔ عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونو کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں مغفرت کرے۔ چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے باآنکہ یہ کوچہ چھٹ گیا اس فن سے میں بیگانۂ محض ہو گیا ہوں لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں اُسکا مرنا زندگی بھر نہ بھولونگا۔ جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامۂ عشق مجازی چھوڑو

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی ÷ عشقِ محمد بس ست و آلِ محمد ÷ اللہ بس ماسوا ہوس۔

ایضاً شرطِ اسلام بود ورزشِ ایمان بالغیب ÷ ای تو غائب ز نظر مہرِ تو ایمانِ من ست

حلیۂ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخان عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اُسکا منشا یہ ہے کبھی مَیں نے بزمِ احباب میں کہا ہوگا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سُنتا ہوں کہ وہ وطن کا ذکر مَیں نے مغل جان سے سُنا تھا جس زمانہ میں کہ وہ نواب حامد علیخاں کی نوکر تھی اور اُسمیں مجھمیں بے تکلّفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اُسنے تمہارے شعر اپنی تعریفکے مجھکو دکھائے۔ بہرحال تمہارا حلیہ دیکھکر تمہارے کشیدہ قامت ہونے پر مجھکو رشک نہ آیا کسواسطے کہ میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے۔ تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا کسواسطے کہ جب مَیں جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اسکی ستایش کیا کرتے تھے اب جو کبھی مجھکو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے ہاں مجھکو رشک آیا اور مَیں نے خونِ جگر کھایا تو اس بات پر کہ ڈاڑھی گھٹی ہوئی ہے وہ مزے یاد آگئے۔ کیا کہوں جی پر کیا گزری۔ بقول شیخ علی حزیں

تا دسترسم بود زدم چاکِ گریباں ÷ شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

جب ڈاڑھی مونچھ میں بال سفید آگئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے اِس سے بڑھکر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسّی بھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی مگر یاد رکھیے کہ اِس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے عام۔ مُلّا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کنجڑا۔ مُنہ پر ڈاڑھی سر پر بال۔ فقیر نے جسدن ڈاڑھی رکھی اُسی دن سر منڈایا۔ لاحول و لاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم کیا بک رہا ہوں۔ صاحب بندہ نے دستنبو جناب اشرف الامرا جارج فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غربی و شمال کی نذر بھیجی تھی سو اُنکا فارسی خط محرّرۂ دہم مارچ مشتمل بر تحسین و آفرین و اظہارِ خوشنودی بطریق ڈاک آگیا پھر مَیں نے

تہنیت میں لفٹنٹ گورنری کے قصیدۂ فارسی بھیجا اُسکی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومۂ چہارم آگیا۔ پھر ایک قصیدۂ فارسی مدح و تہنیت میں جناب رابرٹ منٹگمری صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کو بھیجا تھا بواسطۂ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا کل انکا بھی خط بذریعۂ صاحب کمشنر بہادر دہلی آگیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب تعیش کے بہم ہو جاتے ہیں۔ دیر آید درست آید۔ اناج کھاتا ہی نہیں ہوں آدھ سیر گوشت دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو مل جاتی ہے

ہر ایک بات میں کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ، تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور غزل کے طالب ذوق لکھا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہوگی رہا سلام وہ آپ پہنچا دیجیے

ایضاً مرزا صاحب ہمکو یہ باتیں پسند نہیں پینسٹھ برس کی عمر ہے۔ پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی ابتدائے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہمکو زہد و ورع منظور نہیں۔ ہم مانع فسق و فجور نہیں پیو۔ کھاؤ۔ مزے اڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی مکھی نہ بنو۔ سو میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے کسی کے مرنیکا غم کرے جو آپ نہ مرے۔ کیسی اشک افشانی کہاں کی مرثیہ خوانی آزادی کا شکر بجا لاؤ۔ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منا جان سہی میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی اور ایک قصر ملا اور ایک حور ملی۔ اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیکبخت کے ساتھ زندگانی ہے اس تصور سے جی گھبراتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہے ہے وہ حور اجیرن ہو جائیگی طبیعت کیوں نہ گھبرائیگی۔ وہی زمردیں کاخ اور وہی طوبیٰ کی ایک شاخ۔ چشم بد دور۔ وہی ایک حور۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ کہیں اور دل لگاؤ

زن نو کن اے دوست در نو بہار ، کہ تقویم پارینہ ناید بکار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند۔ ذکر ہمہ جہت ناپسند

اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علیخاں عزیز کے حوالہ کیا تم می نواب محمد علیخاں صاحب کیخدمتمیں سلام عرض کرتا ہوں پروردگار اُنکو سلامت رکھے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام دم دیکر مجھسے فارسی کی عبارت میں خط لکھوایا۔ مَیں منتظر رہا کہ آپ لکھنو جائینگے وہ عبارت جناب قبلہ و کعبہ کو دکھائینگے اُنکی مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھکو رقم فرمائینگے۔ مَیں کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن میں جلوہ افروز ہیں ؎ یار در خانہ و من گرد جہاں میگردم ✤ اب مجھے اُنسے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجھکو خط لکھیں اور لکھنو نہ جانیکا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہوؤ سب اِس خط میں درج کریں۔ ✤۔

ایضاً ؎ مرا بسادہ دلیہای من توان بخشید ✤ خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم ✤

کل دوشنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی۔ صبحکو مَیں نے آپکو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیجدیا دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپسے مانگتا ہوں وہ نہیں پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھکر ٹکٹ لگانیکا بکس میں ہے وہ تمہارے نام کا خط لکھکر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو بعد چاہنے عفو جرم کے آپکے کل خط کا جواب لکھتا ہوں۔ سبحان اللہ جلدوں کی آرایش کے باب میں کیا اچھی فکر کی ہے۔ میرے دلمیں بھی ایسی ہی باتیں تھیں یقین ہے کہ متاع شاہوار ہو جائینگے۔ اہار اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اسکا خیال اُن چار جلدونمیں ہے۔ بارہ روپیہ کی ہنڈوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کر کے مجھکو اطلاع دیجئے گا ورنہ مَیں مشوش رہونگا حضرت یہاں دو خبریں مشہور ہیں انکے باب میں آپسے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آگرہ میں اشتہار جاری ہوگیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا

دوسری خبر یہ ہے کہ جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکرٹر اکبر آباد کے لفٹنٹ گورنر ہو گئے۔ خبریں دونوں اچھی ہیں خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا انکا آپکے لکھنے پر منحصر ہے ہاں صاحب ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے تہنیت فتح اور عملداری شاہی ساٹھ بیت ہیں منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کاغذ پر لکھکر بھیجوں۔ پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپا ہوئی اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ منشی شیو نراین صاحب سے کہکر اسکا طور درست کریں اور پھر مجھکو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپکے پاس بھیجدوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جاے دو باتیں ہیں ایک یہ کہ چھپکر بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلی کتاب سے دوسرے یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح الگ ہو اور پہلے صفحہ پر جسطرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں اسطرح یہ بھی چھاپا جائے کہ قصیدہ در مدح جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہا میرا نام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہوگا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب باصواب یعنی نوید قبول جلد لکھیے ✣

ایضاً بندہ پرور۔ آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آپکی مہر انگیز اور محبت خیز باتوں نے غم بیکسی بھلایا۔ کہاں دھیاں لڑایئے کہاں سے دستنبو کی مناسبت کیواسطے ید بیضا ڈھونڈھ نکالا ہے آفرین آفرین صد ہزار آفرین۔ تیسرا مصرع اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے ع نامۂ خود سال خویش داد نشاں۔ مرزا تفتہ کا خط ہاتھرس سے آیا انکے لڑکے بالے اچھے ہیں آپ گھبرائیں نہیں وہ آرہ کے آئے ہیں۔ اگر تمہیں بدون انکے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمہارے چین کہاں۔ صاحب بندۂ اثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب کے خاتمہ پہ بارہ کا ہندسہ کرتا ہوں خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو۔ ✣ ۔

ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں تم جو مجھسے محبت کروگے یا میری غمگساری میں محبت کروگے کیا تمکو غیر جانوں جو تمھارا احسان مانوں۔ تم سراپا مہر و وفا ہو۔ واللہ ہم بالمعنی ہو ۱۲ مبالغہ اس کتاب کے تصحیح میں اسواسطے کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہی صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہی اگر غلط ہوجای تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے۔ باری بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں۔ منشی نراین صاحب نے میری کاپی کھینچ کر بھیجی تھی۔ سب طرح میرے پسند آئی۔ چنانچہ انکو لکھ بھیجا ہی اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۱۲ حضرت چار جلدیں یہاں کے حکام کو دونگا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجونگا۔ اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے زندگی پر۔ بہر حال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدونکی کچھ تزئین و آرایش کیجاوے آپ اور بھائی صاحب اور انکا فرزند رشید منشی عبد اللطیف اور منشی شیو نراین یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور باجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جاوے کہ کیا کیا جاوے معہذا دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپیہ میں اور دو جلدیں چھ روپیہ میں تیار ہوں پھر سوچتا ہوں کہ یارب آرایش کی گنجایش کہاں۔ ناچار چار کتابونکی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی اور دو کتابونکی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جاوے قصہ مختصر کچھ کیا جای یا کہدیا جائے کہ تیری رائے کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ بھیجدیجیے ۱۲ مطالب و مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم بزبان قلم باہدگر ہمکلام ہوئے۔ ❊

ایضاً مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا کرو ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔ کیا تمنے مجھسے بات کرنیکی قسم کھائی ہے اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمھارے جی میں آئی ہے برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیورا بھجوایا۔ ہاں مرزا تفتہ نے ہاتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق انکو

کتابوں کے آغاز کے اُنکو دے آیا ہوں اُنھوں نے سیاہ قلم کی لوحونکی تیاری کی ہے تو بہت دن لیے ہو جو تمنے مجھکو خبر دی ہے کہ دو کتابونکی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر اب کتابونکی جلدیں بنجاینگی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابونکی تیار ہونیمیں دن کسقدر ہے مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد مہنائی لینے سات جلدونکی اسی ہفتہ میں تمھارے پاس پہنچ جائینگی اب حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئینگی ہر چند کاریگروں کے دیر لگانیسے تم بھی مجبور ہو مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھونکی نگرانی اور دلکی پریشانی دور ہو خدا کرے ان تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپکی عنایتی بھی آئیں تا خاص و عام کو جا بجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا۔ نواب ضیاء الدینخاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے جو مَیں نے کہا اُنھوں نے لکھ لیا۔ اُن دونوں کے گھر لُٹ گئے۔ ہزاروں روپے کے کتابخانے برباد ہو گئے۔ اب مَیں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اُسنے وہ کاغذ جو مجھکو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجھکو رونا آیا۔ غزل تمکو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اِس خط کے جواب چاہتا ہوں

غزل

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
مَیں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اِک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے
لے کے دل دِلستاں روانہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما
کام گر رُک گیا روا نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جاں دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج **غالب** غزل سرا نہ ہوا

ایضاً بھائی صاحب آپکے خامۂ مشکبار کے صریر نے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہانتک پہنچایا بلکہ مجکو اونکی لوحوں کا خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہی اور کیا کہنا ہی مجکو تو بموجب اس مصرع کے ؎ خاموشی از ثنائی تو حدِ ثنای تست + دل میں خوش ہوکر چپ بیٹھا ہی حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے مجکو آپکے حکم کا بجا لانا منظور ہے - اس نثر کے بعد جب کوئی اُنکا عنایت نامہ آئیگا تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائیگا اس نظم میں آپکا ذکر خیر بھی آجائیگا آپ تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائیگی اور کتابوں کی روانگی کی خبر مجکو کب آئیگی آپکے فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے سیاہ قلم کی پانچوں لکیریں بھی اگر رنگین ہوں تو عجب نہیں ہی جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کی اختتام پر موقوف ہے معلوم ہوتا ہی کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیونراین صاحب کی ہمت اُسکے انجام ہونے میں مصروف ہے یا رب اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پاجائے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میری بائیں جانب آجائے مرزا تفتہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں مگر دعا دوں اور دعا لکھوں صاحب اب تحصیل کرو کام میں تعجیل کرو ؎ از فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش + خدا کرے نثر کی تحریر انجام پاگئی ہو اور قصیدہ کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو قصیدہ کا نثر سے پہلے لگانا ازراہِ کرم و اعزاز ہے ورنہ نثر میں اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہی - یہ اُسکا دیباچہ کیوں ہو - بلکہ صورت ان دونوں کے اجتماع کی یوں ہو کہ سررشتۂ آمیزش کو توڑ دیا جاے اور قصیدہ کے اور دستنبو کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جاے - راے امید سنگھ کا خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجکو بھی بھیج دو - چاہو تمہیں ابتدا کرو اور ایک خط اُنکو لکھو اور اُسکا پرداز اسبات پر رکھو کہ وہ کتابیں تیار ہو گئی ہیں آپکی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے - یہ خط جواب طلب ہو جائیگا اور اُنکو جواب لکھنا پڑیگا +

ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہی کہ آجکل پہنچ جائیں اور بیس پچیس سات جلدیں آپکی بنوائی ہوئی ہیں لیکن ایک عقدہ سرشتہ خیال میں پڑا ہی یعنی اردو ہی اخبار مفید خلایق میں لکھا ہی کہ اس ہفتہ میں جناب ٹمسٹن صاحب بہادر آگرہ آئینگے اور وسادۂ لفٹنٹ گورنری پر اجلاس

فرمائینگے سو تمہیں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر انکی جگہ چیف سکرتر ہو جائینگے پھر دیکھئے کہ محکمہ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرتر کسکو بنائینگے۔ میر منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خاں بہادر رہینگے۔ ہمارے منشی مولوی قمر الدین خاں کہاں رہ گئے۔ بہرحال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھئے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھئے جبتک اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرتر تھے تو یہ خیال میں تھا کہ انکی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے انکے پاس بھیجونگا۔ اب حیران کہ کیا کروں آیا انکی جگہ سکرتر کون ہوا اور یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انہوں نے سکرتر کسکو کیا۔ میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون ہے اور گورنر جنرل کا منشی کون ہے جو آپکو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کرکے لکھئے قمر الدین خان کا حال ضرور منشی غلام غوث خان کا حال ہر ضرور۔ بھائی میرے سر کی قسم خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کند ذہن اچھی طرح اسکو سمجھ لے زیادہ کیا لکھوں۔ مکتوب

ایضاً بھائی صاحب۔ خدا تمکو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں۔ خدا کرے قصیدہ کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے گویا صفر کے مہینے میں عید آئے۔ ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو منگواؤ اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی رائے کی بنوالو۔ اب آپکا ورقہ کا ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں۔ قصیدہ کے مسودہ کا ورق مرزا تفتہ کے خط میں پہنچگیا ہوگا آپنے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدہ کو دیکھا ہوگا قصیدہ کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے۔ پر دیکھا چاہیئے کہ صاحب مطبع کو کیا منظور ہے اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کرینگے تو ہم پانچ سات روپیہ اور بھی انکا بھر دینگے۔ جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں کبھی میں نے انکو دیکھا نہیں خطوں کی میری انکی ملاقات ہے اور نامہ و پیام کی یوں بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر نئے آتے ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے بذریعہ جناب صاحب ایجنٹ بہادر دہلی اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھجواتا ہوں اور صاحب سکرتر بہادر گورنمنٹ کا خط اسکی رسید میں

بسبیل ڈاک پاتا ہوں جب جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے
قصیدہ ڈاک میں بھجوایا اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو مجھکو خط آیا تو انہوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت
میرا القاب بڑہایا قبل ازین خانصاحب بسیار مہربان مشفق ستان میرا القاب تھا اس قدر شناس نے ازراہ قدر افزائی
خانصاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا آپ فرمایئے انکو میں کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانوں کیا کافر ہوں
جو احسان نہ مانوں۔ برخوردار مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں۔ بھائی اب میں اسکا منتظر رہتا ہوں تم اور مرزا صاحب
مجھکو لکھو کہ لو صاحب دستنبو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کے ابتدا میں لگا دیا گیا۔ مادہ تاریخ میں کیا برائی
ہے جو تمھارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب
پر لگا دو۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمھارا۔ یہ دونوں قطعے رہیں اور اگر وہاں کوئی اور صاحب
شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں اس عبارت سے یہ سمجھنا کہ روئے سخن ساری خدائی کی طرف ہے بلکہ
خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور انکا نام بھی اس
کتاب میں چاہیئے۔ اس خط کو لکھکر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیونراین صاحب کا
خط لایا۔ بارے قصیدہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اسکا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش بھی
رفع ہو گئی اب آپ ان سے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے کا ؎ شکر رفیقانہ تو چندان کہ ز اندیشہ تو ✣
اور یہ آپکو اطلاع دیجیگا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجھکو نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان کہ میں اسکی رسید نہ لکھتا ✣

ایضاً خود شکوہ دلیل رفع آزار بس است ✣ آید بزبان ہر آنچہ از دل برود ✣ بندہ پرور فقیر
شکوہ سے برا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوا میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راستی سے
منہ نہ موڑے اور معہذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجکو آپکا
فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا اسواسطے آپکو خط نہیں لکھا تھا۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے
اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ الٹے پھر آئے آپ شکوہ کا ہیچ کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں

ہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جاکر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں کل آپکا مہربانی نامہ آیا آج میں نے اُسکا جواب بھجوایا ہے کہیئے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں بس دو مندوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں مرزا تفتہ سے آپ فقط اُنکے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران ہیں میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں آج توکلت علی اللہ سکندرآباد خط بھیجتا ہوں۔ دیکھوں کیا دیکھتا ہوں +

ایضاً بھائی صاحب تمہارا خط اور قصیدہ پہنچا۔ اصل خط تمہارا لفافہ میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیجدیا تاکہ حال اُنکو مفصّل معلوم ہو جائے بعد اس پورے کے تمکو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بتصدق ائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تمکو مبارک کرے اور منصب ہائے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچاوے واقعی یہ ہے کہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیل گئے تھے بات پیدا کی مگر اپنی مردمی و مردانگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے۔ اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آئندہ تک صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مُغل نے تمہارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تمنے اُسکے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجکو دکھائے تھے اب یہ ایک زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں ان شاء اللہ تعالی وہ دن بھی آجائیگا کہ ہم تم بیٹھیں اور باتیں کریں قلم بیکار ہو جائے۔ زبان برسر گفتار آئے۔ ان شاء اللہ خان کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے تمنے بہت بڑھ کر لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے۔ معانی نازک۔ مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں +

ایضاً خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپکو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا تفتہ کا خط جو آپنے نقل کر کے بھیجدیا ہے میں نے منشی شیو نرائن کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت اُسمیں سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھدیا کرو۔ خط مفت میں تمام ہو جایا کریگا اور تمہارے خط کے آنیکا نام ہو جایا کریگا اگر کبھی کوئی

قصیدہ کہا اُسکا دیکھنا مشاہدۂ اخبار پر موقوف رہا ؎ برات عاشقان بر شاخ آہو ٭ وہی جو اخبار آگرہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں صاحب ہوش میں آؤ اور مجھکو بتاؤ کہ یہاں جو پانسو کی دوکانوں میں فرنچ اور شام پین کے درجن دھرے ہوئے ہیں یا ساہوکاروں در جو ہر کوٹی کے روپیہ دھیلے سے بھرے ہوئے ہیں میں کہاں وہ شراب پینے جاؤنگا اور وہاں کیونکر اٹھاؤنگا بس اب زیادہ مت بنایئے اور وہ قصیدہ مجھکو بھجوا دیجئے میں نے کتابیں جابجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہنچنے کی خبر آئی ہے مگر رسید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے ؎ رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ٭ ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا ٭ دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے ؎

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا   کہتے ہیں ہم تجھکو مُنہ دکھلائیں کیا
موج خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے   آستان یار سے اُٹھ جائیں کیا
لاگ ہو تو اُسکو ہم سمجھیں لگاؤ   جب نہ کچھ بھی ہو تو دھوکہ کھائیں کیا
پُوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے   کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل ناتمام ہے

ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارے میں نشاں اور   کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے   لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور
لوگوں کو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا   ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور
ابرو سے ہے کیا اُس نگہ ناز کو پیوند   ہے تیر مقرر مگر اُس کی ہے کماں اور
یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات   دے اور دل اُنکو جو نہ دے مجھکو زباں اور
ہر چند سبکدست ہوئے بت شکنی میں   ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور
پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے   رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے ۔ جلاد سے لیکن وہ کہے جائیں گے ہاں اور
ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے ۔ کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

دوشنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے۔ انگیٹھی رکھی ہوئی۔ آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں۔ یہ اشعار یاد آگئے تمکو لکھ بھیجے۔ والسلام *

ایضاً بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک و سعید تھا گویا میرے حق میں روز عید تھا۔ چار گھڑی دن رہے نامۂ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقتِ شام سات جلدوں کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب برمحل پہنچا۔ آدمی کو موافق اسکی تمنا کے آرزو بر آنی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی بر آئی کہ وہ برتر از وہم و خیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا میں تو صرف اسقدر خیال کرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوئی۔ دو کی لوحیں زریں اور پانچ لوحیں سیاہ قلم کی ہونگی۔ واللہ اگر تصور میں بھی گزرتا ہو کہ کتابیں اس قسم کی ہونگی جبتک جہان ہے تم جہان میں رہو۔ ائمۂ اطہار علیہم السلام کی امان میں رہو میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل اُن چار کے بنجائے نہ یہ کہ دو کتابوں کا سا رنگ دکھلائے اب میں حیران ہوں کہ آیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپوں میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا۔ دو پارسلو کا محصول۔ دو جلدبندیوں کا معمول تین ۳ کتابوں کی لوحیں طلائی۔ یہ ساری بات اُس روپیہ میں کیونکر بن آئی اور کیونکر معلوم کروں۔ کس سے پوچھوں۔ خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو خفقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا۔ جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں وہاں تکلف نہیں آتا۔ زیادہ اس سے کہ شکر گزار ہوں اور شرمسار ہوں کیا لکھوں

ایضاً بندہ پرور آپکا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہی پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تمکو غم و اندوہ کا شکوہ گزار پایا ہی پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہی تو شکایت کی کیا گنجایش ہی بلکہ یہ غم تو نصیب دوستانِ درخورِ افزایش بقول غالب علیہ الرحمۃ

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

سہے ہے حسن مطلع سے

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوا تو دوست جسکا دشمن اسکا آسمان کیوں ہو

افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے۔ اگر خدانخواستہ بشدت غم دنیا ہے تو بھائی ہمارے ہمدرد رہو ہم اس رنج کو مردانہ اٹھاتے ہیں تم بھی اٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم سے

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے نہ آہِ نیم شبی ہے

سحر ہوگی - خبر ہوگی - اِس زمین میں وہ شعر یعنی سے

تمہارے واسطے دل سی مکاں کوئی نہیں بہتر
جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے۔ قصیدہ کا مشتاق ہوں خدا کرے جلد چھپ جاوے تو ہمارے دیکھنے میں بھی آجائے کیا کہئے بلکہ یہ زمین ایکبار جہاں طرح ہوئی تھی مگر بحر اور ہی تھی سے

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے
تم ہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے
رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجیے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالب
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

اور جو فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن یہ بحر ہے۔ اسمیں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کہا تھا تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین ایک میرے دوست تھے انہوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھکر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجیے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھکر انکو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی انسے لی۔ اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا ہوں سے

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے
خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے
حجرِ الاسود دیوارِ حرم کیجے فرض
نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیے
صومعہ میں اسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز
میکدہ میں اسے خشتِ خُمِ صہبا کہیے
مستی آلودہ سرانگشتِ حسیناں کہیے
سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے

غرضکہ بیس بائیس پھبتیاں ہیں۔ اشعار سب کب یاد آتے ہیں یا آخر کی بیت یہ ہے ـــــ

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا درد دل سنو برخوردار منشی شیو نراین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم اُنکو میری دعا کہو اور کہو کہ میاں تمہارا کلام بےنظیر ہے۔ اس مطلبِ خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اُسکے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی ۔.۔

ایضاً جناب مرزا صاحب۔ دلی کا حال تو یہ ہے ـــ گھر میں تھا کیا جو ترا غم اُسے غارت کرتا ۔ وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے ۔ یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹیگا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بدیں نمط ہے کہ چند روز گوروں نے اہلِ بازار کو ستایا تھا۔ اہلِ قلم اور اہلِ فوج نے باتفاقِ رائے ہمدگر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن و امان ہے۔ ناسخ مرحوم جو تمہارے اُستاد تھے میرے بھی دوستِ صادق الوداد تھے مگر یک فنے تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے اُنکو کچھ علاقہ نہ تھا۔ سبحان اللہ تمنے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ مثنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے کیا کہوں کیا حظ اُٹھایا ـــ خدا سخن بھی چاہا ہوا زرہ مہر ۔ فروغ میرزا حاتم علی مہر ۔ اگر اسی انداز پر انجام پائیگی تو یہ مثنوی کارنامۂ اُردو کہلائیگی۔ خدا تمکو جیتا رکھے تمہارا دم غنیمت ہے۔ صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا۔ تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے ۔.۔

بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میاں کا عذر مقبول و مسموع حقتعالیٰ انکو زندہ اور تندرست اور خوش و خورم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے۔ بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا انھوں نے جو صورت چھہ کتابوں کی آرایش کی حسن تفریق سے ٹھیرائی ہے وہ مجھکو پسند آئی ہے۔ کل میں نے انکو اجازت اسیطرح کی تزئین کی لکھ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا بتصحیح آپکو لکھ چکا ہوں اُسی پر عمل ہے میں نے مرزا تفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت معتقد ہیں اس امر کی اطلاع کر دی ہے۔ بھائی جان میں نے ایک قصیدہ جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں لکھا ہے ساٹھ شعر ہیں چھہ صفحہ یعنی تین ورق پر چھپکر دستنبو سے پہلے شیرازہ میں شامل کر دیئے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہو جائیگی کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہوں یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہینگے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ اور منشی شیو نراین صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کرینگے اور جب باتفاق تم چاروں صاحب یہ بات کروگے تو گویا باجلاس کونسل اس قانون کا اجرا منظور ہو جائیگا اور اُمیدوار ہوں کہ اجرای قانون سے پہلے مجھکو منظوری کی اطلاع ہو جائے مسودہ اس قصیدہ کا بھیجدوں۔ مہتمم مطبع کو اگر تامل ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے منشی عبد اللطیف کو دعا کہنا اور اُنکے عذر مقبول ہونیکی انکو اطلاع دینا۔ بیگم کو دعا پہنچے اور سب لڑکے بالوں کو یہاں باقر علی اور حسین علی تمکو بندگی اور اپنے بھائی بہنوں کو علی قدر مراتب بندگی سلام دعا کہتے ہیں ہاں حضرت ایک امر مختصر کیواسطے جدا گانہ خط مرزا تفتہ کو کیا لکھوں۔ میری طرف سے دعا کہکر انکو کہیئے گا کہ آپکا خط اور گزشتہ کے اوراق مع خط مہتمم مطبع آفتاب عالمتاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے۔ کل وہ چار روپیہ کی ہنڈوی اور ان کے خط کا جواب روانہ کرینگے۔ آپ چتر بھوج سہائے سے کہدیجیئے گا اور تاکید کر دیجیئے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کاتب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں بھائی مجھکو اس مصیبت سے کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم تم اور مرزا تفتہ میں مراسلت گویا مکالمت ہو گئی ہے روز باتیں کرتے ہیں۔ اللہ اللہ

یہ دن بھی یاد رہینگے خط سے خط لکھی گئی ہیں مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گزرتے ہیں اگر خط نہ لکھونگا تو لفافے بناؤنگا غنیمت ہے کہ محصول آدھ آنہ ہی ورنہ باتیں کرنیکا مزہ معلوم ہوتا۔

چارشنبہ۔ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۸ء۔ جو باتیں جواب طلب ہیں انکا جواب طلب ہے۔ +۔

ایضاً بھائی میں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرے پاس لکھنو کے ایک پارسل کی رسید آگئی۔ دوسرا بھی یقینی پہنچ گیا ہوگا خاطر جمع رکھو۔ جناب آرنلڈ صاحب بہادر آج تشریف لیگئے سنتا ہوں کہ کلکتے جائینگے میم اور بچوں کو ولایت بھیجکر پھر آئینگے۔ مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک انکا شکر گزار رہوں گا۔ مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو اُن کو میرا سلام کہنا مرزا تفتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دعا لکھنا از غالب مرقومہ دوشنبہ ہفتدہم جنوری ۱۸۵۹ء

بنام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی نبی بخش

صاحب آگئے تمھارا ایک خط پھر بارہ کتابوں اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا بعد اُسکے کل ایک خط اور آیا۔ ریڈ صاحب کے وہاں آنیکا حال معلوم ہوا۔ آج ۶ دسمبر کی ہے۔ ۲۰ کو موجب تمھارے لکھنے کے وہ وہاں سے جانیوالے ہیں اور مجکو معلوم ہے کہ میرٹھ آئینگے۔ دو دن کے بعد بمقام میرٹھ خط روانہ کرونگا خاطر جمع رکھو۔ وہ صاحب پھر جیسا لکھیں مجکو اطلاع دینا۔ رہی تمھاری مہر اسکا کچھ خیال نکرو جسطرح تمنے لکھا ہی بنجائیگی۔ مگر بھائی ۱۸۵۸ء میں دن کے باقی رہے ہیں آج ۶ دسمبر کی ہے ۲۴ وہ ۷ دن باقی ہیں ۱۸۵۹ء جنوری مہینے میں خدا چاہے تو کھد جائیگی۔ تم میری بجائے فرزند ہو۔ میرے بھتیجے ہو۔ جو تمھارا کام ہو اسمیں تکلف کہو شرم کیا اور تکلف کیوں۔ یہ مہر کھدنا کونسا کام ہی۔ مرزا حاتم علی صاحب ملیں تو میرا سلام کہنا اور مرزا تفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھسے خفا ہو گئے ہیں اب خط نہیں لکھتے غالب۔ ۶ دسمبر ۱۸۵۸ء

بنام خواجہ غلام غوث خاں صاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ من آنحضرت نے وہ کیا جو پارۂ ابر کشت خشک سے کرے یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ

اُس سے خبر پاکر بخت کی رسائی کا سپاس گزار ہوں۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل مع خط معاً اِس خط کیساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر گونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کس واسطے کہ اُس خط میں حاکمِ اعظم کے نام عرضی ملفوف ہے۔ جانتا ہوں کہ محکمہ ایجنٹی اک ایک۔ دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایکدن پہنچے ہونگے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانونگا جبتک کہ حضرت اُس سررشتہ سے معلوم کر کے نہ لکھینگے اب آپ پہچانیئے اور بیدلِ سودازدہ کی تسکین کی سفارش کرنیوالا اور اسکے مدعا کا گزارش کرنیوالا کون ہے ہاں اِتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں میری جگرکاوی کی قدردانی ہوئی یا نہیں پیشگاہِ حکام سے موافق دستور کے خطاب کا اُمیدوار ہوں یا نہیں۔ اپنے حسنِ طبع کا شکر گزار ہوں یا نہیں۔ اِس خط کا جواب بہت جلد عنایت کیجیئے گا مجکو جواب بھیجیئے گا۔ لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیجدیا گیا۔

ایضاً قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا پیتا اور کیونکر جیتا ہے پنشنِ قدیم اکیس مہینے سے بند۔ اور میرا دل فتوح جدید کا آرزومند پنشن کا احاطۂ پنجاب کے حکام پر مدار ہے۔ سو اُنکا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں نہ جواب مہربانی نہ عتاب۔ خیر اِس سے قطع نظر کی۔ اب سُنیئے اودھ کی ۱۸۵۶ء سے بموجب تحریر وزیر عطیۂ شاہی کا اُمیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شرماؤں۔ اگر گنہگار ٹھیرتا تو گولی یا پھانسی سے مرتا۔ اِسبات پر کہ میں بیگناہ ہوں مُقیّد اور مقتول نہ ہونیسے آپ اپنا گواہ ہوں۔ پیشگاہِ گورنمنٹ کلکتہ میں جب کوئی کاغذ بھجوایا ہے بتقلم چیف سکرٹر بہادر اُسکا جواب پایا ہے اُنکی یا دو کتابیں بھیجیں ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے۔ نہ اُسکے قبول کی اطلاع نہ اُسکے ارسال سے آگاہی ہے جناب ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نفرمائی اُنکی بھی کوئی تحریر مجکو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف اب خبریں ہیں مختلف کہتے ہیں کہ چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوگئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُنکی جگہ کون ہے حضرت عالیشان چیف سکر

مشہور جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لیگئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سکرٹری کا کام کس کو دیگئے۔ آپکا حال کوئی نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں ہاں ازروی قیاس جانتا ہوں کہ آپ ابھی منصب اور ابھی دفتر میں شاد و شاداں ہیں جو اب لفٹنٹی کے سکرٹری ہو گئے ہوں گے آپنے علاقہ رہتا ہوگا۔ میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمہ الہ آباد آگئے یا آئینگے بہرحال آپ کیوں آگرہ جائینگے۔ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۲ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائینگے۔ میں تو ادھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں حقیقت اسکی برکما حقہ اطلاع حاصل ہو تاکہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل و ہر بابکے جلد مرحمت کیجیگا تو مجکو مول لے لیجیگا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔۔

ایضاً جناب عالی آج دوشنبہ ۳ جنوری ۱۸۵۹ع کی ہے۔ پہر دن چڑھا ہوگا کہ ابر گھر رہا ہے ترشح ہو رہا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو کچھ میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے

	آفاق با پارۂ ابر بہمن ہی	سفالینہ جام من از مے تہی	

غمزدہ دوستدار بیٹھا تھا کہ ڈاکخانہ کا ہرکارہ تمھارا خط لایا۔ سر نامہ کو دیکھکر اس راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہے بہت خوش ہوا خط کو پڑھکر اس مژدہ کہ حصول مدعا کی ذکر چاہی تھا افسردگی حاصل ہوئی ہے

	ما خانہ رسیدگان تسلیم	پیغام خوش از دیار ما نیست	

اسی افسردگی میں یہی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں با آنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنے لگا پہلے تو یہ سنیئے کہ آپکے دوست کو آپکا خط پہنچا مگر وہ دو بار مجکو لکھ چکا ہے کہ یہ جواب اسکا نشان مرقومہ لفافہ کیمطابق اک میں بھیج چکا ہوں۔ جواب اُسکا ابتک منتظر ہوں آپ جانتے ہوں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے لبلب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بامید مرگ جیتا ہوں اسلئے ہر بات سے مستغنی ہوتا چلا ہوں۔ دو ڈہائی برس کی زندگی اور ہے یہ طرح گذر جائیگی۔ جانتا ہوں کہ بنا دہی آئیگی کہہ کیا پاتا ہے مرنیکا زمانہ کون بتا سکتا ہے جانیے الہام سمجھیے

چاہیئے اوہام سمجھیے بہیں سن سے یہ قطعہ لکھ رکھا ہے **قطعہ**

من کہ باشم کہ جاوداں باشم ‏ ‏ چون نظیری نماند و طالب مُرد
وربگویند در کدامی سال ‏ ‏ مُرد غالب بگو کہ غالب مُرد

اب بارہ ۱۲ سو چھہتر ہیں اور غالب مُرد کے بارہ سو ستتر ۱۲۷۷ ہیں۔ اس عرصہ میں جو کچھ مسرّت پہنچتی ہو پہنچ لے ورنہ پھر ہم کہاں۔

ایضاً پیر و مرشد یہ خط ہے یا کرامت ہے صاف صفائی ضمیر و کشف حجّت کی علامت ہے۔ مدّعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان سکون انگیز۔ اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا۔ سبحان اللہ جسدن یہاں مجھکو وہ مطلب خطیر پیش آیا ہے اُسی دن آپنے وہاں لکھنے کو قلم اُٹھایا ہے آپکو عارف کامل کیونکر نہ لکھوں اور کیا کہوں ولی اگر نہ کہوں۔ مدّعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائیگا کہ وہ راز سربستہ آپ پر کھل جائیگا یعنی یکشنبہ ۲۰ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں سنبو کا ایک مجلّد اور ایک میں تین معاً لسبیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں خطوں کا چوتھے پانچویں دن اور پارسلوں کا چھٹے ساتویں دن پہنچنا خیال کرتا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیّت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامہ پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے۔ تین کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکرٹر بہادر اوّل کا نام نامی ہے اور ایک کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹر دوم کا اسم سامی ہے آج پانچواں دن ہے خط دونوں اگر پہنچ گئے ہیں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں جواب عرائض آخری دفتر میں آ سکا پتا آبتک نہیں ایسا کارپردازان ڈاک ڈاکو نہ بنجائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو باحتیاط پہنچائیں۔ صرف عنایت کی گنجائش تو آپ جب پائیں کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائینگے ابھی تو آپ سے مجکو اُنکے نہ پہنچنے کا سوال ہے کیونکہ جبتک آپ مجکو اطلاع نہ دینگے اُنکے نہ پہنچنے کی بلکہ خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے بہرحال نیازنامہ جسدن پہنچے اُسکے دوسرے دن اسکا جواب بھیجئے

جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب بھیجیے۔ آپکے عنایت نامہ میں کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جسکا جواب لکھا جاوے یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہارو کی روانگی کا خط آئیگا۔ لوہارو کو بھیجدیا جائیگا۔ منشی نواب جان صاحب اور جناب منشی اظہار حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو ان دو صاحب کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچانے میں نہ توقف ہو ــــ تم سلامت رہو قیامت تک ◆

ایضاً مولانا بندگی آج صبح کیوقت شوقِ دیدار میں بے اختیار نہ ریل نہ ڈاک۔ توسنِ ہمت پر سوار چلدیا ہوں۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤنگا مگر یہ نہیں جانتا کہاں پہنچونگا اور کب پہنچونگا اتنا سمجھ رہا ہوں کہ جبتک تم جواب دوگے میں جانونگا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا۔ آپکا پہلا خط رامپور سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے رامپور پہنچا میں وہاں بھی تھا۔ خط دلّی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا اس حال میں کہ میں بیمار تھا۔ معہذا جاڑے کی شدت مہاوٹ کا مینہ۔ دھوپ کا پتہ نہیں پردے چھٹے ہوئے نشیمن تاریک آج نیر اعظم کی صورت نظر آئی۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں خط لکھ رہا ہوں حیران ہوں کہ کیا لکھوں اس خط کے مضامین اندوہ فزا نے دلکو مضمحل کر دیا جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمھارے ماموں ہیں مگر انکے اور تمھارے معاملات مہر و ولا جیسے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوئے میرے دل نشین تھے ایسی محبت کا فراق اور پھر بقید دوام کیونکر جانگزا نہو حقتعالیٰ انکو بخشے اور تمکو صبر دے۔ حضرت میں بھی اب چراغ سحری ہوں رجب سنہ ۱۲۸۲ حال کی آٹھویں تاریخ سے اکہتر واں سال شروع ہو گیا طاقت سلب حواس مفقود۔ امراض مستولی بقول نظامی ع

یکے مُردہ تشنہ مصمم بکردی رواں ◆

آج میں کچھ اور بھی باتیں کرتا مگر خاص تراش آ گیا مہینا بھر سے حجامت نہیں بنوائی خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ اور خط بنواتا ہوں۔ ◆

ایضاً قبلہ پیری و صد عیب۔ ساتویں دہا کے مہینے گن رہا ہوں۔ قولنج آگے دوری تھا اب دائمی ہو گیا ہے۔ مہینا بھر میں پانچ سات بار فضول مجتمعہ رفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشا ہے غذا کم ہوتے ہوتے اگر معدوم نہ کہو تو بمنزلۂ مفقود کہو۔ پھر گرمی نے مار ڈالا۔ ایک حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں

جسکی شدت سے پھنکا جاتا ہوں۔ اگرچہ جرعہ جرعہ پیتا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں میرے ایک شفیق کے بھتیجے نے بوستانِ خیال کا اردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اسکا دیباچہ لکھا ہے ایک دو ورق اسکا بصورت پارسل بلکہ بہیئت خط بھیجتا ہوں آپکا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجیے۔ میرا مدعا ان دو ورق کے ارسال سے یہ ہے کہ اگر آپکو پسند آوے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت و محصول فی نسخہ ٹھہرا ہے*

ایضاً بندۂ گنہگار شرمسار عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل بلائے ناگہانی نازل ہوا ہوں

یا رب که گفتم هزار آفرین بر خویش
تا به زبانِ جادهٔ راهِ وطن

خواجہ حبیب اللہ کی رحلت کا اندوہ بقدر قربِ قرابت آپکو اور باندازہ مہر و محبت مجھکو۔ وہ مغفور میرا قدردان اور مجھ پر مہربان تھا حق تعالیٰ اسکو اعلیٰ علیین میں سبیل دوام قیام دے۔ رامپور ہی میں تھا کہ اودھ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اسکو کہتے ہیں۔ جدت طراز اسکا نام ہے۔ وہ ڈھنگ تازہ نوایانِ ایران کے خیال میں نہ گزرا تھا وہ تم بروے کار لائے خدا تمکو سلامت رکھے اور میرے اور کسی برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق انصاف عطا کرے والا خط کا جواب جلد بھیجو تا طریقہ مسلسل ہو جائے*

ایضاً قبلہ آپکا پہلا خط آیا اور میں اسکا جواب لکھنا بھول گیا۔ کل دوسرا خط آیا مگر شام کو سوتے وقت پڑھ لیا آدمی کے حوالے کیا آج صبحدم مجھکو دیا۔ میں جواب لکھتا ہوں بعد اختتام تحریر معنون کر کے ڈاکخانہ میں بھجوا دونگا والی رامپور کو خدا سلامت رکھے اپریل مئی اور جون تینوں مہینوں کا روپیہ آ گیا وظیفۂ قدیم آیا جون کا آئندہ کا روپیہ خدا چاہے تو آ جاوے۔ آج جمعہ ۲ جولائی ہے معمول یہ ہے دسویں بارھویں کو تنخواہ کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے میں نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا اسکا جواب آ گیا اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں رکھتا۔ دل اس فن سے نفور ہے وہ ایک دوستوں کے پاس اسکی نقل ہے انکو رقعہ کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آ گیا کل ورنہ اگر کل آ گیا پرسوں بھیجدونگا۔ بھائی امین الدین خاں صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے علاؤالدین خاں نے اسکی نقل انکو بھیجدی۔ میں دیوان پر نہیں چڑھاتا مسودہ پھینکتا ہوں تقدیم تاخیر شعروں کی معاف

ملحوظ ہی ہے۔ گرمی کی شدت سے جو میں بچا ہیں سو ہذا المرض جسمانی و آلام روحانی۔ ✤

ایضاً در ناامیدی بسے امید است ✤ پایان شب سیہ سپید است ✤

قبلہ آج آپکی خوشی اور خوشنودی کیواسطے اپنی روداد لکھتا ہوں توطیہ ۱۸۶۳ع میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی کو ساتھ لیگئے۔ میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں جب لشکر میرٹھ سے دلی میں آیا موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم میں گیا۔ میر منشی صاحب سے ملا اُنکے خیمہ میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم غدر کے دنوں میں بادشاہی باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔ میں گدا مبرم ہوں یہ حکم ممنوع نہ ہوا جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیجدیا۔ مع اس حکم کی واپس آیا کہ آپ ایسی چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا۔ واقع اواخر ماہِ گزشتہ یعنی فروری ۱۸۶۶ع میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے۔ میں تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا چپکا ہو رہا نہ ہلا کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا ہر ایکا ہنگامہ رہا۔ شنبہ ۱۰ فروری کو آزادانہ منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر پاس بھیجا۔ بلا لیا گیا مہربان پاکر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ اس حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور میں بھی نہ تھیں جن معتبر منشی میر منشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف تھا وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا جب حکام بمجرد استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میر منشی کی حسن طلب پایا ہائی حکام ہوگی وللہ الحمد الطاف خفیہ الٰہی روداد یہ ہے کہ دوشنبہ دوم مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خان بہادر کے پاس گیا اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے متحیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر

حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خاں کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہمکو کچھ معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں یہ حکم دیمیں لکھوا کر ۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ

کار ساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

سہ شنبہ ۲۳ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھکو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے۔ انبالہ جاؤگے تو دربار اور خلعت پاؤگے عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا۔ لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا۔ نہال ہو گیا اب انبالہ کہاں جاؤں جیتا رہا تو دربار میں کامیاب ہو رہونگا

کار دنیا کسے تمام نکرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

ایضاً حضور خدا کا شکر پھر آپکا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپنے خط لکھا اور میرا حال پوچھا یہ پرسش حکم نشتر کا رکھتی ہے اب رگ قلم کی خونابہ فشانی دیکھو۔ گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو بقیۃ السیف تھے انکو حکم دیا اور [illegible] سوائے میرے کوئی نہ تھا یا چند مہاجن مجھکو حکم نہ پہنچا جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ نہیں ہو سکتا جب سرزمین مخیم خیام گورنری ہوئی میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا مولوی اظہار حسین خانصاحب بہادر سے ملا چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی جواب پایا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ اسوقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو اسدن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط انکے نام لکھکر انکو بھیجا مضمون کیہ باغیوں سے میرا اخلاص مظنہ محض ہے امیدوار ہوں کہ اسکی [illegible]

تاکہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب ہوا۔ اب ماہ گزشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کرینگے پس مقدمہ طے ہوا دربار و خلعت موقوف پنشن مسدود۔ وجہ نامعلوم لاموجود الا اللہ ولامؤثر فی الوجود الا اللہ۔ ۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علیخاں بہادر والی رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں اس سال ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد ہوئے۔ ناظم انکو تخلص دیا گیا۔ میں پچیس غزلیں اردو کی بھیجتے۔ میں اصلاح دیکر بھیجدیتا۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری۔ انگریزی پنشن کھلا ہوا۔ اُنکے عطایا فتوح گنے جاتے تھے جب دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار اُنکے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے میں عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۶۰ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تو میں آخر جنوری میں رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا۔ یہاں آپ کا خط محررۂ ۸ مارچ پایا۔ جواب بھیجا جاتا ہے۔ ✤

ایضاً قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کے کونسی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب سے میری ایک ملاقات ہوئی تھی جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اُترے ہوئے تھے شرفا میں تعارف بنائے محبت اور مودت ہے چہ جائے آنکہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو روز ملاقات سے اُسدن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا۔ اور میرے اس قول کی اس راہ سے کہ مولوی صاحب آپکے ہمنشین ہمدم تھے اور مجھ میں آپ میں پیوند ولائے روحانی متحقق ہے آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں اگر خدانخواستہ مجھ میں اُنمیں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کیطرف متوجہ ہوتے اب سنیئے حال منشی حبیب اللہ کا میں نے اُنکو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدرآباد سے آیا جسمیں دو غزلیں خط کا مضمون کہ میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں۔ آپکا تلمذ چاہتا

کرتا ہوں۔ ان دونوں غزلوں کو اصلاح دیجئے۔ اس امر کی فقط وہ بادی نہیں۔ دہلی اور لکھنو اور بمبئی اور اکثر
اور کلکتہ سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں۔ میں خدمت بجا لاتا ہوں اور وہ صاحب
میری حکّ و اصلاح کو مانتے ہیں۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر
میں معلوم ہو جاتا ہے عادات و عنایات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں آمدم برسر مطلب
منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل
انکی آئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھکر بھیجتا ہوں۔
میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آباد کے نہیں لکھنو اور الہ آباد کے ہیں
اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی اسمیں توہین کے معنے مستنبط ہوں تو میں انکا مستہین ہی
اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپکو کیا لکھا +

ایضاً قبلہ میرا ایک شعر ہے ؎ خود پیش خود کفیل گرفتاری من است + ہر دم بہ پرسش دل مایوس می رسد +
یہ معاملہ میرا اور آپکا ہے۔ خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط برہان قاطع کے نکالکر ایک نسخہ موسوم بہ
قاطع برہان لکھا ہے اور ایک مجلد اسکا آپکو بھی بھیجدیا ہے آپ اسکی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں
اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی میں
انکا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے
مسمّی بہ محرق قاطع برہان انہوں نے اسکی توہین اور مسودہ کی تفضیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے
اور ایک طالب علم مسمّی بہ عبد الکریم نے سعادت علی مؤلف محرق قاطع سے سوالات کیے ہیں اور ایک محضر اُسنے
بفتوای علمائے شہر مرتب کیا ہے۔ ایک میرے دوست نے بضرورت زر اسکو چھپوایا ہے ایک نسخہ اسکا آج
اسی خط کے ساتھ بہیل پارسل ارسال کیا ہے اس شہر میں ایک میلا ہوتا ہے پھول والوں کا میلا کہلاتا ہے
بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے امرائے شہر سے لیکر اہل شہر قطب جاتے ہیں۔ دو تین ہفتے تک

وہیں رہتے ہیں مسلمانوں ہندوؤں دونوں فرقے کی شہر میں دُکانیں بند پڑی رہتی ہیں بھائی ضیاء الدین خاں اور شہاب الدین خاں اور میری دونوں لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہیں اب دیوانخانہ میں ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک بیمار خدمتگار۔ بھائی صاحب وہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اُترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے +

ایضاً قبلۂ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل دُعا ہے مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشندلی اور دُوربینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۲۰ جنوری کو کیے اُنکے جواب تم نے ۲۰ جنوری کو لکھکر بھیجدیے کیوں نہ کہوں روشن ضمیر ہو۔ اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ ۳۰ جنوری کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھجوایا اور ۳۱ کو ڈاک کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمھارا خط لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا ہے۔ دل میں پیچ و تاب باقی رہا۔ ثنا کے باب میں جو کچھ لکھا ہے وہی کیا ہے درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اُسکو مفید مطلب فرض کروں لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہِ گورنمنٹ میں توسط چیف سکرٹر بہادر سابق اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو مجلد پیش کیے ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسرے کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوائی جاوے اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے۔ دو نسخے جو اُن دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے انمیں سے ایک صدر بورڈ کی حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہو گئے۔ رد و قبول۔ نفرین و آفرین کچھ بھی نہیں قیاسا جو چاہوں سو کروں یقین کچھ بھی نہیں ۱۷ ستمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں مجکو آیا ہے کہ اس قصیدہ کے صلہ و جائزہ کیواسطے کہ جو بتوسط لارڈ النبرا سائل نے بھجوایا ہے خطاب اور

اور خلعت اور پنشن کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو توسط گورنمنٹ اسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ یہ حکم مورخہ ۶ دسمبر ۱۸۵۵ع آخر جنوری ۱۸۵۶ع میں نے پایا۔ فروری مارچ اپریل خوشی اور توقع میں گزرے۔ مئی ۱۸۵۷ع میں خدا نے یہ فتنہ اٹھایا۔ اب اس کتاب اور دوسرے قصیدہ کی جابجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل حکمۂ ولایت کو یاد دہی کرتا ہے اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے۔ جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں۔ تحسین اور آفرین سے گزرا۔ نذر کے ولایت جانیکا یقین کیونکر حاصل ہو جہاں یہ تفرقہ اور یہ بے اتفاقی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھوں پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھوں اور دو صادر تو نہیں کیا لکھوں۔ کل بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دو نو ایک وقت میں پہنچیں تو جواب طلب نہیں اسکا جواب لکھیے اور بہت شتاب لکھیے

ایضاً میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہوں ٭ یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا ٭ پیر و مرشد خفا نہیں ہوا کرتے یوں سنا کیجے باور نہ آیا یہاں تک ہے میں مرد نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب ہے محل استعجاب وہ ہے کہ آپکا دوست کہتا ہے کہ میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں اولیا کا یہ حال ہو۔ واے برحال ہم اشقیا کے یہ حکایت شکایت نہیں۔ میں غم دنیاداری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ شیاد و کیاد ستر برس کی عمر ہے بے مبالغہ کہتا ہوں۔ ستر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے زمرۂ خاص میں سے۔ عوام کا شمار نہیں۔ دو شخص صادق الولا دیکھے ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ دوسرے منشی غلام غوث سلمہ اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا اور خلوص اعتقاد اسکا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ۔ دوسرا دوست خیرخواہ خلق حسن و جمال چشم بد دور کمال بہروفا صدق و صفا نور علیٰ نور یہ آفتاب نہیں۔ آدم شناس ہوں

نگہم نقب ہمیزد بنہان خانۂ دل
مژدہ باد اہلِ نظر را کہ زمیدان رفتم

خاشیتِ مہر و محبت جسکے ملک کا تمکو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اسقدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے وہ آدمی مجکو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا ایک کو تو میں رو لیا۔ اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا۔ دعا مانگتا ہوں کہ خدایا اُسکا داغ نہ مجھے دکھائیو۔ اسکے سامنے مروں۔ میں بھلا عاشق صادق ہوں بھائی ابھی قطب سے نہیں آئے۔ دافع ہذیان کے دو مجلد انکو بھیجدون گا

بنام نواب ضیاء الدین احمد خانصاحب بہادر

جناب قبلہ و کعبہ آپکو دیوان کے دینے میں تامل کیوں ہے؟ روز آپکے مطالعہ میں نہیں رہتا بغیر اسکے دیکھے آپکو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو یہ بھی نہیں پھر آپ کیوں نہیں دیتے۔ ایک جلد بہ ہزار جلد پہنچائی میرا کلام شہرت پائے۔ میرا دل خوش ہو۔ تمہاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھیں تمہارے بھائی کی تعریف کی نثر سب کی نظر سے گزرے۔ اتنے فوائد کیا تھوڑے ہیں۔ رہا کتاب کے تلف ہونیکا اندیشہ خفقان ہے کتاب کیوں تلف ہوگی۔ احیاناً اگر ایسا ہوا اور دلی لکھنؤ کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو میں فوراً بسبیل ڈاک رامپور جاؤنگا اور نواب فخر الدین خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان منگوا دوں گا اگر یہ کہتے ہو کہ اپنے ہاں سے لیکر بھیجدو۔ وہ نہ کہینگے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے۔ ہاں یہ لکھوں کہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب نہیں دیتے تو میں اتنی دور سے کیوں دوں اگر تم یہ کہتے ہو کہ تفضل سے لیکر بھیجدو وہ اگر نہیں تو کیا کروں۔ اگر دیں تو میرے کس کام کا پہلے تو ناتمام پھر ناقص بعض بعض قصائد اسمیں سے اور کے نام کر دیئے گئے ہیں دوسرے اسمیں اسی ممدوح سابق کے نام پر ہیں شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لیگیا ہے اسمیں یہ دو قباحتیں موجود تیسری یہ کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرعہ غلط یہ کام تمہاری مدد کے بغیر انجام پائیگا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں ہاں احتمال نقصان بھی از روی وسوسہ و وہم متصور ہیں تلافی کا کفیل جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں۔ بہرحال راضی ہو جاؤ اور مجکو لکھو تو میں طالب کو اطلاع دوں

۴ تو کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب وہ تمہاری بھائی اور تمہارے قریب ہو کر نہیں دیتے

اور طلب اُنکی جب دوبارہ ہو تو کتاب بھیجدوں۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب ؎

بنام مرزا شہاب الدین احمد خان صاحب

بھائی تمھارا خط حکیم محمود خانصاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی انصاف کرو کتاب کوئی سی ہو اُسکا پتہ کیونکر لگے۔ لوٹ کا مال چوری کہتے کہتے کھتریوں میں بک گیا اور اگر سڑک پر بکا تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور چپ ہو رہو ؎

بر دلِ نفس اندوہ گیتی بر آید
گیرید کہ گیتی ہمہ یکسر بسر آمد

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سُن لیا کرتے ہو اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائیگا ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں اور وہ بھی کونسی خوشی کی بات ہے جو لکھوں اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کیطرف سے دُعا کہدینا اور ہمکو بھی تمھاری اُستانی دُعا کہتی ہیں زیادہ زیادہ از غالب۔ دوشنبہ ۸ فروری ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی شہاب الدین خاں واسطے خدا کے تمنے اور حکیم غلام نجف خاں نے میری دیوان کا کیا حال کردیا ہے یہ اشعار جو تمنے بھیجے ہیں خدا جانے کس ولد الزنا نے داخل کر دیئے ہیں دیوان تو چھاپے کا ہے متن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیہ پر ہوں تو میرے نہیں ہیں بفرض اگر یہ شعر متن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر یہ خرافات لکھدیئے ہیں خلاصہ یہ کہ جس مُفسد کے یہ شعر ہیں اُسکے باپ پر اور دادا پر اور پردادا پر لعنت اور وہ ہفتاد پُشت پر ولد الحرام اسکے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے میاں غلام نجف نے دوسرے تم میرے کمبختی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمھارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمھارا خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجکو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا قضا و قدر کے اُمور میں دم مارنیکی گنجایش نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانیکی اجازت ہو جائے تا کہ سب یکجا بہم آرام سے رہو اپنے کاتب کو کہنا

کہ یہ خرافات متن میں نہ لکھتے۔ اگر لکھ دیئے ہوں تو وہ ورق نکلوا ڈالنا اور ورق اسکے بدلے لکھوا کر لگا دینا مناسب تو یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ساتھ وہ دیوان جو تمہارے کاتب نے نقل کیا ہے میرے پاس بھیجدو تاکہ میں بھی ایک نظر دیکھکر پھر تمکو بھیجدوں زیادہ زیادہ آج تیسرا پہر [illegible] والسلام

ایضاً بھائی تمہارا خط پہنچا۔ کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ میں اسکا جواب لکھتا پھر سوچا کہ مبادا تم آزردہ ہو اسواسطے آج یہ رقعہ تمکو لکھتا ہوں۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمہیں لکھوں اسکے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمہارے اتشم مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے۔ انشاءاللہ تعالی اسکے بعد جو خط تمکو لکھوں گا اسکا مضمون بھی ہوگا خاطر جمع رکھنا اور اگر میرا خط دو چار دن نہ پہنچے تو مجھکو اسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گلہ نہ کرنا اور ہاں صاحب تم جو خط لکھتے ہو تو اس میں محمد سعید خاں کا کچھ ذکر نہیں لکھتے لازم ہے کہ اسکی خیر و عافیت اور اسکے بہن کی خیر و عافیت لکھتے رہا کرو۔ یہاں تمہاری پھوپھی اور تمہارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں والدعا از غالب یکشنبہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۶۳ء عیسوی

ایضاً میاں مرزا شہاب الدین خاں۔ اچھی طرح ہو۔ غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سنا ہوگا ہفتے کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے احباب کو رخصت کر کے راہی ہوا قصد یہ تھا کہ پلکھوے ہوں وہاں تک کی گنجایش نہ پائی۔ ہاپور کو روانہ ہوا۔ دونوں برخوردار گھوڑوں پر سوار پہلے چل دیئے چار گھڑی دن رہے میں ہاپور کی سرائے میں پہنچا۔ دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑوں کو ٹہلتے ہوئے پایا۔ گھڑی بھر دن رہے قافلہ آیا۔ میں نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اسمیں ڈالدیئے رات ہو گئی تھی شراب پی لی۔ کباب کھا لیئے۔ لڑکوں نے ادہر کی کھچڑی پکوائی خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی۔ دن کیواسطے سادہ سالن پکوایا ترکاری نہ ڈلوائی بارے آجتک دونوں بھائیوں میں موافقت ہے آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہیں۔ . . . .

. . . .

اتنی بات زائد ہی کہ حسین علی منزل پر اُتر کر باڑا در مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہی دونوں بھائی ملکر کھا لیتے ہیں آج میں نے تمھارے والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجے پانچ کے عمل میں ہاپوڑ سے چلدیا۔ سورج نکلے بابوگڈہ کی سرائے پر آ پہنچا۔ چارپائی بچھائی۔ اُس پر بچھونا بچھا کر حقہ پی رہا ہوں اور یہ خط لکھ رہا ہوں۔ دونوں گھوڑے کوتل آ گئے دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے ہیں۔ اب وہ آئے اور کھانا کھا لیا اور چلے۔ تم اپنی استانی کے پاس جا کر یہ رقعہ سراسر پڑھ کر سُنا دینا۔ شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا۔ ✣

ایضاً میاں وہ قاضی تو مسخرہ چوتیا ہے۔ اُن کا خط دیکھ لیا خیر ہاں علاؤالدین خاں کا خط گھنٹہ بھر بھانڈوں کے طائفہ کا تماشہ ہی اب تم کہو اُستاد میر جان کو کیونکر بھیجوگے اُن کو کہاں پاؤگے اور علاؤالدین خاں نے حسب الحکم تمھارے چچا کے لکھا ہی۔ لوہارو کی ہوائیاں آئی ہوئی شاید کل یا پرسوں لوہارو جائیں اسکی فکر آج کرو۔ امین الدین خاں بیچارہ اکیلا گھبراتا ہوگا۔ چکیدن دہیم۔ رمیدن دہیم۔ یہ غزل علاؤالدین کو بھیج چکا ہوں۔ تم علاؤالدینخاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ ؎ ہردم زردگی غیر سببے چہ علاج ؛ اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو۔ واہ واہ غیر سببے کہاں کی بولی ہے ؎ از خواندن قرآن تو قاری چہ فائدہ ؛ عیاذاً باللہ امیر خسرو قرآن کو کہ بسکون رائے قرشت و الف ممدودہ ہے۔ قرآن بروزن پران لکھینگے۔ یہ دونوں غزلیں دو گدھوں کی ہیں۔ شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھدیا ہو۔ غالب

ایضاً نور چشم شہاب الدین خاں کو دعا کے بعد معلوم ہو یہ رقعہ لیکر پہنچتے ہیں انکا نام حسین علی ہی اور یہ سید ہیں۔ دوا سازی میں یگانہ۔ رکابداری میں یکتا۔ جان محمد انکا باپ ملازم سرکار شاہی تھا۔ اب انکا چچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا الور میں نوکر ہے۔ یہ جانی ان سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ مہینا ملیگا۔ اور لوہارو جانا ہوگا۔ انکار کیا کہ پانچ روپیہ پہ بس کیا

کھاؤنگا۔ یہاں زن و فرزند کو کیا بھجواؤں گا جواب پایا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمھارا پسند آئیگا تو اضافہ ہو جاویگا۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر توقع پر یہ قلیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں مگر دو وقت روٹی سرکار سے پاؤں بغیر اسکے کسی طرح نہیں جا سکتا۔ سنو میاں حق بجانب اس غریب کے ہے روٹی بغیر بات نہیں بنتی۔ یقین ہے کہ تم رپورٹ کروگے تو اس امر کی منظوری کا حکم آجائے یہ قصہ فیصل ہوا اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہہ مجھے پیشگی دو تا کہ کچھ کپڑا لتا بناؤں اور کچھ گھر میں دے جاؤں راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں تو یہاں بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہوں مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اپنی رائے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ خیر تم بھی میرا رقعہ اپنے نام کا علائی مولائی کو بھیجدو۔ غالب

سہ شنبہ ۔ ۲۴ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ء

ایضاً تمھارے بھائی کا خط تمھارے پاس بھیجتا ہوں۔ کلیات اردو جو نسخے خرید کے ہیں ایک اِن میں سے چاہو اپنے چچا کی نذر کرو چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ میں نے اسوقت انکے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے بعد ارسال خط مولوی سعید الدین خانصاحب میرے ہاں آگئے اثنائے حرف و حکایت میں نے شاہین کی حقیقت پوچھی جواب پایا کہ ہاں عربی میں باباجی کا نام شاہین ہے۔ صورت انکی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہیں صراح میں میں نے دیکھا ہے فقط تم مولانا علائی کو خط لکھو یہ رقعہ ملفوف کردو۔ غالب **رباعی**

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تمنے
ثاقب حرکت یہ کی ہے بیجا تمنے
حاجی کلّو کو دیکے بیوجہ جواب
غالب کا لکا دیا کلیجا تمنے

ایضاً ای روشنی دیدہ شہاب الدین خاں
کتنا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضاں
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک
سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآں

بنام نواب انوار الدولہ سعد الدین خانصاحب شفق

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دوشنبہ ۷ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے اسوقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں

عطوفت نامہ پہنچا۔ اُدھر پڑھا، اِدھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا۔ خط کو معنون کر رکھتا ہوں کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھجوا دونگا۔ حالِ گزشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا۔ ۱۲۔۱۳ مہینے صاحبِ فراش رہا۔ اُٹھنا بیٹھنا دشوار تھا۔ چلنا پھرنا کیسا۔ نہ تپ، نہ کھانسی، نہ اسہال، نہ فالج، نہ لقوہ۔ ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ سر سے پاؤں تک بارہ پھوڑے ہر پھوڑے پر ایک زخم۔ ایک غار۔ ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پھائے۔ اور پاؤ بھر مرہم درکار۔ نو دس مہینے بے خورد و خواب رہا ہوں و شب و روز بیتاب۔ راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہونگا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اُٹھی۔ جاگ اُٹھا۔ تڑپا کیا۔ پھر سو گیا۔ پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر میں تین حصے دن یوں گزری پھر تخفیف ہونے لگی۔ وہ تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا نئے سرے روح قالب میں آئی۔ اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی۔ اگرچہ تندرست ہوں لیکن ناتوان و سُست ہوں۔ حواس کھو بیٹھا۔ حافظہ کھو بیٹھا۔ اگر اُٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اُٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قدِ آدم دیوار اُٹھے۔ آپکی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جبتک میرا مرنا نہ سُنا میری خبر نہ لی میرے مرگ کے خبر کی تقریب اور مشلہ میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ درصورتِ مرگ نیم مُردہ اور درحالتِ حیات نیم زندہ ہوں ؎ درکشاکشِ ضعفم نگسلد روان از تن ٭ اینکہ من نمی میرم ہم زناتوانیہاست ٭ اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خانصاحب بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیج دیجیے گا تو اُن کو خوش اور مجھکو ممنون کیجیے گا۔ ٭ ۔ غالب

الیضاً پیر و مرشد حضور کا توقیع خاص اور آپکا نوازشنامہ یہ دونوں حرزِ بازو ایکدن ایک وقت پہنچے۔ توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھونگا۔ ناسازیٔ مزاجِ مبارک موجبِ تشویش و ملال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے لیکن تسکینِ خاطر منحصر اسمیں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں ہفتہ کی ہنڈوی پہنچی۔ اسکا بھی [illegible]

سابق کی ہنڈوی کا ساہی یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہمکو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دیں اگر سرکار کے کارپرداز وہانکے ساہوکار سے کہکر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے۔ صہبائی کی تذکرہ کی ایک جلد میرے ملک میں میری پاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بسبیل ارمغان آپکو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو اب میں حضرت سے باتیں کر چکا۔ خط کو سر نامہ کر کے کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے پارہ پر دو دن پیچھے کتاب کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کرونگا۔ پیشگاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اسکے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی نادر حسین صاحب کو سلام *

ایضاً پیر و مرشد۔ اگر میں نے آئیدہ بکاف عربی ازراہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید ؎ درین خستگی پورش از من مجوے * بود بندہ خستہ گستاخ گوے * اور یہ جواب فرماتے ہیں کہ ان موانع کے سبب سے میں قصیدہ کی تحسین نہیں لکھ سکا بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوای احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہیں۔ میں جو اپنا کلام آپکے پاس بھیجتا ہوں گویا آپ اپنے اوپر احسان کرتا ہوں ؎ وای بر جان سخن گر بہ سخندان نرسد * افسوس ہے کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپکی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں نواب صاحب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ زور سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے نہ تامل و بیفکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں ورنہ فکر کی صعوبت کی متحمل نہیں ہو سکتا بقول مرزا عبدالقادر بیدل ؎

جہدہا در خور توانائی است ضعف یکسر فراغ میخواہد

مہر کا حال معلوم ہوا۔ پہلے آپ لکھ بھیجئے کہ کیا کھودا جائے گا۔ مہدی حسن خاں۔ مہدی حسین خاں بہادر لکھ رہا ہوں۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا۔ یاد پڑتا ہے کہ نگینہ وہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب ہیں مکرر خواہاں

ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجئے گا۔ یا یہاں خریدا جائے گا اور نقش و نگین کیا ہوگا تاکہ شمار حروف کا مجکو معلوم ہے اب جب آپ مجکو لکھیں گے تب میں اسکا جواب لکھوں گا۔ حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپ نے مجکو سلام لکھا ہے سو میں بھی اُن کی خدمت میں بندگی۔ اور جناب نادر حسین خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں۔ زیادہ حدِ ادب ؛

ایضاً قبلۂ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا۔ چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اُسکو ایک اَور ورقہ پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور تمنائے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس ہوگئے۔ احترام الدولہ بہادر میرے ہمزبان اور آپکے ثنا خواں ہے گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں۔ ہم بطریقِ کسرۂ اضافی و ہم بطریقِ کسرۂ توصیفی پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے قدردان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہیں۔ غیاث اللغات ایکا نام موقر و معزز جیسے اَلفُربہ خواہ مخواہ مرد آدمی۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے۔ ایک معلم فرومایہ رامپور کا رہنے والا۔ فارسی سے نا آشنائے محض اور صرف و نحو میں ناتمام انشاء خلیفہ و منشیات مادھورام کا پڑھانیوالا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اس نے خلیفہ شاہ محمد و مادھورام و غنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے۔ یہ لوگ راہِ سخن کے غول میں آدمی کے گمراہ کرنیوالے یہ فارسی کو کیا جانیں۔ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے شعر کہتے تھے

ہرزہ مشتاب و پئے جادہ شناساں بردار
ایکہ در راہِ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپکے دیکھنے کا میں کسقدر آرزومند ہوں۔ میرا ایک بھائی ماموں کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشینِ حال کا چچا تھا۔ اور وہ میرا ہمشیر بھی تھا یعنی میں نے اپنی ممانی اور اُسنے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا کہ

باندا بند لکھنؤ آنے لگا۔ میں نے بسبب سامانِ سفر کر لیا۔ ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا قصد یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں۔ وہاں سے نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں باندے جا کر ہفتہ بھر رہکر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا اسپیشل ڈاک دلّی چلا آؤں گا ناگاہ حضورِ والا بیمار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا اورنگ خاں میرا بھائی مر گیا ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ٭ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی استدعا سے تھا مگر میں نتیجہ اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف کیجیے گا۔ میرا جی آپکے ساتھ باتیں کرنیکو چاہا ہے اسواسطے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا ٭

ایضاً پیر و مرشد۔ کورنش۔ مزاجِ اقدس۔ "الحمد للہ تو اچھا ہے" حضرت دعا کرتا ہوں۔ پرسوں آپکا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا۔ آپکو مبدءِ فیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا۔ محبتانہ تہنیتانہ ایک لطیفہ نشاط انگیز سنیئے۔ ڈاک کا ہرکارہ جو بلیماروں کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنوں ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلاں ناتھ ڈھمک داس ہے۔ میں بالاخانہ پر رہتا ہوں حویلی میں آکر اُسنے داروغہ کو خط دیا اور مجھسے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو آپکو جیسا کہ دلّی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا آپ کو کالپی سے خطاب کپتانی کا ملا۔ حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا۔ اُس قوم ساقط التحریر اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں شاید ماہِ حال یعنی جولائی یا اوّل ماہِ آئندہ یعنی اگست میں یہاں آجائیں آپکو نوید تخفیف تصدیع دیتا ہوں آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اٹھائیں اسقدر کہ علم آپکو اِس خاندان مجدت نشان کے حال پر حاصل ہو گیا ہے کافی ہو گیا مولانا قلق کے نام کی عرضی انکو پہنچا دیجیگا اور جناب نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام فرما دیجیے گا ٭

ایضًا پیر و مرشد۔ شبِ رفتہ کو مینہ خوب برسا۔ ہوا میں فرطِ برودت سے گزند پیدا ہو گیا اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے۔ ابرِ تنک محیط ہے آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں آتا ہے۔ میں عالمِ تصور میں آپکو مسندِ عزت و جاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو آپکا جلیس مشاہدہ کر کے آپکی جناب میں کورنش بجا لاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔ کافرِ نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے منت پذیری میں میرے شریک غالب ہیں فی الحال بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں حضرت آپ غالب کی شرارتیں دیکھتے ہیں ہے سب کچھ کہے جاتا ہے اور اس اصل کا کہ جس پر یہ مراتب متفرع ہوں ذکر نہیں کرتا۔ فقیر کو یہ طرز پسند آئی۔ مطلبِ اصلی کو مقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے۔ یوں لکھنا تھا کہ آپکا عنایت نامہ اور اسکے ساتھ نسب نامہ خاندان مجددِ علا کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خان بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے۔ جنابِ عالی میں تو غالبِ ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا آپنے اسکو مصاحب بنا رکھا ہے اس سے اسکا دماغ چل رہا ہے۔ قبلہ و کعبہ جنابِ مولانا علق ہیں حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی تھی وہ مقبول نہ ہوئی اب جنابِ ہاشمی کو اپنا ہمزبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں۔ آپکی بابت میں بھی کبھی نہ مانونگا جبتک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوائیے گا۔ اس سارٹیفکیٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی موجود ہوں۔ والسلام ؂

ایضًا پیر و مرشد میں آپکا بندۂ فرمانبردار۔ اور آپکا حکم بطیبِ خاطر بجا لانیوالا ہوں مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں وہ مکتوب کہاں بھیجوں آپکے پاس بھیجوں یا انہیں منشی صاحب کے پاس بھیجدوں اور وہ [illegible] ظہیر الدین کو منشی۔ میر۔ شیخ۔ خواجہ کیا کر کے لکھوں وہ حاکم کی رائے کے شمول کا قیدی اور اُس [illegible] میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے گھر آ گئے باایں ہمہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ

وہ چھوڑ دے۔ آپکی تحریر سے نہیں معلوم ہوتا کہ اب سعی منحصر اسمیں ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے اور یہیں محبوس رہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جائے اور یہاں کے قید سے بھی رہائی پائے۔ خواہش کیا ہے اور کارپرداز سے کس طرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں پھر جو کچھ لکھوں اسکو کہاں بھیجوں۔ طریق یہ ہے کہ میاں امیرالدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں اور بذریعہ اس خط کے روشناس ہوں۔ میں کیا جانوں کہ امیرالدین کا مسکن کہاں ہے۔ منشی صاحب کو خط بھیجوں۔ اُنکے نزدیک احمق بنوں کہ کس امر موہوم مجہول میں مجکو لکھتا ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ کر تفحص کریں کہ امیرالدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا جانتا ہے بہر حال اس خط کیساتھ ایک اور لفافہ آپکے نام کا روانہ کرتا ہوں۔ اسمیں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے۔ کھلا ہوا اسکو پڑھ کر میاں امیرالدین کے پاس بھیج بھیجیگا مگر گوند لگا کر۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام خط کا مسودہ لکھکر میرے پاس بھیج دیجئے اور لکھ بھیجیے کہ اس مسودہ کو صاف کرکے کہاں بھیجوں۔ ❊

ایضاً خداوند نعمت شرف افزا نامہ پہنچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب اُنکی خدمت میں بھیجدیا گیا جناب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں۔ اگر جواب بھیجوا دینگے تو جناب میں ارسال کیا جائیگا قصیدہ کو بارہا دیکھا اور غور کی جسطور پر ہے اُسمیں گنجایش اصلاح کی نہ پائی یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے اور نہ کوئی لفظ بیمحل و بیموقع نہیں۔ کوئی ترکیب فارسی ٹکسال سے باہر نہیں مگر ہاں طرز گفتار کا بدلنا اُسکے واسطے چاہیئے دوسرا قصیدہ اس زمین میں ایک اور لکھنا اور وہ تکلف بارد ہے بلکہ شاید حضرت کو منظور بھی نہ ہو۔ پس شرم کم خدمتی سے دلریش اور فرط خجلت سے سر در پیش ہو کر قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں۔ غلہ کی گرانی آفت آسمانی امراض دموی بلائے جانی انواع و اقسام کے اورام و بثور شائع۔ چارہ ناشنو مندوں سے ضایع میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۵۷ء کو پہر دن چڑھے وہ فوج باغی میرٹھ سے

دلی آئی تھی۔ یا خود قہر الٰہی کا پے درپے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ورنہ سر تا سر قلمرو ہند میں فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام

ایضاً پیر و مرشد ۱۲ بجے تھے میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر خط دیا میں نے کھولا پڑھا بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا۔ سر سے سُنیئے آپکا قصیدہ بعد اصلاح بھیجا اُسکی رسید آئی۔ کٹے کٹے ہوئے شعر اُلٹے آئے اُنکی قباحت پُوچھی گئی۔ قباحت بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کیجگہ بے عیب الفاظ لکھدیئے گئے۔ لو صاحب یہ اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو۔ اِس نگارش کا جواب آجتک نہیں آیا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا خط اُنکو دیا جواب میں جو کچھ اُنہوں نے زبانی فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا ؎

پُر ہوں میں شکوہ سے یُوں راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

سوچتا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ گئے تھے تلف ہونا کسیطرح متصور نہیں۔ خیر اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑھی میں اُبال کیوں آئے۔ بندگی بیچارگی۔ پانچ لشکر کا حملہ پے درپے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باغیوں کا لشکر اُسمیں اہل شہر کا اعتبار لُٹا دوسرا لشکر خاکیوں کا اُسمیں جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی سراسر لُٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اُسمیں ہزارہا آدمی بھوکے مرے۔ چوتھا لشکر ہیضہ کا۔ اُسمیں بہت سے پیٹ بھرے مرے پانچواں لشکر تپ کا اُسمیں تاب و طاقت بنائی ابتک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا۔ میرے گھر میں دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا۔ ایک داروغہ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے۔ برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش

کھیتیاں تیار ہیں۔ خریف کا بیڑا پار ہے۔ ربیع کیواسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے کتاب کا پارسل پرسوں ارسال کیا جائیگا۔ اہا ہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی۔ مغل علیخاں غدر سے کچھ دن پہلے مستسقی ہو کر مر گئے۔ ہی ہی کیونکر لکھوں حکیم رضی الدینخاں کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی ماردی اور احمد حسین خاں انکے چھوٹے بھائی اُسی دن مارے گئے۔ طالع یار خاں کے دونوں بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے غدر کے سبب جا نہ سکے یہیں رہے۔ بعد فتح دہلی دونو بیگناہ پھانسی ملی۔ طالع یار خاں ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہی کہ مردہ سے بدتر ہونگے۔ میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میاں نظام الدین کا یہ ہی کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگے تھے۔ وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں رہے۔ اورنگ آباد میں رہے حیدرآباد میں رہے۔ سال گزشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے۔ سرکار سے انکی صفائی ہوگئی لیکن صرف جاں بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی چبوترہ ہی وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جسمیں مغل علیخاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالیصاحب کی اور کالیصاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پاکر ضبط ہوئی اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار میں داخل ہو گیا۔ ہاں قاسم جان کی حویلی جسکے کاغذ میاں نظام الدین کی والدہ کے نام کے ہیں وہ انکو یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو ملگئی۔ فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں شاید بہاولپور بھی جائیں گے ❖

ایضاً پیرو مرشد آداب۔ غلط نامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن۔ اور آپکی خیروعافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سُنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپکا نوازشنامہ پہنچا۔ قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدانِ برہان قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط ہے یعنی ترکیب

خلاف قاعدہ ہی کلام قطع کیا جاتا ہی برہان قاطع نہیں ہو سکتی ہی۔ لو صاحب برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہو سکتی اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتے قاطع برہان میں جو برہان کا لفظ ہے یہ مخفف برہان قاطع ہی۔ برہان قاطع کے رد کو قطع سمجھکر قاطع برہان نام رکھا تو گناہ ہوا۔ دوسرا ایراد یہ ہی ؎ با انگلشیاں ستیزہ بیجا ٭ انگلش کا نون تقطیع میں نہیں آتا میں پوچھتا ہوں خدا کیواسطے انگلش اور انگریز کا نون باعلان کہاں ہی اور اگر ہے بھی ضرورت شعر کیواسطے اکثر لغات عربی میں سکون و حرکت بدل ڈالتی ہیں اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپکے پاس بھیجا ہی اسکو غلط نامہ شمامہ کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجئے گا۔ حضرت کیوں آپنے مراسلہ اور مکتوب کا حال پوچھا ہے ؎ انہم کہ جواب ننویسد جوابست ٭ سمجھ لو اور چپ رہو۔ میں نے مانا جسکو تمنے لکھا ہی وہ لکھیگا کہ میں نے تمہارا سے پوچھا اسنے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا۔ ایک بات زبانی ہی تو اس تقریر کو حضرت ہی باور کرینگے فقیر کبھی نہ مانیگا۔ ایک حکایت سنو۔ امجد علیشاہ کی سلطنت کے آغاز میں۔ ایک صاحب میرے ہم آشنا یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں وارد اکبرآباد ہوئے تھے کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی ہو گئے تھے۔ زبان آور اور چالاک اکبرآباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا میرے پاس وہ ایکبار آئے تھے پھر وہ خدا جانے کہاں گئے میں دلی آرہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے ہونگے امجد علیشاہ کے عہد میں انکا خط ناگاہ مجھکو بسبیل ڈاک آیا۔ چونکہ ان دنوں میں دماغ درست اور حافظہ برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں خط میں مجھکو پہلے یہ مصرع لکھا ہے ؎ از بخت شکر دارم و از روزگار ہم ٭ آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا جے پور نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا اب لکھنؤ میں آیا ہوں وزیر سے ملا ہوں بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے بادشاہ نے خان اور بہادر کا خطاب دیا ہے۔ مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا۔ وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہی اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی

بیچ میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھکر میرے پاس بھیجدیجیئے تو بیشک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اُسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جسکی بیت اسم یہ ہے ؎

امجد علی شہ آنکہ بہ ذوق دعاے او
صد رہ نماز صبح قضا کرد روزگار
الخ

متردد تھا کہ کسکی معرفت بھیجوں توکلت علی اللہ بھیجدیا رسید آ گئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا بآئین شائستہ پیش کرنیکا وعدہ کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدر الدین مُہر کن سے میری مُہر خطابی کھُدوا کر بھیجدیجیئے چاندی کا نگینہ مربع اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کر کے بھیجدیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گذرنے کی نوید۔ بس پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا۔ ڈاک کا یہ توقیع کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں۔ ایک رات کے بعد حال معلوم ہوا کہ اُس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ۔ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط۔ بہادر یکی مہر ہم سے بغیر حاصل کرکے مرشد آباد کو چلا گیا چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے دیئے تھے۔ ایک قاعدہ کلیہ دلّی کا سمجھ لو۔ خالق کی قدرت مقتضی اسکی ہے کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہوا۔ مرد یا عورت۔ خفقان۔ مراق اُسکی خلقت و فطرت میں ہو۔ آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر میں مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ہاں شہر کے باہر ایکدن بجلی گری۔ دو ایک آدمی اور کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے۔ دس بیس آدمی دب کر مر گئے۔ دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مر گئے۔ مراقیوں نے غُل مچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان سے بسفر رفتہ کو لکھا۔ جابجا اخبار نویسوں نے اُنسے سُن کر درج اخبار کیا۔ لو اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے وہی دہقانی جو اب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسیگا تو پھر کال پڑیگا

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط ہے۔ یعنی لوگ کڑی۔ تختہ۔ کیواڑ۔ چوکھٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالح سب لے گئے۔ اب اُن غربا کو وہ مکان ملے تو اُن میں مرمّت کا مقدور کہاں۔ فرمایئے مکانات کیوں نہ گریں۔ ÷۔

ایضًا پیر و مرشد ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پہنچنے کا مژدہ پایا۔ اُسکا جواب یہی کہ کارپردازان ڈاک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو رائگاں نہ جانا۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا گویا ساغرِ التفات کا دوسرا دَور پہنچا اب ضرور آ پڑا کہ کچھ حال اس ستارہ دُم دار کا لکھوں چنانچہ جس وقت وہ خط پڑھا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ بسبب فقدان اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آجاتا ہے ؎ ازیں ستارۂ دنبالہ دار می ترسم ÷ یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے ؎ زخالِ گوشۂ ابروئے یار مے ترسم ÷ کیا آپ مجکو بے ہنری اور ہیچ میرزی میں صاحبِ کمال نہیں جانتے۔ اور اس عبارت فارسی کو میرا مصداقِ حال نہیں مانتے۔ پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا ہیچ ہر دو و پیش ہر دو ہیچ۔ آرائش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اَور کیا رکھا ہے بہرحال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں جس برج میں یہ نظر آئے اُس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں تب ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہاں آباد میں بعد غروب آفتاب افق غربی پر یہ نظر آتا تھا اور اُن دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے درجہ دقیقہ کی حقیقت نامعلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی اب وہ دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اُس کا حال پوچھا ہے۔ بس میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ صورتیں قہر الٰہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔ قران النحسین پھر کسوف۔ پھر خسوف پھر

بہ صورت چہ کدورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا۔ یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کوچہ و بازار میں روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل میں آنا سنایا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ معظمہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہ شمول دستنبو نظر انور سے گزرا ہوگا ؎ تا نہال دوستی کے بر دہد حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم ٭

ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انوار الدولہ کا خط لایا ؎ این کہ مے بینم بہ بیداریست یا رب یا بخواب ٭ مُنہ پیٹتا ہوں اور سر ٹپکتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الٰہی حیاتِ جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار الدولہ سے ملکر سرگزشت بیان کروں۔ پھر اُسکے بعد مروں۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جان کاہ اور جان گزا ہے پر بموجب تلف المال خلف العمر عمر فزا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُسکو عمر کی قیمت جانئے اور ثباتِ ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانئے۔ اللہ تعالیٰ وزیر اعظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تا قیامت رکھے۔ میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد نثر میں بعبارتِ فارسی ناآمیختہ بعربی لکھی ہے اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرہ کو مفید الخلائق میں چھپنے کو گئی ہے۔ دستنبو اُسکا نام رکھا ہے اور اسمیں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانوں گا اور اُس کو ہم سخنی اور ہمزبانی جانونگا۔ جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرایا ہے اب جو خط لکھئے تو اُنکی خیر و عافیت بہر نمط لکھیئے۔ اُن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خانصاحب کو سلام پہنچے۔

ایضاً پیر و مرشد معاف کیجئے گا۔ میں نے جمنا کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے پرسش کے بعد بھی کوئی بات نہیں سُنی سنئے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات۔ تینوں فصلیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ تگرگ باری علاوہ ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل تو استعجاب کیوں ہو اور یہ بات کہ دلّی میں تغیر نہ ہو۔ اور پُورب میں ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بانفرادہ بہی ہے اور وہاں کہیں کین کہیں۔ اور ندّی کہیں گنگا باہم ملگئی ہیں۔ مجمع البحار ہے۔ حضرت نے خوب وکالت کی۔ مولانا قلق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی۔ کہوگے کہ گناہ معاف ہو گیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانونگا یہ دن مجھ پر بُرے گزرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا۔ خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں
سوز غم ہائے نہانی اَور ہے

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھکے بے چین ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا مفصل لکھیئے۔ چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا تو زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجیے۔ جناب منشی نادر حسین خانصاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ حضرت میر مجید علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ اُن کی خیر و عافیت لکھیں۔ کبوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہٖ ارسال کرتا ہوں آپ کو معلوم ہوگا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب سید العلما۔ نقش نگین۔ میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔ اُس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ۱۲۷۸ ہوتے تھے۔ تخرجہ نئی روش کا میرے خیال میں آیا۔ میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں۔ **قطعہ**

حسین ابن علی آبروے علم و عمل
کہ سید العلما نقش خاتمش بودے
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر
غم حسین علی سال ماتمش بودے

زیادہ حدِ ادب فقط

ایضاً پیر و مرشد یہ خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں۔ بس مُہر اور کون کھود سکیگا ناچار میں نے آپ کا نوازشنامہ جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقعہ میرے نام آج بھیجا۔ سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ پڑھ لیں سمجھ لیں اور نگین باحتیاط ارسال فرماویں پھر اس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجیے گا۔ تعجب ہے کہ جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیے جاویں اور میری بندگی کہی جاوے۔ جناب منشی نادر حسین خانصاحب کو میرا سلام بہزار اشتیاق پہنچے۔

ایضاً للہ شکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بخیر و عافیت ہے پہلے نوازشنامہ کا جواب باآنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز لکھنے نہیں پایا کہ کل ایک مکرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل میں ہوں چنانچہ کل میرا مسہل ہوگا۔ اس سبب سے اس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے اور ارنی بروزن جمیے گنجائش پائے تو نعم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبدالقادر بیدل ؎

چو رسی بطور ہمت ارنی مگو و بگریز
کہ نیرزد این تمنا بجواب لن ترانی

اسد اللہ بیگ غالب ؎

رفت آنکہ پا از حسن ہوا را طلب کنیم
سر رشتہ در کف ارنی گوے طور بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان۔ کیا میں سخن ناشناس اور ناانصاف ہوں کہ ایسے کلام کے حک و اصلاح پر جرأت کروں ؏ چہ حاجت ست مشاطہ روے زیبا را ٭ ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں ؏ اے مطرب جادو فن بازم رہِ ہوشم زن ٭ دو میم آ پڑے ہیں۔ ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں ؏ اے مطرب جادو فن دیگر رہِ ہوشم زن ٭ اب دیکھیے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں۔ اتنی عنایت فرمائیے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیے گا۔ زیادہ حدِ ادب۔٭

ایضاً کیونکر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں واہ کیا ہوشمندی ہے۔ کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم۔ سُن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن۔ اے ایاز حدِ خود بشناس۔ مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ آنے کا شکر ادا کر۔ اور یہ کہہ کہ جو میں تصور کر رہا تھا وہ ہوا یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا۔ اُسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ دفع ہو جائیگی موسم اچھا آ گیا ہے ؏

گرمی از آب بروں رفت و حرارت زہوا
محمل مہر جہانتاب بمیزان آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ہے ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ کر ڈالیے مجکو بھی آج دسواں منضج ہے۔ پانچ سات دن کے بعد مسہل ہوگا۔٭

ایضاً پیر و مرشد۔ آداب۔ مزاج مقدس میرا جو حال آپ نے پوچھا اُس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے۔ ایک فصد بائیس منضج چار مسہل

کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا۔ پانی برف آب ہوگیا ہے کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے۔ یہ ضعف ضعفِ قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور ہمکو زائل کرسکیں غزلوں کو پرسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں۔ خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو اُن غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہو وہ مجھ سے سُن لیجیے اور میری داد دینے کی داد دیجیے۔ مولانا قلق نے متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحدِ کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفیق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو مجھکو ایمان نصیب نہ ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حکّ و اصلاح کیواسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بیجا ہو کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں۔ زیادہ حدِّ ادب۔

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں۔ امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہے کیونکر ہو سکے ایک وقتِ خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی ہو یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ اکثر امور میں تمکو ہم طالع پاتا ہوں۔ عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہمقوم تو سراسر قلمرو ہند میں نہیں۔ سمرقند میں دو چار۔ یا دشت قپچاق میں سو دو سو ہونگے مگر ہاں اقربائے سببی ہیں۔ سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں اسیر ہوں اکسٹھ برس ستم اُٹھائے ہیں ؎

گرد ہم شرح ستم ہائے عزیزاں غالب
رسم اُمید ہمانا زجہاں برخیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تمکو مدد دے سکتا ہوں۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں ساحل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا

کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپکے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیجدونگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُنکے جواب سے قطع نظر کرکے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں ؎

ازخونِ دل نوشتم نزدیکِ دوست نامہ
انی رائیت دھراً فی ہجرک القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیئے گا اور یہ خط اُنکو پڑھوا دیجئے گا۔ جناب منشی نادر حسین خانصاحب کو میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلائے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدردِ جور و ستم ہائے روزگار ہو نا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال لکھیئے۔ خواجہ اسمٰعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سُنیئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہُوں کہ آپ اُن کے خط کے حاصل ہونیکے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں مترصد ہوں کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں۔

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ اور پھر تمھاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمھارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل پر رکھا مزا پایا۔ کل تک اُس نام کو سُن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر باتیں بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو کاشکے تم یہاں آجاؤ تب اس تحریر کا مزا پاؤ۔ میر مہدی صاحب وہ تحریر تمھاری بہ نسبت میرے دیکھکر بہت خفا ہوئے چنانچہ اب جو تمھاری اُن کی ملاقات ہوگی تو تمکو معلوم ہوگا بھائی تمھارے سالے صاحب مغرور کے پتلے ہیں وہ ایکبار میں نے اُن کو بلایا اُنھوں نے کرم نہ فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو یہ لوگ دریا آب و گِل کے ہیں۔ تمھاری اُن کی کبھی نبنے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہیں

بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ رنج و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہی میر سرفراز حسین صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے سینکڑوں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ دوشنبہ ۹ر نومبر سنہ ۱۸۵۸ء بین الظہر و العصر۔ حوالہ میر مہدی طال عمرہٗ۔ ✤

ایضاً برخوردار کامگار میر افضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہٗ۔ بعد دعا کے واضح رائے سعادت انتمائے ہو آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا میر مہدی کے جلانے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں خوش ہوں خوشی کی بات ہے۔ تمہارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے وہ میر سرفراز حسین کا شرما کر آنکھیں نیچی کرنی اور مسکرانا خدا کبھی مجھکو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر نصیر الدین یہاں آگئے ہیں تم مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی پوچھیں تو کہنا کہ تم کو کچھ نہیں لکھا کل میں نے خبر منگائی تھی سو لڑکی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچکر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہو گا۔ ہاں تم کو ضرور ہے اُن سے نامہ و پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چار شنبہ ششم جولائی سنہ ۱۸۵۹ء۔ غالب۔ ✤

ایضاً میری جان تمہارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں بہرحال میر مہدی کو دعا کہنا اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے میں نے تم کو خدا کو سونپا۔ تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱ر جولائی سنہ ۱۸۶۴ء۔ ✤

بنام مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک

واللہ الرحمن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی۔ دم غنیمت ہے جان ہے تو جہان ہے۔

کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بسی دنیا نہ دین مگر تم حتی الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع العسر یسرا کو اپنے نصب العین رکھو

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست ∴

گھر میں تمہارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا پنجشنبہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی بندگی کہتے ہیں۔ کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے اوروں کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ کورنش بھی بجا لائیں خط پہنچتے رہا کرو۔ والدعا اپنی مرگ کا طالب غالب صبح دوشنبہ ۶ صفر و ۱۱ جولائی سال حال۔

ایضاً میری جان کن اوہام میں گرفتار ہے۔ جہاں باپ کو پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو تجھکو خدا جیتا رکھے اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوع دے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں لے اب تو قرضداروں کو جواب دے سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مرا بڑا ملحد مرا بڑا کافر مرا۔ ہم نے ازراہ تعظیم جیسا بادشاہوں کو بعد اُن کے جنت آرامگاہ و عرش نشیمن خطاب دیتے ہیں چونکہ یہ اپنے کو شاہ قلمرو سخن جانتا تھا سقر مقر اور ہاویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے آئیے نجم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ ایک قرضدار بھوگ سنا رہا ہے۔ میں اُن سے پوچھ رہا ہوں۔ اجی حضرت نواب صاحب۔ نواب صاحب کیسے اور خانصاحب آپ سلجوقی اور افراسیابی ہیں۔ یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے کچھ تو اکسو کچھ بولو۔ بولے کیا بے حیا بے غیرت۔ کوٹھی سے شراب۔ گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا میوہ فروش سے آم۔ صراف سے دام قرض لیے جاتا ہے یہ بھی تو سوچا ہوتا کہاں سے دونگا۔ ∴

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خاں صاحب رضوان

فرزند دلبند شمشاد علی بیگ خاں کو۔ اگر خفا ہوں تو دعا اور اگر آزردہ ہوں تو بندگی۔ غازی آباد سے جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی ؎ از آمدن کعبہ پشیمانی شدہ باشی ٭ قربان علی بیگ خاں کو دعا کہنا مرزا تفضل حسین خاں کو دعا کہنا۔ اور اُن کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۴ر نومبر کی ہے۔ پرسوں نواب صاحب دورہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤنگا۔ آ کر چار روز یہاں رہیں گے پھر نمائشگاہ بریلی کی سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کر جب آئیں گے تو صاحب کمشنر بریلی کا انتظار فرمائیں گے وہ پنجم دسمبر تک آ جائیں گے۔ تین دن جشن رہے گا۔ اُس کے دو چار روز بعد غالب رخصت ہوگا۔ خدا کرے تم تک زندہ پہنچ جائے۔ پیر جی بہت یاد آتے ہیں اُن کو دعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پڑھنا پھر سالک کو پڑھانا۔ پھر میاں خواجہ امان اور حکیم رضا خاں کو دکھانا۔ پھر مرزا تفضل حسین خاں کے پاس بھجانا۔ اِس قصیدہ کیساتھ کی نثر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا اور اُس کی نقل کر لینا اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ میں نے تیس روپے کی ہنڈوی سو روپے کی باقی حکیم جی کو بھیجدی ہے حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی اُن سے رسید لکھوا بھیجو اور سب جلدوں کے شیرازے بندھ جائیں اور موٹا کاغذ دونوں طرف لگ جائے۔ خبردار کوئی نسخہ بے جلد نہ رہے تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیجدینا یا روپیہ فوراً بھیجدونگا یا آ کر دونگا۔ گورنر کا حال لکھو کون کون حاضر ہوا۔ کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ سیر کے دادا صاحب آئے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو روداد مفصل لکھو۔ ہاں بھائی ٹونک والے سید سراج احمد کا بھی حال ضرور لکھنا علی نقی خاں وزیر شاہ اودھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور مجکو ان مقاصد کے جواب کا منتظر سمجھنا آج دوشنبہ ۶ر نومبر کی ہے آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یقینی ہے نو دن راہ دیکھوں گا۔ جو سولہویں تک اگر تمھارا خط نہ آیا تو میں تمھارا رافضی بن جاؤنگا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہے تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں۔ اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ رامپور کے سفر میں تاب طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب

اسباب لٹ گیا۔ اگر تمہارے خط کا جواب نہ لکھوں تو محل ترحم ہے نہ مقام شکایت۔ سنو میرے خط کے نہ پہنچنے سے تمکو تشویش کیوں ہو جبتک زندہ ہوں غمزدہ و افسردہ ناتوان و نیمجاں ہوں۔ جب مرجاؤنگا تو میرے مرنے کی خبر سن لوگے پس جبتک میرے مرنے کی خبر نہ سنو جانو کہ غالب جیتا ہی خستہ و شکستہ رنجور و دردمند یہ سطریں لکھکر اسوقت تمہارے بھائی پاس بھیجتا ہوں مگر انکو ہمیشہ سفر درپیش ہے بفرض محال اگر گھر میں ہیں تو عنایت نامہ انکو ورنہ محمد مرزا کو دے آئیگا ربیع الثانی جمعہ کا دن صبح کا وقت ہے۔

بنام مرزا باقر علی خاں صاحب کامل

اقبال نشان مرزا باقر علی خان کو غالب نیمجاں کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط آیا۔ تمہارے روزگار کی درستی آگے سن چکا تھا۔ اب تمہارے لکھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل میرا خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ مہاراج نے تم سے کہا ہے تمہاری ترقی ان شاء اللہ تعالی جلد ہوگی۔ مجھ سے جو تم گلا کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا۔ بھائی اب میری انگلیاں تھک گئی ہیں اور بینائی میں [illegible] سطر نہیں لکھ سکتا۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے میں اس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ پرسوں کا تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا۔ آج مرزا یوسف علی خاں آگئے میں نے ان سے یہ خط لکھوا دیا۔ تمہاری اولاد اچھی طرح ہے۔ تمہارا بھائی اچھی طرح ہے۔ تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے تمہاری لڑکی اچھی طرح ہے کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے روز میرے پاس آجاتی ہے۔

ایضاً نور چشم و راحت جان مرزا باقر علیخان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط جو بہت دنوں کے جواب میں تھا وہ مجھکو پہنچا اسمیں کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ اس خط میں ایک نئے امر کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں۔ وہ امر یہ ہے کہ میں نے اگلے مہینے میں سبد چین کی ایک جلد [illegible] مرزا [illegible] حسین خاں [illegible] کی معرفت الور کو بھجوائی تھی سو ایک ہفتے میں حضور پرنور مہاراجہ بہادر کا خط [illegible] معرفت مجھکو آیا۔ حضور نے از راہ بندہ پروری قدر افزائی القاب بہت اچھے لکھے اور خط میں [illegible]

بھرے ہوئے درج کیے۔ تم تو وہیں ہو تمکو اس کی اطلاع ہو گئی تھی یا نہیں۔ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجکو کیوں نہیں لکھا۔ اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ میرا بھی ذکر آتا ہے یا نہیں اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے۔ حضور سن کر کیا فرماتے ہیں۔ غالب۔ ۷ر دسمبر سنہ ۱۸۶۷ع۔

ایضاً۔ اقبال نشان باقر علیخاں کو غالب نیمجان کی دعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا مگر تمنے اپنے مکان کا پتہ تو لکھا ہی نہ تھا فقط الور کا نام لکھکر چھوڑ دیا میں کیونکر خط بھیجتا بارے شہاب الدین خاں کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سو اب میں تمکو خط لکھتا ہوں۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس آتی رہتی ہے اور تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر کے مہینے کی تمہاری تنخواہ تمہارے گھر بھیجدی۔ مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ۔ تحریر تاریخ ۱۶ر نومبر سنہ ۱۸۶۷ع۔

بنام ذوالفقار الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمہارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہوں۔ محمد قلی خاں صاحب ہمہ تن مصروف ہیں۔ دوالی کی تعطیل ہو چکی ہے نوندرائے کی بی بی مر گئی ہے وہ غمزدہ ہو رہا ہے مگر خیر کام کریگا کاشی ناتھ بے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط تاکیدی اسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا جب لکھتے ہیں مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں پھر اُس پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمہیں یوں لکھا ہے مطلب اپنا اس کو لکھو میں کیا کروں۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمہارے کام آئے تو میں حاضر ہوں یہ کہنا تکلف محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر جو فکر مجکو تمہاری ہے اور جو میری دسترس ہے اُسکو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو انشاء اللہ تعالیٰ اوائل ماہ آئندہ یعنی نومبر میں نیر والا مقدمہ درست ہو جائے ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی چنی لال تمہارا قرضخواہ آیا تھا۔ تمہارا حال پوچھتا تھا کچھ جھوٹ کہکر اُسکو اس طرح پر لایا ہوں کہ سو دو سو روپیہ تمکو بھیجدے۔ بنیوں کی طرح تقریر اُسکو سمجھائی ہے کہ لالا جی درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اُسکو

پانی دیتے ہیں۔ حسین مرزا تمہارے کھیت ہیں۔ پانی دو تو اناج پیدا ہو۔ بھائی کچھ اذرم ہوا ہے۔ تمہارے مکان کا پتا لکھوا کر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے بیٹے رامجی داس سے صلاح کر کے جو بات ٹھہر گئی آپ سے آکر کہونگا۔ اگر وہ روپیہ ہی بھیجدے تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور تم اسکا جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسداللہ نے جو تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنیوالا ہے۔ بس زیادہ کیا لکھوں۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے میں نے خط اُن کو نہیں دکھایا مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں اُنھوں نے کہا میرا سلام لکھنا اور لکھنا کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دُعا سلام کہتے ہیں۔ یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ اسوقت سردار مرزا سے دریافت ہوگیا کہ عباس مرزا کے نام کا تمہارا رقعہ اُنکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر۔

ایضاً نواب صاحب آج تیسرا دن ہے کہ تمکو حال لکھ چکا ہوں۔ محمد قلی خاں آئے۔ ہم میں اُنمیں باہم گفتگو ہوئی۔ نواب گورنر کی آمد آمد میں کچہریاں بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ یا ۲۰ دسمبر کو میرٹھ میں خیام ہوگا دربار وہیں ہوگا۔ رہا دلی کا آنا شبہ فیہ ہے۔ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے کوئی کہتا ہے جریدہ بہ یلغار ڈاک آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے مع لشکر آئیں گے ۱۲ دن یہاں رہیں گے آج ۱۵ دسمبر کی ہے جو کچھ واقع ہوگا وہ تمکو لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگامہ کے عمل میں آئیگی خاطر عاطر جمع رہے۔ تمہارا دوست بھی حسب الحکم کمشنر ہانسی حصار کل یا پرسوں میرٹھ کو جائیگا اور اُدھر سے امین الدین خاں بھی وہاں آئیگا۔ میرا دربار و خلعت دریابُرد ہوگیا۔ نہ پنشن کی توقع نہ دربار و خلعت کی صورت نہ انعام نہ رسم معمولی قدیم۔ یوسف مرزا صاحب کو دُعا پہنچے۔ میر [illegible] آیا کل [illegible] کہلا بھیجا کہ گیا ڈاک کا [illegible] پروانوں نے اُلٹا پھیر دیا اور کہا کہ پولندہ بنا [illegible] گیا کہا بابو جی [illegible] لیا [illegible] رات کو نو بجے اُسکے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لیکر اپنے گھر آیا خدا کرے تمکو پہنچ جائے اور پسند آئے۔ قصیدہ کے باب میں میں مایوس مطلق ہوں مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر لکھ بھیجنا۔ مثنوی باد مخالف کی تمہاری تحریر سے معلوم ہو گئی

خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ فیلخانہ تلک ہیرالال ڈکی کی محاذی کے مکانات سب گرائے گئے بلاقی بیگم کا کوچہ التوا میں ہے اہل فوج ڈھانا چاہتے ہیں اہل قلم بچاتے ہیں پایان کار دیکھئے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶ر دسمبر سنہ ۱۸۵۹ء

ایضاً۔ جناب عالی۔ کل آپکا خط لکھا ہوا سہ شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ لطف یہ کہ کل ہی سہ شنبہ کا دن ۸ر نومبر کی تھی۔ آج بدھ ۹ نومبر کی صبح کے وقت میں تمکو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخوردار یوسف مرزا خاں کا خط لکھا ہوا ۳ر نومبر کا پہنچا۔ اب میں دونوں خطوں کا جواب باہم لکھتا ہوں۔ دونوں صاحب باہم پڑھ لیں ۱۲ مرزا آغا جانی صاحب اچھی طرح ہیں اُن کو تپ آ گئی تھی اب تپ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے کہ میرے پاس آئے تھے۔ کاشی ناتھ سراسر پہلو تہی کرتا ہے نوندرائے کو تاکید کرتے ہیں۔ آجکل یہاں پنجاب احاطہ کے بہت حاکم فراہم ہیں۔ پون ٹوٹی کے باب میں کونسل ہوئی۔ پرسوں ۱۷ر نومبر سے جاری ہو گئی۔ سالگرام خزانچی۔ چھنامل۔ مہیش داس ان تینوں شخصوں کو یہ کام بطریق امانی سپرد ہوا ہے غلہ اور اُپلے کے سوا کوئی جنس ایسی نہیں کہ جسپر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے خلق کا ازدحام ہے آگے حکم تھا کہ مالکان مکان رہیں کرایہ دار نہ رہیں پرسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی رہیں یہ نہ سمجھنا کہ تم یا میں یا کوئی اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھتے اور ہمیشہ کرایہ کے مکان میں رہتے تھے وہ بھی آ رہیں مگر کرایہ سرکار کو دیں۔ تم انصاف کرو ہمشیرہ کی درخواست کیونکر گزرے جب وہ خود آئیں اور درخواست دیں اور منظور ہو اور مکان ملے تو اس تمام شہرستان ویران میں ایک حویلی ملیگی اور ان کو یہاں رہنا ہو گا کیونکر اس ویرانہ میں تنہا بیٹھیں گی ہم کو وہم کاہے کو آئیگا مانا کہ جبر اختیار کر کر رہیں۔ کھائیں گی کہاں سے۔ بہرحال یہ سب خیالات خام اور منصوبے ناتمام ہیں۔ ہاں نقل لینی اور مرافعہ نہ کرنا اور نقل حکم لینی اور پھر مرافعہ کرنا پھر اس حکم کی نقل لینی یہ وہ باتیں نہیں کہ جلد منفصل ہو جائیں حکام بے پروا اور صاحبان کار عدیم الفرصت۔ میں پا شکستہ۔ محمد علی خاں کبھی یہاں کبھی وہاں۔ وقت پر موقوف ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں کے مکانات شہر ان کو مل گئے اور حکم ہو گیا کہ شہر سے باہر نہ جاؤ۔ دروازہ سے باہر نہ نکلو اپنے گھر میں بیٹھے

رہو۔ نواب جان علیخاں کے مکانات سب ضبط ہوگئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع متوسلین کے رہتے ہیں باہر جانیکا حکم اُنکو بھی نہیں۔ مرزا الٰہی بخش کو حکم کرانچی بندر جانے کا ہے۔ اُنھوں نے زمین پکڑی ہے سلطان جی میں رہتے ہیں عذر کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ جبر اُٹھ جائے یا یہ خود اُٹھ جائیں۔

ایضاً نواب صاحب پرسوں مجھکو تمھارا خط پہنچا۔ پہر دن چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ برپا ہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزاری باغ تک اُترا ہے پنجشنبہ ۲۹ر دسمبر ۱۸۵۹ء۔ اب غالب کی مصیبت کی داستان سُنئے۔ پرسوں تمھارا خط پڑھ کر لشکر کو گیا میر منشی سے ملا۔ انکے خیمہ میں بیٹھکر صاحب سکرٹر بہادر کو اطلاع کروائی۔ چپراسی کے ساتھ کلو بھی گیا تھا جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا خبر کروائی۔ حکم ہوا کہ غدر کے زمانہ میں تم باغیوں کی خوشامد کرتے رہتے تھے اب ہم سے ملنا کیوں مانگتے ہو۔ عالم نظر میں تیرہ و تار ہوگیا۔ یہ جواب پیام نومیدی جاوید ہے نہ دربار نہ خلعت نہ پنشن۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

بقیہ خبر لشکر یہ ہے کہ راجہ بھرتپور برات لیکر پٹیالہ گیا تھا اور اس سبب سے آگرہ میں لارڈ صاحب سے نہیں ملا تھا ایک ہفتہ سے معاودت کرکے یہاں آیا ہوا تھا آج اُس کی ملازمت ہے۔ شنبہ ۳۱ر دسمبر ۱۸۵۹ء گیارہ بجے ہوں گے میں خط لکھ رہا ہوں توپیں چل رہی ہیں شاید راجہ صاحب کی ملاقات اسیوقت ہوئی۔ کل یکشنبہ ہے پرسوں دوشنبہ کو یا سہ شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پشاور تک جائیں گے۔ کل صبح کو محمد قلی خاں آئے ایک عرضی انگریزی اُن کے ہاتھ میں۔ کہنے لگے یہ عرضی طالب علی فیلبان نے مجکو پھیر دی ہے اور کہا ہے کہ اسکے گزراننے کا موقع نہیں۔ میں اسوقت سوار ہوا چاہتا تھا۔ تمھاری پاس سُنکر گیا۔ اپنا داغ حسرت جیسا اوپر لکھ آیا ہوں لیکر آیا۔ ابراہیم علیخاں الور میں مستسقی ہوکر مر گئے خدا اُن کو بخشے اور مجکو بھی یہ دن نصیب کرے کمشنر صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں اور نہ کسی انگریزی خوان سے اُسکی تصدیق ہوسکتی ہے اتنا مسموع سنا ہے کہ ایک محکمہ لاہور بمعاوضہ نقصان رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے کہ جو رعیت کا مال کالوں نے

لوٹا ہے البتہ اُسکا معاوضہ بحساب فی بک سرکار سے ہوگا یعنی ہزار روپے کے مانگنے والے کو سو روپیہ ملیں گے اور جو گوروں کے وقت کی غارتگری ہی وہ ہدر اور مجمل ہی اُسکا معاوضہ نہ ہوگا شاید وہ ہی کمشنر ہوں مکانات کو حامد علی خاں کا کر کر کیوں لکھتے ہو وہ تو مدت سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی محلسرا اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے اب پھاٹک اور سرتاسر کانیں گرادی گئیں سنگ و خشت کا نیلام کر کے روپیہ داخل خزانہ ہوا مگر یہ سمجھو کہ حامد علیخاں کے مکان کا عملہ بکا ہی۔ سرکار نے اپنا مملوکہ و مقبوضہ ایک مکان اُنکو دیا جب بادشاہ اودہ کی املاک کا وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کون پوچھتا ہی تم ابتک سمجھے نہیں ہو کہ حکام کیا سمجھتے ہیں اور کبھی سمجھو گے کیا لونڈیالے کیسی نقل حکم کیسا مرافعہ۔ جو احکام کہ دلی میں صادر ہوئے ہیں وہ احکام قضا و قدر ہیں اُنکا مرافعہ کہیں نہیں ہیں۔ اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے نہ جاہ و حشم رکھتے تھے نہ املاک رکھتے تھے نہ پنشن رکھتے تھے۔ رامپور زندگی میں میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہو گیا جب تم لکھتے ہو کہ لللہ تم وہاں جاؤ تو مجکو ہنسی آتی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ہلال ماہ رجب المرجب رامپور میں دیکھوں جو تدبیر شفیقہ کے باب میں تم نے کی ہے وہ بہت مناسب ہے بشرط پیش ہونیکے اور ولایت پہنچنے کے سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیرانہ سری میں اُسکے قابض ہو جائینگے۔ انشاء اللہ العلی العظیم۔ یوسف مرزا خان کو دعا پہنچے۔ حال قصیدہ و مخمس کا معلوم ہوا۔ قبلہ و کعبہ وہ کرتے ہیں جو آبا و اولاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہی اُنکو منظور رہے کہ دعا کا عطیہ جدا پاؤں او ثنا کا صلہ جدا پاؤں ؎ کارساز ما بفکر کار ما + لیکن میری جان انصاف تو کر۔ ان صلوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی یہ فکر بھی بیہودہ ہے زندگی میری کب تک سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سال آیندہ کے۔ اسی مہینے میں اپنے آقا کے پاس جا پہنچتا ہوں۔ وہاں نہ روٹی کی فکر نہ پانی کی پیاس نہ جاڑے کی شدت نہ گرمی کی حدت۔ نہ حاکم کا خوف نہ مخبر کا خطرہ۔ نہ مکان کا کرایہ دینا پڑے نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت گھی منگاؤں نہ روٹی پکواؤں عالم نور اور سراسر سرور ہے ؎ یارب این آرزوے من چہ خوش ست + تو بدین آرزو مرا برسان +

بندہ علی ابن ابی طالب۔ آرزومند مرگ۔ غالب۔ روز سہ شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ء +

بنام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہے ذرا یوسف مرزا کو بلائیو۔ لو صاحب وہ آئے۔ میاں میں نے کل خط تمکو بھیجا ہے مگر تمہارے ایک خط کا جواب رہ گیا ہے۔ اب سنو تفضل حسین خان اپنے ماموں معین الدین خاں پاس میرٹھ ہیں شاید دلی آیا ہو مگر میرے پاس نہیں آیا۔ والد انکے غلام علیخاں اکبرآباد میں ہیں کتب داری کرتے ہیں لڑکے پڑھاتے ہیں روٹی کھاتے ہیں تم لکھتے ہو کہ پچاس محل واجد علیشاہ کے کلکتہ گئے۔ تمہارے ماموں محمد قلیخاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ زادہ بنارس گئے۔ اس خبر کو اس خبر کیساتھ منافات نہیں ہے ادھر سے آپ بنارس کو چلے ہوں ادھر سے بیگمات کو وہاں بلایا ہو مگر میری جان ہمکو کیا ؎ عالم پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب ٭

ایضاً آؤ صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتویں تاریخ رمضان کی اور انیسویں اپریل کی صبحکو بھائی فضلو جنکو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں اور جنکو انتظام الدولہ خطاب ملا ہے وہ تین پاؤ کھجوریں اور ایک ٹین کا لوٹا اور دو سوت کی رسیاں لیکر بھٹیارے کے ٹٹو پر سوار ہوکر الور روانہ ہوئے۔ پھر دن چڑھے ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط میرے نام کا اور ایک حکمنامہ تمھارا لاہور موسومہ میر کاظم علی لایا یہاں تک لکھا تھا کہ تمھارے ماموں صاحب مع سجاد مرزا تشریف لائے۔ تمہارا خط انکو دیدیا وہ اسکو پڑھ رہے ہیں اور میں یہ خط تمکو لکھ رہا ہوں۔ پہلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دیدینا اور میری طرف سے تعزیت کرنا کہ خیر بی بی صبر کرو اور جیسے ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعے نہیں ایک قطعہ تھا۔ ماہرو خوش خرام کیجگہ مہرخ خوش خرام بنادیا ہے قطعہ اچھا ہے بشرط آنکہ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنی زوجہ کیواسطے گوارا کرے۔ خواجہ جان ہنوز بوندی کے والی رہبو کو ہیں پنشن کے اجرا میں کچھ دخل نہیں یہ کام خدا ساز ہے۔ بہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ناظر جی نے تمھارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں مسودہ عرضی کا میرے پاس آگیا میں تمکو دکھاؤنگا خیر تمنے جو لکھا ہوگا وہ مناسب ہوگا خدا اس کو لائے اور کام بنجائے۔ اگر نذر بدر علی صاحب میرے دوست کے فرزند ہیں اور نیکبخت اور سعادتمند ہیں۔ میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سفارش کو دخل نہیں ہے۔ تم کاظم علی سے

دریافت کرلو۔ ہاں دو مقتدر مومنین میں نے اُنکو دو خط لکھے مگر اُنہوں نے ایک کا بھی جواب نہیں لکھا اور اُن مقتدر مومنین کوشش بھی نہیں کی اب اسکو سمجھکر جو کچھ لکھو اُسکے موافق عمل میں لاؤ۔ ناظر جی صاحب اور سجاد مرزا اپنے گھر گئے وہ تمکو دعا اور سجاد بندگی کہہ گیا ہے اپنے آنے میں جلدی نکرو۔ ماں کی رضاجوئی کو سب اُمور پر مقدم جانو میں ابھی امروہہ نہیں جاتا۔ برسات بعد بشرطِ حیات جاؤنگا یعنی اواخر اکتوبر یا اوائل نومبر میں قصد ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمھارے پاس پہنچے۔ اُنکے نام کا حکمنامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا۔ خبردار جاتا نرہے جب وہ پہنچیں تب اُنکو حوالہ کرنا۔ صاحب نہ خمس نہ نذر۔ یہ باتیں غیرت کی ہیں جسطرح اپنے اور بچوں کو دونگا مظفر مرزا اور تمکو بھی اُسیطرح بھجواؤنگا ہمشیرۂ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا۔ مرقومہ یکشنبہ وقت نیمروز۔ ہفتم رمضان و ۲۹ اپریل۔ غالب

ایضاً یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمھارا خط کل منگل کو پہنچا۔ آج بدھ ۱۷ شوال و ۹ مئی کی ہے اُسکا جواب بھیجتا ہوں۔ خدا کی قسم تامس ہڑلی صاحب سے میری ملاقات نہیں ہے ہاں الکہ صاحب سے ہے سو اُنکے نام کا خط لکھا ہوا تمکو بھیجتا ہوں پڑھکر بند کر کر اُنکو دو اور اُنسے ملو اور جو کچھ وہ کہیں مجھکو لکھو۔ احتشام الدولہ بھائی فضلو میر کاظم علی بہادر کیا جانے کتاب کسکو کہتے ہیں اور اگرہ کس ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ کونسی درخت کا پھل ہے میرا اُردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لیگئے مصطفےٰ خاں کو دے آئے ڈاک میں اُنکی رسید آگئی۔ نہ برہان قاطع نہ قاطع برہان۔ کل جسوقت تمھارا خط آیا اُسوقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے اور اسوقت سالک مجذوب بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دونوں صاحب تمکو اور بھائی فضلو کو سلام کہتے ہیں۔ اور بھائی فضلو سے یہ کہدینا کہ باتفاق رائے منشی میر احمد حسین اب باغ کی درخواست کی عرضی بیفائدہ بلکہ مُضر ہے۔ تمھارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس موجود ہے وہ اُسکو بیچ کر روپیہ تمکو بھجوادیں گے۔ غالب

ایضاً یوسف مرزا کیونکر تجھکو لکھوں کہ تیرا باپ مرگیا اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ

کہ اب کیا کرو مگر صبر۔ یہ ایک شیوۂ فرسودہ ابنای روزگار کا ہی۔ تعزیت یُوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ صبر کرو۔ ہای ایک کا کلیجا کٹ گیا ہی اور لوگ اُسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔ بھلا کیونکر نہ تڑپیگا صلاح اسمیں نہیں بتائی جاتی۔ دُعا کو دخل نہیں۔ دَوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا مجھسے اگر کوئی پوچھے کہ بے سروپا کسکو کہتے ہیں تو مَیں کہونگا یُوسف مرزا۔ تمہاری دادی لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جوانمرد ایکبار دونوں قیدوں سے چھوٹ گیا نہ قیدِ حیات رہی نہ قیدِ فرنگ۔ ہاں صاحب وہ لکھتی ہیں کہ پنشن کا روپیہ ملگیا تھا وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہی کہ مجرم ہوکر ۱۴ برس کو مقید ہوا ہو اُسکا پنشن کیونکر ملیگا۔ اور کسکی درخواست سے ملیگا۔ رسید کس سے لیجائیگی۔ مصطفےٰ خاں کی رہائی کا حکم ہوا مگر پنشن ضبط۔ ہرچند اس پُرسش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہی تمہارے خیال میں جو کچھ آئے وہ مجکو لکھو۔ دوسرا امر یعنی تبدیل مذہب عیاذاً باللہ۔ علی کا غلام کبھی مُرتد نہ ہوگا۔ ہاں ٹھیک ہے حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچے ہونگے کہ اس سوں میں اپنا کام نکالو اور رہا ہو جاؤ عقیدہ کب بدلتا ہی اگر یہ بھی تھا تو اُنکا گمان غلط تھا اسطرح رہائی ممکن نہیں قصہ مختصر تمہاری دادی کا خط جو تمہارے بھائی نے مجکو بھیجا تھا وہ مَیں نے تمہارے ماموں کے پاس بھیجدیا انکی جاگیر کی واگذاشت کا حکم ہو تو گیا ہی اگر اُنکے بڑے بھائی کے یار اُنکو چھوڑیں۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہی مظفر مرزا کو دُعا پہنچے۔ تمہارا خط جواب طلب نہ تھا تمہاری چچا کا آغاز اچھا ہی خدا کرے انجام آغاز کے مطابق ہو۔ انکا مقدمہ دیکھکر تمہاری پھوپھی کا اور تمہارا انجام دیکھا جائیگا کہ کیا ہوتا ہی ہوگا کیا اگر جاداد ملی بھی تو قرضدار دام دام لے لینگے۔ رزاق حقیقی پنشن دلوادے کہ روٹی کا کام چلے۔ جناب میر قربان علی صاحب کو میرا سلام نیاز اور میر کاظم علی کو دُعا۔ غالب۔ مرقومہ شنبہ ۲۰ شوال و ۲۰ مئی سال حال

ایضاً ۔ ای میری جان ای میری آنکھیں ع ز ہجران طفلی کہ در خاک رفت چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت

وہ خدا کا مقبول بندہ تھا وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لیکر آیا تھا یہاں رہ کر کیا کرتا۔ ہرگز غم نہ کرو۔ اور ایسی ہی اولاد کی خوشی ہے تو ابھی تم خود بچے ہو خدا تمکو جیتا رکھے اولاد بہت۔ نانا۔ نانی کی مرنیکا ذکر کیوں کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اب بھی عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے۔ ہاں مظفر الدولہ کا غم منجملہ واقعاتِ کربلا ہے۔ معلی ہے یہ داغ تا تم جیتے نہ مٹے گا۔ والد کی خدمت بجا لانیکا ہرگز افسوس نہ چاہیئے کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو تو مستحق ملامت ہو کچھ ہو ہی نہ سکے نہ کیا کرو۔ اب تو فکر یہ پڑی ہوئی ہے کہ رہیئے کہاں اور کھائیے کیا مولانا کا حال کچھ تم ہی مجھکو معلوم ہوا کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرافعہ میں حکم دوامِ حبس بحال رہا۔ بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد دریائے شور کیطرف روانہ کرو۔ چنانچہ تمکو معلوم ہو جائیگا اُنکا بیٹا ولایت میں اپیل چاہتا ہے کیا ہوتا ہے جو ہونا تھا سو ہو لیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال اپنا تمکو مفصل لکھ چکا ہوں وہ دہلی اردو اخبار کا پرچہ اگر ملجائے تو بہت مفید مطلب ہے ورنہ خیر کچھ محل خوف و خطر نہیں ہے حکام صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کرینگے میں نے سکہ کہا نہیں اگر کہا تو اپنی جان اور حرمت بچانیکو کہا یہ گناہ نہیں اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظمہ کا اشتہار بھی اُسکو نہ مٹا سکے سبحان اللہ گولہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانی اور بنک گھر اور میگزین کا لوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہ ہوں۔ ہاں صاحب گولہ انداز کا بہنوئی مددگار ہے اور شاعر کا سالا بھی جانبدار نہیں۔ لو حضرت میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر ارتضیٰ حسین کا خط دیدیا۔ عینک لگا کر خوب پڑھا۔ کہہ گئے ہیں کہ اس کا جواب کل لاؤنگا۔ میں تو صبحکو خط روانہ کرتا ہوں وہ آج یا کل جب خط لاوینگے اسکو جداگانہ لفافہ میں روانہ کردونگا۔ مظفر مرزا دیکھیئے کب تک آتے ہیں اور مجھ سے کیونکر ملے۔ ایک لطیفہ پرسوں کا سنو۔ حافظ ممّو بیگناہ ثابت ہو چکے۔ رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ املاک اپنی مانگتے ہیں قبض و تصرف اُنکا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی دیر ہے۔ پرسوں وہ حاضر ہیں مثل پیش ہوئی حاکم نے پوچھا کہ حافظ محمد

کون عرض کیا کہ میں۔ پھر پوچھا کہ حافظ ممّوں کون عرض کیا کہ میں۔ اصل نام میرا محمد بخش ہے۔ ممّوں ممّوں مشہور ہوں۔ فرمایا کچھ بات نہیں۔ حافظ محمد بخش بھی تم اور حافظ ممّوں بھی تم۔ سارا جہان بھی تم جو دنیا میں ہے وہ بھی تم۔ ہم مکان کسکو دیں۔ مثل داخلِ دفتر ہوئی۔ میاں ممّوں اپنے گھر چلے آئے۔ ہاں صاحب خواجہ بخش درزی کل سہ پہر کو میرے پاس آیا میں نے جانا کہ آیا ابھی کوٹھے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا۔ میرن صاحب آج کل پانی پت کو جایا چاہتے ہیں میر کاظم علی ابن میر قلندر علی الور سے آئے ہوئے سلطان جی میں اُترے ہوئے ہیں دن پندرہ ایک ہوئے محمد قلیخاں میری ملاقات کو آئے تھے علی جی میں رہتے ہیں رضا شاہ پٹودی گئے ہوئے ہیں۔ میر اشرف علی ابن میر اسد علی خان مرحوم نے رہائی پائی ابھی املاک کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنے زوجہ میر احمد علیخان مغفور اپنی حویلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدھ دنمیں جاؤنگا۔ خدا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گذری۔ اِسوقت تک اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں ؛

ایضاً میری جان خدا تیرا نگہبان۔ میں نے گردھینگ کے دام میں پھنسایا۔ پھر قفس میں بند کر کے قصیدہ لکھوایا میر ارتضیٰ حسین کو فقط اُنکے نام کی جو عبارت ہے وہ بڑھا دینا تاکہ اُنکی خاطر جمع ہو جائے۔ مثنوی کبھی اصلاح نہ پائیگی جبتک تمام ہو مثنوی جب تک نہ لکھی ہو کیونکر اصلاح دیجائے اپنے چھوٹے ماموں صاحب کو سلام میرا باعتبار محبت کے اور بندگی باعتبار سیادت کے اور دعا باعتبار یگانگی اور اُستادی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں۔ جس حکم کی نقل کے واسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہاں ہے جسکی نقل لوں۔ یہ زبان زد خلق ہے کہ قدیم نوکروں سے بازپرس نہیں۔ مشاہدہ اسکے خلاف ہے آئے کوئی دن ہوگا کہ حمید خاں گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ ہاتھوں میں ہتکڑیاں حوالات میں ہے دیکھئے کہ حکم اخیر کیا ہو۔ صرف نوکری کے کی مختارکاری پر قناعت کی گئی جو کچھ ہوتا ہے وہ ہو رہیگا۔ ہر شخص کی تقصیر کی موافق حکم ہو رہے ہیں۔ نہ کوئی قانون ہے نہ قاعدہ ہے نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش جائے ارتضیٰ خاں ابن مرتضیٰ خاں کی پوری دو سو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور آگئی دو مہینے سو روپیہ مہینا پانے۔ انکو حکم ہوا کہ

چونکہ تمھارے بھائی مجرم تھے تمھاری پنشن ضبط بطریق ترحم دس روپیہ مہینہ تمکو ملیگا ترحم یہ ہی تو تغافل کیا ہوگا۔ میں خود موجود ہوں اور حکامِ صدر کا روشناس ہوں پشم نہیں اکھیڑ سکتا ۵۳ برس کا پنشن تقرر اسکا تجویز لارڈ لیک منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ ملا ہی نہ ملیگا۔ خیر احتمال ہی ملنے کا۔ جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہوں۔ اسکی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا۔ اسوقت کلو کے پاس ایک روپیہ سات آنہ باقی ہیں بعد اسکے نہ کہیں سے قرض کی امید ہی نہ کوئی جنس رہن و بیع کے قابل ہے۔ اگر رامپور سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں پنشن کی تقسیم کا حکم آجائیگا دیکھیے آتا ہی یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ منظفر مرزا کا خط الور سے آگیا۔ بخیر و عافیت پہنچے۔ میر قاسم علی کا قافلہ بھی وہیں ہے۔ میر قاسم علی کی بی بی الور کی تنخواہ میں سے بموجب سہام شرعیہ و ثلث منظفر مرزا کو اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرتی ہی ظاہرا بموجب تعلیم میر قاسم علی کے ہے

غالب۔ محررہ جمعہ ۱۳؍ ذی الحجہ و ۱۵؍ جولائی سال حال +

ایضاً میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آئے وہ اور انکے متعلق سب اچھی طرح ہیں حسو بیگ ہانسی گئے۔ کل تمھارا خط آیا۔ بھائی تمھیں خارش کیوں ہوئی حسین مرزا صاحب کیوں بیمار ہوئے خدایا ان آوارگانِ دشتِ غربت کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کر مگر بتصدق مرتضی علی کا تندرست رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہو گئی یہ شدت غم و رنج کی خوبیاں ہیں اس خط کے پہنچتے ہی اپنی اور انکی خیر و عافیت لکھنا جہاں تمنے اپنے نام کا خط پڑھا وہاں کا حال یہ ہے

بگفت احوالِ ما برقِ جہاں است
دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہیں۔ ہمارے قبلہ و کعبہ ہیں خدا اسکو سلامت رکھے۔ آغا باقر کا امام باڑہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہے ایک بنائے قدیم رفیع مشہور۔ اسکی انہدام کا غم کسکو نہ ہوگا یہاں

دو سڑکیں دوڑتی ہیں۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک۔ محل اُنکا الگ الگ۔ اُس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارگ بھی شہر میں بنے گا اور قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگی ہے ایک میدان نکالا جائیگا۔ مجو بھٹیارے کی دُکانیں، بھیلیوں کے گھر، فیلخانہ۔ بُلاقی بیگم کے کوچہ تک سوائے لال ڈگی کے دو چار کنووں کے آثار عمارت باقی نہ رہیگی آج جان نثار خاں کے چھتے کے مکان ڈھنے شروع ہوگئے ہیں۔ کیوں میں دتی کے ویرانے سے خوش نہ ہوں جب اہلِ شہر ہی نہ رہے شہر کو لے کے کیا چولھے میں ڈالوں۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا یہ رقعہ پڑھا دینا اُنکا خط معہ محمد قلی خاں آیا۔ کلّو کے ہاتھ اُنکے گھر بھجوایا اُنکا گھر کہاں وہ تو میر احمد علی خاں مرحوم کی بی بی کے ہاں رہتے ہیں وہ نہ تھے جب بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے دیور کا آدمی ہے اُنہوں نے مدعا دریافت کرکے خط رکھ لیا اور کلّو سے کہا کہ بھائی کو سلام کہنا کہ محمد قلیخاں علی جی گئے ہوئے ہیں خط اُنکے پاس بھجوا دونگی کل رضا شاہ آئے تھے میں نے اُنکو کہا تھا کہ تم میر احمد علیخاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہے اُنکو جلد پہنچا دینا۔ صاحب تمھاری انّا کو میں کیا جانوں۔ کس پتے سے ڈھونڈھوں دوّا سے میں نے پوچھا امیر النسا کو وہ نہ سمجھی واجد علی کی ماں کر کے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی مع اپنی ماں کے پہاڑ گنج ہے ہمشیرہ کی عرضی کے روانہ ہونیکا حال معلوم ہوا۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی فی الحقیقت کمشنر نے بھیجدی ہے تو بیشک مدعائے سائلہ قبول کرکے بھیجی ہے اگر خود نامنظور کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ نواب ضیاء الدینخاں کی والدہ کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہیں ایاز اور نیاز علی اُنکے ساتھ ہیں دو بندگیاں اور ایک دُعا اور دو آداب ملتوی۔ ودّا اور کلّو اور کلیان کی بندگیاں پہنچیں قمر الدینخاں پرسوں آیا تھا اب آئیگا تو دُعا تمھاری اُسکو کہدونگا۔ غالب ✦

ایضاً۔ حق تعالیٰ تمہیں عمر و دولت و اقبال و عزت دے خط محررہ دوم محرم میں کوئی مطلب جواب طلب نہ تھا۔ مرزا حیدر بیگ صاحب کی رحلت کی خبر تھی اور بس۔ کل بُدھ کا دن مہینوں کی ۱۷ تاریخ تھی۔ صبح کیوقت مرزا آغا جانی صاحب آئے اور اُنہوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنؤ سے آئی تھی

بی عفتن کے ہاں اُتری تھی اب وہ پٹودی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی۔ کہتی تھی کہ نصیبِ اَعدا ناظر جی بہت بیمار ہیں خدا خیر کرے۔ یوسف مرزا میری جان نکل گئی کیا کروں۔ کیونکر خبر منگاؤں۔ یا علی یا علی یا علی میں بارہ بار دلمیں کہا ہوگا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور تین خط لایا۔ یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا۔ ڈاک کے ہرکارہ نے خط لا کر دیئے۔ نیاز علی اوپر لے آیا ایک خط یارِ عزیز کا اور ایک خط ہرگوپال تفتہ کا اور ایک خط ذوالفقار الدین حیدر مولوی کا۔ میاں قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجکو رونا آجائے۔ بارے اُس خط کو میں نے آنکھوں سے لگایا۔ چھپا لیں ایام تماشا دیکھو ۱۳ محرم کا خط ۱۷ کو مجھے پہنچا۔ اُسمیں مندرج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو بسبیل ڈاک کلکتے جاؤنگا اور پھر حضرت مجھ سے مطلب کا جواب مانگتی ہیں۔ ہاں جب کلکتے پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجکو خط بھیجیں گے اور اپنے مسکن کا پتہ لکھینگے تب جو کچھ مجکو لکھنا ہوگا لکھونگا۔ آغا صاحب کو سب خط سنا دیا اور اُنکو اسی وقت کاشی ناتھ کے پاس بھیجا ہے تا کہ وہ اُسکو گرمائیں اور شرمائیں اور کچھ سجاد مرزا کیواسطے بھجوائیں ضیاء الدینخاں دو ہفتہ سے یہاں ہیں اپنے باغ میں اُترے ہوئے ہیں۔ دو بار میرے پاس بھی دو دو گھڑی کیواسطے آئے تھے کچھ اُنکو منظور ہے برعایتِ اخلاص و محبتِ قدیم خدا چاہے تو کچھ سجاد مرزا کو اور کلکتے سے اُنکے خط کے آنے کے بعد کچھ ناظر جی کو اُن سے بھجواؤں میرا وہی حال ہے بھوکا نہیں ہوں مگر کسی خدمتگزاری کی توفیق نہیں ہے بُرے بھلے حال سے گذر جاتی ہے افسوس ہزار افسوس جو تم سے اور ناظر جی سے میرے دل کا حال اگر کہوں تو کون باور کرے اور وہ بات خود کہنے کی نہیں کرنیکی ہے سو کرنیکا مقدور نہیں تفضل حسین خاں ابن غلام علیخاں میرٹھ میں اپنے ماموں حبیب کے پاس ہے شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا۔ تمھارا سلام کہدیا۔ پرسوں پھر وہ میرٹھ گیا۔ بھائی فضلو عرب سرا میں رہتے ہیں برسوں سے آئے ہوئے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں عرضیاں دیتے پھرتے ہیں۔ کوئی سنتا نہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا ٹکٹ موقوف ہو گیا فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئے اور باقی ہندو مسلمان۔ عورت۔ مرد۔ سوار پیادہ جو چاہے چلا جائے چلا آئے مگر غیر آبادی کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ شہر کیں

نکلیں گے اور گوروں کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مرزٹ کر ایک جان نثار خاں کے چھتے کی سڑک نکلی ہے دلّی والوں نے لکھنؤ کا خاکا اڑا رکھا ہے کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھا دیے اور صاف میدان کر دیا میں جانتا ہوں ایسا نہ ہوگا بات اتنی ہی ہے جو تمنے لکھی ہے بہرحال اب جو کچھ ہو لکھو اور ناظر جی کی روانہ ہو جانے کی خبر اور بھیجا داور اکبر اور انکی ماں کی خیریت اور اپنی بات کا حال لکھو۔ پنجشنبہ ۱۰ محرم الحرام ؁

ایضاً میری جان شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب میں نے تمکو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمہارا نہیں آیا کہ میں نے اسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا ہو۔ بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو تمنے مجھکو شکایت نامہ بھیجا ہے اسکے بعد ایک خط میرا بھی تمکو پہنچا ہوگا۔ یہ خط کل آیا آج میں اسکا جواب لکھتا ہوں سنو صاحب تم جانتے ہو کہ میں ۷ پارچہ کا خلعت ایک بار اور ملبوس خاص شال رومال دوشالہ ایک بار پیشگاہ حضرت سلطان عالم سے پاچکا ہوں مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت مجھکو دوبار کس کے ذریعہ سے ملا ہے۔ یعنی جناب قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر مدظلہ العالی۔ اب آدمیت اسکی مقتضی نہیں ہے کہ میں بے انکی توسط کے مدح گستری کا قصد کروں۔ خدا جانے قصیدہ لکھکر اور رسالہ مہر آسود ہی کاغذ کو بنا کر حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بھیجا ہے یقین ہے کہ حضرت نے وہاں بھیجا ہوگا اور میں بھی لکھ چکا ہوں کہ میں نے قصیدہ لکھنؤ کو بھیجا ہے اور انہی خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت زبدۃ العلما سید نقی صاحب اگر کلکتہ پہنچ گئے ہوں تو مجھکو اطلاع دو اور انکی ملاقات کے باب میں جو مناسب و معقول اور وقتی ہو وہ میں بے پردہ عالیشان مظفر حسین خاں کے خط میں لکھتا ہوں یہ ورق پڑھکر انکی خدمت میں گزران دو اور جو وہ ارشاد کریں مجھکو لکھو۔ تمہارے اس خط کے مطالب مندرجہ کا جواب ہو چکا اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اسوقت لکھنے کو نہیں ہے مگر یہ ایک خط تمہارے ماموں صاحب کے نام کا بھیج چکا ہوں اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو ان سے تمکو ایک حال معلوم ہوگا۔ غالب پنجشنبہ ۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع

ایضاً یوسف مرزا میرا حال سوائے میرے خدا و خداوند کے کوئی نہیں جانتا۔ آدمی کثرت غم سے سودائی ہو جاتے ہیں عقل جاتی رہتی ہے اگر اس ہجوم غم میں میری قوت متفکرہ میں فرق آگیا تو کیا عجب ہے بلکہ اسکا باور نہ کرنا غضب ہے۔ پوچھو کہ غم کیا ہے۔ غم مرگ۔ غم فراق۔ غم رزق۔ غم عزت۔ غم مرگ میں

قلعۂ نامبارک سے قطع نظر کرکے اہلِ شہر کو گنتا ہوں۔ مظفر الدولہ میر ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا اُسکا بیٹا احمد مرزا اُنیس برس کا بچہ مصطفےٰ خاں ابن اعظم الدولہ اُسکے دو بیٹے۔ ارتضیٰ خاں اور مرتضیٰ خاں قاضی فیض اللہ۔ کیا میں انکو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا تھا اے لو بھول گیا حکیم رضی الدین خاں۔ میر احمد حسین میکش اللہ اللہ انکو کہاں سے لاؤں۔ غمِ فراق۔ حسین مرزا۔ میر مہدی۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب خدا انکو جیتا رکھے کاش یہ ہوتا کہ جہاں ہوتے وہاں خوش ہوتے۔ گھر اُنکے بے چراغ وہ خود آوارہ۔ سجاد اور اکبر کے حال کا جب تصور کرتا ہوں کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر میں علی کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ ان اموات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرہ و تار ہے حقیقی میرا ایک بھائی دیوانہ مر گیا اُسکی بیٹی اُسکے چار بچے۔ اُسکی ماں یعنی میری بھاوج جیپور میں پڑے ہوئے ہیں اِن تین برس میں ایک روپیہ انکو نہیں بھیجا بھتیجی کیا کہتی ہوگی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے یہاں اغنیا اور اُمرا کے ازواج و اولاد بھیک مانگتے پھریں اور میں دیکھوں۔ اِس مصیبت کی تاب لانیکو جگر چاہیئے اب خاص اپنا دکھ روتا ہوں۔ ایک بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے۔ کلو۔ کلیان۔ ایاز یہ باہر۔ مداری کے جورو بچے بدستور گویا مداری موجود ہے۔ میاں گھمن گئے گئے مہینا بھر سے آگئے کہ بھوکا مرتا ہوں۔ اچھا بھائی تم بھی رہو ایک پیسے کی آمد نہیں۔ بیس آدمی روٹی کھانیوالے موجود۔ مقام معلوم سے کچھ آئے جاتا ہے وہ بقدر سدِ رمق ہے محنت وہ ہے کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہے۔ آدمی ہوں دیو نہیں۔ بھوت نہیں۔ ان رنجوں کا تحمل کیونکر کروں۔ بڑھاپا ضعفِ قویٰ۔ اب مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ گویا صاحبِ فراش ہوں نہ کہیں جانیکا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنیوالا وہ عرق بقدر طاقت بنائی رکھتا تھا اب میسر نہیں۔ سب سے بڑھکر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے۔ دربار میں جاتا تھا خلعتِ فاخرہ پایا تھا وہ صورت اب نظر نہیں آتی نہ مقبول ہوں نہ مردود ہوں نہ بیگناہ ہوں نہ گنہگار ہوں نہ مخبر نہ مفسد۔ بھلا اب تم ہی کہو اگر یہاں دربار ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں۔ دو مہینے رات دن

خونِ جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونسٹھ بیت کا لکھا۔ محمد فضل مصوّر کو دیدیا وہ پہلی دسمبر کو مجھکو دیگا۔ اسکا مطلع یہ ہے ع ز سالِ نو و گر آید بروی کار آمد * ہزار و ہشتصد و شصت در شمار آمد * یہیں التزام ہی تمام سرگزشت کے لکھنے کا کیا ہے اسکی نقل تمکو بھیجونگا۔ میر آقا زادۂ روشن گہر جنابِ متقی میر عباس صاحب کو دکھانا اس میں تحسین [illegible] بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ اسلوب ہے۔ جہاں پناہ کی مدح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قصیدہ ممدوح کی نظر سے [illegible] نہ تھا۔ میں نے ہی میں امجد علیشاہ کی جگہ واجد علیشاہ بٹھا دیا خدالے بھی تو یہی کہا تھا انوری نے بارہا ایسا کیا ہے کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا۔ میں نے باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا۔ اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جسکا ذکر بطریق اختصار اوپر لکھ آیا ہوں۔ اس قصیدہ سے مجھکو غرض دستگاہِ سخن منظور نہیں۔ گدائی منظور ہے بہرحال یہ کہو قصیدہ پہنچا یا نہیں پہنچا۔ پرسوں تمھارے ماموں کا خط آیا وہ قصیدہ کا پہنچنا لکھتے ہیں۔ کل تمھارا خط آیا اسمیں قصیدہ کے پہنچنے کا ذکر نہیں اس تفرقہ کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا یا نہیں اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں اگر گزرا تو کسکی معرفت گزرا اور کیا حکم ہوا یہ سو جلد لکھو اور ہاں یہ بھی لکھو کہ املاک واقع شہر دلی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فرد فہرست دیہات و باغات و املاک مع حاصل ہر ایک باغ و دہ و ملک ناظر جی کو بھیجدی ہے اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ شہر کی عمارت جو سرکار میں نہیں آئی اور دیہات میں ڈھ نہیں گئی وہ سب خالی پڑی ہے کرایہ دار کا نام نہیں [illegible] یہاں کی املاک کا علاقہ حسین مرزا صاحب کے واسطے مطلوب ہے۔ میں تو پنشن کے باب میں حکم اخیر سن لوں [illegible] چلا جاؤنگا۔ جمادی الاوّل سے ذی الحجہ تک مہینے اور پھر محرم سے ۱۲۷۷ سال شروع ہوگا اس سال کے دو چار گیارہ مہینے غرضکہ انیس ۱۹ بیس ۲۰ مہینے ہر طرح بسر کرنے ہیں اسمیں رنج و راحت و ذلت و عزت جو قسمت میں ہے وہ پہنچ جائے اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤں۔ جسم اسو ہیں اور روح عالم نور میں یا علی یا علی یا علی میاں ہم تمھیں ایک اور خبر لکھتے ہیں۔ بڑھا کا تپ دو دن بیمار پڑا تیسرے دن مر گیا ہے کیا تعجب [illegible]

باپ ایسا کا شیوجی رام اُسکی غم میں مُردہ سے بدتر ہے۔ وہ صاحب میرے یوں گئے ایک مُردہ دل افسردہ کون ہے جسکو تمھارا سلام کہوں۔ یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فرد اُنسے لیکر پڑھ لینا اور جسطرح اُنکی رائے میں آئے اُسپر حصول مطلب کی بنا اُٹھانا اور ان سب باتوں کا جواب شتاب لکھنا۔ ضیاء الدین خاں رہتک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے دیکھئے اگر کیا کہتے ہیں یا رات کو آگئے ہوں یا شام تک آجائیں کیا کروں کسکے دل میں اپنا مطلب ڈالوں۔ میر مرتضیٰ علی پہلے سے نیت میں یہ ہے کہ جو شاہزادہ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کروں۔ بنصف حسین مرزا اور تم اور سجاد نصف میں مشغول سکا۔ مدار حیات خیالات پر ہے مگر ادمی خیالات سے اونکا حسن طبیعت معلوم ہوجاتا ہے والسلام خیر ختام۔ دوشنبہ۔ دوم جمادی الاول ۱۲۷۶ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۵۹ء وقت صبح ✣

ایضاً میاں صبحکو تمھارے نام کا خط روانہ کیا۔ شام کو تمھارا ایک خط اور آیا۔ حضرت زبدۃ العلما کا اب تک وہاں نہ پہنچنا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالیٰ اُنکو جہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ جب چاہیں وہاں پہنچیں میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گزرے اور کچھ ہمارے تمھارے ہاتھ آئے لیکن کل کے خط کی پشت پر جو سطریں ناظرجی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اُسکے دیکھنے سے آس ٹوٹ گئی۔ کچھ فائدہ آتا نظر نہیں آتا۔ املاک واقع شہر دلی کے سوال کا جواب ابکی بار قلم انداز رہا۔ مکرر اگر کہا جائیگا تو بیشک یہ جواب ملیگا کہ ہمنے تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیئے معاوضہ ہوگیا۔ بھائی میں پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ املاک ضبط ہوگئی اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہے وہ دلی کی املاک کا خونبہا ہے۔ پرسوں ناظرجی کے نام کے سرنامے میں فرد فہرست مجموعہ املاک بھیج چکا ہوں۔ خیر یہ وار بھی خالی گیا مولانا غالب علیہ الرحمۃ خوب فرماتے ہیں ع منحصر مرنے پہ ہو جسکی اُمید ✣ نا اُمیدی اوسکی دیکھا چاہیئے ✣

تمھارے ماموں صاحب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کس زبان سے ادا کروں۔ ہے ہے حسین مرزا اور یہ کہو کہ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ اور مجھ کمبخت سے اُسکا جواب سرانجام نہ ہوسکے بہت بڑا آسرا تھا اور سرکار کی خدمت نہ سہی۔ عہدہ نہ سہی علاقہ نہ سہی۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ مہینا مقرر ہوجانا کیا مشکل تھا

دلی کے آدمی خصوصاً اُمرائے شاہی ہر شہر میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ اُنکے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ مرشدآباد بھی ایک سرکار تھی۔ حیدرآباد بہت بڑا گھر ہے مگر بے ذریعہ و واسطہ کیونکر جائے اور جائے تو کس سے ملے کیا کہے ناچار وہیں کسی طرح شاہ اودہ کا سامنا ہو جائے اور میں کہاں کی صلاح بتاؤں۔ وہ صاحب ٹونک گئے ہیں اور یقین ہے کہ آ گئے ہونگے مجھے ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مشیت الٰہی میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ ظہور میں آ جائیگا۔ نواب گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج آگرہ میں نُزل افروز ہونگے۔ الور۔ جےپور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاورہ چھ رئیسوں کی وہاں ملازمت کی خبر ہے۔ خیر ہمکو کیا۔ لیث الدولہ حسین علیخاں بہادر کیونکر ہیں میرا سلام نیاز اور شکریہ یاد آوری۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۲۹ر نومبر ۳ر جمادی الاولی بحساب جنتری۔

ایضاً میاں تمہارا خط رامپور سے دلی آیا۔ میں ۲۲ر شعبان کو رامپور سے چلا اور ۳۰ر شعبان کو دلی پہنچا۔ اُسی دن چاند ہوا یکشنبہ رمضان کی پہلی آج دوشنبہ ۹ر رمضان کی ہے سو نواں دن یہاں آئے ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا اُنکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط اُنکو تمہاری روانگی کے بعد پہنچا تم جو مجھکو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو۔ کیا مجھکو اُنکے حال سے غافل اور اُنکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ بنا ڈال آیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے اب تم لکھو کہ کب تک آؤ گے۔ صرف تمہارے دیکھنے کو نہیں کہتا شاید تمہارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمشیرہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں شاید آگے بڑھکر کچھ حاجت پڑے۔ بہرحال جو ہوگا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ ہمشیرہ عزیزہ کو میری دعا کہدینا مظفر مرزا کو دعا پہنچے تمہارا ثانی خط رامپور پہنچا۔ ادھر کے چلنے کی فکر میں جواب نہ لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجاب بھیجے گئے۔ جگراؤں میں منشی رجب علی کے مہمان ہیں۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب مہدی علیخاں بقدر قلیل بلکہ اقل کچھ انکی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوشنویس اور وہ دونوں بھائی باہم رہتے ہیں۔ میں وہیں تھا کہ صفدر سلطان دلی کو آئے تھے اب جو میں یہاں آیا

تو سُنا کہ وہ میرٹھ گئی خدا جانے رامپور جائیں یا کسی اور طرف کا قصد کریں تباہی ہے۔ قہر الٰہی ہے۔ مجھکو لڑکوں نے بہت تنگ کیا وہ چند روز اور رامپور میں رہتا زیادہ کیا لکھوں راقم غالب مرقومہ دوشنبہ ۹ رمضان و ۲۰ اپریل +

بنام منشی شیو نراین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافوں کی خبر پہنچی۔ آپنے کیوں تکلیف کی۔ لفافے بنانا دل کا بہلانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہرحال جب لفافے پہنچ جائینگے ہم آپکا شکریہ بجالائینگے

ع ہرچہ از دوست میرسد نیکوست + یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو مہاجن لوگ جو یہاں بستے ہیں وہ یہ ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کہ گیہوں کہاں سستے ہیں بہت سخی ہونگے تو جنس پوری تول دینگے کاغذ روپیہ مہینہ کا کیوں مول لینگے۔ کل آپکا خط آیا رات بھر میں نے فکر شعر میں خون جگر کھایا ۲۱ شعر کا قصیدہ کہکر تمہارا حکم بجالایا۔ میرے دوست خصوصًا میرزا تفتہ جانتے ہیں کہ میں فنِ تاریخ کو نہیں جانتا اس قصیدہ میں ایک روش خاص سے اظہار ۱۸۵۸ء کا کردیا ہے خدا کرے تمہیں پسند آئے تم خود قدردان سخن ہو اور تین اُستاد اِس فن کے تمہارے یار ہیں میری محنت کی داد ملجائیگی +

قصیدہ

۱ ملاذِ کشور و لشکر پناہ شہر و سپاہ
جنابِ عالیٔ ایلن برون والاجاہ

۲ بلند رُتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر
کہ باج تاج سے لیتا ہے جسکا طرفِ کُلاہ

۳ وہ محض رحمت و رافت کہ بہر اہلِ جہاں
نیابتِ دمِ عیسیٰ کرے ہے جسکی نگاہ

۴ وہ عینِ عدل کہ دہشت سے جسکی پُرسش کے
بنے ہے شعلۂ آتش انیس پنبۂ کار

۵ زمیں سے سُودۂ گوہر اُٹھے بجای غُبار
جہاں ہو توسنِ حشمت کا اُسکی جولانگاہ

۶ وہ مہرباں ہو تو انجم کہیں الٰہی شکر
وہ خشمگیں ہو تو گردوں کہے خدا کی پناہ

۷ یہ اُسکے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش
کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہر سرِ راہ

ہنر بہ پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا ۸ کبھی جو ہوتی ہے اُلجھی ہوئی دُمِ روباہ
نہ آفتاب وہ لے آفتاب کا ہمچشم ۹ نہ بادشاہ وہ لے مرتبہ میں ہمسرِ شاہ
خدا نے اوسکو دیا ایک خُبرو فرزند ۱۰ ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوِ ماہ
زہے ستارۂ روشن کہ جو اُسے دیکھے ۱۱ شعاعِ مہرِ درخشاں ہو جس کا تارِ نگاہ
خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں ۱۲ بنے گا شرق سے تا غرب اُسکا بازیگاہ
جوان ہوکے کرےگا یہ وہ جہانبانی ۱۳ کہ تابع اُسکے ہوں روز و شب و سپید و سیاہ
کہےگی خلق اُسے داورِ سپہر شکوہ ۱۴ لکھیں گے لوگ اُسے خسرو ستارہ سپاہ
عطا کرے گا خداوندِ کارساز اُسے ۱۵ روانِ روشن و خوئے خوش و دلِ آگاہ
ملے گی اُسکو وہ عقلِ نہفتہ داں کہ اُسے ۱۶ پڑے نہ قطعِ خصومت میں احتیاج گواہ
یہ ترکتاز سے برہم کریگا کشورِ روس ۱۷ یہ لیگا بادشہِ چیں سے چھین تخت و کلاہ
سنینِ عیسوی اٹھارہ سو اٹھاون ۱۸ یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و پگاہ
یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویں ۱۹ دراز اُسکی عمر اس قدر سخن کوتاہ
اُمیدوارِ عنایاتِ **شیونراین** ۲۰ کہ آپ کا ہے نمکخوار اور دولتخواہ
یہ چاہتا ہے کہ دُنیا میں عزّ و جاہ کے سات ۲۱ تمہیں اور اُسکو سلامت رکھے سدا اللہ

ایضاً شفیق بے مہر مکرم میرے منشی شیونراین صاحب تم ہزاروں [illegible]مت رہو۔ تمہارا مہربانی نامہ اِسوقت پہنچا اور مَیں نے اِسی وقت جواب لکھا بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی ہو۔ چھہ جزو سے کتاب کم نہ ہو سطروں میں گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا رہے شیرازہ کی طرف کا کم ہو یہ باتیں سب تفتہ کو لکھ چکا ہوں اُس نے اپنے پروانگی مِسی شاید کچھ نہیں کہا سکے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو۔ غلطنامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیےگا اور منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہئیےگا

تو وہ بھی شریک رہینگے اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں کاغذ شیو رام پوری ہو مگر سفید مُہرہ کیا ہوا اور بعد اُسکے پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنے لکھے جائیں تو اُسکی طرز تحریر اور تقسیم دلپسند اور نظر فریب ہو حاشیہ کا قلم بہ نسبت متن کے قلم کے خفی ہو خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں سے دو جلدیں ولایت کو جائینگی ایک جناب فیض مآب ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک میری آقائے قدیم لارڈ النبرا بہادر کی نذر۔ اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر کرونگا میرزا تفتہ کو پانچ جلدوں کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کرو بھیجیگا یعنی شیرازہ اور جلد اور جدول اور ان چھ جلدوں کی جو لاگت پڑے روپیہ جلد لیکر دو روپیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجے گا میں بمجرد طلب کے فوراً ہنڈوی بھیجدونگا ایک خریدار پچاس جلد کے وہاں پہنچے ہیں واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیئے کہ اُنسے ملیں یعنی راجہ اُمید سنگھ بہادر اندور والے وہ چھلی اینٹ میں پولس کے پچھواڑے رہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ کا خط آ گیا اور میرزا تفتہ نے مجھے پارسل کی رسید نہیں لکھی اب میرا خط فارسی اُنکے نام کا اور یہ خط دونوں خط اُنکو دکھا دیجیے گا اور راجہ اُمید سنگھ سے ملنے کو کہیئے گا اور ہاں صاحب یہ اُنکو تاکید کیجیے گا کہ وہ رباعی جو میں نے لکھ بھیجی ہے اُسکو سب سے پہلے جہاں اُسکا نشان دیا ہے وہی نقش کیجیے اگر ضرور ضرور اور وہ رباعی بیسویں صفحہ میں ابن فقیر کی آگے ہے نے ذات اختر بخت خسرو بلندی بجائی سید کہ رخ از خاکیان نہفت۔ تم اُنکو یاد دلا کر اُنسے لکھوا لینا ضرور ضرور۔ یہ جو تمنے لکھا کہ صاحب نے سنکر اسکو پسند کیا میں [illegible] کو فقط تمام تمنے پڑھا ہوگا کیونکر کہوں کہ صاحب اس عبارت کو سمجھے ہونگے اُسکی جو حقیقت ہے مفصل لکھو زیادہ زیادہ۔ راقم اسد اللہ یکشنبہ ۱۵ ماہ اگست ۱۸۵۸ء ضروری جواب طلب

ایضاً مہاراج سخت حیرت میں ہوں کہ منشی ہرگوپال صاحب نے مجھکو خط لکھنا کیوں چھوڑا اگر مجھ سے خفا ہیں تو کیوں خفا ہیں اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں گئے اور کیوں گئے ہیں اور کب تک آئیں گے آپ مہربانی فرما کر یہ امور مجھکو لکھ بھیجیے اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا تفتہ کو بھیجی ہے اور اُنکو لکھا ہے کہ اسکو دستنبو میں فلاں جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بھائی منشی نبی بخش صاحب کو لکھے ہیں اور اُنکو بھی دستنبو میں لکھنے کا محل

بتا دیا ہے۔ میں نہیں جانتا ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور انہوں نے نظم کو اور انہوں نے نثر کو کتاب کے حاشیہ پر چڑھایا یا نہیں۔ تم سے ہزار آرزو خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑھ گئے ہوں تو مجھکو انکے لکھتے جانیکی اطلاع دیجیے کہ تشویش رفع ہو اور اگر ان دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے آپ میرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجیے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کرکے انکو جابجا حاشیہ پر رقم کیجیے اور مجھکو اطلاع دیجیے ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک اور کام آپکو کرنا چاہیے کہ شاید تیسرے صفحے کے آخر میں یا چوتھے صفحے کے اول میں یہ فقرہ ہے اگر در دم تیغ نیفتاد ہم بروند نہیب۔ نہیب کا لفظ عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے اسکو چھیل ڈالیے گا اور اسکی جگہ نوا ہی یہ لفظ بنا دیجیگا۔ حقیقت لکھکر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں۔ پہلا سوال میرزا تفتہ کا حال و انکے خط نہ آنے کی وجہ لکھیے۔ دوسرا سوال میرزا تفتہ نے اگر رباعی دستنبو کے حاشیہ پر لکھدی ہے تو اسکی اطلاع دیجیے ورنہ انکے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کرکے آپ حاشیہ پر لکھدیں اور مجھکو اطلاع دیں۔ تیسرا سوال منشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی شرح کر دی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ انسے شرح لیکر اور محل معلوم کرکے حاشیۂ کتاب پر لکھدیجیے اور مجھکو لکھ بھیجیے۔ چوتھا سوال یہ جیسا میں لکھ آیا ہوں نہیب کی جگہ نوا کا لفظ بنا کر مجھکو عنایت کیجیے۔ پانچواں سوال۔ خریدار پچاس جلدوں کے پہنچے۔ میرزا تفتہ سے ملکر روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امر موقوع میں آئے اسکی اطلاع ضرور دیجیے۔ چھٹا سوال چھاپا شروع ہوگیا یا نہیں اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب۔ متوقع ہوں کہ میرے یہ سب کام از راہ عنایت [illegible] ان چھ سوال کا جواب اسی طرح جدا جدا لکھیے اور ضرور لکھیے اور جلد لکھیے۔ راقم اسد اللہ خاں۔ روز جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۸ع

ایضاً نور بصر لخت جگر منشی شیو نرائن کو دعا پہنچے۔ خط اور رپورٹ کا لفافہ پہنچا اور سب حال تمہارے خاندان کا دریافت ہوا۔ سب میرے جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دودمان کے چشم و چراغ ہو لطفاً شوق سے لکھو۔ آخر کے صفحہ کی دو سطریں از روے مضمون سراسر آپکے مضمون کے خلاف ہیں میں نے سرکا دی

فتح کا حال نہیں لکھا صرف اپنی پندرہ مہینے کی سرگزشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سپاہ کا بھی ذکر آیا ہے اور وہ اپنی سرگزشت جو میں نے لکھی ہے سو ابتداء ۱۱ مئی ۱۸۵۷ع سے ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ع تک لکھی ہے۔ شہر ستمبر میں فتح ہوا اسکا بیان ضمناً آگیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا ورنہ بڑی قباحت ہوتی۔ اب میں جس طرح سے کہوں سو کرو۔ پہلے سو سمجھو کہ تقسیم یوں ہے تین سطریں اوپر اور تین سطریں نیچے اور بیچ میں ایک سطر میں کتاب کا نام۔ کیوں میاں تقسیم یوں ہی ہے۔ اب میں دوسرے صفحہ پر ساتوں سطریں لکھ دیتا ہوں۔ اسکو ملاحظہ کرو اور میرا کہا مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائیگی اور مطبع پر بات آئیگی۔ اس صفحہ میں دو ایک باتیں اور سمجھا دوں کہ وہ ضروری ہیں۔ سنو میری جان نوابی کا مجکو خطاب ہے نجم الدولہ اور اطراف و جوانب کے امرا سب مجکو نواب لکھتے ہیں بلکہ بعض انگریز بھی۔ چنانچہ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے جو ان دنوں میں ایک روبکاری بھیجی ہے تو لفافہ پر اسد اللہ خاں لکھا لیکن یہ یاد رہے نواب صاحب کے آگے لفظ میرزا یا میر نہیں لکھتے۔ یہ خلاف دستور ہے یا نواب اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ خاں لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونوں حالتوں میں واجب اور لازم ہے ؂

ایضاً برخوردار نور چشم منشی شیونراین کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو۔ جب یہ جانا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دلبند ہو۔ اب تمکو مشفق و مکرم لکھوں تو گنہگار۔ تمکو ہماری خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سنو۔ تمھارے دادا کی والدہ عہد نجف خاں ہمدانی میں میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمھارے پردادا نے بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی۔ یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں مگر جب میں جوان ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ منشی بنسی دھر خانصاحب کے ساتھ ہیں اور انہوں نے جو کیٹھم گانوں اپنی جاگیر کا سرکار میں دعوی کیا تو منشی بنسی دھر اس امر کے منصرم ہیں اور وکالت اور مختاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ انیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر انکی باہم شطرنج اور اختلاط اور محبت آدھی آدھی رات گزر جاتی ہے

چونکہ گھر اُنکا بہت دور تھا اسواسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے بس میرے اور اُنکے مکان میں چھپا رنڈی کا گھر اور ہمارے دو کٹڑے درمیان میں تھے۔ ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جواب لکھمی چند نے مول لی ہے اُسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اُسکے ایک کھٹیا والی حویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ پاس دوسری حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اُس سے آگے بڑھ کر ایک کٹڑہ کہ وہ گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک کٹڑہ کشمیرن والا کہلاتا تھا اس کٹڑے کے ایک کوٹھے پر میں پتنگ اُڑاتا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے واصل خان نامی ایک سپاہی تمہارے دادا کا پیشدست رہتا تھا اور وہ کٹڑوں کا کرایہ اوگا کر اُنکے پاس جمع کرواتا تھا سنو تو سہی تمہارا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مول لیے تھے اور زمینداری اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے کی سرکار کی مالگذاری کرتا تھا آیا وہ سب کارخانے تمہارے ہاتھ آئے یا نہیں اسکا حال از روے تفصیل جلد مجھکو لکھو۔ اسد اللہ روز شنبہ۔ ۱۹؍ اکتوبر۔ وقت ورود خط۔

ایضاً برخوردار اقبال نشان منشی شیو نراین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمہارے دو خط متواتر پہونچے میرے بھی دو خط پس و پیش پہنچے ہونگے موافق اِس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدیں پُر تکلف اور پانچ جلدیں بہ نسبت اُسکے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہدۂ اہتمام میں ہیں اُس سے ہمکو اور تمکو کچھ کام نہیں وہ جیسی چاہیں بنوا کر بھیجدیں۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیوں کرو۔ اپنے طور پر اپنی طرف سے جیسی چاہو بنوا کر بھیجدو۔ میں تمکو اپنے پیارے ناظر بنسی دھر جانتا ہوں۔ تمکو تمہاری نشانی جانکر اپنی جان کے برابر سمجھونگا باقی حال اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور باہم میل کر اپنا اور بنسی دھر کا بڑے ہونا سب تمکو لکھ چکا ہوں۔ مکرر کیوں لکھوں۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ اُجڑا ہوا شہر نہ آدمی نہ آدمزاد مگر ہاں دو ایک مصوروں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے وہ رہتے ہیں سو وہ بھی بعد اپنے گھروں کے لٹنے کے آباد ہوئے ہیں تصویریں بھی اُنکے گھروں میں سے لُٹ گئیں کچھ جو رہیں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں ایک مصور کے پاس ایک تصویر ہے وہ تیس روپے سے کم کو نہیں دیتا کہتا ہے کہ تین تین اشرفیوں کو میں نے بیچی گو

ہاتھ بیچی ہیں تمکو وہ اشرفی کو دونگا۔ ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ میں نے چاہا کہ اسکی نقل کاغذ پر اُتاروں اسکے بھی بیس پچیس روپے مانگتا ہی اور پھر خدا جانے اچھی بنے یا نہ ہو۔ اتنا صرف بیجا کیا ضرور ہے میں نے دو ایک مصور سے کہہ رکھا ہی اگر کہیں سے ہاتھ آجائیگی تو لیکر تمکو بھیجدونگا مصوروں سے خرید کرنیکا نہ خود مجھ میں مقدور نہ تمھارا نقصان منظور۔ آپ چھاپہ تمام ہوگیا ہوگا وہ پانچ اور سات کتابیں جو میرزا صاحب کی تحویل میں ہیں وہ اور ایک جلد جو تمنے مجکو دینی کہی ہے وہ بہ سبیل ڈاک اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائینگی مگر وہ چالیس کتابیں میری جو مجھے چاہیئے ہیں تو آجکل میں روانہ کرو۔ اور ہاں میری جان یہ چالیس کتابوں کا پشتارہ کیونکر پہنچیگا اور محصول اُسکا کیا ہوگا اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ تین جلدیں رائے اُمید سنگھ کے پاس کہاں بھیجی جائینگی میرزا تفتہ ہاتھرس کو جاتے ہوئے اُن کا اندور نہ ہونا اور شاید آگرہ اور دلی کا آنا مجکو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب مجکو لکھو۔ تصویر کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور اُن مقامات سے اطلاع پاؤں۔ جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔ از غالب۔ نگاشتہ و روان داشتہ۔ شنبہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۵۶ع +

ایضاً میاں تمھارے کمال کا حال معلوم کرکے میں بہت خوش ہوا۔ اگر مجکو کبھی انگریزی لکھوانا ہوگا تو یہاں سے اُردو میں لکھکر بھیجدونگا تم وہاں سے انگریزی لکھ کر بھیجدیا کرنا۔ قصہ قاصدان شاہی میں نے دیکھا اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو متغیر اور عبارت کو رنگین بنانیکا قصد کروں تو کتاب کی صورت بدل جائیگی اور شاید تمکو بھی منظور نہو۔ ناچار اسپر قناعت کی کہ جو الفاظ ٹکسال سے باہر تھے وہ بدل ڈالے مثلاً جسے کہو کہ یہ گنوارو بولی ہی وہ۔ ٹھیٹھ اُردو ہی۔ کرانا۔ یہ پنجابات کی بولی ہی کروانا صحیح ہی۔ رانجہ یہ غلط ہی راجہ صحیح ہے۔ کہیں کہیں روابط و ضوابط نامربوط تھے اُن کو مربوط کردیا ہے اور ایک جگہ گھنٹے لسے۔ یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا۔ اسکو تم سمجھ لینا۔ باقی اور سب مربوط اور خوب اور صاف ہے۔ حاجت اصلاح کی نہیں۔ صاحب کتابیں کب آمادہ ہونگی۔ یہ دوالی بھی ہولی۔ اگر آگرہ جانیکا قصد ہو تو بھائی میری کتابیں بھیجکر جانا۔ اور ہاں یہ میں نہیں سمجھا کہ مرزا مہر کی بنائی ہوئی سات

کتابیں بھی نہیں کتابوں کے ساتھ بھیجوگے یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ کرینگے وہ تمنے اپنی بنوائی ہوئی کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدہ سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سادہ کتابیں پہلے روانہ ہونگی اور وہ ایک کتاب ہفتہ کے بعد سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب ایک جا بھیجیں۔ اور شاید کل پرسوں آ جائیں۔ وہ نمبر اخبار کا جو تمنے مجکو بھیجا تھا اسمیں ایڈمنسٹن صاحب کے لفٹنٹ ہونیکی اور بہت جلد آگرہ آنیکی خبر لکھی تھی یہاں مجکو کئی باتیں پوچھنی ہیں ایک تو یہ کہ چیف سکرٹر نواب گورنر جنرل کے تھے جب لفٹنٹ گورنر ہوئے تو اب وہاں چیف سکرٹر کون ہوگا۔ یقین ہے کہ ولیم میور صاحب اس عہدہ پر مامور ہوں۔ پس اگر یوں ہی ہے تو انکے محکمہ میں چیف سکرٹر کون ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ میر منشی انکے تو وہی منشی غلام غوث خاں صاحب رہینگے۔ یقین ہے کہ انکے ساتھ رہیں۔ تیسری بات یہ کہ گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے میر منشی ایک بزرگ تھے بلگرام کے رہنے والے منشی سید جان خاں آیا اب بھی وہی ہیں۔ یا انکی جگہ کوئی اور صاحب ہیں۔ ان سب باتوں میں سے جو آپکو معلوم ہوں وہ اور جو نہ معلوم ہو اسکو معلوم کرکے مجکو لکھیئے اور جلد لکھیئے اور ضرور لکھیئے۔ یقین تو ہے کہ تم سمجھ گئے ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں۔ کتابیں جا بجا بھیجنی ہیں جب نام اور مقام معلوم نہ ہو کیونکر بھیجوں۔ جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ کتابیں بھیجو اور جلد بھیجو۔ شنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً برخوردار کامگار منشی شیو نراین طال عمرہٗ و قدرہٗ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ نومبر کو ۳۲ کتابیں آگئیں۔ میں بہت خوش ہوا اور تمکو دعائیں دیں۔ خط تمھارے نام کا ابھی میر کہار ڈاک میں لیگیا ہے اس رقعہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میاں عبد الحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی ہیں دلی گزٹ میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپہ خانہ اب آگرہ میں ہے یہ بھی وہیں آتے ہیں تمھارے پاس حاضر ہونگے نظر مہربانی رکھنا بھلا وہ شہر بیگانہ ہے انکو تمھاری خدمت میں شناسائی رہیگی تو اچھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہیں شاید اگر دلی گزٹ میں اُنکا طور درست نہ ہو تو اس صورت میں بشرط گنجایش اپنے مطبع میں انکو رکھ لینا۔ راقم اسد اللہ نجات کا طالب۔ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً صاحب تمھارا خط آیا دل خوش ہوا دیکھیے مرزا مہر کب روانہ کرتے ہیں۔ اگر بھیج چکے ہیں تو یقین ہے کہ آج یہاں آ پہنچیں آج نہ آئیں کل آئیں۔ کل سے میں شام تک راہ دیکھتا ہوں۔ مہر نیمروز نہیں اسکا نام نیمروز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے اب وہ بات ہی گئی گزری بلکہ وہ کتاب اب نہ چھپانے کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل۔ اردو کے خطوط جو آپ چھپایا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو میں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہوگا ورنہ صرف تحریر سرسری ہے اسکی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ہے اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھپانا میری خلاف طبع ہے۔ محررہ پنجشنبہ ۱۸ نومبر ۱۸۵۸ء ◆

ایضاً برخوردار اقبال نشان کو دعا پہنچے۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر ۱۸۵۸ء کو سات کتابوں کے دو پارسل پہنچے۔ واقعی کتابیں جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا اسی روپ کی ہیں۔ حق تعالیٰ میرزا مہر کو سلامت رکھے رقعوں کے چھاپنے کے باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں البتہ اس باب میں میری رائے پر تمکو اور میرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے۔ مطلب عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتاب تمنے بنوائی ہے اور میں نے تمکو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھکر بھیجنا خدا کرے وہ عبارت تمنے نہ لکھی ہو۔ اگر لکھدی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب نہ لکھنا اور صفحہ سادہ رہنے دینا۔ اور اسی طرح میرے پاس بھیجدینا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ اب ان کتب کی تقسیم اس کتاب کے آنے تک ملتوی رہیگی اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جاے تو بہتر ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء جواب طلب بلکہ کتاب طلب ◆

ایضاً صاحب تم کندھولی کب آئے اور جب آئے تو میرا خط بیرنگ کہ جسمیں سات روپیہ کی ہنڈوی ملفوف تھی پایا یا نہیں پایا۔ اگر پایا تو موافق اس تحریر کے عمل کیوں نہ فرمایا۔ اور اس خط میں ایک مطلب جواب طلب تھا اس کا جواب کیوں نہ بھجوایا۔ اچھا اگر تم ایک آدھ دن کیواسطے کندھولی گئے تھے تو کارپردازان مطبع نے خط لیکر رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہوگے تو وہ خط تمہیں

دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تم نے جواب لکھا یا ابھی کندصولی سے تم نہیں آئے یا وہ خط میرا تلف ہوگیا تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ اگر خط پہنچا تو مجکو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اسکی تدبیر بتاؤ کہ اب میں ساہوکار سے کیا کہوں اور ہنڈوی کی مثنیٰ کس طرح سے مانگوں۔ از اسد اللہ مضطرب روز شنبہ سوم نومبر ۱۸۵۸ء جواب طلب۔ شتاب طلب ؂

ایضاً صاحب تم خط کی جواب بھیجنے سے گھبرا رہے ہوگے حال یہ ہے کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہوگیا اور ورم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی۔ بہرحال اب اچھا ہوں پنج آہنگ تم نے مول لے لی اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں۔ ایک بادشاہی چھاپے خانے اور ایک منشی نور الدین کے چھاپہ خانے کا پہلا ناقص ہے۔ دوسرا سراسر غلط ہے۔ کیا کہوں تم سے ضیاء الدین خاں جاگیردار لوہارو میرے نسبتی بھائی اور میرے شاگرد رشید ہیں جو نظم و نثر میں نے کچھ لکھا وہ انہوں نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی چوتن پچیس جزو۔ اور پنج آہنگ اور مہر نیمروز اور دیوان ریختہ سب ملکر سو سوا سو جزو مُطلّیٰ اور مذہّب اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ کوئی ڈیڑھ سو دو سو روپے کے صرف میں بنوائیں۔ میری خاطر جمع کہ کلام میرا سب ایک جا فراہم ہے پھر ایک شاہزادہ نے اس مجموعہ نظم و نثر کی نقل کی اب دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہاں سے یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونو جگہ کا کتبخانہ خوان یغما ہوگیا۔ ہرچند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے اُن میں سے کوئی کتاب ہاتھ نہ آئی وہ سب قلمی ہیں غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ قلمی فارسی کا کلیات۔ قلمی ہندی کا کلیات۔ قلمی پنج آہنگ۔ قلمی مہر نیمروز اگر کہیں اِنہیں سے کوئی نسخہ بکتا ہوا ہاتھ آوے تو اوسکو میرے واسطے خرید کر لینا۔ اور مجکو اطلاع کرنا۔ میں قیمت بھیجکر منگوالوں گا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی میں خط نہیں لکھ سکتا انکی فرمایش ہے اُردو کی نثر انجام پائے تو اُسکے ساتھ اُن کو خط لکھوں مگر بھائی تم غور کرو اردو میں میں اپنے قلم کا زور کیا صرف کرونگا اور اُس عبارت میں معانی نازک کیونکر بھرونگا۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہوں

کہ کیا لکھوں کونسی بات کونسی کہانی کونسا مضمون تحریر کروں اور کیا تدبیر کروں تمھارے جی میں کچھ آئے تو مجکو بتاؤ ایک قرینہ سے مجکو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ سو دو سو دستنبو کی خریداری کریگی اور اُن نسخوں کو ولایت بھیجیگی کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمھارے پاس آگرہ آباد سے حکم پہنچے۔ رقمزدہ دوشنبہ ۱۱ر دسمبر ۱۸۵۸ء +

ایضاً بھائی یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے۔ تمھارا خط آیا اُسکے دوسرے دن میں نے جواب بھجوایا۔ آجتک تمنے اسکا جواب نہ بھیجا حالانکہ اُسمیں جواب طلب باتیں تھیں یعنی میں نے اپنی نظم و نثر کی کُتب کا حال تمکو لکھکر تمسے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمھارے ہاتھ آجاوے وہ تم خرید کرکے مجھے بھیجدینا۔ ریڈ صاحب کے باب میں میں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی نثر اُنکے واسطے لکھ لونگا تو دستنبو کی خریداری کی خواہش کرونگا۔ معہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کن حکایت اور کس روایت کو فارسی سے اُردو کروں۔ تمنے اسبات کا بھی جواب نہ لکھا۔ سید حفیظ الدین احمد کی مُہر کے کھدوانے کو تمنے لکھا تھا کہ ملتوی رہے۔ پھر اُسکا بھی کچھ بیورا نہ لکھا۔ میں اُسکو ابھی کچھ نہیں سمجھا اُسکو یکسو کرو۔ ہاں ناں کچھ بھیجو۔ تمھاری مُہر بدر الدین علی خاں کھود گیا ہے۔ یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمھارے پاس پہنچ جاوے اور ۱۸۵۹ سن کھدیں شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ء میں کھدے۔ اُس سے زیادہ درنگ نہوگی۔ تمکو روپیہ حرف سے یا آٹھ آنہ حرف سے کیا علاقہ۔ تمکو اپنی مُہر سے کام۔ سچ تو کہو کیا پھر کندھولی گئے ہو کس شغل میں ہو یا مجھسے خفا ہو۔ اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خفگی کی وجہ لکھو۔ بہرحال اس خط کا جواب شتاب لکھو۔ اور اسی خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمر الدین خاں کا حال لکھو کہ وہ کہاں ہیں اور کسطرح ہیں برسرکار ہیں یا بیکار ہیں۔ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں دیر نہ ہو۔ غالب۔

مرسلہ چہارشنبہ۔ ۱۵ر دسمبر ۱۸۵۸ء +۔

ایضاً برخوردار آج اسوقت تمھارا خط مع لفافوں کے آیا۔ دل خوش ہوا۔ بھائی میں اپنے مزاج سے لاچار ہوں۔ یہ لفافے از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ مجکو پسند نہیں آگئے جو تمنے مجھے بھیجے تھے وہ بھی

میں نے دوستوں کو بانٹ دیئے۔ اب یہ لفافوں کا لفافہ اس مراد سے بھیجتا ہوں کہ انکی عوض لفافے جو در مقام و از مقام سے خالی ہیں جنمیں تم اپنے خط بھیجا کرتے ہو مجکو بھیجو اور یہ لفافے اسکے عوض مجھ سے لیلو اور اگر اسطرح لفافے نہوں تو انکی کچھ ضرورت نہیں۔ مہر کیواسطے صاحب زمرد کا نگینہ اور پھر چنے کی دال کے برابر اور ہشت پہلو۔ ان اجڑے شہر میں کہاں ملیگا۔ عقیق بہت خوشرنگ سیاہ یا سرخ جیسا تمنے آگے لکھا ہی ہشت پہلو ہوگا۔ یہ مہر میری طرف تمکو پہنچیگی تمکو ۴ حرف ۶ حرف سے کچھ مدعا نہیں۔ آپ ہی مہر چاہو زمرد پر چاہو الماس پر کھدوا لو۔ میں تو عقیق کی مہر تمکو دونگا ہی وہ دوسری مہر جیسی تمہاری مہر کھد چکیگی جسطرح تم کہوگے کھد جائیگی۔ میاں کیا قرینہ بتاؤں گورنمنٹ کی خریداری کا ایا باعث ایسی ہی کہ ابھی نہیں کہہ سکتا۔ خدا کرے اسکا ظہور ہو جائے۔ ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ جناب ٹیلر صاحب صاحبی کرتے ہیں۔ میں اردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں اس میں گنجایش عبارت آرائی کی کہاں ہی۔ بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اردو بہ نسبت اوروں کی اردو کے فصیح ہوگا۔ خیر بہر حال کچھ کر دونگا اور اردو میں اپنا زور قلم دکھاؤنگا۔ تفتے کا ہونا اور دستوں کا آنا یہ چاہتا ہی کہ تمنے رات کو بُری قسم کی شراب مقدار میں زیادہ پی ہوگی۔ کچھ تبرید کرو اور شراب زیادہ نہ پیا کرو۔ میرا رقعہ تمہارے نام کا اور تفتہ کا رقعہ تمہارے نام کا حسب الحکم تمہارے پاس واپس بھیجا جاتا ہے۔ میں نے تفتہ کا خفا ہونا اسیطرح لکھا تھا جیسا کہ تمکو تمہارا خفا ہونا لکھا تھا۔ علاوہ میرے فرزند کیجگہ ہیں، مجھ سے خفا کیوں خفا ہونگے۔ اسدن سے آجتک دو تین خط انکے آ چکے ہیں۔ چنانچہ ایک خط ابھی تمہارے خط کیساتھ ڈاک کا ہرکارہ دیگیا ہے۔ محررہ شنبہ ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع۔

ایضاً اب ایک امر خاص کو سمجھو۔ دو جلدیں دستنبو کی مجکو لکھنؤ بھیجنی ہیں اور میری پاس کوئی جلد نہیں رہی۔ اب جو تمسے منگاؤں اور یہاں سے لکھنؤ بھجواؤں تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحب لوگ اطراف و جوانب سے مجھ پر فرمایشیں بھیجتے رہیں تم سے بقیمت کوئی نہیں منگوانا۔ چالیس جلدیں پہلی بار اور بارہ

یہ حال کی تقسیم ہو گئیں ان دو صاحبوں کی خاطر مجھ کو بہت عزیز ہے ایک روپیہ ۲ ۲ ٹکٹ اور ۲ آنے کی دو ٹکٹ اس خط میں ملفوف کر کے تم کو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنؤ کو ارسال کرو۔ آنے آنے کی ٹکٹ اس پر لگا دو ایک پارسل پر یہ لکھو۔ ایں پارسل صحیفہ بیم فلٹ پاکٹ اسٹامپ پیڈ در لکھنؤ بمحلہ نخاس عرب امام باڑہ اکرام اللہ خاں بمکان میرزا عنایت علی بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلہ شیو نراین مہتمم مطبع مفید خلائق آگرہ دوسرے پارسل پر بھی یہی عبارت مگر مکان کا پتہ اور نام اور۔ در لکھنؤ احاطہ خانساماں متصل تکیہ شیر علی شاہ بمکانات مولوی عبد الکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔ سمجھ لیجیے۔ یعنی دو پارسل اسٹامپ پیڈ دونوں لکھنؤ کو۔ ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج الدین احمد بسبیل ڈاک روانہ کرو اور ہاں صاحب ان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ مجھ کو لکھ بھیجو تاکہ میں اپنے خط میں ان کو اطلاع دوں ایک امر اور ہے اگر تم بھی اس رای کو پسند کرو یعنی جس طرح سے تم نے ایک جلد ہسٹری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو اپنی طرف سے بھیجی ہے اسی طرح دو جلدیں ان دو صاحبوں کو جن کا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیج دو۔ مگر اپنی ہی طرف سے۔ میرا اس میں اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونوں صاحب بالفعل دہلی میں وارد ہیں یہ بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی نخواہی اسکو کیا ہی چاہیے۔ ایک صلاح ہے اور نیک صلاح ہے مناسب جانو کرو ورنہ جانے دو۔ میاں اردو کیا لکھوں میرا یہ منصب ہے کہ مجھ سے اردو کی فرمایش ہو خیر ہوئی۔ آپ میں کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈھتا پھروں کتاب نام کو میرے پاس نہیں۔ پنشن مل جائے جو اس ٹھکانے ہو جائیں تو کچھ فکر کروں پیٹ پڑیں روٹیاں تو سبھی گلاں موٹیاں۔ زیادہ زیادہ۔ غالب روز سہ شنبہ ۱۳ جنوری ۱۸۵۹ع۔ جواب طلب۔

ایضاً پرسوں اور کل دو ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں۔ کیا کہوں کہ تم نے مجھ پر بے تقریب معرفت کیا عنایت فرمائی ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھ کو مول لے لیا۔ آج وہ یہاں اور ہیں۔ کل جائیں گے دستنبو تمہاری بھیجی ہوئی ان کے پاس نہیں پہنچی۔ ناچار ایک دستنبو اور ایک پنج آہنگ اپنے پاس سے ان کی نذر

کر آیا ہوں۔ لکھنؤ کے دونوں پارسلوں کی رسید مجکو آج تک نہیں آئی آخر رسید تو تمکو پارسلوں کی ملی ہوگی۔ ڈاک میں بھی معلوم کر کے مجکو لکھ بھیجو ورنہ میں متشوش رہونگا۔ از غالب نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵ر جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے۔ اردو کے دیوان چھاپے کا ناقص ہے بہت غزلیں اسمیں نہیں ہیں۔ قلمی دیوان جو تمام و کمال تھے وہ لٹ گئے۔ یہاں سبکو کہہ رکھا ہے کہ جہاں کہیں کا ہوا نظر آ جائے لیلو تمکو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمہارے خیال میں ہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاذ و نادر ہے بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی جس غزل کے تمنے پانچ شعر لکھے ہیں یہ نو شعر کی ہے ایک سیٹھ کے پاس اردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے انسے کہیں کہیں سے مسودات متفرق بہم پہنچا لیے ہیں جو پنہاں ہو گئیں ویران ہو گئیں۔ یہ غزل مجکو انہی سے ہاتھ آ گئی ہے اب میں نے اسکو لکھا ہے اور تمکو یہ خط لکھ رہا ہوں خط لکھکر بھیجدونگا جب انکے پاس سے ایک غزل آ جائیگی تو اسی خط میں ملفوف کر کے بھیجونگا یہ خط آج روانہ ہو جائیگا یا کل۔ میں نے ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فرڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح میں اور ایک قصیدہ جناب منٹگمری لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی تعریف میں لکھا ہے اگر کہو تو بھیجدوں مگر فارسی میں ہیں وہ چالیس چالیس بیتالیس بیتالیس شعر ہیں۔ کتنے ہفتوں کے بعد جی چاہتا ہے میں خوش ہوا خدا کرے جسکو دی ہو وہ تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بنا دی گئی ہیں۔ یہ معلوم ہوا کہ صاحب لوگوں نے خریدیں یا ہندوستانیوں نے لیں۔ تم یہ بات مجکو ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم گھبراتے تھے آخر جیسی تھی نہ رہی اور بک گئی۔ بھائی ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہو گیا۔ لاکھوں مر گئے جو زندہ ہیں انمیں سینکڑوں گرفتار بلا ہیں۔ جو زندہ ہیں انمیں مقدور نہیں میں ایسا جانتا ہوں یا تو صاحبان انگریز کی خریداری ہوئی ہوگی یا پنجاب کے ملک کو کتابیں گئی ہونگی۔ پورب میں کم بکی ہونگی۔ میاں میں تمکو لکھا تھا تمہیں جانتا ہوں تمہارے لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہیں ہے تمہاری جگہ میرے دل میں ہے آج ارمان کرتا ہوں اور جو غزل تمنے بھیجی ہے اسکو لکھتا ہوں خدا کرے تو سکے نو شعر یاد آ جائیں۔

غزل

ہر ایک بات میں کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے
چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے
جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے
رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے
وہ چیز جسکے لیئے ہو ہمیں بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے
پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تجھ سے
وگرنہ خوف بد آموزیٔ عدو کیا ہے
رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیئے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

یہ تمہارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آ گئے ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں تین غزل کا گودام تمہارے پاس فراہم ہو گیا اگر منگواؤ گے تو وہ دونوں بھیجدوں گا۔ مرقومہ شنبہ ۱۹ اپریل [illegible]

ایضاً بھائی ماشاءاللہ ماشاءاللہ اگر یہ غزل میری ہو تو اسد اللہ کو لینے کے دینے پڑے۔ اس غریب کو میں کچھ کیوں کہوں۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو تو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی
مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے ان سے کہا کہ اگر یہ مطلع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میر امانی اسد تخلص ہو گزرے ہیں یہ مطلع اور یہ غزل انکے کلام معجز نظام میں سے ہے اور تذکروں میں مرقوم ہے۔ میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں اسد تخلص رکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہوں تم طرز تحریر اور روشِ فکر پر بھی نظر نہیں کرتے میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا وہ غزل جو تمہارے پاس

پہنچگئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اُسکی مرزا حاتم علی مہر کو دیدینا جسدن یہ میرا خط پہنچے اُسی دن وہ غزل نقل کرکے اُنکو بھیجدینا۔ دستنبو کی خریداری کا حال معلوم ہوگیا۔ میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے ضلع میں گئی ہوگی جناب مکلوڈ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی مجھسے منگوائی تھی ایک جلد انکو بھی بھیج چکا ہوں قصیدے میں نے دو لکھے ہیں۔ ایک اپنے مربی قدیم جناب فرڈیک ایڈمنسٹن صاحب بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منٹگمری صاحب بہادر کی مدح میں۔ ایک پچپن شعر کا ایک چالیس بیت کا اور پھر فارسی۔ انکو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپوگے جانے بھی دو۔ رہیں غزلیں سابق کی وہ جو میرے ہاتھ آتی جائینگی بھجواتا جاؤں گا۔ میاں تمھاری جان کی قسم نہ میرا اب ریختہ لکھنے کو جی چاہتا ہے نہ مجھسے کہا جائے۔ اس دو برس میں صرف وہ پچپن شعر بطریق قصیدہ تمھاری خاطر سے لکھکر بھیجے سوا اسکے اگر میں نے کوئی ریختہ کہا ہوگا تو گنہگار بلکہ فارسی غزل بھی واللہ نہیں لکھی صرف یہ دو قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ دل و دماغ کا کیا حال ہے پرسوں ایک خط تمہیں اور لکھ چکا ہوں اب اسکا جواب نہ لکھنا۔ والدعا۔ چارشنبہ۔ ۲۶ اپریل ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار منشی شیو نراین کو دعا پہنچے۔ خط تمھارا مع اشتہار کے پہنچا یہاں کا حال یہ ہیکہ مسلمان امیروں میں تین آدمی۔ نواب حسن علیخاں۔ نواب حامد علیخاں۔ حکیم احسن اللہ خاں سو انکا یہ حال ہیکہ روٹی ہے تو کپڑا نہیں۔ معہذا یہاں کی اقامت میں تذبذب۔ خدا جانے کہاں جائیں کہاں رہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں نے آفتاب عالمتاب کی خریداری کرلی ہے آیندہ مگر حالات دیکھا چاہیئے کیونکر نبھیگی۔ سوا اسکے اہل ہنود کی یہاں کوئی امیر نہیں ہے وہ لوگ اس طرف کیوں توجہ کرینگے تم ادھر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ ہاں نام اس سال کا تاریخی جانے دو۔ رستخیز ہند۔ غوغا بپا۔ فتنۂ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم بتاؤ کہ رئیس الور کے ہاں بھی تمھارا اخبار یا معیار الشعرا جاتا ہے یا نہیں اب کے تمھارے معیار الشعرا میں میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہمکو جب تک انکا نام و نشان معلوم نہ ہوگا

ہم اُنکے اشعار نہ چھاپیں گے سو میں تمکو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر احمد انکا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں اور وہاں کے بادشاہوں کے روشناس اور مصاحب رہے ہیں اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ میں اُنکی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھکر اُن غزلونکو چھاپ دو۔ یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اُسکے لکھنے سے اُنکا نام اور اُنکا حال معلوم ہوا۔ نام اور حال وہ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں اُسکو آپکے معیار الشعرا میں چھاپ کر ایک دو ورقہ یا چار ورقہ رامپور اُنکے پاس بھیجدو اور سرنامہ پر لکھو کہ در رامپور بر دردولت حضور پرنور بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد اور مجھکو اسکی اطلاع دو اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور کو تمہارا اخبار جاتا ہے یا نہیں۔ ۱۲ — مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون ۱۸۵۹ء +

ایضاً برخوردار نورچشم منشی شیونراین کو دعا پہنچے۔ صاحب میں تو منتظر تمہارے آنے کا تھا کسواسطے کہ منشی بہارے لال بھائیوں میں ہیں ماسٹر رامچندر کے۔ اُنہوں نے پرسوں مجھسے کہا تھا کہ منشی شیونراین دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں۔ آج صبح مجھکو ناگاہ تمہارا خط آیا۔ اب مجھکو اُسکا پوچھنا تم سے ضرور ہوا تمہارے آنیکی خبر جھوٹ تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بابو ہرگوبند سہائے کا میں بڑا احسانمند ہوں حقتعالی اس کوشش کے اجر میں اُنکو عمر و دولت دے۔ سعادتمند اور نیکبخت آدمی ہیں ۱۲ تمہاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں۔ مصرع تمنے لکھا اور وہ چھپا گیا ہزار یا سو ورقے چھپ گئے۔ اب جو مصرع اور کہیں سے بہم پہنچیگا وہ کس کام آئیگا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو ہم کو بھیجا ہے صبر کرو وہ جزو آنے دو۔ میں اُسکو دیکھ لوں یقین ہے کہ قلمی ہوگا اُسکو دیکھکر اور مضامین سمجھکر مصرع بھی تجویز کر دونگا مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمہارا آج آگیا ہے۔ پمفلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آجائیگا ۱۲ سہ شنبہ ۲۰ جولائی ۱۸۵۹ء +

ایضاً برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمھارا خط پہنچا۔ اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بغاوت ہند پہنچا۔ تمھاری تصمیم عزیمت سے میں خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنے یار بنسی دھر کے پوتے کو دیکھونگا۔ رسالہ بغاوت ہند ماہ بماہ اور معیار الشعرا ہر مہینے میں دوبارہ پہنچتا رہے۔ باقی گفتگو عندالملاقات ہو رہیگی۔ اپنے شفیق دلی ماسٹر رامچندر صاحب کو تمھارے آنیکی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے جو قطعہ انھوں نے میرے رقعہ کے جواب میں لکھا ہے وہ تمکو بھیجتا ہوں پڑھ لینا اگر وہ تنبوئیں باقی ہوں تو وہ اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب شنبہ ۲۳ جولائی ۱۸۵۹ء

ایضاً میاں یہ کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیجکر پھر تم چپکے ہو رہے نہ معیار الشعرا نہ بغاوت ہند نہ میرے خط کا جواب۔ نہ ہنڈوی کی رسید۔ برخوردار نواب شہاب الدین خاں نے اگست سے دسمبر تک پنجماہہ معیار الشعرا و بغاوت ہند کا بھیجا ہے یعنی ۱۲ روپے مجکو دیئے اور میں نے ہنڈوی لکھوا کر وہ ہنڈوی اپنے خط میں لپیٹ کر تمکو بھیجی یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا۔ جب ان مطالب ضروری کا یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو ابھی کیا ذکر ہے۔ خدا کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جلد جلد لکھو آج اگست کی ۱۷۔ بدھ کا دن ہے پہلا نمبر معیار الشعرا کا بھی نہیں آیا یہ ہے کیا؟ مگر تمھاری کہانی شروع ہوگئی ہے۔ اسی اگست کے مہینے میں تمھارے پاس پہنچ جائیگی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد دو اور کتاب اور عرضی کا بھی تقاضا کروں تو بعید نہیں۔ مگر آج شام تک اس خط کو رہنے دونگا اگر تمھارا خط یا معیار الشعرا یا بغاوت ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو پھاڑ ڈالونگا ورنہ کل اسکو ڈاک میں بھجوا دونگا۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاق دیدار کہدینا۔ غالب مرقومہ چہارشنبہ ۱۷ ماہ اگست ۱۸۵۹ء وقت دوپہر

ایضاً کیوں میری جان۔ تمنے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے۔ یا لکھنا ہی بھول گئے ہو۔ شہر میں ہو یا نہیں ہو؟ تمھارے مطبع کا کیا حال ہے؟ تمھارا کیا طور ہے؟ تمھارے چچا کا مقدمہ کیونکر فیصل ہوا؟ میرا کلام تمنے کسطرح درست کیا؟ کروگے یا نہیں؟ معیار الشعرا کا پارسل پہنچگیا؟ بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا۔ ان سب مطالب کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ غالب۔ محررہ پنجشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء ✣ ۔

ایضاً برخوردار منشی شیو نراین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ کیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ جواب اُدھر سے نہیں آتا۔ وہ مجلد بغاوت ہند کے زیادہ پہنچے ہیں اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا تھا اُسکا جواب بھی نہ آیا۔ میں نے یوسف علیخاں عزیز کے خط میں کچھ عبارت تمہارے نام لکھی تھی اُنہوں نے تم کو نہ پڑھائی ہوگی اُسکا بھی تمنے جواب نہ لکھا۔ ولایت کی عرضی اور کتاب کے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اسکا جواب مانگوں کچھ مجھ سے خفا ہو گئے ہو تو وہ بھی کہو۔ یہ خط تمکو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ تمکو تقاضا معلوم ہو۔ لو ایک اور بات سنو تمہارا تو یہ حال کہ مجھکو خط لکھنے کی گویا تمنے قسم کھائی ہے اور میری خواہش یہ کہ نواب گورنر جنرل بہادر کی خبر جو وہاں تمکو معلوم ہوا کرے مجھکو لکھا کرو خصوصاً اکبرآباد میں آکر جو کچھ واقع ہو وہ مفصل لکھو آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئینگے یا جدا جدا اکبر یہاں فراہم ہو جائینگے۔ دربار کی صورت کیونکر ہوگی تقسیم انعام کی حقیقت۔ کوئی نیا بندوبست جاری ہو اسکی کیفیت۔ یہ سب مراتب مجھکو لکھا کرو۔ دیکھو خبردار اس امر میں تساہل نہ کرنا۔ اب کیا سنتے ہو۔ لکھنؤ سے کہاں آئے ہیں۔ کانپور فرخ آباد ہوتے ہوئے آگرہ آئینگے کہاں کہاں کون کون رئیس آملیگا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سنا ہوگا وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں کے ہاں اخبار آتے رہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گزر جاتے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارے خط سے آگہی پاتا رہوں تم جو لکھو گے صحیح اور مفصل لکھو گے یقین ہے کہ برادرزادہ عزیز یعنے تمہارے والد ماجد نے مرزا یوسف علیخاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکار میں کر دی ہوگی۔ اسکی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چارشنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۹ء۔ جواب کا طالب غالب۔

ایضاً برخوردار دو خط آئے اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو لفافہ اخبار آیا۔ یہ اودھ اخبار۔ بھائی ضیاء الدین خاں کے ہاں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں اسکی حاجت نہیں اپنے اور میرے ٹکٹ کیوں برباد کرو میرا مقصود اسیقدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار سب تمکے ہاں معلوم ہوتے ہونگے جو سنو وہ مجھکو لکھو اور جب نواب معلی القاب آگرہ میں آجائیں تو اپنا مشاہدہ مجھکو لکھتے رہو بس غرض اتنی ہی ہے کل کا اخبار

لفافہ بدل کر آج ہی بھیجدیتا ہوں اور دونوں کتابیں بغاوت ہند پرسوں بھیج چکا ہوں تمہاری والدکی طرف سے مجھکو بڑی تشویش ہے۔ دعا کر رہا ہوں خدا میری دعا قبول کرے اور انکو شفائے کامل دے۔ تم بھی میری دعا انکو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علیخاں عزیز کا حال معلوم ہوا یہ عالی خاندان و عز و ناز پروردہ آدمی ہیں انکو جو راحت پہنچاؤ گے اور جو انکی خدمت بجا لاؤگے اسکا خدا سے اجر پاؤ گے۔ زیادہ سوائے دعا کے کیا لکھوں ۱۲ غالب روز یکشنبہ ۱۳ر نومبر ۱۸۵۹ع -+-

ایضاً میری جان دو جلدیں بغاوت ہند کی پرسوں میری پاس پہنچیں۔ اُسوقت برخوردار میرزا شہاب الدین خاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک جلد انکو دی۔ کل ایک پارسل اَور میری نام کا آیا۔ میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستنبو کا پارسل ہوگا دیکھا تو وہی دو جلدیں بغاوت ہند کی ہیں حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہرا مہتممان ارسال نے ازراہ سہو دوبارہ بھیجدیں چاہتا تھا کہ لفافہ بدل کر ڈبل ٹکٹ لگا کر بھیجدوں پھر سوچا کہ پہلے تمکو اطلاع دوں شاید یہیں کسی اَور کو دلوا دو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار ہے جو کہو سو کروں۔ کہو تمکو بھیجدوں۔ کہو کہیں اَور تمہاری طرف سے بھیجدوں۔ میرے کسی کام کی نہیں والدعا۔ راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۲۰ر اکتوبر ۱۸۵۹ع -+-

ایضاً برخوردار کامگار بعد دعا کے معلوم ہو کہ دستنبو کے آغاز کی عبارت از روی احتیاط دو بار ارسال کی ہی یقین ہی کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی۔ آپنے اُسی عبارت سی اشتہار بھی اخبار میں چھاپا ہوگا یا اب چھاپیئے گا۔ بہر حال اِس شہر کے اخبار سنیئے۔ حکم ہوا ہی کہ دوشنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کو رات کے وقت سب خیر خواہانِ انگریز اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اِسی تہیدستی میں کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن مقرری نہیں پاتا اپنے مکان پر روشنی کریگا اور ایک قطعہ پندرہ ۱۵ بیت کا لکھکر صاحب کمشنر شہر کو بھیجا ہی آپکے پاس اُسکی نقل بھیجتا ہوں اگر تمہارا جی چاہی تو اُسکو چھاپ دو اور جس نمبر میں یہ چھاپا جاوے وہ نمبر میرے دیکھنے کو بھیجنا اور

اور اب فرمایئے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں **قطعہ**

دریں روزگارِ ہمایون و فرخ
کہ گوئی بود روزگارِ چراغاں
شدہ گوش پُر نور چوں چشمِ بینا
ز آوازۂ اشتہارِ چراغاں
نگر شہرِ دہلیٔ نُزہت کاینجا
نگہ گشتہ ہر سُو دوچارِ چراغاں
بسر بُردہ بر چرخ رہ مہرِ منوّر
ہمہ روز در انتظارِ چراغاں
گواہِ من اینک خطوطِ شعاعی
کہ وارد دلش خار خارِ چراغاں
دریں شب رَوا باشد ار چرخ گرداں
کند گنجِ انجم نثارِ چراغاں
نبودست در دہر زیں پیش ہرگز
بدیں روشنی رُوے کارِ چراغاں
شد از فیضِ شاہنشہِ انگلستان
فزوں رونقِ کاروبارِ چراغاں
جہاندار وکٹوریا کز فروغش
ز آتش دمد لالہ زارِ چراغاں
ز عدلش چناں گشت پروانہ ایمن
کہ شد دیدبانِ حصارِ چراغاں
بفرمان سر جان لارنس صاحب
شد ایں شہر آئینہ دارِ چراغاں
بدہلی فلک رُتبہ سانڈرس صاحب
بیاراست نقش و نگارِ چراغاں
شد از سعیِ ہنریِ اجرٹن بہادر
رواں ہر طرف جوئبارِ چراغاں
سخن سنج غالبؔ بُروی عقیدت
دعا میکند در بہارِ چراغاں
کہ بادا فزوں سالِ عمرِ شہنشہ
بروے زمیں از شمارِ چراغاں

اقبال نشان برخوردار منشی شیو نراین کو دعاے دوامِ دولت پہنچے۔ کل تمہارا خط پہنچا۔ دل خوش ہوا۔ باقر علیخاں اور حسین علیخاں یہ دونو میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو لیکن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمہارے یہ۔ میں حسب الطلب نوابصاحب کے دوستا

یہاں آیا ہوں اور اپنی صفائی بذریعہ انکے گورنمنٹ سے چاہتا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے کتاب و عرضی اوسط ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کر کے یہاں آیا ہوں ۔ چھ ہفتہ میں جہاز پہنچتا ہے ۔ یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہوگا ؎

بہ بینم کہ تا کردگار جہاں　　دریں آشکارا چہ دارد نہاں

اپنے والد کو میری دعا کہہ دینا ۔ میرزا یوسف علیخاں کو میری دعا کہنا اور کہنا میں تمھاری فکر سے فارغ نہیں ہوں اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے ۔ سہ شنبہ ۳ مارچ ۱۸۶۰ء ۔ غالب ۔

ایضاً برخوردار اقبال آثار منشی شیو نراین کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بغاوت ہند کا ایک دو روز ہوئے معیار الشعرا کا معرفت برخوردار میرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا ۔ اور آج چار شنبہ ۱۴ مارچ کی کو ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تمھارا رامپور پہنچا ۔ خدا تمکو جیتا رکھے میں شنبہ کے دن [illegible] کو دلی روانہ ہونگا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے اب بدستور ارسال خطوط دلی کو رہے یہاں نہ بھیجنا ہاں بھائی اندنوں میں برخوردار مرزا یوسف علیخاں وہاں آئے ہوئے ہیں آج ہی انکا خط مجکو پہنچا ہے تم ضرور انسے ملنا منشی امیر علی صاحب کے ہاں وہ اترے ہوئے ہیں انکو بلا کر میری دعا پہنچانا اور کہنا اچھا ہے دلی چلے آؤ وہاں جو مجھ سے ملوگے تو زبانی سب کلام ہو رہیگا اور اگر [illegible] یہ رقعہ جو تمھارے نام کا ہے ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ہاترس کو شیخ کریم بخش عہدیداروں کے دفعدار کے گھر کے پتہ سے بھیج دینا ضرور ضرور ۔ از غالب ۔ روانگی سہ شنبہ ۱۳ مارچ ۱۸۶۰ء وقت [illegible]

ایضاً میاں دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سن لو تب کچھ کلام کرو ۔ [illegible] کہ ایک خط تمھارا پہنچا ۔ سرنامہ پر لکھا تھا عرضداشت عظیم الدین احمد ۔ منمقام میرٹھ واللہ باللہ ۔ [illegible] جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے بہر حال پڑھا معلوم ہوا کہ ہندی دیوان [illegible] اور فائدہ اٹھانے کے واسطے چھاپا چاہتے ہیں خیر چپ ہو رہا ۔ جب میں رامپور سے میرٹھ [illegible]

بھائی مصطفٰے خانصاحب کے ہاں اُترا۔ وہاں منشی ممتاز علیصاحب میرے دوست قدیم مجھکو ملے اُنہوں نے
کہا کہ اپنا اُردو کا دیوان مجھکو بھیجدیجیو عظیم الدین ایک کتاب فروش اُسکو چھاپا چاہتا ہے اب تم سُنو
دیوان ریختہ اتم و اکمل کہاں تھا۔ ہاں میں نے غدر سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علیخاں بہادر کو رامپور
بھیجدیا تھا اب جو میں دلّی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاءالدینخاں صاحب نے مجھکو تاکید کر دی تھی
کہ تم نوابصاحب کی سرکار سے دیوان اُردو لیکر اُسکو کسی کاتب سے لکھوا کر مجھکو بھیجدینا۔ میں نے رامپور میں
کاتب سے لکھوا کر بسبیل ڈاک ضیاءالدینخاں کو دلّی بھیجدیا تھا۔ آمدم بر سرِ مدعائے سابق اب جو
منشی ممتاز علیصاحب نے مجھسے کہا تو مجھے یہی کہتے بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاءالدینخاں سے لیکر
بھیجدونگا مگر کاپی کی تصحیح کا ذمہ کیوں کرتا ہے۔ نواب مصطفٰےخاں نے کہا کہ ہیں۔ آپ کیوں میں کیا کرتا دلّی
آکر ضیاءالدینخاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفٰےخاں کے پاس بھیجدیا۔ اگر میں اپنی
خواہش سے چھپواتا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پرائے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجواتا۔ آج اسی وقت میں نے
تمکو یہ خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفٰے خانصاحب کو ایک خط بھیجا ہے اور اُنکو لکھا ہے اگر چھاپا
شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے اگر دیوان آگیا تو فوراً تمہارے
پاس بھیجدونگا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے تو میں ناچار ہوں میرا قصور نہیں ہے اگر سرگزشت
کو بھی سنکر مجھکو گنہگار ٹھیراؤ تو اچھا میرا بھائی میری تقصیر معاف کیجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے
یقین ہے کہ کاپی شروع نہ ہوئی ہو اور دیوان میرا میرے پاس آجائے اور تمکو پہنچ جائے۔ ۱۹ یا ۲۰ جنوری
کتاب اور دونو عرضیاں ولایت کو روانہ کر کے رامپور گیا ہوں۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد و رفت ہی
سو گزر چکی ہے۔ خواہی اسی مہینے میں خواہی آغاز ماہ آئندہ یعنی مئی میں جواب کے آنیکا مترصد ہوں
دیکھیے آئے یا نہ آئے۔ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے

ایضاً۔ برخوردار منشی شیو نراین کو دعا کے بعد معلوم ہو۔ تصویر پہنچی تحریر پہنچی۔ سنو میری عمر ستر برسکی ہے

اور تمہارا دادا میرا ہم عمر اور ہمباز تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمہارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بنسی دھر کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سو سوا سو برس کی ہماری تمہاری ملاقات ہے پھر آپس میں نامہ و پیام کی راہ و رسم نہیں اور اس راہ و رسم کے مسدود ہونیکا حاصل یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں اگر تمکو میرے حال سے آگاہی ہوتی تو مجھکو بسبیل ڈاک کبھی اکبرآباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت سنو۔ چھٹا مہینہ ہے کہ سیدھے ہاتھ میں ایک پھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی پھوڑا پک کر پھوٹا ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار بنگیا۔ ہندوستانی جراحوں کا علاج رہا۔ بگڑتا گیا۔ دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے۔ سلائیاں دوڑ رہی ہیں۔ نشتر سے گوشت کٹ رہا ہے بیسویں دن سے صورت کی اقامت کی نظر آنے لگی ہے۔ اب ایک اور داستان سنو۔ غدر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح ہونے کے بعد میرا پنشن کھلا۔ چڑھا ہوا روپیہ دام دام ملا آئندہ کو بدستور بے کم و کاست جاری ہوا۔ مگر لارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقرری تھا مسدود ہو گیا یہاں تک کہ صاحب سکرتر بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں میں مایوس محض ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا۔ بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانے میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے۔ دربار کیا۔ خیر کرو مجھکو کیا۔ ناگاہ دربار کے تیسرے دن بارہ بجے چپراسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے بھائی بھیا آخر فروری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اس داہنے ہاتھ کے زخم کے سیدھی ران میں اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک پھوڑا ابھرا ہے سو حاجتی میں پیشاب کرتا ہوں اُٹھنا دشوار ہے بہرحال سوار ہو گیا پہلے صاحب سکرتر بہادر سے ملا پھر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تصور میں کیا بلکہ تمنا میں بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل ہوئی یعنی عنایت سے عنایت۔ اخلاق سے اخلاق وقت رخصت خلعت دیا۔ اور فرمایا کہ ہم تجکو اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہیں اور مژدہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار میں بھی تیرا نمبر اور خلعت کھل گیا لینا

دربار میں شریک ہو خلعت پہن حال عرض کیا گیا فرمایا خیر اور کبھی کے دربار میں شریک ہو۔ اس پھوڑے کا برا ہو۔ انبالہ جا کر کیونکر جاؤں۔ بابو ہرگوبند سہائے صاحب کو سلام مضمون واحد۔ ۱۸ مئی

ایضاً میاں تمہاری باتوں پر ہنسی آتی ہے۔ دیوان جیسے تم کو بھیجا ہے اتم و اکمل ہے وہ اور کوئی نسخہ [illegible] چار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علی خاں عزیز کے پاس ہیں اس میں ہیں ان میں سے [illegible] طرح لکھیں کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سے باہر نہیں جہاں تم نے کبھی دیکھا ہوگا اور وہ غزلیں ان سے منگا کر دیکھ لو گے تو تصدیق میری کیا کرو گے بیچارہ عزیز کیونکر بھیجو اسکے گا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجھ کو لکھو میں بھیجوں اگر تمہارے پاس ہو تو نہ نذر [illegible] میں تم کو اپنے فرزند کی برابر جانتا ہوں اور شکر کیجیے کہ تم فرزند سعادت مند ہو خدا تم کو جیتا رکھے اور عطا عالیہ کو پہنچاوے۔ [illegible]

ایضاً میاں میں جانتا ہوں کہ مولوی میر نیاز علی صاحب کا [illegible] نہیں کی میر اللہ دیا کہتا کہ وہ تمہارے امر کو [illegible] دلی میں ہاشمی دیوان کا چھاپا [illegible] ہے کہ حکیم احسن اللہ خاں صاحب تمہارا بھیجا ہوا فرمہ مجھ کو دیں اور وہ [illegible] یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی یہ بگڑ گئی۔ اب تمہارا ارادہ اسکے چھاپنے کا نہیں [illegible] چھاپے خانے والے مجھ سے [illegible] دیوان [illegible] نظر تمہاری ناخوشی پر [illegible] پھیر لیا۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اور کو چھاپنے کی اجازت دوں۔ تمہیں جو خط لکھنا موقوف کیا یہی سبب تھا کہ تم خفا ہو گئے ہو۔ مولوی نیاز علی صاحب نے کہا کہ [illegible] میری تقصیر معاف کر اور [illegible] بھائی قسم خدا کی میں تم کو بیٹا فرزند دلبند سمجھتا ہوں دیوان [illegible] مول لی اور دونوں چیزیں تم کو بھیج دیں۔ تمہارا مال ہی [illegible] تم نے [illegible] اور جلد [illegible] کہ تم یاد کرو [illegible] غالب ۔ ۱۰ جنوری ۱۸۶۲ء

بنام گوبند سہائے صاحب

برخوردار سعادت اطوار [illegible] کو [illegible] کہ میں نے تم کو خط لکھا ہے اس میں [illegible] کا جواب [illegible] لکھا [illegible] وہ حال [illegible] تمہیں [illegible] یہاں مشہور ہے کہ نواب [illegible] الہ آباد بھی کا [illegible] آگئی۔ کوئی کہتا ہے [illegible] حال کچھ [illegible] معلوم ہو تو لکھو

تیسرا شوال ہے ہر کہ دو قسم کی انگریزی شراب یعنی ایک تو کاس ٹیلن اور ایک اولڈ ٹام - یہ میں ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونوں قسم بہت [illegible] آئی تھی - آپ یہاں میرٹھ تو نظر نہیں آتی تھی اب [illegible] روپیہ آتی ہے وہاں تم دریافت کرو کہ اسکا نرخ کیا ہے اور یہ بھی معلوم کرو کہ بطریق ڈاک پہنچ سکتی ہے یا نہیں یہ دونوں قسم [illegible] اسکا بھیجنا ممکن ہو تو یہاں سے روپیہ کی ہنڈوی بھیجوں وہ تم خرید کر [illegible] ڈاک پر روانہ کردو - [illegible] جہاں کی شراب نہیں پیتا ہے مجکو مضرت کرتی ہے اور مجھے اس سے نفرت ہے [illegible] غالب

ایضاً صاحب تمکو دعا کہتا ہوں اور دعا دیتا بھی ہوں - شراب کی قیمت کے دو خط بھیجے بھائی کاس ٹیلن اور اولڈ ٹام دونوں [illegible] ہمیشہ لیا کیا تھا [illegible] تجھسے پوچھا جب یہاں بھی ہیں تو قیمت کم لگتی ہے تو بہتر ورنہ نہیں میں سمجھا تھا [illegible] خیر اسکو جانے دو - روٹی ہی ملے جائے

بنام نواب امین الدین احمد خان صاحب بہادر رئیس لوہارو

بھائی جیسا ساٹھ برس میں ہمارا [illegible] ہرگز نہیں قرابتیں ہم پہنچیں تو کا میرا تمھارا معاملہ یہ کہ پچاس برس سے میں تمکو چاہتا ہوں سبب اسکا کہ چاہت تمھاری طرف سے بھی ہو چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا [illegible] تمہیں چاہتا رہا تم مجھے چاہتے رہے وہ امر عام اور یہ امر خاص یہ مقتضی اسکا نہیں کہ تم میں ہم میں حقیقی بھائی [illegible] جو قرابت اور محبت کیا سو کیونکر ہو بہت اچھا سنو اور [illegible] ہو جاؤں [illegible] ہوں کسی مردہ شخص [illegible] پھر کے روٹی - شام کو شراب اگر ملے جسدن ایک [illegible] نہیں سکتا - دل [illegible] آج ہم دونوں بھائی [illegible] تمھاری [illegible]

تمہارے بچے ہیں عمو جو میری حقیقی بھتیجی ہے اسکی اولاد بھی تمہاری ہی اولاد ہے نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بیکسوں کیواسطے تمہارا دعاگو ہوں اور تمہاری سلامتی چاہتا ہوں تمنا یہ ہے اور انشاء اللہ تعالی ایسا ہی ہوگا کہ تم جیتے رہو اور ہم دونوں تمہارے سامنے مرجائیں تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دوگے تو چنے تو دوگے اگر چنے بھی نہ دوگے تو بات تو پوچھوگے تو میری بلا سے میں تو موافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ الجھونگا۔ جناب والدہ ماجدہ تمہارے یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں آئے ہوئے ہیں اگر وہاں پہنچیں تو بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے اور بھی بہت سے ہیں کہ شرط طیبا صحبت احبا تنہائی ہے نہ ملول ہو حرف و حکایت میں مشغول رہو گے آؤ آؤ شتاب آؤ۔ بھائی ضیاء الدین خاں کو کیا لکھوں جو وہاں تمہارے دل پر گذرتی ہو یہاں میری نظر میں ہے خیر دعا ہے مزید عمر و دولت نجات کا طالب غالب

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون دعای بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رو سے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ تیسری غزل کہ ہر تواں گفت آخر نتواں گفت۔ جو تمہارے حسب الطلب بھیجی گئی ہے کیا نہیں پہنچی ہوگی یا تم بھول گئے ہوگے۔ دیگر دربار اسد اللّٰہی یعنی علائی مولائی نے اپنے موکل کی خوشنودی کیلئے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اردو کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے جھنجھوٹی کے اوسکے سُر نہیں۔ راہ رکھوائی جاوے اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آکر میں بھی سن لونگا والسلام مع الاکرام نجات کا طالب غالب چارشنبہ ا ربیع الاول ۱۲۸۲ ہجری

غزل ✤ غزل ✤

میں ہوں مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی
غیر کے مرگ کا غم کس لیئے اے غیرت ماہ
ہیں ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی
تم ہو بت پھر تمھیں پندار خدائی کیوں ہے
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی
حسن میں حور سے بڑھکر نہیں ہونیکے کبھی
آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی
تیرے کوچہ کا ہے مائل دل مضطر میرا
کعبہ ایک اور سہی قبلہ نما اور سہی

کوئی دنیا میں مگر باغ نہیں ہے واعظ ‏ خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہی
کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یارب ‏ سیر کیواسطے تھوڑی سی فضا اور سہی
مجکو وہ دو کہ جسے کھاکے نہ پانی مانگوں ‏ زہر کچھہ اور سہی آب بقا اور سہی
مجھسے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی ‏ ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

[illegible]

ایضاً برادر جان جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ تمہاری تفریح طبع کیواسطے ایک غزل نئی لکھکر بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے اخبار لکھتا ہوں۔ سوانح لیل و نہار لکھتا ہوں کل پنجشنبہ ۲۵ محرم کو اول روز پہلے پہر بڑے زور کی آندھی آئی پھر خوب مینہ برسا وہ جاڑا پڑا کہ شہر کرۂ زمہریر ہو گیا بڑے دریبے کا دروازہ ڈھا دیا گیا۔ قابل عطار کے کوچہ کا بقیہ مٹایا گیا کشمیری کٹرہ کی مسجد زمین کا پیوند ہو گئی سڑک کی وسعت دوچند ہو گئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور ہنود کے ڈیوڑھیوں پر جھنڈیوں کے پرچم پھراتے ہیں ایک شہر زور آور رلوے پلٹن بند پیدا ہوا ہے مکانات جابجا ڈھاتا پھرتا ہے فیض اللہ خان بنگش کی حویلی پر جو گلدستے ہیں جسکو عوام کنگری کہتے ہیں انہیں سے ملا ہوا ایک کی بنا ڈھا دی اینٹ سے اینٹ بجا دی واہ رے بندہ بہ زیادتی اور پھر شہر کے اندر۔ ریگستان کے ملک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عسیر الحال عربی فارسی انگریزی تین زبانوں کا عالم وارد ہوا ہے بلیماروں کے محلہ میں ٹھیرا ہے بسبب ضرورت حکام شہر سے ملنا ہے باقی گھر کا دروازہ بند کیئے بیٹھا رہتا ہے گاہ گاہ نہ ہر شام و پگاہ غالب علیشاہ درویش کے تکیہ پر آجاتا ہے اہل شہر حیران ہیں کہ کھاتا کہاں سے ہے۔ اسکے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہہ باپ سے بچھڑ گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے۔ دیکھیئے انجام کار کیا ہو۔ غالب علیشاہ کا قول یہہ ہے کہ کل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۳ مئی سنہ ۱۸۶۵ء

ایضاً جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون و دعای بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ استاد میر جان آئے اور ان کی زبانی تمہاری خیر و عافیت

معلوم ہوئی۔ خدا تمکو زندہ و تندرست و شاد و شاداں رکھے۔ یہاں کا حال کیا لکھوں بقول سعدی علیہ الرحمۃ ؎ نماند آب جز آب چشم دُر یتیم ✤ شب و روز آگ برستی ہے یا خاک نہ دن کو سورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے۔ زمیں سے اُٹھتے ہیں شُعلے۔ آسمان سے گرتے ہیں شرارے۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھوں عقل نے کہا کہ دیکھ نادان قلم انگریزی دیا سلائی کی طرح جل اُٹھیگی اور کاغذ کو جلادیگی بھائی ہوا کی گرمی تو بڑی بلا ہے گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے وہ اور بھی جانگزا ہے خیر فضل سے قطع نظر ایک کوکب غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل افروز ہے۔ پرسوں فرخ مرزا آیا۔ اُسکا باپ بھی اُسکے ساتھ تھا۔ میں نے اُس سے پُوچھا کہ کیوں صاحب میں تمھارا کون ہوں اور تم میرے کون ہو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا حضرت آپ میرے دادا ہیں اور میں آپکا پوتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ تمھاری تنخواہ آئی کہا جناب عالی آقا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہیں آئی میں نے کہا تو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا حضرت میں تو آقا جان سے روز کہتا ہوں کہ لوہارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دلّی کی رعیت میں کیوں ملگئے سُبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم درست اور طبع سلیم۔ میں اسکی خُوبیٔ خُو اور فرخی سیرت پر نظر کرکے اسکو فرخ سیر کہتا ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔ تم اُسکو بابا کیوں نہیں سمجھتے مگر بھائی غلام حسین خاں مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین و حیدر حسن اور اُنکی اولاد کو کبھی مُنہ نہ لگایا۔ علاؤالدینخاں جیسا ہوشمند ہمہ داں بیٹا فرخ سیر جیسا دانشور بذلہ سنج اور شیریں سخن پوتا۔ یہ دو عطیۂ عظمٰی و موہبت کبریٰ ہیں تمھارے واسطے من جانب اللہ ؎

اگر دریافتے بردانشت بوس
وگر غافل شدے افسوس افسوس

آج ۲۲ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان میں آگیا۔ نقطہ انقلاب صیفی ہیں۔ دن گھٹنے لگا۔ چاہیئے کہ تمھارا غیظ و غضب ہر روز کم ہوجائے۔ نجات کا طالب غالب ✤

ایضاً بھائی صاحب آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب میں تمکو کیا لکھوں تعزیت کے واسطے تین باتیں ہیں۔ اظہارِ غم۔ تلقینِ صبر۔ دعائے مغفرت۔ سو بھائی اظہارِ غم تکلفِ محض ہے۔ جو غم تمکو ہوا ہے ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقینِ صبر بیدردی ہے یہ سانحہ عظیم الشان ہے جسنے غمِ رحلتِ نواب مغفور کو تازہ کیا پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کیجائے۔ رہی دعائے مغفرت میں کیا اور میری دعا کیا مگر چونکہ وہ میری مربیہ اور محسنہ تھیں دل سے دعا نکلتی ہے چونکہ تمہارا یہاں آنا سنا جاتا تھا اسواسطے خط نہ لکھا اب جو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے اور اس سبب سے آنا نہ ہوا۔ یہ چند سطریں لکھی گئیں حق تعالیٰ تمکو سلامت اور تندرست اور خوش و خرم رکھے تمہاری خوشی کا طالب غالب۔ ۱۵ نومبر ۱۸۶۶ع ✤

ایضاً اخ مکرم جد اکرم کیخدمت میں بعد ادائے سلام مسنون ملتمس ہوں تمہارا شہر میں رہنا موجب تقویتِ دل تھا ع گو نہ ملتے تھے پر اک شہر میں تو رہتے تھے ✤ بھائی ایک سیر دیکھ رہا ہوں۔ کئی آدمی طیورِ آشیان گم کردہ کیطرح ہر طرف اُڑتے پھرتے ہیں اُنمیں سے دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کرو گے۔ علائی کو کب بھیجو گے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنیکے دن ہیں بارش شروع ہوجائیگی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئیگی چلنے والا کہیگا۔ میں رہرو چالاک ہوں۔ تیراک نہیں۔ لوہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤں۔ دخانی جہاز کہاں سے لاؤں ع اے زفرصت بیخبر در ہرچہ باشی زود باش ✤ علائی کی دیدار کا طالب غالب۔ اُستاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۲ محرم سنہ ۱۲۸۱ ہجری

بنام مرزا علاؤالدین احمد خاں صاحب بہادر

صاحب تمہارا خط پہنچا۔ مطالب دلنشین ہوئے۔ غوغائے خلق سے مجھکو غرض نہیں۔ کیا اچھی رباعی ہے کسی کی ع

مومن بخیال خویش ہستم داند
کافر بگمان خدا پرستم داند
مردم ز غلط فہمی مردم مردم
ای کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند

بھائیوں سے باہر نہیں ہلا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جو ہر خبردار میرا سلام اخوین کو اور ان کا سلام مجکو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں

تاب لائے ہی بنے گی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجۂ دیوان ہے مگر اسوقت یہ دونوں شعر حسب حال نظر آئے اسواسطے لکھدیے گئے تمنے اشعار جدید مانگے خاطر تمہاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرع آگے کے کہے ہوئے یاد آگئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں۔ اُنپر فکر کرکے ایک مطلع اور پانچ شعر لکھکر سات بیت کی ایک غزل تمکو بھیجتا ہوں بھائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی بلند رتبہ نہیں

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں مجکو غم کیا ہے

مطلع ثانی

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے
تمہاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے
کٹے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلائے
کوئی بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم کیا ہے
لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود
کسے خبر کہ وہاں جنبش قلم کیا ہے
نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا
خدا کیواسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے
وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم
وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے
سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقیں ہے ہمکو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

لو صاحب تمہارا فرمان قضا توامان بجا لایا مگر اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر باحتیاط

رکھو گے اور اُردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے تو اچھا کرو گے عمر فراوان و دولت فزوں باد فقط جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ع بارہ پر دو بجے تین کا عمل +

ایضاً مرزا رُوبرو یا از پہلو آؤ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علیخاں اور حسین علیخاں مع ۱۴ مرغ ۶ بڑے اور ۸ چھوٹے کے دِلّی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے اُنکے ساتھ گئے۔ کلّو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں۔ نواب صاحب نے وقت رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا۔ مرزا نعیم بیگ بن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے یہاں آئے ہیں اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ دلّی چلوں گا اور وہاں سے لوہارو جاؤنگا میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اِسی ہفتہ میں چلونگا آپ چال چوکے اُردو لکھتے لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب پر تھا اُسکو تمنے فارسی لکھا اور فارسی بھی متصدیانہ نہیں کہ اسکو اور اپنے بزرگ کو بھی بصیغۂ معروفہ لکھیں یہ وہی چھوٹی ہے بڑی ہے آپ کا قصہ ہے۔ خیر خط نہ دکھاؤنگا نا کتب فیہ کہکر کام کا مقدمہ نکال لونگا۔ مَیں نے تو چلتے وقت فرخ مرزا کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کہلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی اپنا مدعا کہو تو مَیں اُسکی درستی کر لاؤں جواب آیا اور کچھ مدعا نہیں صرف مکان کا مقدمہ ہے سو اُس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکا کا وکیل وہاں موجود ہے اگر وہ اِس امر کا ذکر کرتے تو مَیں اُنکے خالو جعفر علیخاں کے نام عرضی یا خط لکھ لاتا۔ بہرحال اَب بھی قاصر نہ رہونگا۔ تاریخ اوپر لکھ آیا۔ نام اپنا بدل کر مغلوب رکھ لیا ہے +

ایضاً یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۸۶۶ء شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح اُفتاد + حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند + میاں مہر جائی تو و والا پدرت + قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند + میاں تم جانتے ہو کہ میں عازم رامپور تھا اسباب ساعدت ہو گئے بشرط حیات جمعہ کو روانہ ہونگا لڑکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے میرا لکھنا زائد ہے

ایک بار میں صاحب کمشنر کی عیادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا۔ مزاج کی خبر پوچھ آیا۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا۔ راقم غالب علی شاہ۔

ایضاً جان جاناں ایک خط میرا تمہارے دو خطوں کے جواب میں تمکو پہنچا ہوگا آج میں علی اصغر خاں بہادر کے گھر گیا اُنسے میں نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فرخ سیر کی ماں کو لکھ بھیجو کہ سال بھر کی تنخواہ کی رسید بھیجدیں یہاں سے روپیہ بھیجدیا جائیگا آج منگل ہے ۷ شعبان کی اور ۲۶ دسمبر کی دونوں بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی ہوگئے ہیں پرسوں یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگے

اوّل ما آخر ہر منتہی در اکرام و عزت
آخر ما جیب تمنا تہی از مال و دولت

تو کمان گروہ کہا کر فارسی بگھارا کرے مجھ سے ہندی کی چندی سن۔ ایک خلیل حضور لے دینی کی تھی ایک علی اصغر خاں سے اینٹھی دونوں کل آئینگی۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتہ سے یہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں۔ زاد کی خدا لئے تھی فقیر کی۔ راحلہ وہ جانیں فقط غالب

ایضاً صبح دوشنبہ شانزدہم از ماہ صیام میری جان نئے مہمان کا قدم تمہیں مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور اسکی اور اسکے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے تمہاری طرز تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ ہے۔ ثاقب اسکو عزیز اور غالب عزیزہ جانتا ہے واضح لکھو تا اشتباہ رفع ہو۔ خط ثاقب کے نام کا تمہ ہو تو یہ تھا کاغذ کو ایک تختہ کاغذ کا میں نے سراسر پڑھا لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی کا بیان جب کرتا کہ تمہارے عبارت سے جگر خون نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار ایسا زبان آور۔ ایسا عجائب طراز۔ یوں عاجز و درماندہ و از کار رفتہ ہو جائے۔ تمہارا غم جدا۔ ساغر اول و دوم کیا دل لیکر آئے کیا زبان لیکر آئے کیا ہاتھ لیکر آئے۔ کیا عقل لیکر آئے۔ اور پھر کسی جوش کو زحمت نہ لگے کسی شیوہ کی داد نہ پائی گویا نظیری تمہاری زبان سے کہتا ہے

جوہر ہر نقش من درخور زنگار نماند
آہ کز آئینۂ من ساختہ نہ پرداختہ دریغ

بھائی اس عرض میں میں بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہوں اگرچہ یک فنہ ہوں۔ مگر مجھے اپنے بیان کی قسم میں اپنی نظم و نثر کی داد باندازہ بایست پائی نہیں آپ ہی کہا اور آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں بقدر ہزار ایک ظہور میں نہ آئے نہ وہ طاقت جسمانی کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لوں اور اسمیں شطرنجی اور ایک ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسی کے لٹکا لوں اور پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا کبھی مصر میں جا ٹھہرا کبھی نجف جا پہنچا نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں اگر تمام عالم میں نہ ہوسکے نہ سہی جس شہر میں رہوں اُس شہر میں تو بھوکا ننگا نظر نہ آئے ع

نہ بُستاں سرائے نہ نخچیر گاہ — نہ دستاں طرازے نہ پیمانہ
نہ رقص پری پیکراں بر بساط — نہ غوغائے رامشگراں در رباط

خدا کا مقہور۔ خلق کا مردود۔ بوڑھا ناتوان بیمار فقیر نکبت میں گرفتار تمہارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اسکا نظیر بہم پہنچاؤں۔ واقعۂ کربلا سے نسبت نہیں دیسکتا۔ لیکن واللہ تمہارا حال اس ریگستان میں بعینہ ایسا ہے جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ میں تھا تمہارا خالق تمہاری اور تمہارے بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود دربدر بھیک مانگے وہ میں ہوں ۔

ایضاً چاشتگاہ شنبہ دوازدہم نومبر ۱۸۶۱ع آج جسوقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا شہاب الدین خاں تمہارا خط اور مصری کی ٹھلیا لیکر آئے میں اسکو لیکر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اوپر دو سیر نکلی۔ خانۂ دولت آباد۔ یہی کافی و وافی ہے اور اب حاجت نہیں۔ روٹی کھا کر باہر آیا تمھارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شتر سوار جانیوالا ہے میں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہوں لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھدی مطالب مندرجۂ خط کا جواب شتر چلا گیا تو کل بھیجوں گا۔ غالب۔

ایضاً اقبال نشانا بخیر و عافیت و فتح و نصرت لوہارو پہنچنا مبارک ہو۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند احباب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُسکے چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہیں مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کیے ہیں۔ میں مسودہ نہیں رکھتا جو لکھا وہ جہاں بھیجنا ہوا وہاں بھیجدیا یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس بہت ہونگے اگر اُنکا ایک پارسل بنا کر بسبیل ڈاک بھیجدوگے یا آج کل میں کوئی اودھر آنیوالا ہو اُسکو دیدوگے تو موجب میری خوشی کا ہوا اور میں ایسا جانتا ہوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہوگے۔ بچوں کو دعا۔ غالب۔ ✢

ایضاً جانِ غالب یاد آتا ہے کہ تمھارے عمّ نامدار سے سُنا ہے کہ لغاتِ دساتیر کی فرہنگ تمھارے پاس ہے اگر ہوتی تو کیوں نہ تم بھیجدیتے خیر ع آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست ✢ تم ثمرِ نورس ہو اُس نہال کے کہ جسنے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے اور میں ہواخواہ و سایہ نشین اُس نہال کا رہا ہوں کیونکر تم مجھکو عزیز نہ ہوگے۔ رہی دید وا دید اسکی دو صورتیں ہیں تم دلّی میں آؤ۔ یا میں لوہارو آؤں۔ تم مجبور میں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زنہار مسموع نہ ہو جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور ماجرا کیا ہے۔ سنو عالم دو ہیں ایک عالمِ ارواح اور ایک عالمِ آب و گل۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ اور پھر آپ جواب دیتا ہے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ ہر چند قاعدۂ عام یہ ہے کہ عالمِ آب و گل کے مجرم عالمِ ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالمِ ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیجکر سزا دیتے ہیں چنانچہ میں آٹھویں رجب سنہ ۱۲۱۲ھ میں روبکاری کے واسطے یہاں بھیجا گیا ۱۳ برس حوالات میں رہا۔ ۷ رجب سنہ ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوامِ حبس صادر ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈالدی۔ اور شہر دلّی کو زندان مقرر کیا اور مجھے اُس زندان میں ڈالدیا فکر نظم و نثر کو مشقت ٹھیرایا۔ برسوں کے بعد جیلخانہ سے بھاگا

تین برس بلادِ شرقیہ میں پھرتا رہا۔ پایانِ کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اسی محبس میں بٹھا دیا۔ جب دیکھا کہ یہ قیدی گریزپا ہے، دو ہتھکڑیاں اور بڑھا دیں۔ پاؤں بیڑی سے فگار، ہاتھ ہتھکڑیوں سے زخم دار، مشقتِ مقرری اور مشکل ہو گئی۔ طاقت یک قلم زائل ہو گئی۔ بے حیا ہوں سال گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زنداں میں چھوڑ مع دونوں ہتھکڑیوں کے بھاگا۔ میرٹھ مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ حکمِ رہائی دیکھیے کب صادر ہو۔ ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اس ماہ ذی الحجہ میں چھوٹ جاؤں۔ بہرتقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوا اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالمِ ارواح کو چلا جاؤں گا۔

فرخ آں روز کہ از خانۂ زنداں بروم
سوئے شہر خود ازیں بادیۂ ویراں بروم

مجھے غزل کے سا شعر کافی [illegible] فارسی غزلیں دو اردو غزلیں اپنے حفظ کی تحویل میں بھیجتا ہوں [illegible]

ای جسم بجاں عتاب تا کے
ای گنج دریں خراب تا کے

ای گوہر مہر و ماہ یارب
آلودۂ خاک و آب تا کے

ای راہرو مسالک قدس
واماندۂ خورد و خواب تا کے

بیتابی رہ و [illegible] غیبت
ایں ہمہ اضطراب تا کے

جاں در طلب نجات تا چند
دل در تعب عذاب تا کے

[illegible] بے حساب باید
گناہ بے حساب تا کے

غالب [illegible] اندیشہ
با [illegible] تا کے

[illegible]
اے شمع گماں کرو[illegible] بیتاب

[illegible] تو بود
نفس کرد [illegible] تو بود

چہ عجب صانع اگر نقش دہانت گم کرد
کاں خود از حیرتیاں رخ نیکوئے تو بود

بکف باد مبادا بہمہ رسوائی دل
کاخر از پردہ گیان شکن موئے تو بود

مردن و جاں بتمنائے شہادت دادن
ہم ز اندیشۂ آزردن بازوئے تو بود

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند
کایں ہمانست کہ پیوستہ در ابروئے تو بود

لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چہا در دل غالب ہوس روئے تو بود

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

لوگوں کو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور

ہے خون جگر جوش میں دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشاں اور

یارب وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل انکو جو نہ دے مجھکو زباں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جاکر دل جاں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں گے ہاں اور

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اسنے سینکڑوں وعدے وفا کیے

صحبت میں غیر کے نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیے

رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن مے
مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

غالب تمھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیئے اور وہ سنا کیئے۔

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاؤالدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دعا پہنچے کل شام کو مخدوم و مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی بسواری ریل نند و ولت لخو؟ کہ ناگاہ آدوے فقیر کے تکیہ میں تشریف لائے۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان میں آرام فرمایا اب وہاں آتے ہیں قریب طلوع آفتاب بچشم نیم باز یہ رقعہ تمھارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہے وہ مفصل نہیں لکھ سکتا۔ مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھکر یوں سمجھنا کہ میرا بوڑھا چچا غالب جوان ہوکر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے پس نور چشمان راحت جان مرزا باقر علیخاں بہادر و مرزا حسین علیخاں بہادر جناب آغا صاحب کا قدمبوس بجالائیں اور انکی خدمتگاری کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں بس ہاں مرزا علائی اگر جنیل الگزنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سنیئے۔ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر مجتمعہ سہ سالہ یکمشت مل گیا۔ بعد ادائے حقوق چار سو روپیہ دینے باقی رہے اور ستاسی روپیہ گیارہ آنے مجھے بچے۔ مئی کا مہینہ بدستور ملا۔ آخر جون میں حکم آگیا کہ پنشندار علی العموم ششماہی پایا کریں ماہ بماہ پنشن تقسیم نہوا کرے۔ میں دس بارہ برس سے حکیم محمد حسن خاں کی حویلی میں رہتا ہوں اب وہ حویلی غلام اللہ خاں نے مول لی آخر جون میں مجھ سے کہا کہ حویلی خالی کردو۔ اب مجھے فکر پڑی کہ کہیں دو حویلیاں قریب ہمدگر مل جائیں ایک محلسرا اور ایک دیوانخانہ ہو۔ نہ ملیں ناچار چاہا کہ بلیماروں میں ایک مکان لیا کہ جسمیں جا رہوں ملا تمھاری چھوٹی پھوپھی نے بیکس نوازی کی کرڑوڑا والی حویلی مجکو رہنے کو دی ہرچند وہ نہایت تنگ ہے کہ محلسرا سے قریب ہے مگر خیر بہت دور بھی نہیں کل یا پرسوں وہاں جا رہونگا۔ ایک پاؤں زمین پر ہے ایک پاؤں رکاب میں توشہ کا وہ حال گوشہ کی یہ صورت۔ کل شنبہ ۱۷ ذی الحجہ کی اور ۳۰ جون کی

پھر دن چڑھے تمہارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سنا گیا کہ ضیاء الدین خاں صاحب نے اپنی کوٹھی میں نزول اجلال کیا۔ پھر دن رہے ازراہ مہربانی ناگاہ میرے ہاں تشریف لائے۔ میں نے اُنکو دُبلا اور زرد پایا دل کُڑھا۔ علی حسین خاں بھی آیا اُس سے بھی ملا۔ میں نے تمہیں پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ بھائی صاحب بولے کہ جب میں یہاں آیا تو کوئی وہاں بھی تو ہے۔ اور اس سے علاوہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں میں نے کہا اتنا ہی جتنا تم اُسکو چاہتے ہو۔ ہنسنے لگے۔ غرض کہ میں نے جانا ہر اُنکو تم سے اچھا پایا۔ آگے تم لوگوں کے دلوں کا مالک اللہ ہے۔ راقم غالب۔ نگاشتہ و روانہ شدہ یکشنبہ بین الظہر والعصر۔

ایضاً چہارشنبہ ۵ ستمبر ۱۸۶۶ء ہنگام نیمروز۔ علائی مولائی اُس وقت تمہارا خط پہنچا۔ اُدھر پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کو گاڑی اور مجھکو بیل پایا اُس پیوند کے طعنے کا تازیانہ اور مجھکو گھوڑا اپنا پایا وہ علاقہ اور وہ پیوند لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو۔ میں کس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کچہری میں تعین نہیں ہوں۔ جس طرح اُمرا واسطے فقرا کے وجہ معاش مقرر کر دیتے ہیں اسی طرح اُنہوں نے میرے واسطے مقرر کیا ہے ہاں فقیر سے دعائے خیر اور مجھسے اصلاح نظم مطلوب۔ چاہوں دلی رہوں۔ چاہوں اکبرآباد۔ چاہوں لاہور۔ چاہوں لوہارو۔ ایک گاڑی پکڑوں کیا ہے کرایہ کروں۔ پھر [illegible] کہاں بھٹکنے کے لوں۔ چار آدمی رکھتا ہوں کیا یہاں چھوڑوں۔ دو ساتھ لوں۔ چل پڑوں۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کریگا لڑکوں کا حافظ لوہارو بھیج دیا کریگا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہاں ہم پہنچ سکتے ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں جو محلسرا سے کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور یہی حال پاخانہ میں آ کر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بلایا تھا یہی لکھا گیا کہ اب معذور محض ہوں تمہارا اقبال تمہارے کلام کو صلاح دیتا ہے اس سے بڑھ کر مجھ سے خدمت نہ چاہو۔ بھائی کے اور تمہارے دیکھنے کو بہت جی

[illegible]

چاہیے پر کیا کروں عقرب و قوس کے آفتاب یعنی نومبر دسمبر میں قصد تو کرونگا کاش لوہارو کی جگہ گوڑگانوہ ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ کہوگے کہ رامپور کیا نزدیک ہے وہاں گئے کو دو برس ہو گئے یہاں انحطاط و اضمحلال روزافزوں نہ تم یہاں آ سکتے ہو نہ مجھ میں وہاں آنے کا دم پس اگر نومبر دسمبر میں میرا خیر عمل چل گیا بہتر ورنہ

؎ اے وائے ز محرومیٔ دیدار دگر ہیچ ۔ غالب ۔

ایضاً اقبال نشان مرزا علاء الدین خاں بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔ برخوردار علی حسین خاں آیا مجھ سے ملا۔ بھائی کا حال اسکی زبانی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا فضل کرے الولد سر لابیہ تم اسکے مصداق کیوں نہیں خفقان و مراق اگرچہ تمہارا خانہ زاد موروثی ہے لیکن آجتک تمہاری خدمت میں حاضر نہ ہوا تھا اب کیوں آیا۔ اگر آیا ہے تو ہرگز اسکو ٹھہرنے نہ دو ہانک دو۔ خبردار اسکو اپنے پاس بیٹھنے نہ دینا شفیق مکرم و لطف مجسم منشی نولکشور صاحب بسبیل ڈاک یہاں آئے مجھ سے اور تمہارے چچا اور تمہارے بھائی شہاب الدین خاں سے ملے۔ خالق نے انکو زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت عطا کی ہے گویا انکا وجود قران السعدین ہیں تم نے مجھ سے نہ کہا تھا اور کلیات کی اور تحفہ کی قیمت [illegible] مان لیجیے اب ان سے جو ذکر آیا تو انہوں نے پہلی قیمت مشتہرہ اخبار یعنی قبول کی یعنی مہر نیمروز [illegible] میں دس مجلد کے [illegible] میں دونوں [illegible] ۳۲ تم دو۔ ہمکو [illegible] مطبع اودھ اخبار میں بھیجنے چاہئیں میں [illegible] حال کی دوسری کہا [illegible] طالب [illegible] علی حسین خاں کو دیدوں۔ کہو تو بھیجدوں۔ اس گلگشت کا حال جلد لکھو۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا اور استاد میرجان کے میری طرف سے قدم لینا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ پنجشنبہ ۱۲ جمادی الثانی سال غضر مطابق سوم دسمبر سال غضب کیا ہی ہے۔ گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن بہادر ہے

ایضاً جمعہ نہم رجب ۵ دسمبر۔ میری جان تمہارا خط بھی آیا۔ اور علی حسین خاں نجم الدین بھی تشریف لایا اگر سر نوشت آسمانی میں بھی اواخر رجب یا اوائل شعبان میں ہمارا تمہارا مل بیٹھنا مندرج ہے

تو زبانی کہہ سن لینگے۔ قلم کو ان اسرار کی محرمیت نہیں ہے جو شخص اپنے ملک و مال و جان و تن و ننگ و نام گذرے ہو میں آشفتہ و سرگرداں بلکہ عاجز و حیراں ہو دوسرے کو اس سے کیا لگا۔ ہائے نظیری ؎

با ما جفا و ناخوشی با خود غرور و سرکشی   از مانۂ از خودۂ آخر ازانِ کیستی

محل عقل و ہوش و دماغ سو تباہ۔ افیون کا مخمر چھٹنا علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے۔ ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یوں بگڑ جائے۔ نجات کا طالب۔ غالب ✤

ایضاً پنجشنبہ ۲۰ رمضان۔ صاحب کل تمھارا خط پہنچا۔ آج اسکا جواب لکھکر روانہ کرتا ہوں۔ رجب بیگ۔ شعبان بیگ۔ رمضان بیگ۔ یہ نامور مہینے ہیں سو خالی گئے۔ شوال بیگ آدمی کا نام نہیں سنا۔ ہاں عیدی بیگ ہو سکتا ہے۔ پس جب عید ہوا اور روز سعید ہے تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہور ثلثہ ماضیہ اس مہینے میں تم آسکو۔ ہے ہے میں تو کہتا ہوں نہ آسکو اس ماہ مبارک میں مقتضای حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیوں کی عید کو سہ برنشین کا گمان گزرے۔ دور کیوں جاؤ۔ ہولی کی ڈولہنڈی کا سماں لوہارو میں بندھ جائے۔ ایک خرسوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حسن اتفاق کیا یہ وہی موسم ہے ہولی اور عید کو سہ برنشین کا زمانہ باہم ہے حوت کے آفتاب میں یہ دونوں تہوار ہوتے ہیں۔ کل آفتاب حوت میں آیا ہے کہ سہ برنشین اور ہولی کا مژدہ لایا ہے۔ خیر میں چند روز اور کشمکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں۔ تو سہ برنشین اور ہولی کی رنگ رلیاں منا لے اور خرسوار بضربِ تازیانہ دوڑا لے علاوہ الذی نجانی واللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہے فرق اسی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہے ارے ظالم اس کو سہ برنشین کی داد دے۔ عقل کرامت ہے۔ الہام ہے۔ لطف طبع ہے کیا ہے یہ اسم کسقدر مناسب مقام ہے۔ حبیبہ کا مقدم تمھیں مبارک ہو۔ ثاقب مجھے ڈراتا تھا بھتیجا ہے میں کہتا تھا کہ لڑکی ہے بارے میں جیتا اور ثاقب ہارا۔ عریضہ جداگانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچا ہے ✤

ایضاً میری جان۔ علائی ہمہ داں۔ اس قدح وجل مقتدر کا کیا کہنا ہے۔ فرہنگ لغات دساتیر تمہارے پاس ہے میں چاہتا تھا کہ اسکی نقل تم سے منگاؤں تم نے دساتیر مجھ سے مانگی اسی صحیفہ مقدس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ جی میں کہو گے کہ اگر دساتیر نہیں تو فرہنگ کی خواہش کیوں ہے حق یوں ہے کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں اسواسطے فرہنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس فرہنگ کی نقل بھیجدو گے تو مجھپر احسان کرو گے۔ دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کیساتھ اسکو بھی بارسل بھیجدیتا۔ ہاں صاحب اگر دساتیر ہوتی اور میں بھیجدیتا تو البتہ بھائی صاحب کا مشکور ہوتا۔ ورنہ دنیا میں کیوں ماجور ہوتا۔ ارسال ہدایا پر حصول اجر کیوں مرتب ہوگیا۔ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اس مذہب کو حق جانتے ہو کہ میں جو واسطہ اسکے اعلان و شیوع کا ہوتا تو عند اللہ مجھکو استحقاق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سناؤ

دولت بغلط نبود از سعی پشیماں شو	میر	کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	حافظ	چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہبہا جدا است	مولوی روم	عاشقاں را مذہب و ملت جدا است

رات کو خوب مینہ برسا ہے جھکو تھم گیا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابر تنک چھا رہا ہے یقین ہے کہ تمہاری جدہ ماجدہ مع اپنی بہو اور پوتے کے روانہ لوہارو ہوں۔ کل انکی روانگی کی خبر تھی۔ یہ لڑکا سعید ازلی ہے ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا۔ خاص انکی آسائش کیواسطے ہے۔ بہ نظر سر راہ ہر وہاں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ محمد علی بیگ اودھر سے نکلا میں نے محمد علی بیگ کو بلا کر پوچھا کہ سواریاں روانہ ہو گئیں ہیں؟ حضرت ابھی نہیں۔ کیا آج نہ جائیں گے؟ آج ضرور جائینگے۔ تیاری ہو رہی ہے۔ فقط

مرقومہ یکشنبہ یکم جون۔ وقت صبح ۶ بجے ۷ کے عمل میں۔ غالب

ایضاً یکشنبہ ۲۰ محرم سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۲ جون سنہ ۱۸۶۳ء۔ میری جان مرزا علائی صاحب عالیشان آئے

اور مجھ سے ملے۔ میں نے خطوط مرسلہ تمہاری کیفیت انکو دیے۔ اب تمہارے پاس پہنچا دینا انکو اختیار ہے۔ رسید کا البتہ مجھے انتظار رہے۔ علی حسین خاں سے انکی حقیقت اور یہاں اقامت کی مدت پوچھی گئی جواب پایا کہ ایک مہینہ دس دن کی رخصت لیکر آیا ہوں۔ بی بی بیمار ہے اسکا معالجہ منظور ہے۔ میری جان علی حسین خاں کے کام آئے تو دریغ نکروں بھلا یہ مبالغہ ہی سہی بلکہ بیشک تبلیغ و غلو ہے لیکن قریب اسکے یعنے جو چیز امکان سے باہر نہ ہو انہیں تصور کیونکر کیا جائیگا بلکہ شاید تمہاری سپارش کی بھی حاجت نہ ہو مگر سمجھ کہ آئین غمخواری و اندوہ گساری کیا ہوگی۔ میرزا بد وضع و بد روش نہیں کہ پند و پیند کا محتاج ہو کوئی اسکا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصلحت و مشورت کی احتیاج ہو ہر امور خانگی یعنی بی بی اور اسکے آبا و اخوان کے معاملات میں نہ تم کو دخل مجکو مداخلت تم علی حسین خاں کو اس پیند کیا کیا چھیڑتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسکا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اسکے دادا کی اور میری سسرال ایک ہے یہ ذریعہ فخر ہے اسکو اور اسکے طفیل سے تمکو بلکہ تھوڑی سی نازش اگر مجھ ننگ اقربا کے حصہ میں بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں ہر چند تمہارا ہر کلمہ ایک بذلہ ہے لیکن اس خسرو خسروانی نے مار ڈالا کیا کہوں مجکو مزا ہی کہاں خسرو خسروان لغات عربی الاصل اور کہاں روزمرہ مشہور کہ خسر سسر کو کہتے ہیں صنعت اشتقاق و طباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہے اچھا میرے میاں۔ یہ خسر بمعنی پدر زن کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی والعربی مشترک ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی فارسی میں پدر زن بکاف اضافت کہتے ہیں۔ عربی میں جسطرح بمعنی نقصان متصرف ہے شاید سسر کا اسم جامد بھی فی الحقیقت سسر کی تفریس و تعریب ہو۔ یہ پرسش نہ برسبیل استہزا ہے بلکہ بطریق استفسار و استعلام ہے جو تمہیں معلوم ہو بلکہ اگر نہ معلوم ہو تو معلوم کر کے مجھے لکھ بھیجو۔ یوسف علیخاں عزیز بمانند اس دہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منتظر ہو اور ابر آئے اور نہ برسے مضطر و حیران ہے۔ علی حسین خاں آئے ہیں۔ علی حسین خاں تجہی لیے ہوئے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب

ایضاً میر انیسی کو دعا پہنچے۔ آنکھ کی کہانی جب جونک لگ کر پھوٹ گئی تھی اور پیپ نکل گئی تھی تو نشتر کیوں کھایا مگر کیجیے بطریق خوشامد طبیب سے رجوع کی جب اُس نے نشتر تجویز کیا خواہی نخواہی امتثال کرنا پڑا اور شاید کچھ ہو کچھ مادہ باقی ہو۔ بہرحال حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے **قطعہ**

بسکہ فعّالِ ما یرید ہے آج
ہر سلحشور انگلستاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا
چوک جسکو کہیں وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا
شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک
تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا
کوئی واں سے نہ آسکے یہاں تک
آدمی وہاں نہ جاسکے یہاں کا
میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا
وہی رونا تن و دل و جاں کا
گاہ جل کر کیا کیے شکوہ
سوزشِ داغہائے پنہاں کا
گاہ رو کر کہا کیے باہم
ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا
اسطرح کے وصال سے غالب
کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

ایضاً یار بھتیجے بھائی۔ مولانا علائی۔ خدا کی دُہائی۔ نہ میں ویسا ہونگا جیسا تم سمجھے ہو اور نہ تم عقلکے پتلے ہو یعنی حق تعالیٰ اور خیال تراش نہ ویسا ہونگا جیسا میرزا علی حسین خاں بہادر سمجھے ہونگے [illegible] کا شکریے ہرچہ ہستم دانند دو جانہ میں میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریب شادی پر مدار رکھنا کیا شعبہ ہے انہیں ظنون کا جس سے تمھارے چچا کو [illegible] ہے مجھ پر جتنوں کا۔ جاگیردار میں نہ تھا کہ ایک جاگیردار مجھکو بلاتا۔ گویا میں نہ تھا کہ اپنا ساز و سامان لیکر چلا جاتا۔ دوجانہ جا کر شادی کماؤں اور پھر اس فصل میں کہ دنیا گرم نہ ہو لوہارو بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤں اور پھر اس موسم میں کہ جاڑے کی گرمی پا نہ ہو سکتا

میرن جان صاحب نے تمھارا خط مجکو دکھایا ہے میں نے اُن کو جانے نجانے میں متردد پایا ہے جائیں نہ جائیں۔ میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا رہوں گا غلام حسن خاں اگر کسی وقت آجائیں گے تو اُن کو تمھاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کردونگا۔ حق سبحانہ تعالےٰ اِن دونوں صاحبوں کو یا ایک کو اِن میں سے توفیق دے یا مجکو طاقت یا تمکو انصاف کہ میرے نہ آنے کو دلّی کی وابستگی پر محمول نہ کرو مجکو رشک ہے جزیرہ نشینوں کے حال پر عموماً اور رئیس فرخ آباد پر خصوصاً کہ جہاز سے اُتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا۔ اہاہاہا

گر پڑے بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زیست میں مجکو نظر نہیں آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہو گیا حق التصنیف کی ایک جلد میرے پاس آگئی وہ تمھارے غم نامدار کی نذر ہوئی۔ باقی جلدیں جن کا میں خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے جبتک قیمت نہ بھیجدوں کیونکر آئیں روپیہ کی تدبیر میں ہوں اگر بہم پہنچ جائے تو بھیجدوں۔ تمھارے پاس جو قاطع برہان پہنچی ہے اگر چھاپے کی ہے تو صحیح ہے جہاں تردد ہو غلطنامہ ملحقہ میں دیکھ لو۔ زیادہ انکشاف منظور ہو تو مجھ سے پوچھ لو اگر قلمی ہے تو وجہ اعتبار سے ساقط ہے اُسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مول لے لو اور اُسکو پھاڑ ڈالو

آج یوم الخمیس ۱۹ ار جون المبارک بارہ بجنے میں تمھارا خط آیا۔ اُدھر پڑھا۔ اِدھر جواب لکھنے بیٹھا یہانتک لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے تمھارا خط اُنکو دیا۔ وہ پڑھ رہے ہیں ہم لکھ رہے ہیں ابر آیا ہوا ہے ہوا سرد چل رہی ہے۔

ایضاً میاں تم میری ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو اجانب سے رسوم و معمول ہیں خیر تمھارا حکم بجا لایا غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے دربار کیا میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف و عنایت میری ارزش و استحقاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش و تصور سے سوا

بند دل کی۔ ہائے ہجوم امراضِ جسمانی اور آلامِ رُوحانی کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہے ہر دم دمِ نزع ہے دل غم سے خونریز ہو گیا ہے کہ کسی بات سے خوش نہیں ہو سکتا۔ مرگ کو نجات سمجھے ہوئے ہوں اور نجات کا طالب ہوں کئی دن سے کوئی تحریر دلپذیر تمہاری نہیں آئی نہ مجھے تمنے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا اب اس خط کا جواب جلد لکھو پہلے اپنے بچوں کا حال پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمہارا قاعدہ ہے منقح اور مفصل لکھو فقط نجات کا طالب۔ غالب ❖

ایضاً میری جان تخلص تمہارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہے پشمی کو بے تکلف اسکا مصحف کیوں سمجھو یہ میدان بہت فراخ ہے۔ خدا کی خے کو جیم فارسی سے بدل دو۔ بے کو بتقدیم موحدہ علی النون لکھو یہ وسواس دل سے دور کرو۔ رہرو ایک اچھا تخلص ہے۔ رہرو اسکی تجنیس موجود ہے۔ شیون ایک اچھا تخلص ہے ستون اسکی تصحیف ہے۔ تمہارے واسطے بمناسبت اسم عالی تخلص خوب تھا۔ مگر اس تخلص کا ایک شاعر بہت بڑا نامی گزر چکا ہے۔ ہاں نامی سامی یہ دو تخلص بھی اچھے ہیں مولانا فائق کی پیروی کرو۔ مولانا لائق کہلاؤ اگر کہو گے کہ اس ترکیب سے لفظ نالائق پیدا ہوتا ہے مولانا شائق بنجاؤ۔ ہنسی کی باتیں ہو چکیں اب حقیقت سنو نسیمی تخلص خاصی بروزن ظہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منظور ہے تو نامی سامی رہرو شیون یہ چار تخلص باعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہیں انمیں سے ایک تخلص قرار دو میرے نزدیک سب سے بہتر تمہارے واسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے کہو گے کہ آزاد کے باغ میں ایک آم کا نام فخری ہے۔ حاصل کلام دو دن کی فکر میں جو تخلص میرے خیال میں آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہوں بھائی سوئید تخلص نیا ہے اگر یہ پسند آئے تو یہ رکھو۔ والدعا۔ صبح یکشنبہ ۲۰ مئی سنہ۱۸۶۰ع نجات کا طالب۔ غالب ❖

ایضاً صاحب بہت دن سے تمہارا خط نہیں آیا۔ آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہے۔ مقدمہ اُسنے جیت لیا چنانچہ اسکی تحریر سے تمکو معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان دنوں علتِ مشائخ کا زور ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں ع کسانیکہ

کہ نیروان بہ مستی کنند ٭ بر آواز دولاب مستی کنند ٭ خدا مبارک کرے۔ ٭ غالب ٭

ایضاً۔ صبح یکشنبہ یکم مارچ ۱۸۶۲ء۔ صاحب پرسوں تمھارا خط آیا۔ کل جمعہ کے دن لوہارو کا سہیل تھا انکے وہاں سے آیا۔ چونکہ جیب میں کمرب وقائع تھیں بہت بیچین رہے آٹھ دس بیس آخر روز مزاج بحال ہو گیا تنقیہ اچھا ہوا۔ اب بفضل الٰہی اچھے ہیں لیقین ہے کہ مرض عود نکرے دلّی کی اقامت کی مدت اپنے والد کی رائے پر رہنے دو۔ بقدر مناسبت وقت عزم خیر خواہانہ کچھ کہوں گا ضرور نہ بار بار میں تم سے زیادہ انکا مزاج داں ہوں یہ خود پسند اور معہذا سپارش کا دشمن ہے۔ مغلیوں کے مقدمہ کو طبیعت امکان پر چھوڑ دو میں خل نہ کرونگا۔ ہاں اگر خود مجھ سے پوچھینگے یا میرے سامنے ذکر آجائیگا تو میں اچھی کہونگا ؎ بریدہ باد زبانیکہ نا سزا گوید ٭ برادرانہ اگر۔ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک شفیق ہو گیا۔ یوں تمام عمر بخوشی گزر جائے گی لیکن تم کے برس سے کے مہینے کے ہفتے کا اگریمنٹ لکھتے ہو۔ غالب ٭

ایضاً میرزا علائی پہلے میر جان صاحب کے قہر و غضب سے مجھکو بچاؤ تاکہ میرے حواس جو منتشر ہو گئے ہیں جمع ہو جائیں۔ میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا۔ جھگڑا ان کی طرف سے ہے تم اسکو یوں چکاؤ یعنی اگر ان کو صرف آشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست ہیں شفیق ہیں میرا سلام قبول فرمائیں اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہے تو وہ میرے بھائی ہیں مگر عمر میں چھوٹے میری دعا قبول فرمائیں۔ صاحبین کی رائے کا اختلاف مشہور ہے۔ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر ہر ایک قول جدا جدا لکھوں۔ آج نہ لکھا نہ سہی دو چار دن کے بعد لکھوں گا تم مجھکو لکھو کہ صاحبین میرزا قربان علی بیگ و میرزا شمشاد علی بیگ ہیں بھائی صاحب کی جناب عالی مجھکو منظور اور یہ غزل معروض ہے میری طرف سے سلام کہو ؎ از من بجز نگیر و بفرمای کہ مطرب ٭ در نے دمد از روی نوازش دو سہ دم را ٭

غزل

جز دود غم ز بادہ نبودہ ست کام ما
گوئی چراغ روز سیاہ ست جام ما

در شوق تست گر گزر نبود یاد را اگر
صرصر کجا کہ رہ رساند پیام ما

ای باد صبح عطر سا از آن پیرہن بیار
تسکین ز بوی گل نپذیرد مشام ما

سرباز دانہ ہر بہا انگبین و مور
آید بدام و دانہ برباید ز دام ما

گفتی چہ حال دل شنوی مہربان شنو
مشکل کہ پیش دوست توان برد نام ما

از ما بجا پیام و ہم از ما بجا سلام
رنج دلی بس است پیام و سلام ما

مقصود ما ز دہر ہر آئینہ نیستی است
یا رب کہ ہیچ دوست مباد انجام ما

غالب بقول حضرت حافظ ز فیض عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ایضاً میاں چلتے وقت تمہارے چچا نے غلیل کی فرمائش کی تھی۔ رامپور پہنچکر وہ بے سعی و تلاش ہاتھ آگئی ہوتی۔ لڑکوں نے۔ ملازموں نے۔ سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ نواب ضیاء الدین کے واسطے ہے۔ اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی کہیں بہم نہ پہونچی۔ دلی میں بمشکل کہ مول کو نہ ملی۔ نواب صاحب سے مانگی۔ توشہ خانہ میں بھی نہ تھی۔ ایک امیر کے ہاں پتہ لگا۔ دوڑا ہوا گیا بھیجی [illegible] لو خزانوں میں ہماری تمہاری ہڈی۔ [illegible] کی فرصت کہاں۔ آج ہی کل چلدیا۔ اس بات کی قدر کرتا اور اسکو اچھی طرح چلانا۔ بادشاہ فرخ سیر اور اسکے اخوان خوش و خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے باجرے کا حلوا سوہاں کھلایا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳ جنوری +

ایضاً جان غالب۔ دو خط متواتر تمہارے پہنچے۔ مغربی [illegible] سے ہر شعر آپکے کلام میں مضامین حقیقت آگین ہیں لیکن داماں گلہ دارد و گریباں گلہ دارد۔ اس زمین میں بجز انکے اس کی غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے ○

در بزمِ وصالِ تو بہنگامِ تماشا
نظّارہ ز جنبیدنِ مژگاں گلہ دارد

یہ ایک شعر اس کا مجھے یاد ہے۔ بھائی تمہارا باپ بدگمان ہے لیجئے مجھکو زندہ سمجھتا ہے۔ میرا سلام کہو اور یہ شعر میرا پڑھ سُنا دو ؎

گمانِ زیست بود بر منت ز بیدردی
بدست مرگ ولے بدتر از گمانِ تو نیست

مجھے کافور و کفن کی فکر پڑ رہی ہے وہ ستمگر شعر و سخن کا طالب ہے۔ زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا۔ مجھ پر سے یہ تکلیف اُٹھوا لو اور تم اِس زمین میں چند شعر لکھکر بھیجدو۔ مَیں اصلاح دیکر بھیجدونگا۔ عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے آگے جو کچھ حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہوں

غزل

بامن کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست
در امرِ خاص حجّتِ دستورِ عام چیست

مستم ز خونِ دل کہ دو چشمم ازاں پُر است
گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست

با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام
داند کہ حور و کوثر و دار السلام چیست

ما خستہ غمیم و بود مے دوائے ما
با خستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست

از کاسۂ کرام نصیب ست خاک را
تا از فلک نصیبۂ کاسِ کرام چیست

غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت
پرسد چرا کہ نرخ مئے لعل فام چیست

ایضًا لو صاحب وہ مرزا حبیب بیگ مر گئے اُنکی تعزیت آپ نے نہ کی۔ شعبان بیگ پیدا ہو گئے کل اُنکی چھٹی ہو گئی آپ شریک نہ ہوئے ؎ ای وائے زہر دھی دیدار بیگ بھیج۔ میاں خدا جانے کسطرح یہ چار سطریں تجکو لکھتی ہیں۔ شہاب الدینخاں کی بیماری نے میری زیست کا مزا کھو دیا۔ مَیں کہتا ہُوں کہ اُنکی عوض مَیں مرجاؤں اللہ اسکو جیتا رکھے اسکا داغ مجکو نہ دکھاوے یا رب اسکو اسکی اولاد کے سر پر سلامت رکھ۔ نجات کا طالب۔ غالب

ایضاً مولانا نسیمی کیوں خفا ہوتے ہو۔ ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہیں اگر میں خلیفۂ اول ہوں تم خلیفۂ ثانی ہو۔ ہمکو عمر میں پیش تقدم زمانی ہے جانشین دونوں مگر ایک اول ہے اور ایک ثانی ہے شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے۔ طریق صید افگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے ہیں آپ شکار کر کھاتے ہیں تم سخنور ہو گئے حسن طبع خداداد رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیوں نہ کہو۔ اسم تاریخی کیوں نہ نکالو کہ مجھ پیر غمزدہ دل مردہ کو تکلیف دو۔ علاؤ الدین خاں تیری جان کی قسم میں نے پہلے لڑکے کا نام تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا مجھکو اس وہم نے گھیرا ہے کہ میری نحوست طالع کی تاثیر سے میرا ممدوح جیتا نہیں نصیر الدین حیدر اور امجد علیشاہ ایک ایک قصیدہ میں چل بسے۔ واجد علیشاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے جسکی مدح میں دس بیس قصیدے کہے گئے وہ عدم سے بھی پرے پہنچا۔ نہ صاحب دہائی خدا کی میں نہ تاریخ ولادت کہونگا نہ نام تاریخی ڈھونڈونگا حق تعالیٰ تمکو اور تمہاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے۔ سنو صاحب حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے وہ امرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جوان ہے لیکن بچہ سمجھتے ہیں۔ یہ حال تمہاری قوم کا ہے قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اسکی عزت اور نام آوری حکام کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم جب جانتے ہوگے جب تک اس [illegible] کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تمکو چین نہ آئیگا۔ یہاں برسوں سے دلی میں رہتا ہوں [illegible] لوگ ایسے ہیں کہ محلہ [illegible] بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام لکھتے ہیں حکام کے خطوط فارسی و انگریزی یہاں تک کہ ولایت کے آئے ہوئے صرف شہر کا نام [illegible] ہوا اور ان خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا اگر میں تمہارے [illegible] بھی تو نہیں ہوں کہ جناب محلہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ہرکارہ میرا پتہ نہ پائے [illegible] لکھ کر میرا نام لکھ دیا کیجیے خط کے پہنچنے کا میں ضامن۔ پنجشنبہ ۲۸ اپریل۔

ایضاً میری جان ناسازیِ روزگار نے بطیِ اطوار و بطریقِ واقع بالائی داغِ آرزوئے دیدار دو آتشہ شرارہ بار اور یہ ایک دریائی ناپیدا کنار و قنا ربنا عذاب النار۔ خدا نے بھائی ضیاء الدین خاں کے بڑھاپے پر اور میری بیکسی پر رحم فرمایا۔ میرا شہاب الدین خاں بچ گیا۔ امراضِ مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ لو کہ خونی۔ زحیر۔ تپ۔ صداع۔ بارے اب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے۔ ضعف جاتے ہی جائیگا آگے کون سے قویٰ تھے کہ اب انکو ضعف کہا جائے۔ ایک بڈھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا کہنے لگا ہائے بڑھاپا۔ اِدھر اُدھر دیکھا جب جانا کہ کوئی نہیں ہے کہتا ہوا بڑھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے والسلام غالب مستہام۔

ایضاً لو صاحب پرسوں تمھارا خط آیا۔ اور کل دوپہر کو استاد میر جان آئے جب اُن سے کہا گیا تو یہ جواب پایا کہ میں تو مدت سے آمادۂ سفرِ لوہارو بیٹھا ہوں حکیم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت میں نے اپنی گٹھڑی بھیجی تھی وہ پھری آئی۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ گاڑی میں جگہ نہ گٹھڑی کی نہ سوار کی ناچار چپ ہو رہا۔ اب وہ گٹھڑی ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے۔ جب میاں خاں اور وزیر خاں روانہ ہونگے اور منشی امداد حسین مجھکو اطلاع دینگے تو میں فوراً چل دونگا۔ پا برکاب ہوں۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خاں آئے کل اُنہوں نے چوتھے دن کھانا کھایا تھا۔ ہیضہ ہو گیا تھا قے متواتر دست پے در پے غرض بچ گئے کہتے تھے کہ آج جوا [illegible] کی، آج تاریخ ۱۳ [illegible] دن اگلے ہفتے اور نہیں جا سکتا تو ایک بات نوٹ کر ایکدن ٹھہر جاؤنگا لوہارو کی [illegible] مشتاق سے تمہارا پیام کہا گیا یہ بیچ کو غلام حسن خاں کے ہمراہ جانے میں بھائی لطیف تم ہی امداد حسین خاں کو لکھو کہ میاں بچا وغیرہ ساتھ آتے ہیں استاد کو ضرور بھیجنا تم بھی [illegible] غلام حسن خاں کو [illegible] میری تحریر [illegible] الکتب [illegible] در بزم [illegible] تماشا و نقل [illegible] یہ بیت سعدی علیہ الرحمۃ کے حصہ میں آگئی ہو تو اس بیت کو تحریر کرو اور اگر بیچ ہی میں کچھ ہاتھ آؤں بلاؤ تو اس شعر کا جواب کیا لکھوں ؎ ہرگز نتوان گفت کہ دین فیہ اشارات ہے اور اگر [illegible] التوائے شرب شراب ۲۲ جون شروع شراب ۱۰ جولائی سے الحمد للہ کہ در میکدہ باز است ✤ غالب۔

ایضاً۔ شنبہ ۱۰ جولائی ۱۸۶۴ء۔ علائی مولائی غالب کو اپنا دُعاگو اور خیرخواہ تصور کریں مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپ قالب نظم میں لائیں اور نہ اوروں کو اِس امرِ منکر کی تکلیف دیں۔ بھائی ہجو یزید بر لعین منجملہ عبادت سہی لیکن تقریباً کہدیتے ہیں کہ بر یزید لعنت۔ کسی مومن نے اوسکی ہجو میں قصیدہ نہیں لکھا ابداع مادہ ہای تاریخ تمھارے حسنات میں لکھا گیا شاباش تم ہو چکے ماجور ہوگے اِن شاءَ اللہ اب اپنے کو بدنام اور کیسکو ملول اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر ہے تو محکم نہ کرو علی بخش خاں مرحوم مجھسے چار برس چھوٹا تھا میں ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوا ہوں اگلے رجب کے مہینے سے انترواں برس شروع ہوا ہے اُسنے ۶۶ برس کی عمر پائی نئی تقریر و تحریر کا آدمی تھا۔ اکبرآباد میں میو صاحب سے ملے اثنای مکالمت میں کہنے لگے کہ میں چچا جان کے ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر میں موجود تھا اور ہولکر سے جو محاربات ہوئے ہیں اُنمیں شامل رہا ہوں بے ادبی ہوتی ہے ورنہ اگر قبا و پیرہن اوتار کر دکھاؤں تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے جا بجا تلوار اور برچھی کے زخم ہیں وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ ور آدمی اُنکو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرنیل صاحب کے وقت میں چار پانچ برس کے ہوگے یہ سُنکر آپنے کہا کہ درست و بجا ارشاد ہوتا ہے خدایش بیامرزاد بدیں دروغہاے بے نمک مگیراد۔ غالب ✦

ایضاً یکشنبہ ۹ فروری ۱۸۶۲ء صاحب صبح جمعہ کو میں نے تمکو خط لکھا اُسی وقت چھیدا پہر دن چڑھے سُنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا۔ گیا آیا خود اُنسے حال پوچھا۔ علی محمد بیگ کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ بنسبت دورہ ہاے سابق خفیف تھا اور افاقہ جلد ہو گیا کل مرزا شمشاد علی بیگ یا قبل اسکے کل مجھے علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہارو چلوگے اور ہماری دال روٹی قبول کروگے میں نے کہا کہ میں دال روٹی چاہتا ہوں مگر پیٹ بھر کے۔ غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ سالک سے سلوک منظور نہیں۔ تنہائی ہواے شمشاد در بہار ست ✦

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند	گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایضاً صاحب میں کارفتہ و درماندہ ہوں آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں لفظ خسر کے باب میں اتنی توضیح کیا ضرور تھی میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہیں ہے اور یہ بطریق حق الیقین جانتا ہوں کہ خسر لغت فارسی نہیں سُسرے کی تعریف سے خُسر پیدا ہو ہو تو کیا عجب ہے تم سے اسکی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل ہے وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں لغت ہندی ہے اور یہی تھا میرا عقیدہ - علی حسین خاں آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب وہ آسکتے ہیں نہ میں جا سکتا ہوں نصیبِ دشمناں وہ لنگڑے میں لولا - اُنکے پاؤں کا حال مفصل تمکو معلوم ہوگا جونکیں لگیں کیا ہوا کہاں تک نوبت پہنچی - میری حقیقت سنو - مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا بائیں پاؤں میں ورم کفِ پا سے پشتِ پا کو گھیرتا ہوا پنڈلی تک آ پاس - کھڑا ہوتا ہوں تو پنڈلی کی رگیں پھٹنے لگتی ہیں خیر اُٹھا روٹی کھانے محلسرا نہ گیا - کھانا یہیں منگا لیا - پیشاب کو کیونکر نہ اُٹھوں حاجتی رکھ لی - بغیر اوکڑوں بیٹھے بات نہیں بنتی پاخانہ کو اگرچہ دوسرے تیسرے دن جاؤں گر جاؤں تو سہی یہ سبب موقع خیال میں لا کر سوچ لو کہ کیا گزرتی ہوگی آغازِ فتق مرعلیہ یا تیزادسے ؎ پیری صد عیب چنین گفتہ اند ✤ اپنا یہ مصرع بار بار جھکے جھکے پڑھتا ہوں ؎ اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے ✤ اب مرگِ ناگہاں کہاں ہی - اسباب و آثار سب فراہم ہیں ہائے الٰہی بخش خاں مغفور کا کیا مصرع ہے ؎ آہ جی جاؤں نکل جائے اگر جان کہیں ✤ زائدہ بیفائدہ مرگ کا طالب - غالب - جمعہ ۳ جولائی سنہ ۱۸۶۳ع ✤

ایضاً ؎ ولیعہدی میں شاہی ہو مبارک ✤ عنایاتِ الٰہی ہو مبارک ✤ امرِ فتح و ہمایون کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے اور اسکے اخفا میں مبالغہ حقانیت - تم اپنی زبان پر نہ لاؤ - اگر کوئی اور کہے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار ۱۲ دورہ ہوا مگر مدت معینہ کے بعد اور پھر چھاک کا آنا اور تمہارے پکارنے سے متنبہ ہو جانا مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں شدت میں جسقدر خفت غنیمت ہے - میرے خطوط اردو کے ارسال کے باب میں جو کچھ تمنے لکھا

تمہارے حسنِ طبع پر تم سے بعید تھا۔ میں سخت بیمزہ ہوا اگر بیمزگی کے وجوہ لکھوں تو شاید ایک تختہ کاغذ سیاہ کرنا پڑے اتنا ایک بات موجز و مختصر لکھتا ہوں۔ سنو بھائی اگر ان خطوط کا تمکو اخفا منظور ہے شہرت تمہارے منافئ طبع ہے تو ہرگز نہ بھیجو۔ قصہ تمام ہوا۔ اور اگر انکے تلف ہونیکا اندیشہ ہے تو میرے دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو۔ اور کسی متصدی سے نقل اترواکر چاہو کسی کے ہاتھ۔ چاہو بسبیلِ پارسل ارسال کرو۔ لیکن خدا کے واسطے کہیں غصہ میں آکر عطائے تو بلقائے تو کہکر اصل خطوط نہ بھیجدینا کہ یہ امر میرے مخالفِ مقصود ہے۔ بھلا صاحب ڈرتا ہوں کہیں تم ادھر خط پڑھا ادھر جواب لکھکر ڈاک میں بھیجا۔ تمہارا خط رہنے دیا ہے۔ جب آقا شمشاد علی بیگ آئیں گے پڑھ لیں گے۔ ✤

ایضاً میرجان کیا کہتی ہو کیا چاہتی ہے۔ ہوا ٹھنڈی ہو گئی۔ پانی ٹھنڈا ہو گیا فصل اچھی ہو گئی اناج بہت پیدا ہو گیا۔ توقیع جانشینی مجھ سے تمکو پہنچا۔ خرقہ پایا بیعہ و سجادہ کا یہاں پتہ نہیں ورنہ وہ بھی عزیز نہ رکھتا۔ اس سے بڑھکر یہ بھائی نے شفا پائی۔ استاد میرجان پہنچ گئے۔ آخر اکتوبر میں یا آغاز نومبر میں نیّرِ رخشاں کو بھی ہیں لو۔ پھر عقرب و قوس کے آفتاب کا کیا ذکر آبانِ ماہ و آذر ماہ سے کیا غرض ؎

بسے تیر و دہ ماہ و اُردی بہشت ✤ برآید کہ ماہ خاک باشیم و خشت

استاد میرجان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی اُن کی چچی تھیں اور یہ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں دعا اور اس رو سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی و بیشی سن و سال کی رعایت نہیں کرتے سلام اور اس سبب سے کہ اُستاد کہلاتے ہیں بندگی اور اس نظر سے کہ بیٹے ہیں درود اور موافق مضمون اس مصرعہ کے ؎ سوائے اللہ واللہ باقی الوجود۔ سمجھو۔

حضرت وہ شرفنامہ نہیں ہے کسی احمق نے شرفنامہ میں سے کچھ لغات اکثر غلط اکثر صحیح جمع کیئے ہیں نہ دیباچہ ہے کہ اس ہیچ جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ خاتمہ ہے کہ عہدِ تحریر کا حال کھلے۔

باایں ہمہ میاں ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائیں گے تو اُن سے کہدونگا اگر وہ لادینگے تو اُن کو قیمت دیکر علائی مولائی کو بھیجدونگا۔ خصّی بکروں کے گوشت کے قلیے۔ دوپیازے۔ پلاؤ کباب جو کچھ تم کھاتے ہو۔ مجکو خدا کی قسم اگر اُسکا کچھ خیال بھی آتا ہو خدا کرے بیکانیر کی مصری کا کوئی ٹکڑا تمکو میسّر نہ آیا ہو کبھی یہ تصوّر کرتا ہوں کہ میرجان صاحب اُس مصری کے ٹکڑے چبارہے ہونگے تو یہاں رشک سے اپنا کلیجہ چابنے لگتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۶۱ع

ایضاً ۔ خاکِ نمناکم و تو بادِ بہار + نتوانی مرا ز جا بردن + ہاں نسیمی زمن چہ میخواہی + رحمتِ خویشتن چہ میخواہی + خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے۔ تمنے مجھکو تہنیت دی تو مبارک۔ اور میں نے تمھیں تہنیت دی تو مناسب۔ للہ الحمد۔ للہ الشکر۔ بھائی سچ یہ ہے کہ ان دنوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں اگر بیرنگ بھیجوں تو کہاں راندہ اُٹھ نہیں سکتا۔ ڈاک گھر تک جاے کون اپنا مقصود تمھارے والد ماجد سے اور تمھاری جدّہ ماجدہ اور تمھارے عمّ عالیمقدار سے کہہ چکا ہوں خلاصہ یہ کہ میری بی بی اور بچّوں کو کہ یہ تمھاری قوم کے ہیں مجھ سے لیلو کہ میں اب اِس بوجھ کا متحمّل ہو نہیں سکتا۔ اُنھوں نے بھی شرط ان لوگونکی لوہارو جانیکی خواہش کے قبول کیا۔ میر مقصد حسیات کا ہے۔ پنشن اگر کھلجائیگا تو وہ اپنے صرف میں لایا کرونگا۔ جہاں جی لگا وہاں رہ گیا جہاں سے دل اُکھڑا چلدیا۔

؎ تا درمیانہ خواستۂ کردگار چیست + غالب۔ دوشنبہ ۱۳ محرم سنہ ۱۲۷۵ مطابق ۲۳ اگست سنہ ۱۸۵۸ع

ایضاً مرزا علائی مولائی نہ لاہور سے خط لکھا نہ لوہارو سے۔ بقدر مادّۂ حمق مجھے انتظار رہا بلکہ امیدوار رہا اب جو کسی طرح کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں ایک شکوہ کے دفع میں طوطی نامہ برابر ایک رسالہ لکھوگے اور ہزار وجہیں توجیہ بیان کروگے میں اِس تصوّر کا مزہ اٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو۔ دادی جانسی لکھوانا پھوپھی صاحبہ سی لکھوانا۔ غالب سی لکھواتا بعد حصول اجازت نہ آنا۔ اِسکے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں۔ اچھا میاں کچھ اِس باب میں لکھو۔ چٹھی اور دو دو۔

ایک مندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک۔ بچوں کو میری دعا کہنا۔ اور انکی خیر و عافیت لکھنا۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ مزا تو جب ملیگا کہ تم دلی آؤ اور اپنی زبان سے لاہور کے ہنگامۂ انجمن کا حال بیان کرو۔ نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ ۳ر نومبر ۱۸۶۴ء +

ایضاً صبح یکشنبہ ۲ر ستمبر ۱۸۶۶ء۔ جانا عالیشانا پہلے خط اور پھر بتوسط برخوردار علی حسین خاں مجلد کلیات فارسی پہنچی۔ حیرت ہے کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور ۴ محصول ڈاک قالبِ انطباع میں آکر پانچ روپیہ قیمت اور ۸ محصول قرار پائے۔ خیر جہاں سو وہاں سوا ئے۔ میرا حال تمھیں اور تمھارا حال مجھے معلوم ہے۔ ش اینہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔ اب کے جاڑے میں شاید جی سکوں۔ نومبر سنہ حال میں فقط تمھارے پاس پہنچ جائیں گے۔ ان شاء اللہ العلی العظیم۔ میں بچا تھا نہ مرا۔ اچھا ہو چلے عوارض میں تخفیف ہے۔ طاقت آتی چلی ہے۔ مختصر مفید ہے۔ در نامہ جز این مصرعِ شاعر چہ نویسم ہاے واے ز ہجر و ہی دیدار دگر ہیچ + نجات کا طالب۔ غالب +

ایضاً دوشنبہ ۲۴ر ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۳ھ۔ اے میری جان شنوی ابر گہربار کو کسنی فکر تا نہ تھی کہ میں تجکو بھیجتا۔ کلیات میں موجود ہے۔ معہذا شہاب الدین خاں نے بھیجی ہیں مکرر کیا بھیجتا۔ تب محرق کے دیکھنے سے انکار کیوں کرتے ہو۔ اگر منافی طبع تحریر کو بسبب انزجار نہ دیکھا کرتے تو فریقین کی کتب مبسوط کہاں سے موجود ہوتیں۔ افسوس کہ میں نے [illegible] ماناکہ ایک سہو طبیعت تھا۔ میرا اعتراض تو غلطِ مبحث پر ہے۔ افسوس صد افسوس ایک کیوں ہو جائے یہاں تک کہ اطوار مجھ سے باوجود قربِ مخفی اور تمھارا بااینہمہ بُعد آشکار۔ دوران باخبر در حضور و نزدیکان بے بصر دور۔ روپیہ آگیا دل سے نکلا۔ مخزن سے نکلا۔ ہاتھ سے نہیں نکلا۔ جب ہاتھ سے نکل جائیگا اور جنس مول بکجائیگی اور یہ گند کٹ جائیگا۔ تب ترساں ترساں پیشگاہ نادری میں تمھارے یہاں کے آنے کے باب میں کچھ عرض کیا جائیگا۔ میں ان دنوں مردود بھی ہوں۔ والسلام + +

صبحدم با ابو البشر گفتم پارۂ زر بدہ کہ زر داری
حیف باشد کہ از چو من پسرے خاکِ رنگین عزیز تر داری
گفت حیف است از تو خواہشِ زر کہ تو گنجینۂ گہر داری
گنجدانِ سخن حوالۂ تست خود بہ بین تا چہ ای پسر داری
پیشِ من زر کجاست جانِ پدر بہر ہر چہ در نظر داری
گفتم اینک بہ بند پیمانی زر بمن میدہی اگر داری
سر زنبیل آن عمر عیار گر ز عیاریش خبر داری
بکشا زود و زر بریز و بگوی کہ ہمیں مدعا مگر داری
گفت بابا فسانہ بود است چہ فرو بردہم و چہ بر داری

ایضاً - یکم جنوری ۱۸۶۳ء - علائی مولائی کو غالب طالب کی دعا - بیچارہ مرزا کا معاملہ علی حسین خاں کی معرفت طے ہوگیا - یہاں پندرہ کا سوال وہاں دس میں سے تین کم کرنیکا خیال - متوسط دوسرا جو علی حسین خاں بہادر کے بعد درمیاں آئے وہ کیا کرے اور کیا کہے - مرزا قانع و متوکل ہیں نہ پندرہ مانگتے ہیں نہ دس - اللہ بس ما سوا ہوس - جناب ضیاء الدین صاحب بھائی کے دوست دلی والی آئے لارڈ صاحب کہلاتے ہیں سنتا ہوں کہ کل اکبرآباد جاتے ہیں - بھائی علی بخش خاں مدت سے بیمار تھے رات کو ۱۲ بجے پروشنبے مر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون - تمہارے چچا مدار آج دن کو بارہ بجے سلطان جی گئے ہیں - میں نہ جا سکا - تجہیز و تکفین ان کی طرف سے عمل میں آئی تھی - بارہ پر تین بجے یہ خط میں نے تمہیں لکھا ہے کل شنبہ ۲ جنوری صبح کو ڈاک گھر بھیجدونگا - شفیقی شفقی میرجان صاحب کو سلام مع الاکرام - نجات کا طالب غالب

ایضاً صبح شنبہ ۳۰ مئی ۱۸۶۳ء لا موجود الا اللہ - اس خدا کی قسم جسکو میں نے یکتا مانا ہے اور اسکے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کی تکرار یہ لکھنا از راہ ملال نہ تھا - طالب کے ذوق شست پاکر

میں متوقع ہو گیا متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر تھا اپنا نفع نقصان سوچیگا لاگت جیب کو جانچیگا- میں متوسط کو متہم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوائیگا ۳ تو ایک جگہ سے لیکر انکو بھیجے اُسکی رسید میں تقریباً اُنہوں نے طالب نجات بتکلف سوداگر لکھا اور اُس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا ظاہر اُنکا یہیں لیکر کہیں گیا ہوگا یہ ۲۳ لفافے اور ۳۴ خط بدستور میری بکس میں موجود و محفوظ رہینگے اگر متوسط بتقاضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلیں رکھکر اصل تمکو بھیجدونگا ورنہ تمہارے بھیجے ہوئے کاغذ تمکو پہنچ جائینگے- میاں ان خطوط کے ارسال میں تمنے مجھ سے وہ کیا جو میں نے تم سے دوجانہ میں کیا تھا- بھلا میں تو پیر خرفت ہوں اور پیر خرافت کو نسیان لازم ہے- تمنے کیا سمجھکر کپڑا لپیٹ کر اور مختم کرکے بھیجا خطوط پر ایک قلیل العرض کاغذ لپیٹ کر ارسال کیا ہوتا اگر منشی بہاریلعل مرا اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو پچاس روپیہ کا مجھکو چٹا تھا ؎ رسیدہ بود بلائی ولے بخیر گزشت غالب

ایضاً ؎ بدستِ مرگ ولے بدتر از گمانِ تو نیست + مکرر لکھ چکا ہوں کہ قصیدہ کا مسودہ میں نے نہیں رکھا- مکرر لکھ چکا ہوں کہ مجھے یاد نہیں کونسی رباعیاں مانگتے ہیں- پھر لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج قصیدہ بھیج- معنے اسکے یہ کہ تو جھوٹا ہے اگلے تو مقرر بھیجیگا- بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم- توریت کی قسم- زبور کی قسم- ہنود کی چار بید کی قسم- دساتیر کی قسم- ژند کی قسم- پاژند کی قسم اُستاد کی قسم- گرو کی قسم- گرنتھ کی قسم- نہ میرے پاس وہ قصیدہ نہ مجھے وہ رباعیاں یاد- کلیات کے باب میں جو عرض کر چکا ہوں ؎ برہمانیم کہ ہستیم و ہماں خواہد بود + جب میں دس پندرہ جلدیں منگالونگا ایک بھائی کو اور ایک تمکو ارمغان بھیجونگا اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ میں اودھ اخبار کا مطبع مالک اُسکا منشی نولکشور مشہور جتنی جلدیں چاہیں لکھنؤ سے منگالیں قیمۃً بہرحال دو جلدیں جسوقت ہوگا بھیجدونگا- ۱۱ جون ۱۸۶۳ء- نجات کا طالب غالب +

ایضاً یکشنبہ ۱۶ فروری ۱۸۶۲ء ہنگام نیمروز- صاحب کل تمہارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں

پہنچا ہوگا آج صبح کو بھائی صاحب کے پاس گیا بھائی ضیاء الدینخاں اور بھائی شہاب الدینخاں بھی وہیں تھے۔ مولوی صدرالدین پھر سامنے آئے حکیم محمود خاں کے طور پر معالجہ قرار پایا ہے یعنی اُنھوں نے نسخہ لکھدیا ہے سوا اُسکے موافق چوب چینی ہی میں نقوع کی دوائیں آج آکر بھیگینگی کل چوب کے اوپر وہ نقوع پیا جائیگا مگر انداز و ادا سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حضرت مریض کی اور اُنکے ہواخواہوں کی رائے میں فصد سے علاج کا تذبذب ہے۔ نسخہ کی حقیقت کو میزانِ نظر میں تول رہے ہیں استاد میر جان صاحب نیم نامعقول مرزا اسد بیگ بھی تھے سب طرح خیریت ہے۔ کل تمھارے خط میں دو بار یہ لکھا ہوا دیکھا کہ دلّی بڑا شہر ہے ہر قسم کے آدمی وہاں بہت ہونگے۔ اے میری جان یہ وہ دلّی نہیں ہے جسمیں تم پیدا ہوئے ہو وہ دلّی نہیں ہے جسمیں تمنے علم تحصیل کیا ہے وہ دلی نہیں ہے جسمیں تم شعبان بیگ کی حویلی میں مجھ سے پڑھنے آتے تھے۔ وہ دلّی نہیں ہے جسمیں سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہوں وہ دلّی نہیں ہے جسمیں اکیاون برس سے مقیم ہوں۔ ایک کیمپ ہے۔ مسلمان اہلِ حرفہ یا حکّام کے شاگرد پیشہ باقی سراسر ہنود۔ معزول بادشاہ کے ذکور جو بقیۃ السیف ہیں وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے ہیں۔ اناث میں سے جو پیرزن ہیں وہ کٹنیاں اور جوان ہیں کسبیاں۔ اُمرائے اسلام میں سے اموات گنو۔ حسن علیخاں بہت بڑے باپ کا بیٹا سو روپیہ روز کا پنشندار سو روپیہ مہینے کا روزینہ دار بنکر نامرادانہ مرگیا۔ میر ناصرالدین باپ کیطرف سے پیرزادہ۔ نانا اور نانی کیطرف سے امیرزادہ مظلوم مارا گیا۔ آغا سلطان۔ بخشی محمد علیخان۔ کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے بیمار پڑا نہ دوا نہ غذا انجام کار مر گیا۔ تمھارے چچا کی سرکار سے تجہیز و تکفین ہوئی۔ احبّا کو پوچھو ناظر حسین مرزا جسکا بڑا بھائی مقتولوں میں آگیا اُسکے پاس ایک پیسا نہیں۔ ٹکے کی آمد نہیں۔ مکان اگرچہ رہنے کو مل گیا ہے مگر دیکھیے چھٹا رہے یا ضبط ہو جائے۔ بڈھے صاحب ساری املاک بیچکر نوش جاں کر کے بیک بینی و دو گوش بھرتپور چلے گئے۔ ضیاء الدولہ کی پانسو روپیہ کرایہ کی املاک واگذاشت ہو کر پھر قرق ہو گئی تباہ خراب لاہور گیا۔ وہاں پڑا ہوا ہے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ قصہ کوتاہ قلعہ اور جھجر اور بہادر گڈھ

اور بلبّ گڈھ اور فرخ نگر۔ کم و بیش تیس لاکھ روپے کی ریاستیں مٹ گئیں۔ شہر کی عمارتیں خاک میں مل گئیں۔ ہنرمند آدمی کیوں پایا جائے۔ جو حکما کا حال ہے وہ بیان واقعی ہے۔ صلحا اور زہاد کے باب میں جو حرف مختصر میں نے لکھا ہے اسکو بھی سچ جانو۔ بیبی والدہ ماجدہ کیطرف سے خاطر جمع رکھو۔ سحر و آسیب کا گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو استعمال ایارجات کے بعد بالکل اچھی ہو جائینگے اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھی ہیں۔ عافیت کا طالب۔ غالب

ایضاً اجی مولانا علائی تم انتخاب دو مہینے تک کی اجازت دیچکے اور میں خبر تراشی نہیں کرتا مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاؤالدین خاں سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم شوق سے دلی جاؤ۔ دو ہفتہ سے لیکر دو مہینے تک تمکو رخصت ہے۔ پھر تم کیوں نہ آئے۔ خدا نے دعا۔ خداوند نے استدعا قبول کی۔ تمہاری طرف سے سستی اور دل سیری کی کیا وجہ۔ اگر جاگی کی حکایت جھوٹ ہے تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے۔ مرزا یوسف علیخان عزیز تمہارے بلائے ہوئے اور مہدی حسین بھائی صاحب کے مطلوب۔ مرزا عبد القادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانہ لوہارو ہوئے ہیں۔ شنبہ۔ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۴ء۔ نجات کا طالب۔ غالب

ایضاً میاں تمہاری ان سطور کی تحریر سے پایا کہ اگر کل کچہری میں گئے ہو تو میری سوال کے پڑھے جانیکا حال لکھو ضمناً ذکر آیا تم ہر کا لکھا جاتا ہے جو تمنے ہر کے صفات لکھے سب سچ ہیں۔ احمق۔ خبیث النفس۔ حاسد۔ طبیعت بری۔ سمجھ بری۔ قسمت بری۔ ایک بار میں نے کسی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں۔ ایکبار بنارسی کی دوستی میں گالیاں کھاؤنگا۔ میں نے جو تمہیں انکے باب میں لکھا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ میں نے سنا تھا کہ تم نے اپنے ساتھ کسی سے کہدیا ہے یا کہا چاہتے ہو کہ اسکو بازار میں بے حرمت کریں۔ یہ خلاف شیوہ مومنین ہے خلاصہ یہ کہ قصد کرنا بیہودہ ہے۔ قصہ اسکا ہے جو میں نے تمسے پہلے کہا تھا کہ تم یوں تصور کرو کہ ہر نام آدمی اس محلہ میں بلکہ اس شہر میں کوئی نہیں۔ غالب

ایضاً مولانا علائی۔ واللہ علی حسین خاں کا بیان بمقتضای محبت تھا۔ ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ حق بجانب تمہی ہیں کوئی ہمدم نہ کہ ہم نفس نہ سیر گلزار نہ مجلس نہ دربار تنہائی و بے شغلی اور بس۔ جی گھبرا کر نہ ٹھہرے خفقان کیوں نہ ہو جائے۔ ذرا یاد کرو تاریخ آج [illegible] [illegible] گیا ہوں پانچوں دن کہ

منشی نولکشور سواری ڈاک گاڑی لکھنؤ ہوئے - کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں - آج روز یکشنبہ ۱۳ دسمبر کی ہے ایکدن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخوردار شہاب الدینخاں بھی تھا میں نے ثاقب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں دُنیا دار ہوتا تو اسکو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہوں ساڑھے باسٹھ روپے یعنی ۷۵۰ سال سرکار انگریزی سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال رامپور سے اور چوبیس روپیہ سال ان مہاراج سے - توضیح یہ دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار مجھکو پہنچتی ہیں قیمت نہیں لیتے - مگر ہاں اٹھائیس ٹکٹ میں مطبع میں پہنچا دیا کرتا ہوں یہ جو میں نے پوچھا تھا کہ علی حسین خاں کے حوالہ کروں مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال بسبیل ہنڈوی دشوار ہے - خیر آج جسطرح ہوگا حصار پر ہنڈوی اگر ہو سکے بھیجدونگا - تم حصار پہنچکر روپیہ منگوا لیجیو خدا چاہے تو دسمبر میں یہ روپیہ تمہارے پاس پہنچ جائے - اُستاد میر جان صاحب کو قدمبوس کہکر مجھکو فرعون بننا پڑا دوہائی خدا کی ایسا نہ کرونگا میرا سلام یا دُعا اُنکو کہدینا - برسوں مولوی صدر الدینخاں صاحب کو فالج ہو گیا سیدھا ہاتھ رہگیا ہے زبان بھی لٹ ہو گئی ہے بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے میں اپاہج ہوں جا نہیں سکتا جو اُنکو دیکھ آتا ہوں سے اُنکا حال پُوچھا جاتا ہے - دن تاریخ صدر میں لکھ آیا ہوں - کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان لو -

ایضاً آج بدھ کا دن ۲۷ رمضان کو پہر دن چڑھے جس وقت کہ میں کھانا کھا کر باہر آیا تھا ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط اور شہاب الدینخاں کا خط ساتھ لایا مضمون دونوں کا ایک - واہ کیا مضمون ان دونوں میں کہ سب طرح رنج و عذاب فراہم ہیں ایک داغ جگر سوز یہ بھی ضرور تھا - سبحان اللہ میں نے اسکی صورت بھی نہیں دیکھی یا ولادت کی تاریخ کہنی یا اسکی رحلت کی تاریخ لکھنی پڑی پروردگار تمکو جیتا رکھے اور نعم البدل عطا کرے میاں سبکو جانتے ہیں کہ میں مادہ تاریخ نکالنے میں عاجز ہوں لوگوں کے مادے دیئے ہوئے نظم کر دیتا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں وہ بیشتر لچر ہوا کرتا ہے چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا مادہ دریغ دیوانہ نکالا پھر اسمیں سے آہ کے عدد گھٹائے تمام دوپہر اسی فکر میں رہا یہ سمجھا کہ مادہ ڈھونڈھا تمہاری نکالی ہوئے دو لفظوں کو تاکا کیا کہ کسی طرح سال پیچ بڑھاؤں بارے ایک قطعہ درست ہوا مگر تمہاری زبان سے یعنی گویا تمنے کہا ہے پانچ شعر میں تین شعر زائد دو صحیح

لیکن میں نہیں جانتا کہ تعمیہ اچھا ہے یا بُرا ہے ہاں اخلاق تو البتہ ہے تامل سے سمجھ میں آتا ہے اور شایع ہو مزا ہر بچہ کے سمجھنے کے قابل نہو

قطعہ

درگریہ اگر عدوی بچشمی ماکرد
بینی کہ شود ابر بہاری خجل از ما

ناچار بگریہ ہمہ شب روز کہ زین سیل
باشد کہ برد کالبد آب و گل از ما

گفتی کہ نگہدار دل از کشمکش غم
خود کرد برآورد غم جاں گسل از ما

یحییٰ شد و از شعلۂ سوز غم ہجرش
چوں شمع رود دود بسر متصل از ما

غم دیدہ نسیمی پئے تاریخ وفاتش
بنوشت کہ در داغ پسر سوخت دل از ما

ما کے عدد ۴۱ ۔ دل کے ۳۴ ۔ ما میں سے دل گیا گویا ۴۱ میں سے ۳۴ گئے باقی رہے سات وہ داغ پسر پر بڑھائے ۱۲۷۴ ہوگئے

ایضاً سبحان اللہ ہزار برس تک نہ پیام بھیجا نہ خط لکھا اور پھر لکھا تو سراسر غلط لکھا مجھ سے کتاب سعادت مانگتے ہو یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہوں کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں ازانجملہ برہان قاطع تمکو دے چکا ہوں۔ دساتیر میرا ایمان و حرز جان ہے اشعار تازہ مانگتے ہو کہاں سے لاؤں عاشقانہ اشعار سے مجکو وہ بُعد ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا بھاٹ تھا بھٹئی کرتا تھا خلعت پاتا تھا خلعت موقوف بھٹئی متروک نہ غزل نہ مدح۔ ہزل و ہجو میرا آئین نہیں پھر کہو کیا لکھوں۔ بوڑھا پہلوان اکھاڑے سے پیچ بتانیکو رہ گیا ہوں اکثر اطراف و جوانب سے اشعار آجاتے ہیں اصلاح پا جاتے ہیں۔ یاد کرنا اور موافق واقع سمجھنا۔ تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور دیکھنا تمہارا اس پر موقوف ہے کہ تم یہاں آؤ کاش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجکو دیکھ جاتے اردو کا دیوان میرٹھ سے لایا ہوں اور وہ آگرہ گیا ہے وہاں منطبع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائیگا تم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو۔ مرقومہ روز دوشنبہ ۲ جولائی ۱۸۶۱ء غالب

ایضاً صاحب میرا برادر عالیقدر اور تمہارا والد ماجد اب اچھا ہے انشاء اللہ عقلاً اعادہ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے رہا وہم اسکی دوا لقمان کے پاس بھی نہیں مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہے عجب ہے اور آیندہ جو کچھ لکھو گے میری طرف سے وہی جواب ہوگا جو آگے لکھ چکا ہوں یعنی میں تمہارا شاکی نہیں ہونگا اگر تمہارا

مجھ سے کچھ ذکر نہ کیجیے تو بھلی کہونگا۔ آپکی عمر عالی مقدار جو فرماتے ہیں کہ غالب کو بیٹھے بیٹھے ہزارہا سوداوات و خیالات لاحق ہو
ہیں یہ حضرت نے اپنی ذات پر میری طبیعت کو طرح کیا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جسطرح میں مبتلا ہوں ویسا ہی
ہوں اور لوگ بھی اسیطرح بخاراتِ مراقی میں گرفتار ہونگے قیاس مع الفارق ہے بتخیل صادق۔ یہاں لاموجود الا اللہ
کی بادۂ ناب کا رطلِ گران چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام و نور و نار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں کجا غیر و کو غیر کو نقش غیر
سوائے اللہ و اللہ باقی الوجود۔ ضیمران بروزنِ زعفران لغت عربی ہے نہ معرب ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول
میں ہوتا ہے یا نہیں اسکی تحقیقات از روئے الفاظ الادویہ ممکن ہے آج اُسنے جلاب لیا۔ دس دست آئے۔ مواد خوب اخراج
ہوا فارسی غیر فصیح امروز فلانے مسہل گرفت دہ دست آمدند مواد خوب آمد۔ فارسی فصیح امروز فلانے نگاہ دار
مسہل آشامید تا شام دہ بار نشست یا دہ بار بمبرز رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت مادۂ فاسد چنانکہ باید اخراج یافت
معلوم رہے کہ لوطیوں کے منطق میں حصہ گا اور اہلِ پارس کے روزمرہ میں عموماً نشستن استعارہ ہے ریدن کا چنانچہ ایک
تذکرہ میں مرقوم ہے کہ اصفہان میں ایک امیر نے شعرا کی دعوت اپنے باغ میں کی مرزا صائب اور اُس عصر کے کئی شعرا
جمع ہوئے ایک شاعر کہ تذکرہ میں اُسکا نام مندرج ہے اور میں بھول گیا ہوں اکول تھا مگر معدہ اُسکا ضعیف تھا
حرص و شرہ کے سبب سے بہت کھا جاتا تھا ہضم نہ کر سکتا تھا کھا کھا کر شراب پی پی کر دروازۂ باغ کو مقفل کرکے سب
اُس مردِ اکول فضول نے رات بھر میں سارا باغ نگہ بھرا نہ ایک جگہ بلکہ کبھی اِن کیاریوں میں اور کبھی اُن روشوں پر کبھی
اُس درخت کے تلے کبھی اُس بوٹے کی جڑ میں قصہ مختصر غایت شرم و حیا سے دو چار گھڑی رات رہے دیوار کود کر چلا گیا
صبح کو جب جاگے اُسکو اِدھر اُدھر ڈھونڈھا کہیں نہ پایا مگر حضرت کا فضلہ ہر جگہ نظر آیا مرزا صائب نے ہنس کر
فرمایا یاران شمارا چہ افتادہ است کہ میگوئید فلانے در باغ نیست می بینم کہ مخدوم ہمدریں باغ چند جا نشستہ است
جمعہ ۵ رمضان ۷ مارچ سال رستاخیز۔ رباعی خط میں لکھنی بھول گیا تھا یہ اپنے بھائی کو تہنیت میں بھیجی تھی ر

ای کردہ بمہر زرفشانی تعلیم
یاد است تو فرخندہ زیزدانِ کریم
پیدا ز کلاہِ تو شکوہِ دیہیم
پروانگیِ جدید اقطاعِ قدیم

ایضاً مولانا علائی نہ مجھے خوف کہ نہ دعوی صبر ہے میرا مذہب بخلافِ عقیدۂ قدریہ جبر ہے۔ تم نے میاں جی گری کی بھائی نے برادر پروری کی۔ تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں ہم اسی حویلی میں تا قیامت رہیں۔ ان ایام کی توضیح اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے چھوٹا لڑکا ڈرنے لگا اسکی دادی بھی گھبرائی مجکو خلوتخانہ کا دروازہ غرب رویہ اور اسکے آگے ایک چھوٹا سا درہ یاد تھا جب تمہارے پاؤں میں چوٹ لگی ہے تو میں اسی دروازہ سے تمکو دیکھنے آیا تھا یہ سمجھکر خلوتخانہ کو محلسرا بنایا چاہتا تھا کہ گاڑی ڈولی تو ڈیوڑھی اصطبل کا صحن تیلن تنبولن کہاری سب تمہاری ان فرقوں کا ممر دروازہ رہیگا۔ میری اور میرے بچوں کی آمد و رفت دیوانخانہ میں سے رہیگی عیاذاً باللہ وہ لوگ دیوانخانہ میں سے آئیں جائیں پہنچانے کو ہر وقت چھپا چھپائیاں نظر آئیں۔ بی وفادار جنکو تم بھی جانتی ہو اور بھائی خوب جانتے ہیں اب تمہاری پھوپی نے اُنھیں وفادار بیگ بنادیا ہے باہر نکلتی ہیں سودا تو کیا لائینگی مگر خلیق و ملنسار ہیں رستہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں جب وہ محل سے نکلینگی ممکن نہیں کہ اطراف شہر کی سیر نہ کرینگی۔ ممکن نہیں کہ دروازہ کی سپاہیوں سے باتیں نہ کرینگی ممکن نہیں کہ پھول نہ توڑیں اور بی بی کو لیجا کر نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ یہ پھول تمہارے چچا کے بیٹے کی کائی کے ہیں۔ شرح تمہارے چچا کے بیٹے کی کیاری کے ہیں ہیہات ایسے عالیشان دیوانخانہ کی یہ قسمت اور مجھ سے نازک مزاج دیوانے کی یہ شامت معہذا اُس دری کو اپنے آدمیوں کے اور لڑکوں کے مکتب کے لئے ہرگز کافی نہ جانا سو اور کبوتر اور دُنبہ اور بکری باہر گھوڑوں کے پاس رہ سکتے تھے عرفت ربی بفسخ العزائم آخر بارے چپ ہو رہا اگر تمہاری خاطر عاطر جمع رہے کہ اسباب وحشت خوف و خطرات نہیں ہے مینہ کھل گیا [illegible] کیطرف [illegible] شروع ہو گئی ہے نہ لڑکا ڈرتا ہے نہ بی بی گھبراتی ہے نہ میں بے آرام ہوں کھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سرد تمام رات فلک پر مریخ پیش نظر۔ دو گھڑی کے تڑکے زہرہ جلوہ گر۔ اودھر چاند ڈوبا ادھر مشرق سے زہرہ نکلی۔ صبوحی کا وہ لطف شوخی کا وہ عالم۔ ۷ ماہ اگست سنہ ۱۸۶۲ع

ایضاً صبح شنبہ نہم ستمبر ۱۸۶۲ع جان غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ دلی کی توقع تھی خدا کا احسان مرزا قربان علی بیگ تمہاری کشش کے مجذوب نہیں نہیں وہ تو خود سالک ہیں گریاں صاحبزادہ

رضوان سو اسکے آپ مالک ہیں۔ نواب صاحب کا ہم طبخ اور آپکا ہمسایہ ہونا بہتر ہوا۔ کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہرہ کیا مقرر ہوا اثنا عشری ایک تم ہو سو تمہیں کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرۂ مبشرہ کی دولت بیدار ہے۔ باپ تمھارا خلاف قاعدۂ اہل سنت جماعت عشرہ میں سے ثلثہ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکر مانتا وہ تو ثلثہ کا دم بھرتا تھا۔ بہتو خانصاحب کے باب میں بندہ جویا اس خبر کا ہے کہ اب یہاں سے انکا ارادہ کدھر کا ہے۔ رضوان کو دعا پہنچے۔ نواب صاحب کی عنایت اور مولانا علائی کی صحبت مبارک ہو۔ پیرجی سے جب پوچھتا ہوں تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے اور میں پوچھتا ہوں کسکا تو وہ فرماتے ہیں شمشاد علی بیگ کا ایں اور کسی کا نام تم کیوں نہیں لیتے دیکھو تو سیف الحق علیحدہ بیٹھے ہیں پیر سنگھ موجود ہے واہ صاحب میں کیا خوشامدی ہوں جو منہ دیکھی کہوں میرا شیوہ حفظ الغیب ہے غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے۔ ہاں صاحب آپ ایسے ہی وضعدار ہیں اسمیں کیا ریب ہے۔

ایضاً جانا عالیشانا خط پہنچا۔ حظ اٹھا۔ تمہاری شگفتہ حالی میں ہرگز شک نہیں تم کہیں قبائل کہیں والی شہر ناسازگار انجام کار ناپائدار۔ ایک دل اور سو آزار۔ اللہ تمہارا یاور۔ علی تمہارا مددگار میں پا در رکاب بلکہ نعل در آتش کب جاؤں اور فرخ سیر کو دیکھوں ایک خط میں نے علی حسین خاں کو لکھا وہاں سے اسکا جواب آگیا روہیلا بہادر پھنسی میں مبتلا ہے خدا اسکو صحت دے۔ شمشاد علی بیگ کہاں الور پہنچا اور اسطرح گیا کہ شہاب الدینخاں سے ملکر بھی نہ گیا خیر ع رموز مصلحت خویش خسرواں دانند۔ یہاں جشن کے وہ سامان ہو رہے ہیں کہ جمشید اگر دیکھتا تو حیران رہ جاتا شہر سے دو کوس پر آغاپور نامی ایک بستی ہے آٹھ دس دن سے وہاں خیام برپا تھے پرسوں صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبوں اور میموں کے آئے اور خیموں میں اترے کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ہوئے سب سرکار رامپور کے مہمان کل شنبہ ۵ دسمبر حضور پر نور بڑی تجمل سے آغاپور تشریف لے گئے بارہ پر دو بجے گئے اور شام کو پانچ بجے خلعت پہنکر آئے۔ وزیر علی خاں خانساماں خواصی میں سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصہ میں ۲ ہزار روپیہ سے کم نثار ہوا ہو گا آج صاحبان عالیشان کی دعوت ہے ڈنر شام کا کھانا یہیں کھائینگے روشنی آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سماں کریگی

طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاہیئے۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبانِ عالیشان کے کل جائینگے کوئی کہتا ہے پرسوں رئیس کی تصویر کھینچتا ہوں۔ قد۔ رنگ شکل۔ شمائل بعینہ بھائی ضیاء الدینخاں عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت۔ حلیم و خلیق باذل۔ کریم۔ متواضع۔ متشرع۔ متورع۔ شعر فہم۔ سینکڑوں۔ شعر یاد۔ نظم کیطرف توجہ نہیں نثر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں جلالی۔ طباطبائی کی طرز برتتے ہیں۔ شگفتہ جبین ایسے کہ انکو دیکھنے سے غم کوسوں بھاگ جائے۔ فصیح بیان ایسے کہ انکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب میں آئے اللہم دام اقبالہ وزاد جلالہ بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا بھائیصاحب کیخدمت میں بعد رسائی و تاب گوئی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو تمکو معلوم ہوئی ہو وہ مجھکو لکھنا۔ ۶ دسمبر ۱۸۶۵ء کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بجا چاہتے ہیں۔ کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہوگے۔ +

ایضاً صبح یکشنبہ ۲۷ جولائی ۱۸۶۲ء میری جان حسن بخشنبہ پنجشنبہ جمعہ ۹ ہفتہ دس۔ اتوار گیارہ ایک قطرہ پر بھر دن مینہ نہیں تھما۔ اس وقت شدت سے برس رہا ہے۔ انگیٹھی میں کوئلے دہکا کر پاس رکھ لئے ہیں دو سطریں لکھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا۔ کیا کروں تمہارے خط کا جواب ضرور لو سنتے جاؤ۔ مرزا شمشاد علی بیگ نے تمہارا خط پڑھوا دیا انہوں نے کہا کہ غلام حسن خاں کی بیعت پر کیا موقوف ہے مجھے آج سواری ملجائے کل چل نکلوں اب میں کہتا ہوں کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہیں گاڑی کی تدبیر ہوجائے بس بچاس برس کی بات ہے کہ الٰہی بخش خاں مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی میں نے حسب الحکم غزل لکھی بیت الغزل یہ

پلادے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے ؛ پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے ؛ مقطع یہ ہے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے ؛ کہا جو اسنے ذرا میرے پاؤں داب تو دے ؛

اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے لکھکر اس مقطع اور اس بیت الغزل کو شامل ان اشعار کے کرکے غزل بنائی ہے اور اسکو لوگ گاتے پھرتے ہیں مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی الو کے جب شاعر کی زندگی میں گانیوالے شاعر کے کلام کو مسخ کر دیں

تو کیا بعید ہے کہ دو شاعر متوفی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو۔ مقطع بیشک مولانا مغربی کا ہے اور وہ شعر جو تمنے تمکو لکھا ہے اور یہ شعر جواب لکھتا ہوں

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار ٭ گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

یہ دونوں شعر قدسی کے ہیں۔ مغربی قدما میں اور عرفا میں ہے جیسا عراقی۔ انکا کلام دقایق و حقایق تصوف سے لبریز۔ قدسی شاہجہانی شعرا میں صاحب کلیم کا ہمعصر اور ہمچشم۔ انکا کلام شور انگیز۔ ان بزرگوں کی طرز روش میں زمین و آسمان کا فرق۔ بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب وہ زمانہ نہیں کہ ادھر متھرا داس سے قرض لیا۔ اُدھر درباری مل کو مارا۔ ادھر خوب چند چین سکھ کی کوٹھی جا لُوٹی۔ ہر ایک پاس تمسک مُہری موجود شہد لگاؤ چاٹو۔ نہ مُول نہ سود۔ اس سے بڑھکر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل بھیا کے سر۔ یا اینہمہ کبھی خاں نے کچھ دیدیا کبھی الور سے کچھ دلوا دیا۔ کبھی ماں نے کچھ آگرہ سے بھیجدیا۔ اب میں اور باسٹھ روپے آٹھ آنے کلکٹری کے۔ سو روپے رامپور کے۔ قرض دینے والا ایک میرا مختار کار وہ سُود ماہ بماہ لیا چاہے۔ مُول میں قسط اسکو دینی پڑے۔ انکم ٹکس جدا۔ چوکیدار جدا۔ سود جدا۔ مول جدا۔ بی بی جدا۔ بچے جدا۔ شاگرد پیشہ جدا۔ آمد وہی ایکسو باسٹھ۔ تنگ آگیا۔ گزارا مشکل ہوگیا۔ روزمرہ کا کام بند رہنے لگا۔ سوچا کہ کیا کروں کہاں سے گنجایش نکالوں۔ قہر درویش بجان درویش۔ صبح کی تبرید متروک۔ چاشت کا گوشت آدھا۔ رات کی شراب و گلاب موقوف۔ بیس بائیس روپیہ مہینا بچا۔ روزمرہ کا خرچ چلایا۔ یاروں نے پوچھا تبرید و شراب کبتک نہ پیوگے کہا گیا کہ جبتک وہ نہ پلائینگے۔ پوچھا کہ نہ پیوگے تو کسطرح جیوگے جواب دیا کہ جسطرح وہ جلائینگے۔ بارے مہینا پورا نہیں گزرا تھا کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقرری کے اور روپیہ آگیا۔ قرض مقسط ادا ہوگیا متفرق رہا خیر رہو۔ صبح کی تبرید رات کی شراب جاری ہوگئی۔ گوشت پورا آنے لگا۔ چونکہ بھائی صاحب نے وجہ موقوفی و بحالی پوچھی تھی انکو یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا

اے بیخبر ز لذتِ شربِ مدام ما

دیکھا ہمکو یوں بناتے ہیں دیہہ کے بنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا اور مسائل ابو حنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس میں غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام سے مطلب حقیقہ وحدت وجود کو اپنے دلنشین کرنا اور ہے

مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو مسیلمہ کذاب کو نبوت میں خاتم النبیین کا شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو نو مسلمونکو ابو الائمہ کا ہمسر جانتے ہیں دوزخ اُن لوگوں کیواسطے ہے میں موحد خالص اور مومن کامل ہوں۔ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ۔ لا موثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہوں۔ انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے وقت میں سب مفترض الطاعۃ تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہیں مقطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہیں ثم حسن ثم حسین السبطین تا مہدی موعود علیہ السلام ؎ بریں زیستم ہم بریں بگذرم ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباحت و زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں اگر مجکو دوزخ میں ڈالینگے تو میرا جلانا مقصود نہوگا بلکہ میں دوزخ کا ایندھن ہونگا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کرونگا تاکہ مشرکین و منکرین نبوت مصطفوی و امامت مرتضوی اُس میں جلیں سنو مولویصاحب اگر ہٹ دھرمی نہ کروگے اور کتمان حق کو گناہ جانوگے تو البتہ تمکو یاد ہوگا اور کہوگے کہ ہاں یاد ہے جن روزوں تم علاؤ الدینخاں کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تمنے ایکدن غریب کے دو تین طمانچے مارے ہیں نواب امین الدینخاں ان دنوں لوہارو میں ہیں۔ علاؤ الدینخاں کی والدہ نے تمکو ڈیوڑھی پر سے اٹھا دیا تم باچشم پر آب میرے پاس آئے میں نے تمسے کہا بھائی شریف زادونکو اور سردار زادونکو چشم نمائی سے پڑھاتے ہیں لڑتے نہیں تمنے بیجا کیا آیندہ یہ حرکت نہ کرنا تم نادم ہوئے اب وہ مکتب نشین طفل سن گزر کر پیر ہفتاد سالہ کے موعظت تمہارے کانوں میں ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہے ؎ چوں پیر شدی حافظ الخ اور پھر پڑھتے ہو اسکے سامنے کر اُنکی کاوش حافظ کے دیوان سے وہ چند سے چند ہی مجموعہ شرحیں لگانا اور یہ بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ ہے اور ہزار شعر اس کے مخالف ہیں ؎

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را ۔ تا بنگری صفائے مے لعل فام را
شراب ناب خور و روے مہ جبیناں بیں ۔ خلاف مذہب آناں جمال میناں بیں

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست — نان حلال شیخ ز آب حرام ما
ساقی مگر وظیفۂ حافظ زیادہ داد — کاشفتہ گشت طرۂ دستار مولوی

میاں میں بڑی مصیبت میں ہوں محلسرا کی دیواریں گر گئی ہیں پاخانہ ڈھہ گیا چھتیں ٹپک رہی ہیں تمہاری پھوپھی کہتی ہیں ہائے دبی ہائے مری - دیوانخانہ کا حال محلسرا سے بدتر ہے میں مرنے سے نہیں ڈرتا فقدان راحت سے گھبرا گیا ہوں چھت چھلنی ہے ابر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے - مینہ کھلے تو سب کچھ ہو اور پھر اثنائے مرمت میں بیٹھا کس طرح رہوں اگر تم سے ہو سکے تو برسات تک بھائی سے مجھکو وہ حویلی جسمیں میر حسن رہتے تھے اپنی پھوپھی کے رہنے کو اور کوٹھی میں سے وہ بالاخانہ مع دالان زیریں جو الٰہی بخش خاں مرحوم کا مسکن تھا میرے رہنے کو دلوا دو برسات گزر جائیگی مرمت ہو جائیگی پھر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن میں آ رہینگے تمہارے والد کے ایثار و عطا کے جہاں مجھ پر احسان ہیں ایک یہ مروت کا احسان میرے پایان عمر میں اور بھی سہی - غالب -

ایضاً چہارشنبہ ۱۰ مئی ۱۸۶۶ع بقول عوام ایسی عید کے دن صبح کا وقت - میری جان غالب کثیر المطالب کی کہانی سن میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں جہاں کسی امر کی ابتدا دیکھی یہ جان لیا کہ انتہائے امر مطابق اس ابتدا کے نہایت پذیر ہوگا یہاں اختلاف طبایع کا وہ حال کہ آغاز مشوش انجام مخدوش ابتدا خبر سے بیگانہ - شرط جزا سے محروم سنا اور متواتر سنا کہ قصہ طے ہو گیا اب علاؤ الدین مع قبائل آئینگے دل خوش ہوا کہ اپنے محبوب کی شکل مع اسکے نتائج کے دیکھونگا پرسوں آخر بھائی پاس گیا اثنائے اختلاط و انبساط میں میں نے پوچھا کہ کہو بھئی علاؤ الدین خاں کب آئینگے جواب دیا صاحب سنیے قصہ تو طے ہو گیا ہاں وہ تو روپیہ میں نے دے بھی دیا میں نے کہا تو اب چاہیے کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید گرمی بھی بھی نہ آئیں معلوم ہوا کہ خیر کھٹکا باجا ناچار ارادہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا وہ لکھکر بھیجوں پرسوں تو شام ہو گئی تھی کل لکھا گیا مگر ہونوالوں نے دم لینے نہ دیا اسپر طرہ یہ کہ شاقب نے کہا کہ بھائی منشی شاکی ہیں ایک ضرور آ پڑا اگر گزارش عالی سے تمہارے رنج نال ہیں کلام کروں بھائی تم میرے فرزند بلکہ بہ از فرزند ہو - اگر میرا صلبی بیٹا اس [illegible]

تقریر کا ہوتا تو میں اسکو اپنا یار وفادار اور ذریعہ تعارف جانتا۔ میرے خطوں کے نہ پہنچنے کا گلہ غلط تمھارا کونسا خط آیا کہ اُسکا جواب یہاں سے نہ لکھا گیا۔ میرے پاس جو مقاصد ضروری فراہم تھے وہ میں نے اس نظر سے نہ لکھے کہ اب تم آتے ہو باہمی گفت و شنید ہو جائیگی۔ ثاقب نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا تب مجھکو توطیہ تمہید میں ایک ورق لکھنا پڑا ورنہ آغاز نگارش یہاں سے ہوتا۔ یا اللہ الغالب ؎

با من از جہل معارض شد نا منفعلے
کہ گرش ہجو کنم این بودش مدح عظیم

رسالہ موسوم بہ محرق قاطع برہان جو ثاقب نے تمکو بھیجا ہے میرے کہنے سے بھیجا ہے اور اس ارسال سے میرا مدعا یہ ہے کہ اسکے معائنہ کے وقت اُس کتاب کی بے ربطی عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت ہائے عدیدہ پر نظر نہ کرو بیگانہ وار دیکھو اور از روئے انصاف حکم کرو۔ حیف میں اُسنے جو مجھے گالیاں دی ہیں ان پر غصہ نہ کرو غلطیاں عبارت کی شدت اطناب بے محل بصورت سوال بگیر جواب دیگر ان باتوں کو مطمح نظر کرو بلکہ اگر فرصت ہو مواخذہ کر کے ان مراتب کو الگ ایک کاغذ پر لکھو اور بعد اتمام میرے پاس بھیجدو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ منجملہ رجال الغیب ہے ان ہفوات کا خاکہ اڑا رہا ہے میر درخشاں نے اُسکو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو اور یہ امر مبہم کہ جو تمھارے والد کی تقریر سے دلنشین نہیں ہوا یعنی یہ قصہ چک جانا اور دلی آنا اس کا ماجرا مفصل و مشرح لکھو۔ دن۔ تاریخ۔ اپنا نام آغاز نامہ میں لکھ آیا ہوں۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط۔

ایضاً میاں ہیں تمھارے باپ کا تابع تمھارا مطیع فتح مرزا کا فرمانبردار مگر ابھی اٹھا ہوں اپنی کوٹھری میں گیا کہ میں کون ہوں۔ آج فتح صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائیگا یہ جزو تمھارے لیئے ہیں میر مہدی حسین نے بھیج دیئے اور باقی دن چڑھے جب اجزائے مطبع جمع ہو لیں تو وہ اوراق بھی منگا دوں گا۔ غالب ؎

ایضاً شنبہ ۱۵ شعبان ۳ فروری وقت نماز ظہر میر صغیر سپہر سخن سرائی مولانا علائی کی خاطر نشان و دلنشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۲ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے میں گیا اور ملا علی حسین خان کو بھی دیکھا۔ دیکھنے کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے۔ میں گھر آیا۔ کھانا کھایا۔ دوپہر کو تمھارا خط پایا۔ دو گھڑی

لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوایا۔ یہ مرض جو بھائی کو ہے اس سے کہ ضدِ صحت ہے مکروہِ طبع ہے ورنہ ہرگز موجبِ خوف و خطر نہیں میں تو بھول گیا تھا اب بھائی کے بیان سے یاد آگیا کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایکدن ناگاہ یہ حالت طاری ہوگئی تھی وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ افیون نتھی تنقیہ کے لئے فوراً اور باسہال بعد چند روز عمل میں آیا۔ اب بسبب کہولت استعمالِ افیون مزید علیہ گو وہ علت متواتر ہو اضطراب از راہِ محبت ہے از روئے حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہیں۔ نظری میں یکتا حکیم امام الدین خاں وہ ٹونک۔ حکیم غلام نجف خاں وہ دوست قدیم صادق الولا حکیم بقا کی خاندان میں دو صاحب موجود۔ تیسرے حکیم منجھلے وہ بھی شریک ہو جائینگے اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے ہاں دوا ایک ڈاکٹر باعتبار ہمقومی حکام نامور یا کوئی ایک آدھ بید نزدی اور گمنام۔ بہرحال خاطر جمع رکھو۔ خدا کے فضل پر نظر رکھو۔ سبحان اللہ تم مجھ سے سپارش کرو۔ امین الدین خان کی کیا میری پہلو میں دل یا میرے دل میں ایمان جسکو محبت بھی کہتے ہیں بقدر پرِ پشہ و سرِ مو بھی نہیں معالجہ حکماء کی راہ پر رہیگا۔ ندیمی اور غمخواری میں اگر قصور کروں تو گنہگار۔ میاں ایسے موقع میں رائے اطبا میں خلاف کم واقع ہوتا ہے۔ مرض مشخص۔ دوا معین سوءِ مزاج ساذج نہیں مادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب سوائے تنقیہ کے کوئی تدبیر سونچیگا تنقیہ میں سوائے منضجاتِ بلغم اور کچھ تجویز نکریگا۔ تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہوا اور ایارج کا مسہل دیا جائے اسما و آیات شفا بخش متعدد ہیں رد سحر و دفع بلا انکے ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان ملاؤں اور عزائم خوانوں نے تو ڈہی ہے کچھ نہیں جانتے اور باتیں بجھاتے ہیں تمھارے باپ پر کوئی سحر کیوں کریگا بیچارہ الگ ایک گوشہ میں رہتا ہے کہ جبتک خاص وہاں کا قصد نکرے کبھی کوئی وہاں نجائے یہ خیال عبث۔ ہاں خیرات و مساکین سے طلبِ دعا اور اہل اللہ سے استمداد۔ شہر میں مساکین شمار سے باہر۔ اہل اللہ میں ایک حافظ عبد العزیز بالخیر شما سلامت۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں ✣

ایضاً اقبال نشان والا شان صدر رہ عزیز تر از جان مرزا علاؤ الدین خان کو دعائے درویشانہ غالب دلِ ناتواں پہنچے۔ سالِ گذشتہ تمکو یاد ہوگا۔ میں نے دبستانِ فارسی کا تمکو جانشین و خلیفہ قرار دیکر ایک سجل لکھ دیا ہے

اب جبکہ چار کم اسی برسکی عمر ہوئی اور جانا کہ میری زندگی برسوں کیا بلکہ مہینوں کی نہیں رہی شاید بارہ مہینے جسکو ایک برس کہتے ہیں اور جیوں۔ ورنہ دو چار مہینے یا پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہگئی ہے یعنی ثبات حواس میں اپنے دستخط سے یہ توقیع تمکو لکھدیتا ہوں کہ فنِ اُردو میں نظماً و نثراً تم میری جانشین ہو چاہیئے کہ میرے جاننے والے جیسا مجھکو جانتے تھے ویسا تمکو جانیں اور جسطرح مجھکو مانتے تھے تمکو مانیں کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔ یکشنبہ سلخ صفر ۱۲۸۵ ہجری ۔ ۲۱ جون ۱۸۶۸ء مقام دہلی +

بنام مرزا امیر الدین احمد خان المدعو بہ فرّخ مرزا

اے مردم چشم جہاں بین غالب۔ پہلے القاب کے معنے سمجھ لو یعنی چشم جہاں بین غالب کی پتلی جہاں بین تمہارا باپ مرزا علاؤ الدینخاں بہادر اور پتلی تم۔ آج میں نے تمہارا خط دیکھا۔ مجھکو بہت پسند آیا۔ اُستادِ کامل ہونیکی باوصف تمنے کیا کمال حاصل کیا۔ آفریں صد آفریں۔ میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دعا مانگتا ہوں کہ تمکو زیادہ نہیں تو تمہارے باپ کے برابر علم و فضل اور تمہارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر جنّت آرامگاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے۔ میاں تمہارے دادا نواب امین الدینخاں بہادر ہیں تو میں تمہارا دلدادہ ہوں۔ خبردار جمعہ کو اپنی صورت مجھے دکھا جایا کرو۔ والدّعا۔ دیدار کا طالب۔ غالب +

بنام میر احمد حسین المتخلّص بہ میکش

بھائی میکش آفریں۔ ہزار آفریں۔ تاریخ سے فراغ پایا۔ خدا جانے وہ خرمی کس وقت سے ہوگی جس میں یہ تاریخ ایسی کہی دیکھو بھائی قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید ٭ تاریخ دیکھی اسکی تعریف کے خرمے کھائینگے۔ اُسکی تعریف کرینگے کہیں یہ تمہارے خیال میں نہ آوے کہ یہ حسنِ طلب ہے کہ ناحق تم دین محمّد غریب کو دوبارہ تکلیف دو ابھی تو لیکر آیا ہے ابھی خرمے لیکر آوے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ الغرض محال تم یوں ہی عمل میں لاؤ گے اور میاں دین محمّد صاحب کے ہاتھ خرمے بھجواؤ گے تو ہم بھی کھائینگے - تازہ سے بہتر - بادہ سے بہتر - +

ایضاً میاں عجیب اتفاق ہے نہ میں تمہارے دیکھنے کو آسکتا ہوں نہ تم اس گرمی میں قدم رنجہ فرما سکتے ہو تو قدم رنجہ کیجیو کہاں مگر دوسرا پرچہ ہو

لاحول ولا قوۃ یہ تعطیل کے دن کیا ناخوش گزری یوسف مرزا سے میر سرفراز حسین سے تمہارا حال سن لیا ہے اور رنج کھاتا ہوں خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا دے خواہش یہ ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ والدعا۔ اسد اللہ

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خانصاحب

خانصاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خانصاحب کو غالب دردمند کا سلام پہنچے۔ خوب یاد کیجیے کہ میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی ایک طرح کی عنایت کا سائل ہوں حامل ہذا المکتوب پنڈت جی نرائن میرا خط لیکر حاضر ہوتے ہیں انکے بزرگ نواب احمد بخش خاں کی سرکار میں مناصب عالیہ و عہدہ ہای جلیلہ رکھتے تھے اب یہ موقع آیا ہے کہ جستجوی نوکری میں پٹیالے آتے ہیں آپکو میرے سر کی قسم جہانتک ہو سکے سعی کر کے انکو موافق انکی عزت کے کوئی منصب کوئی عہدہ دلواؤ تو میں سمجھونگا کہ تم نے مجھی نوکر رکھوا دیا اور تمہارا احسانمند ہونگا نجات کا طالب غالب ۱۳ شوال سنہ ۱۲۸۰ ہجری

بنام جناب حکیم غلام رضا خان صاحب

نور دیدہ و سرور دل و راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خان کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے رخصت ہو کر اور تمہیں خدا کو سونپ کر روانہ ہوا موسم اچھا تھا گرمی گزر گئی تھی جاڑا ابھی کم تھا عالم اعتدال آب و ہوا سایۂ ہر شجر جائے آرام سے رامپور پہنچا۔ نواب صاحب جان بمقتضائے الولد سر لابیہ حسن اخلاق میں نواب فردوس آرامگاہ کے برابر بلکہ بعض شیوہ و روش میں انسے بہتر ہیں پیر و مرشد یعنی کی غلہ کا محصول بالکل معاف کیا علی بخش خان خانساماں کو تیس ہزار روپیہ بابت مطالبہ سرکاری بخشدیا مفصل حالات بعد از زوال عند الملاقات زبانی کہونگا یہ تو جانتے ہو میں فقیر آزادہ گوشہ نشین ہوں دنیا داروں سے مجھکو کام نہیں خوشامد میرا شیوہ نہیں جیسی صفات دیکھوں بیان کرتا ہوں نواب صاحب گھر بیٹھے مجھے سو روپیہ مہینا دیتے ہیں ہم بھی کیا دعا دیتے ہیں جو تمہارے باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر نسل میں میری کوئی صلبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو تو میں اسکو اپنا فخر و شرف جانتا علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کو جامع تورع و زہد و تقویٰ کی حاوی علم اخلاق میں حکمائے روحانی نے سعادت کے مدارج لکھے ہیں وہ سب تم میں پائے جاتے ہیں حق تعالیٰ تمکو عمر طبیعی عطا کرے اور دولت و اقبال تمہارا روز بروز زیادہ کرے۔ انشاء اللہ کہ ہمچنیں خواہد بود۔ غالب

بنام جناب ماسٹر پیارے لال صاحب

شفیق مکرم بابو پیارے لال صاحب کو سلام کل تمام مسودہ بابو چندو لال صاحب کی پاس پہنچ گیا یقین ہے کہ آپکی نظر سے گزرا ہوگا اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہونگے جلدی نہیں ہے آپ بخوبی اچھی طرح تامل سے لکھیے جب صاف ہو جائیگا تو میں دیکھونگا میں ہی مُہر کر کی ڈاک میں بھجوا دونگا ابھی ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے پاس سے آیا ہوں وہ کہتے تھے کہ کل لاٹ صاحب آوینگے اور پرسوں شملے کو تشریف لیجاوینگے بطریق اطلاع لکھا ہے یہ مقصود نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جاوے اور کل ہی آپ وہ ڈاک میں ارسال کی جانا منظور ہے۔ راقم اسد اللہ خان غالب ۲ اپریل سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً کیوں صاحب ہمسے ایسے خفا ہو گئے کہ لکھنا بھی چھوڑ دیا خیر میری تقصیر معاف کرو اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائیگا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کر دو تاکہ میں اپنے قصور پر اطلاع پاؤں برخوردار ہیرا سنگھ تمہاری پاس پہنچتا ہے اور یہ تمہارا دوست ہے رہتک میں تم نے اسے نوکر رکھوا دیا تھا پھر وہاں کی صورت بگڑ گئی اب یہ غریب تباہ ہے اور امور معاش میں سخت دلتنگ ہے تم اسکی دستگیری کرو تو یہ سنبھلے ورنہ اسکا نقش ہستی صفحہ دہر سے مٹ جائیگا والسلام عنایت کا طالب۔ غالب

ایضاً فرزند ارجمند اقبال نشان بابو پیارے لال صاحب کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا پہنچے لاہور پہنچکر تم نے مجھکو خط نہ بھیجا اسکی میں کیا شکایت کروں تجکو یہ نہیں جانتے کہ مجھکو تم سے کتنی محبت ہے میں تمہارا عاشق ہوں اور کیونکر نہ عاشق ہوں صورت کے تم اچھے سیرت کے تم اچھے شیوہ و روش کے تم اچھے خالق نے خوبیاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہیں اگر میرا صلبی فرزند ایسا ہو تو میں اسکو اپنا فخر خاندان سمجھتا اور اب تم حسن قوم اور حسن خاندان نہیں ہو بلکہ اس قوم اور اس خاندان کے ذریعہ افتخار ہو خدا تمکو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال و جاہ و جلال عطا کرے میاں تمکو یاد ہے کہ میں نے تمکو سابق میں اس سے نورچشم مرزا ابو علیخاں کے باب میں کچھ لکھا ہے میرے اختلال حواس کا حال تم جانتے ہو خدا جانے اسوقت کس خیال میں تھا اور میں کیا لکھ گیا وہ جو کچھ لکھا تھا وہ سہل انگاری تھی اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ سب راست گفتاری ہے مختصر یعنی مرزا ابو علیخاں عزیز ہے عالیخاندان اللہ دے بزرگ قوم ہیں شاعر بھی بہت اچھے ہیں شعر خوب کہتے ہیں صاحب استعداد ہیں علم انکو اچھا ہے یہ بھی گویا فرقہ اہل علم و فضل میں سے ہیں اور ترقی کے قابل ہیں نورچشم منشی نصیر الدین کو میری دعا کہنا

جنوری سنہ ۱۸۶۶ء

بنام منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگھ صاحب کو بعد دعائے دوام عمر و دولت معلوم ہو خط تمہارا پہنچا خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی قطعے جو تمکو مطلوب تھے اسکے حصول میں جو کوشش مجھ سے ہو سکی کی ہے میں تجھے کہہ نہیں سکتا تمہاری کوشش نہیں ہے پیر صاحب فرید کیا روپے جو تم نے بھیجے تھے وہ اور پچیس روپے اور صرف کیے پانچ پانچ چار چار روپیہ

دو روپیہ کو قطعے مول لیے اور دو آنے خرید میں پیسہ جلد بنوانے میں روپیہ چلا لگ گئے ۔ دوڑتا پھرا حکیم صاحب کے پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا ۔ اب دوڑ رہا ہے ۔ ولیعہد بہادر کے دستخطی قطعے کے واسطے یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آجاوے اور بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب کو یکجا کر کے تمھارے پاس بھیجدے گا ۔ مدد میں بھی اُسکی کر رہا ہوں لیکن اُسنے بڑی مشقت کی آفرین صد آفرین ۔ [illegible] ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا ۔ اور ماں کو عاجز کر کے اُس سے بہت روپیہ لیے جب سب قطعے تمھارے پاس پہنچیں گے تب اُسکا حسن خدمت تم پر ظاہر ہوگا ۔ کیوں صاحب وہ ہماری لُنگی اب تک کیوں نہیں آئی ۔ بہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا ۔ والدعا ۔ اسد اللہ ۔

ایضاً برخوردار کامگار سعادت و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڈھ کی تحصیلداری مبارک ہو پیپلی سے نوح آئے ۔ نوح سے بلب گڈھ گئے اب بلب گڈھ سے دلّی آؤ گے اِن شاء اللہ ۔ سنو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمھارے علاقۂ تحصیلداری میں بصیغۂ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہیں اِن کے والد ماجد میرے پچاس برس کے دوست ہیں ۔ میں اُنکو اپنے بھائی کے برابر جانتا ہوں اس صورت میں حکیم مرزا جان میرے بھتیجے اور تمھارے بھائی ہوئے لازم ہے کہ اُنسے یکدل و یکرنگ رہو ۔ اور اُنکے مددگار بنے رہو ۔ سرکار سے یہ عہدہ بصیغۂ دوام ہے ۔ تمکو کوئی نئی بات پیش کرنی نہ ہوگی ۔ صرف اسی امر میں کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے ۔ سرکار کی خاطر نشان رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کارگزار آدمی ہے ۔ ۲ فروری ۱۸۶۲ع

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

نورِ چشم غالب بخدیدہ منشی ہیرا سنگھ کو دعا پہنچے تمھارا خط محررہ ۱۱ جنوری پہنچا ۔ دورہ کا سفر

بارے تمام ہوا اب جاڑوں کے دن آرام سے کاٹو۔ گھبراؤ نہیں۔ سال بھر پڑھائے جاؤ۔ جب لڑکا شُد و بُد سے آگاہ ہو جائے تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکسٹرا اسسٹنٹ ہونے کی گنجایش ہے۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو نوکر نہیں ہو جو بابو پیارے لال کو تمھاری بدلی کا اختیار ہو۔ زنہار میں اس باب میں بابو صاحب سے نہ کہوں گا اور نہ یہ خط تمھارا منشی جواہر سنگھ کو دکھلاؤں گا۔ ناحق الجھو کیوں۔ اس الجھنے سے فائدہ کیا۔ خاطر جمع رکھو ع کہ رحم گر نہ کند مدعی خدا بکند۔ میں ویسا ہی ہوں جیسا تم مجھے چھوڑ گئے ہو۔ اور جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ غالب۔ ۱۴ جنوری ۱۸۶۳ء

بنام منشی بہاری لال المتخلص بہ مشتاق

سعادتمند باکمال منشی بہاری لال کو بہ یمن تاثیر دعای غالب خستہ حال عمر و دولت و اقبال فراواں ہو۔ منشی من بھاون لال تمھارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اُس رہرو جادۂ فنا سے میری ملاقات نہ تھی لیکن تمھارے تنہا اور بے مربی رہ جانے کا میں نے بہت غم کھایا۔ خدا اُن کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب۔ ۲۰ فروری ۱۸۶۳ء

ایضاً برخوردار بہاری لال مجھکو تم سے جو محبت ہے اسکے دو سبب ہیں ایک تو یہ تمھارے خال فرخ فال منشی مکند لال میرے بڑے پرانے یار ہیں۔ خوش خو۔ شگفتہ رو۔ بذلہ گو۔ دوسرے تمھاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم اُردو نظم و نثر میں تمھاری طبع کی روانی اور تمھاری قلم کی گل فشانی مگر چونکہ تمکو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اخبار کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے بتقلید اُن انشاپردازوں کے تمھاری عبارت میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں میں تم کو جا بجا آگاہ کرتا رہتا ہوں خدا چاہے تو املا کی غلطی

ملکہ بالکل زائل ہو جائے۔ مگر ہماری لال ہیں اور نہال باغ دولت یعنی حکیم غلام رضا خاں کے دوامِ صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو۔ یہ دانشمند ستودہ خوے امیر نامور ہونے والا اور مراتب اعلی کو پہنچنے والا ہے۔ اسکی ترقی کے ضمن میں تمہاری بھی ترقی ہونیوالی ہے

بیادامانِ صاحب دولتے گیر　　کہ مرد از صاحبِ دولت شود پیر

میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطابع اجمل المطابع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خاں منجملہ خوبانِ روزگار ہیں نکوخوے اور نیکوکردار ہیں۔ میر فخرالدین آزاد منش اور سعادتمند نوجوان ہیں کم گفتار اور مرنج و مرنجان ہیں تم چاروں شخص پیکر صدق و صفا و مہر و ولا کے چار عنصر ہو جہاں آفریں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطابع کو بارونق اور آباد رکھے۔ غالب

۷ جون ۱۸۶۸ء

خاتمہ کتاب اردوئے معلی ریختۂ کلکِ بلاغت نما سخندانِ بے مثال معنی سنج نازک خیال شاعر نغز گوئے دلاویز بیاں ناثر جادو طراز شیریں بیاں مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک شاگرد مولانا غالب مرحوم

شیدائیان شاہدِ دلفریب سخن ہر وقت اسکے خریدار اور شیفتگانِ حسنِ معانی ہر دم اسکے خواستگار رہتے ہیں کہ اچھا کلام جو مطبوع طبائع ناظرین خرد پیشہ اور پسند خواطر شائقین درست اندیشہ ہو میسر آئے۔ صاحب نظرانِ دیدہ ور جنکی آنکھیں شبستانِ معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں۔ مشاہدہ ماہ پیکرانِ ہر تمثال سے تسلی نہیں پاتے۔ اور رنگین مشامانِ نکتہ پرور جنکے دماغ میں گلستانِ سخن کی بو بھر جاتی ہے۔ ریاحین باغ ارم کے سونگنے کو نہیں جاتے۔ اور پھر وہ کلام اور وہ سخن جو نیر اعظم سپہر سخنوری و ماہ منیر آسمان معنی گستری شہسوار عرصۂ نکتہ دانی یکہ تاز میدانِ جادو بیانی فرمانروائے کشور نازک خیالی

زینت افزائے اورنگ بے مثال ناثر نثری رفعت۔ شاعر شعری رتبت۔ چمن آرائے گلستان فصاحت۔ حدیقہ پیرائے خیابانِ بلاغت۔ فروغ بزمِ آفرینش۔ نورِ دیدۂ بینش۔ استادِ یگانہ مسلم الثبوت زمانہ۔ رشکِ عرفی و غیرتِ طالب جناب استادی **نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب** کی زبان معجز بیان پر آیا ہوا اور خامۂ پروین افشاں سے نکلا ہو۔ علی الخصوص یہ سفینۂ بے نظیر و مجموعۂ دلپذیر جسکا ہر حرف باعثِ نظارتِ چشمِ نظارگیاں اور ہر لفظ سبب تازگیِ دیدۂ مشتاقاں ہے۔ ہر سطر کو دریائے موج خیز معانی اور ہر فقرہ کو گلزارِ ہمیشہ بہارِ رنگین بیانی کہنا چاہیئے۔ عبارت سے سلسبیل کی سلاست پیدا۔ مضامین سے آبِ کوثر کی لطافت ہویدا۔ کمند انداز رسا میں گردنِ معانی شکار۔ شیرینیِ ادا پر ادائے شیریں لباں نثار۔ غور کیجیئے کہ فراہم آنا اس نسخۂ بے بدل کا۔ اور طبع ہونا اس کتابِ بے مثل کا کیونکر غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطفِ ارزانی و شائقین کو مذاقِ سخن کی فراوانی مبارک۔ کیونکر شکر فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ ہاں اے سالکِ اندوہگیں کیسا شکریہ کیا کام ہے

اے بے خبر گریہ و ہنگامِ ماتمِ عام ہے ؎

باید چو شمع در دل شبہا گریستن ۔۔۔ سرگرم بودن از تہ دل با گریستن
تا ساز گار جسم مرا ناگداختن ۔۔۔ تا خوشگوار چشم مرا نا گریستن
نیست اگر تراوش سرچشمۂ حیات ۔۔۔ باید بعمر خضر و مسیحا گریستن

ہنوز یہ نامۂ والا درجہ تمام و کمال تشریفِ طبع نہ پا چکا تھا کہ سپہرِ ستمگر نے بتاریخ ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری جامۂ حیاتِ جنابِ مغفور و مرحوم کو چاک کیا ہے ہے آفتابِ علم و کمال کو برجِ خموشی دکھایا۔ ماہتابِ فضل و ہنر کو صندوقۂ کسوف میں پھنسایا

اس ستمگار سے کوئی پوچھے
ہاتھ اس واقعہ سے کیا آیا

نہ سوچا کہ عالم میں تاریکی چھائیگی۔ زمانہ کو تسکین نہ ہاتھ آئیگی۔ آنکھیں اشکبار دل بیقرار ہوں گے مگر ع

نیش عقرب نہ از پئے کیں است
مقتضائے طبیعتش این است

اپنی عادت سے لاچار ہے۔ دشمنیٔ اہلِ کمال اسکا شعار ہے۔ کوئی مبتلائے آفت ہو۔ خواہ گرفتارِ مصیبت ہو۔ اسکو اپنی گردش کا رنگ دکھانا۔ کسی نہ کسی یگانۂ آفاق کو نقشِ ہستی صفحۂ روزگار سے مٹانا۔ سخن آرائی نوحہ سرائی سے کیونکر بدل ہو۔ سخن سنجی کے عوض کبھی نالۂ پُردرد اور کبھی آہِ سرد لب پر ہے۔ کہیئے جب یہ بارِ گرانِ اندوہ دل پر پڑے دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے۔ کیسی تاریخ خاتمۂ کتاب۔ کیسا سالِ وفات۔ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قطعہ لکھتا ہوں

قطعہ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا
لب پہ نالوں کا ازدحام ہوا
صدمۂ مرگ حضرتِ **غالب**
سببِ رنج خاص و عام ہوا
ہے یہی سال طبع سالِ وفات
آج اُن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصۂ اول اُردوی معلی
طبعزادِ منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص

چو اُردوی معلی گشت تالیف
ہمانا یک جہاں گردید طالب
پئے سالِ مسیحائی طبعش
بگو جوہر خجستہ اُردوی **غالب**

اعلان
(کاپی رائٹ محفوظ ہے)

العبد سید عبد السلام ابن مولوی سید محمد معظم مرحوم پروپرائیٹر مطبع فاروقی دہلی

اُردوئے معلّٰی حصّۂ دُوم

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر الانام سید محمد عبد السلام عفا اللہ عنہ شائقین باتمکین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب اُردوے معلیٰ مرزا غالب کا حصۂ اوّل ارسطوئے زمان مسیح دوران جناب مولوی حاجی حکیم **غلام رضا خاں** صاحب رئیس دھلی کی اجازت سے مطبع فاروقی دہلی میں سہ بارہ چھپی تو خیال ہوا کہ اسکا دوسرا حصہ جو شمس العلماء مولانا حالی نے مرتب کیا اسکے بارہ میں جناب شمس العلماء سے اجازت حاصل کیجائے احقر نے مولانا سے حصول اجازت کی استدعا کی مولانا نے جواب میں اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ کتاب صحیح چھاپنے میں بہت کوشش کیجائے اسلیے یہ حصہ آخر میں شامل کیا گیا اور نہایت صحت کے ساتھ چھاپنے کا خیال رہا۔ اس حصہ میں فن شاعری متعلق مرزا غالب صاحب مرحوم نے نکات لکھے ہیں۔ اور بعض کتابوں کے ریویو و دیباچے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ سابق اُردوئے معلیٰ میں یہ لطف حاصل نہ تھا۔ اب یہ کتاب دوبالا ہوگئی۔ اب اسکے پڑھنے سے کچھ اور ہی کیفیت حاصل ہوگی۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف ؎

دیباچہ کہ بر سراج المعرفت من تصنیف مولوی مفتی سید رحمت علی خان بہادر عرف مفتی میر لال صاحب نگاشتہ اند

سبحان اللہ آدمی اور خدا کی حمد و شکر کا دعویٰ! حمد و شکر کی گزارش کا سرمایہ دو قوتیں ہیں فکر اور نطق اور یہ دونوں قوتیں موہبی ہیں۔ بخشی ہوئی دستگاہ پر خود نمائی۔ اور پھر اُسے بخشنے والے کے آگے! ایسی تنگ ظرفی اور کیسی ہرزہ درائی۔ بہ صور تیکہ ادائے حق حمد سے کے تو کیا معنی اگر یہاں حمد کرنیوالا بقدر توفیق حمد شائستۂ آفرین ہے

یہ کون کہہ سکتا ہے؟ کہ توفیق نتیجہ کشت و کار ہے البتہ عطیۂ پروردگار ہے۔ قدرتِ حمد اُسنے پیدا کی۔ توفیقِ حم
اُسنے عطا کی۔ جبکہ آدمی حمد کا عازم ہو تو سپاسِ عطیۂ توفیق کیوں نہ لازم ہو۔ ہاں اے حق شناس
تجکو شعور ہے عطیۂ توفیق شکر پر ایک اور شکر ضروری ہے ؎

گر کسے شکرِ حق فزون گوید   شکرِ توفیق شکر چون گوید

حق یون ہے کہ حقیقت از روئے مثال ایک نامۂ درہم پیچیدۂ سربستہ ہے کہ جسکے عنوان پر لکھا ہے
لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہ اور خط میں مندرج ہے لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ۔ اور اس خط کا لانیوالا اور اس راز کا بتانیوالا
وہ نامہ آور نام آور ہے کہ جسپر رسالت ختم ہوئی۔ ختمِ نبوت کی حقیقت۔ اور اس معنیٔ غامض کی صورت یہ ہے کہ مراتبِ
توحید چار ہیں آثاری و افعالی و صفاتی و ذاتی۔ انبیائے پیشین صلوات اللہ علی نبینا و علیہم۔ اعلانِ مدارج
توحید سہ گانہ پر مامور تھے۔ خاتم الانبیاء کو حکم ہوا کہ حجابِ تعینات اعتباری اٹھا دین اور حقیقت نیرنگیٔ ذات کو
صورت الآن کما کان میں دکھاویں۔ اب گنجینۂ معرفت خواصِ اُمتِ محمدی کا سینہ ہے اور کلمۂ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
مفتاحِ بابِ گنجینہ ہے۔ زہے عامۂ مومنین کہ وہ اس کلام سے صرف نفیٔ شرک فی العبادت مراد لیتی ہیں اور
نفیٔ شرک فی الوجود جو اصل مقصود ہے اُنکی نظر میں نہیں جب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے بعد محمد رسول اللہ کہینگے اُس وقت
اُسی توحیدِ ذاتی کے اعتقاد کی قدمگاہ پر آرہینگے۔ یعنی ہمارے اس کلمہ سے وہ مراد ہے جو خاتم الرسل کا مقصود
تھا یہی حقیقت ہے شفاعتِ محمدی کی اور یہی معنی ہیں رحمۃ للعالمین ہونیکے اور اسی مقام سے ناشی ہے
ندائے روح فزائے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دَخَلَ الْجَنَّۃَ قلم اگرچہ دیکھنے میں دو زبان ہے لیکن وحدتِ حقیقی کا
رازدان ہے گفتگوئے توحید میں وہ لذت ہے کہ جی چاہتا ہے کوئی سو بار کہے اور سو بار سنے۔ نبی کی حقیقت
دو جہتین ہے ایک جہتِ خالق کہ جس سے اخذ فیض کرتا ہے اور ایک جہتِ خلق کہ جس سے فیض پہنچاتا ہے ؎

نبی را دو وجہ ہست و بجوئے خلق   یکے سوئے خالق یکے سوئے خلق
بدان وجہ از حق بود مستفیض   بدین وجہ بر خلق باشد مفیض

یہ جو صوفیہ کا قول ہے اَلوَلایۃُ اَفضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ معنی اسکے صاف اور از روی انصاف یہ ہیں کہ ولایت نبی کی کہ وہ جہت الی الحق ہے افضل ہے نبوت سے کہ وہ جہت الی الخلق ہے۔ نہ یہ کہ ولایت عام افضل ہے نبوت خاص سے جسطرح نبی مستفیض ہے حضرت الوہیت سے اسیطرح ولی مستنیر ہے انوار نبوت سے مستنیر کی تفضیل منیر پر اور مستفیض کی ترجیح مفیض پر ہرگز معقول اور عقلا کے نزدیک مقبول نہیں ہاں وہ ولایت کہ خاصۂ نبی کا تھا۔ نبوت کے ساتھ منقطع ہو گئی مگر وہ فروغ کہ اخذ کیا گیا ہے مشکوٰۃ نبوت سے ہنوز باقی ہے۔ نقل و تحویل ہوتی چلی آتی ہے اور چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا ہے اور یہ سراج ایزدی تا ظہور صبح قیامت روشن رہیگا اور اسی کا نام ولایت اور یہی مشعل طریق ہدایت ہے ولایت و ہدایت وہی حقیقت توحید ذاتی ہے کہ جو از روی کلمۂ لا الٰہ الا اللہ مشہود عیون اعیان امت و منظور نظر اکابر ملت ہوئی ہے مگر وہ بات اب کہاں؟ کہ ایکبار لا الٰہ الا اللہ کہی اور دل نور معرفت سے منور ہو جاوے اور وہ ضامن سعادت کہاں کہ قائل لا الٰہ الا اللہ کو اگرچہ اسکے معنی اچھی طرح نہ سمجھا ہو قدم گاہ توحید پر قائم کر دے یعنی رسول مقبول واجب التعظیم قائل انا احمد بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم۔ اب سعادت بقدر ارادت ہے اور حیرت بقدر جراحت ہیچ بھی تو ہے آدمی کیونکر سمجھ سکے اور بطلان بدیہیات کے جواز پر اسکو کیونکر تسلی ہو۔ یعنی ان مجموع موجودات کو کہ افلاک و انجم و بحار و جبال سے ہیں ہیں نیست و نابود محض جانے اور تمام عالم کو ایک وجود مانے

رباعی

ای کردہ بآرایش گفتار پسیچ
در زلف سخن کشودہ راہ خم و پیچ
عالم کہ تو چیز دیگرش میدانی
ذاتے ہست بسیط و منبسط دیگر ہیچ

جب اولیاء اللہ نے کہ وہ اطبای روحانی ہیں۔ دیکھا کہ نفوس بشری پر وہم غالب ہے اور بسبب استیلای وہم مشاہدۂ وحدت ذات سے محروم رہے جاتے ہیں ہر چند انکو سمجھائینگے۔ راہ پر نہ آئینگے ناچار اشغال و اذکار وضع کیئے تا قوت متخیلہ اوسمیں الجھی رہے اور رفتہ رفتہ بیخودی طاری ہو جاوے۔ وحدت وجود سطح کی بات تو نہیں کہ نہ ہو اور وہم اسکو بجبر یا بتکلف ثابت کیا چاہتے ہیں ع دانی ہمہ اوست ورنہ دانی ہمہ اوست وہم صورتگری اور پیکر تراشی کر رہا ہے اور معدومات کو موجود سمجھ رہا ہے پس جب وہ وہم شغل و ذکر کیطرف مشغول ہو گیا

بے تبہہ اپنی کام سی یعنی صورتگری و پیکرتراشی سی معزول ہوگیا۔ بیخبری و بیخودی چھا گئی اور وہ کیفیت جو موحدین کو بمجرد فہم حاصل ہوتی ہی اس شاغل کے نفس کو بیخودی میں آ گئی ایک دریا میں جان کر کودا۔ ایک کو کسی نے غافل کر کی ڈھکیل دیا انجام دونوں کا ایک ہی وہ لوگ جو وحدت وجود کو سمجھ لیں یہ نہیں کہتا کہ نہیں ہیں مگر ہاں کم ہیں اور مخفی ہیں یا اور کہیں کہیں ہیں۔ اور ایسی نفوس کو جو کسب حالت بیخودی کیواسطے محتاج اشغال و اذکار ہیں بہت ہیں بلکہ بے شمار ہیں حق سبحانہ ہمیشہ سلامت رکھی حضرت شاہنشاہی حق شناس حق آگاہ سراج الملۃ والدین ابوظفر بہادر شاہ کو جو لباس بادشاہی میں یاد الٰہی کر رہی ہیں

شاہی و درویشی اینجا باہم است
بادشاہِ عہد قطبِ عالم است

حکم دیا۔ حضرت پیر و مرشد برحق نے جناب افادت مآب معرفت نصاب مجمع البحرین شرع و عرفان۔ قران السعدین عقل و ایمان۔ ابوحنیفۂ ثانی سراج العلما ضیاء الفقہا مولانا مفتی سید رحمت علیخان بہادر کو اور فرمایا اُنسے کہ وہ اشغال و اذکار جو انتہای قوس نزولی نبوت و ابتدای قوس عروجی ولایت یعنی عہد جناب رسالت علیہ السلام سی ہم سینہ بسینہ و ہم سفینہ بسفینہ چلے آئی ہیں اُنکو ایک رسالے میں درج کریں اور اُس رسالے کی تحریر میں وہ عبارت اُردو کہ صاف اور بے تکلف ہو خرچ کریں۔ کیونکہ ارباب فہم اس رازداری پر قربان جائیں کہ مجموعۂ اشغال و اذکار زبان حقیقت ترجمان سی فرمائے ہیں اور حکم دیا ہی کہ انکو قالبلالِ فقرا منقول من رسائل العرفا تحریر کریں قضارا یہ ترکیب ہیچمدان اسد اللہ خاں سیہداں کہ جسکا فن سخن میں غالب نام اور وہ خود مغلوب ہوسہای خام ہی اس رسالے کے مشاہدہ سی مستفیض ہوا۔ جی میں آیا کہ اس کتاب مستطاب پر ایک دیباچہ لکھی اور اسکی بہا سی برگِ سفر سازگار کروں اور عزم سفر حجاز کروں۔ زمزم کے پانی سے وضو کروں اور اس کاشانۂ ملائک آشیانہ کے گرد پھروں اور حجرِ اسود کو چوموں اور پھر وہاں سی مدینہ منورہ کو جاؤں اور خاک تربت اطہر کا سرمہ آنکھوں میں لگاؤں۔ بادشاہ سی کیا عجب ہے کہ دو برس کی تنخواہ دیکر مجھکو خانہ خدا کی طواف کی خدمت دیں کہ یہ گنہگار وہاں جاوی اور اگر زیست باقی ہی تو وہاں جا کر اور اپنے ستاون برس کے گناہ کہ جسمیں سحا

سب کچھ ہی بخشوا کر پھر آوے۔ غالب ہوائی کعبہ بسر جا گرفتہ است ✤ رفت آنکہ عزم خلخ و نوشاد کردمی ✤

دیباچہ کہ بر کتاب خواجہ بدر الدین خان عرف خواجہ امان موسوم بہ حدائق الانظار نگاشتہ اند

سبحان اللہ شاہد زیبائی سخن کا حسن بیمثال مشاہدہ اسکا نور افزای نگاہ۔ تصور اسکا انجمن افروز خیال ارزونی لفظ اہل معنی کی نظر میں آئینہ عارض جمال من حیث المعنی بصورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال اگر نفس ناطقہ کو حق نے صورت انسان پیدا کیا ہوتا تو ہم صورت میں کیونکر کہیں کہ کیا ہوتا۔ اس لعبت دلفریب کی نظارگی سے بے طرح مست ہو جاتے اور یہ پیکر ہوش ربا دیکھ کر اہل معنی بالکل صورت پرست ہو جاتے۔ نظم میں اور ہی روپ نثر میں اور ہی ڈھنگ۔ فارسی میں اور ہی مزہ اردو میں اور ہی آہنگ۔ سیر تواریخ میں وہ دیکھو جو تم نے سیکڑوں برس پہلے واقع ہوا۔ فسانہ و داستان میں وہ کچھ سنو کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا نہ سنا۔ ہر چند خرد مند بیدار مغز تواریخ کیطرف بالطبع مائل ہونگے لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل سے قائل ہونگے کیا تواریخ میں ممتنع الوقوع حکایات نہیں انصاف کرتے ہو یہ عجائبات نہیں سام نے اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھنکوا دیئے۔ سیمرغ اسکو اپنے گھونسلے میں اٹھا لائی پرورش کر کے پہلوان بنائے آداب حرب و ضرب سکھائے پھر جب رستم اسفندیار کی لڑائی سے گھبرائے۔ زال اس ہما سی کو بلائے۔ سیمرغ گردون کو تیر کیطرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا آوے اور اپنی بیٹ کے لیپ سے یا اور کسی دوا سے رستم کے زخم اچھے کر کے ایک تیر دو شاخہ دیکر تشریف لیجائے رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے جب جسیم ہو و جوان ہو دیو سپید کو تہ خاک کرے فرعون کا دعوی خدائی مشہور ہے۔ شداد و نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی ذکر ہے اگر اہل طبیعت ایک پہلوان زبردست حمزہ دیو کش رستم جیسا قرار دیں اور ایک نمرد شاہ گمراہ دعوی خدائی کرنیوالا نمرود کا مثل گھڑ لیں گو ایک ڈھکوسلا بنایا ہے مگر اچھا بنایا ہے نہیں روایات کا چربا اٹھایا ہے مگر اچھا اٹھایا ہے موعظت و پند نہیں ترہات ندیمانہ ہے سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ ہے۔ داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کیلئے اچھا فن ہے۔ عمر کی عیاریاں دیکھو حمزہ کی میدان داریاں دیکھو جامع ان

حکایات کا کوئی سخنور ایران ہے۔ مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم مؤتمن الدولہ اسحق خاں کا ہے گویا باغِ ارم کو ہندوستان میں اُٹھا لایا اُسنے بوستانِ خیال میں کچھ اور ہی تماشا دکھلایا۔ اُن قصص میں سے ایک جلد ہے معز نامہ۔ واہ رے بزم و رزم و سحر و طلسم اور حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ معز الدین کی طلسم کشائیاں اگر سنیں تو امیر حمزہ کی صورت ہو کہ اپنی صاحبقرانی کو ڈھونڈھتے پھریں اور کہیں تہ پا پائیں ابو الحسن کی عیاریوں کے جوہر اگر دیکھیں تو خواجہ عمر کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ دلی والا میرا برادر زادہ سعادت خواجہ بدر الدین خاں عرف خواجہ امان کہ وہ ایک جوان شیریں بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کے کمال کی تحصیل میں سعی کش و سخت کوش ہے۔ ستارہ کا جو خیال آیا ایسا بجایا کہ میاں تان سین کو انگلیوں پر نچایا۔ مصوری کی طرف جو طبیعت آئی وہ تصویر کھینچی کہ اُسکو دیکھ کر مانی و بہزاد کو حیرت آئی۔ اُس اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا۔ معز نامہ کی فارسی نثر کو اُردو کرنے پر آمادہ ہوا۔ معز الدین فیروز بخت کی کشور کشائیاں۔ ابو الحسن جوہر کی نیرنگ نمائیاں عجائبات طلسم قسطاس کی حیرت فزائیاں۔ ملکہ نوبہار کی رنگیں نمائیاں۔ جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں۔ غدار منکوس منحوس کی بیحیائیاں۔ مسلمین و کفار کی لڑائیاں۔ مسلمانوں کی بھلائیاں کافروں کی برائیاں فارسی سے اُردو میں لے آیا۔ یوں تصور کرو کہ قلمروِ اُردو میں ایک قصر دلکشا یا ایک خانہ باغ روح افزا اسنے بنایا عبارت آرائی کو ترک کیا ہے گویا تقریر کو پیرایہ تحریر دیا ہے بعد اختتام نگارش غالب فلک زدہ سے دیباچہ لکھنے کی آرزو کی میں نے ہر چند عجز آمیز معذرت انگیز گفتگو کی۔ بیدادگر نے ایک بات نہ سنی اور ایک عذر نہ مانا بھلا اِس اصرار کا کیا علاج اور اس ضد کا کیا ٹھکانا۔ بھتیجا اور پیارا بھتیجا۔ ناچار بجز خامہ فرسائی کی کچھ نہ بن آئی اس دیباچہ کے انجام کا بجز اسکے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سیدھا چلا گیا اور حضرت نظامی سے ایک شعر مانگ لایا اُسی شعر شعری شعار کو خامہ میں لکھ دیتا ہوں بہت تنگ آگیا ہوں اب دم لیتا ہوں

شکر کاین نامہ بعنواں رسید
بیشتر از عمر بپایاں رسید

و من اللّٰہ التوفیق و ھو خیر رفیق ہ

تقریظے کہ بر کتاب ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ نگاشتہ اند

اللہ اللہ نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ موجودات میں سے کسی امر کا شہود اور مصالح دینوی میں سے کسی مصلحت کا وجود۔ بلکہ اگر بمثل اسم اعظم فرض کیجیے تو اسکی بھی نمود جبتک اس لطیفۂ غیبی کا شمول نہو عالم امکان میں ممکن نہیں ہے

سخن را ازاں دوست دارم کہ دوست ÷ بتصدیق او ما طلبگار اوست ÷

مسائل حکیمانہ کی ہستی۔ ترہات ندیمانہ کی مستی۔ درد و درماں کے علاج کا اظہار۔ افسانہ و افسوں کے مقاصد کا مدار۔ شکوہ و شکایت کا عنوان۔ نفرین و آفرین کا بیان۔ رد و قبول کے حکایت سے فتح و شکست کی روایت صرف و نحو کی رازدانی۔ لفظ و معنی کی گلفشانی۔ جو کچھ اگلوں نے کہا ہے جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے جو کچھ آگے کہینگے اور قیامت تک کہتے رہینگے۔ جو کچھ نیک و بد ہو گا ہو چکا ہے سب وابستہ نطق و سخن ہے۔ اب دیکھیے کہ سخن ازروے مثال کیا ہے چشمہ ہے ندی ہے سیل ہے۔ دریا ہے کیسی روانی۔ اور کس زور کا پانی۔ ساتھ چڑھاؤ اسکی رفتار۔ اسپر کسکا زور اور کسکا اختیار۔ جدھر منہ کیا۔ ادھر اپنا لا بہا دیا۔ دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ بارہا دیکھا ہے کہ آغاز کلام جسکو ہندی میں اٹھان اور فارسی میں انگیزہ اور عربی میں باعث کہئے کچھ اور ہے پھر وسط میں صورت بدل کر وہ کچھ اور ہو گیا انجام سے قطع نظر فی الحال نہیں سمجھا جاتا کہ کیا طور ہے۔ یہ کتاب کہ مجموعۂ دانش و آگہی ہے اگرچہ اسکو سفینہ کہہ سکتے ہیں لیکن ازروے حقیقت ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادھر کو بہی ہے جب اس نگارش نے انجام پایا تو مجکو پیشگاہ سلطنت ابد قدرت سے حکم آیا کہ بندہ درگاہ اسد اللہ اسکی تقریظ لکھنے میں اظہار حسن اطاعت کرے اور سخن طرازی میں آرایش زبان اردو پر قناعت کرے جیسا کہ حکم بجا لانا ضرور ویسا ہی یہ بھی کہہ جانا ضرور کہ منشاء اس رسالہ کی نگارش کا کیا ہے ان اوراق کے ناظرین پر مخفی و مستور رہے کہ سن اٹھارہ جلوس میمنت مانوس میں شہر سے بلکہ خارج سے یہ آوازہ بلند ہوا کہ حضرت قدر قدرت فلک رفعت ثریا بارگاہ انجم سپاہ۔ بادشاہ ابن بادشاہ خلیفہ روی زمین ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی نے ترک مذہب آبا کا مدار کیا اور تشیع کو تسنن پر اختیار کیا۔ بارہا فقیر کا

تبرم قربِ رازدانان خلوتِ اُنس حیران اور حیرت اُنکی بیجا۔ اگر بادشاہ نے کبھی یہ بات کہی ہوتی تو پہلی اُنکو آگہی ہوتی اسرارِ سلطنت کی خبر اور پھر اُنہیں عام کو تقدم خاص ہی۔ اب نہ پوچھنے کا یارا۔ نہ چُپ رہنا گوارا۔ علمای نامدار مشائخ کبار و فقہای دیار نے جرأت کر کے عرضداشت لکھی مضمون کہ ایسا سُنا جاتا ہی اور باور نہیں آتا ہی ہم امیدوار ہیں کہ خداوند تاج و سریر کے مافی الضمیر پر آگہی پاویں حضور نے تحاشی کی اور فرمایا کہ کبھی ایسا داعیہ ہمارے ضمیر میں اور کبھی ایسا کلمہ ہماری زبان پر نہیں گزرا۔ بعد چند روز کے ایک دن حسب الحکم قضا تو ام

بزم سلطانی ہوئی آراستہ
کعبۂ امن و اماں کا در کھلا

شہنشاہ گیتی پناہ مسند جم نشین۔ اہلِ حرم ہمنشین۔ اُمرای دستہ دستہ دست بستہ۔ صفحہ نگار بھی مانند خار سر دیوار باغ و پروانہ پای چراغ۔ اُس چمن میں نشاط اندوز۔ اور اُس انجمن میں ادب آموز۔ زبان مبارک گہر فشاں ہوئی حقیقت مذہب اہلِ سنت و جماعت بیاں ہوئی۔ سوءِ ظن علماء اُس مجمع عظیم میں بہ پیرایۂ حسن ظن جلوہ گر ہوا خاص و عام کو اعلیحضرت کا ثبات قدم مسلک سنن پر باور ہوا۔ مضامین ارشاد کیئے ہوئے اعلیحضرت کی بموجب ارشاد قالبِ نظم میں ڈھلے۔ ناگاہ جانب اجانب سے اُس نظم کے جواب میں کچھ وار چلے۔ یہ گنہگار بیگناہ بھی مجرم مجروح ہوا اور خنجر زبان کے زخم سے مجروح ہوا۔ الغرض جب وہ تحریریں یہاں بھی دکھائی گئیں تو اُنہیں خلفاء کی توہین پائی گئی۔ ناچار یہ رسالہ جیسا کہ حضرت مؤلف نے دیباچہ میں لکھا ہی لکھا گیا اور مجھکو تقریظ نگاری کیواسطے جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہی کہا گیا۔ میں اگر اس گزارش میں یہ سچ کہہ جاتا تو البتہ قلم تحریر کا موضوع لہ مجہول بجاتا بحث و نزاع کا رسم و آئین اور یہی شیوۂ سخندانان معنی آفرین ہی۔ نہ سفیہ ہوں کہ ہجو میں سخن سرائی کروں۔ نہ فقیہ ہوں کہ بحث میں زور آزمائی کروں۔ غریب الوطن سپاہی زادہ ہوں۔ خاک زدۂ خانماں برباد و داوہ ہوں تاب آفتاب حوادث سے ظل اللہ کے سایۂ دیوار کی پناہ میں بیٹھا ہوں۔ گویا ایک تھکا ہوا مسافر ہوں کہ آرام کی جگہ دیکھ کر دم لینے کو راہ میں بیٹھا ہوں۔ احسان ہی مجھ پر خدا کا کہ میں سوای اپنے خدا کے کہ وہ بخشنے والا اور اپنے بندوں پر مہربان ہی یہ نہیں کہ اور کسی کا گنہگار ہوں۔ جو مجھکو اپنا بدکیش سمجھیں اُنسے دعای مغفرت کا متوقع

اور جو مجھکو اپنا مخالف مذہب گمان کریں اُن سے دُعائے تخفیف عذاب کا اُمیدوار ہوں۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ط

تقریظے کہ بر کتاب گلزار سرور من تصنیف میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور نگاشتہ اند

سُبحان اللہ خدا کی کیا نظر فروز صنعتیں ہیں۔ تعالیٰ اللہ کیا حیرت اَور قدرتیں ہیں یہ جو حدائق العشّاق کا فارسی زبان سے عبارتِ اُردو میں نگارش پاتا ہے۔ اِرم کا زمین فرش بنا کر اُٹھ کر بہارستان قدس کا ایک باغ بنجاتا ہے۔ وہاں حضرت رضوان ارم کے نخلبند و آبیار ہوئے یہاں میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور حدائق العشاق کے صحیفہ نگار ہوئے اِس مقام پر یہ ہیچمیرز جو موسوم بہ اسد اللہ خاں اور مخاطب بہ نجم الدولہ اور متخلص بہ غالب ہے۔ خدای جہاں آفریں سے توفیق کا۔ اور خلق سے انصاف کا طالب ہے۔ ہاں اَی صاحبان فہم و ادراک۔ سرور سحر بیاں کا اُردو کی نثر میں کیا پایہ ہے اور اس بزرگوار کا کلام۔ شاہد معنی کے واسطے کیسا گراں بہا پیرایہ ہے ؎

رزم کے داستاں گر سنیے ہے زباں ایک تیغ جوہر دار
بزم کے التزام گر کیجے ہے قلم ایک ابر گوہر بار

مجکو دعوی تھا کہ انداز بیان و شوخی تقریر میں فسانۂ عجائب بے نظیر ہے جنسے میری دعوی کو اور فسانۂ عجائب کی یکتائی کو مٹا دیا۔ وہ یہ تحریر ہے۔ کیا ہوا اگر ایک نقش دوسرے کا ثانی ہے یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لاثانی ہے۔ مانی نقاش ہمیشہ صورتیں بنا کر پیمبری کا دعوی کرے کیا عقل کی کمی ہے یہ بندۂ خدا معنی کی تصویر کھینچکر دعوی خدائی نکرے کس حوصلہ کا آدمی ہے سچ تو یوں ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب الامناقب عالیشان ایسری پرشاد نارائن سنگھ بہادر جس باغ کی آرایش کے کارفرما ہوں اور پھر اُسپر طرہ یہ کہ میرزا سرور جیسے حسن آرا ہوں وہ باغ کیسا ہوگا بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول گو و مسکین کیوں ہے بےسبب بے دیکھے بھالے حضور کا ثناگستر کیوں ہے۔ صاحبو! حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ

اُنکی سخاوت کی ثنا کرتے ہیں ستم سی کہاں شکست کھائی ہی کہ اُنکی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہیں معہذا جناب مہاراجہ صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو برسدّ پرشاد نارائن کا مورد عنایت رہا ہوں جن دنوں وہ دلی میں تشریف لائے ہیں اکثر اوقات شریک صحبت رہا ہوں جب نا شناسائی اور بیگانگی درمیان ہو تو اُنکا نیازمند کیوں اُنکے ثناخواں تھا۔ نہیں نہیں میرا کیا منہ ہی ثناخوانی کا۔ میں تو عاشق ہوں اُنکی شاعرپروری سخندانی کا۔ حضور قدردانی کی۔ سرور نے گہرفشانی کی حضور کا اقبال سرور کا کمال حضور کی عالی ہمتی۔ سرور کی خوش قسمتی انشاء اللہ تعالیٰ یہ نقش صفحۂ روزگار پر یادگار رہیگا مصنف کا شہرۂ رنگین بیانی میں مہاراج عالیجاہ نامی کی فیض رسانی تا روز شمار رہیگا

دیباچہ کہ بر دیوان منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا نگاشتہ اند

یہ کلام کسی بادشاہ کا نہیں کسی میر کا نہیں کسی شیخ شیّاد کا نہیں۔ یہ کلام میرے ایک دوست روحانی کا ہی۔ اور فقیر اپنے دوستوں کے کلام کو معرض اصلاح میں بنظر دشمن دیکھتا ہی پس جب تعلق نہیں مدارا نہیں تو جو مجکو نظر آیا ہی بے حیف و میل کہونگا۔ نثر میں نعمت خان عالی کی طرز کا اچھا کیا ہی مگر پیرایہ کچھ اُس سے بہتر دیا ہی۔ قصائد میں انوری کا چربا اٹھایا ہی مگر طبیعت نے اچھا زور دکھایا ہی۔ غزل میں متاخرین کا انداز۔ عاشقانہ سوز و گداز۔ منشی حبیب اللہ ذکا سخنور ہمہ داں یکتا۔ لفظ طراز معنی آفریں۔ آفریں صد آفریں صد ہزار آفریں فقط

دیباچہ کہ بر کتاب نواب عالیجناب میرزا کلب حسین خاں بکلک گہر سلک آوردہ اند

سبحان اللہ شاہد سخن کمال حسن میں لاثانی ہی سچ تو یوں ہی کہ یہ یوسف کنعان معانی ہی کنعان ہو کنواں ہو [illegible] ہو کارواں ہو۔ کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو۔ زلف ویسی ہی معنبر۔ عارض ویسا ہی رشک مہ تابدار۔ لب کی جانبخشی کا وہی عالم چشم اسیطرح بیمار۔ معہذا جو سلطنت مصر کے زمانے کا جمال تصور میں لائیگا وہ آفتاب تاباں حسن حضرت یوسف کا ادنی ذرہ پائیگا۔ لو ہم ابھی قلمرو سخن سے آئے ہیں حسن پرستان سخن کیواسطے نوید سفر اُمید لائے ہیں سُنی سنائی نہیں کہتے۔ نہ دیکھہ آئے ہوتے تو چپ ہو رہتے۔ اُمید کہ دانشمند آدمی باور کریں نوید کہ دیدہ ور لوگ نظر کریں کہ یوسف سخن کنعان چاہ و کارواں و بازار و زنداں سے نکلکر تخت فرمانروائی مصر پر جلوہ افروز ہوئے

زلیخائی عشق کے گھر عید ہوئی ہی اور یوسف حسن کی سرزمین نور وزنہ ہوا ہی۔ غالبؔ شفتہ نوا سن اس ورق کے ناظر جبتک مر نہ جاینگے تیری بات کبھی نہ مانینگے کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نواب عالیجناب والا دودمان میرزا کلب حسین خاں کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہی جو اُنھوں نے ان اوراق کو اپنے اشعار سی رونق اور اشعار کو نعت و منقبت سی زینت بخشی ہی دیباچہ نگار نے اس مجموعہ نظم کو مصر فرض کیا ہی اور شاہد معنی کو یوسف قرار دیا ہی جس کتاب میں آئمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدح کے سو قصیدے زینت اوراق ہوں اُن اوراق کا سواد کیوں نہ سُرمۂ چشم اہل بین ہو اور وہ اوراق کیوں نہ حرز بازوئے مومنین آفاق ہوں میں اپنے علو رتبہ پر ناز کرتا ہوں کہ ائمۂ اطہار کے مداح کا ستایش گر ہوں اور بذریعہ اس ستایش کے غالبؔ بر احباب یعنی اپنے سے بہتر ہوں اس دعوے کا گواہ اسد اللہ ÷ فقط

دیباچہ در تذکیر و تانیث حسب فرمایش مولوی سید احمد حسن بلگرامی نوشتہ اند

سیدی سندی نور البصر لخت جگر قرۃ العین اسد مولوی سید فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقائے اقبال کی دعا مانگتا ہوں جنکو مبدء فیاض سے اس رسالے کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہی سبحان اللہ تذکیر و تانیث کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے کس لطف سے ادا ہوئی ہی ہر چند اس راہ کے دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہیں قواعد تذکیر و تانیث کے منضبط ہونیکی خود معترف ہیں لیکن قوت علم و حسن فہم و لطف طبع سی وہ مضبوط ضوابط بہم پہنچائے ہیں کہ اور صاحبوں کے دل کی دوسرے کو کیا خبر مگر مجکو تو دل سی پسند آئی ہیں دعا یہ ہی اور یقین بھی یہی ہی کہ یہ رسالہ صفحۂ روزگار پر یادگار رہیگا اور ہمیشہ منظور انظار الابصار رہیگا جو صاحب اسکو مطالعہ فرماوینگے نفع بھی پاوینگے اور لطف بھی اٹھاوینگے۔ مؤلف صاحب کامیاب اپنی ذہن رسا سی ہیں۔ رئیس جلیل القدر عظیم آباد و آرا۔ اور حضرت فلک رفعت مولوی سید حسین علی صاحب مارہروی کے نواسے ہیں سید واسطی بلگرامی ہیں جہاں کے سادات علم و فضل میں نامی اور قدر و منزلت میں گرامی ہیں ان حضرات کا مداح گویا اپنا ثنا خوان ہی جیسا کہ مولوی معنوی رومی علیہ الرحمۃ کا بیان ہی ؎ مادح خورشید مداح خود است کہ مرا دو چشم سنا نا مرمد است ÷ داد کا طالب۔ غالب ÷

خطوط در تحقیق الفاظ و اصلاح بر اشعار زبان اردو بنام منشی ہرگوپال تفتہ

واہ کیا خوبی قسمت ہے میری۔ بہت دن سے دھیان لگا ہوا تھا کہ اب منشی جی کا خط آتا ہوگا۔ اور اُن کی خیر و عافیت معلوم ہوتی ہے۔ خط آیا اور خیر و عافیت معلوم ہوئی یعنی معلوم ہوا کہ خیر نہیں ہے اور پاؤں میں چوٹ لگی ہے۔ سنو صاحب یہ بھی غنیمت ہے کہ ہڈی کو صدمہ نہیں پہنچا۔ اتنا پھیلاؤ بھی اس سبب سے ہوا کہ کوئی مالش کرنے والا نہ ملا اور چوٹ کہنہ ہو گئی۔ البتہ کچھ دیر میں افاقت ہوگی۔ بعد افاقت ہونیکے تم مجھکو اطلاع کرنے میں دیر نکرنا میرا دھیان لگا ہوا ہے۔ بابو صاحب کا خط آیا تھا۔ پھر انہوں نے تکلیف کی اور وہ کچھ بھیجا جو آگے بھیجا تھا۔ تمہاری مفارقت سے بہت ملول ہیں۔ طرز تحریر سے فراوانی محبت معلوم ہوتی تھی۔ میں نے انکو لکھ بھیجا ہے کہ منشی جی گئے نہیں ضرورت کو کیا کریں جلد پھر آئینگے۔ آپ انکو اپنے پاس ہی تصور فرمائیے۔ بابو ہرگوبند سنگھ تعطیل میں گھر گئے ہونگے جو آپکے خط میں انکی بندگی لکھی آئی کیوں انہوں نے تکلیف کی بہمہ جہت دو قدم پر میرے گھر سے انکا مکان اور وہ جاتے وقت مجھ سے رخصت ہو گئے۔ اب بندگی سلام کیا ضرور۔ ہاں صاحب یہ تمنے اور بابو صاحب نے کیا سمجھا ہے کہ میرے خط کی سرنامے پر الٰہی کے محلہ کا پتہ لکھتے ہو۔ میں بلیماروں میں رہتا ہوں۔ الٰہی کا محلہ یہاں سے بے مبالغہ آدھ کوس ہے۔ وہ تو ڈاک کے ہرکارے مجھکو جانتے ہیں ورنہ خط ہرزہ پھرا کرے۔ آگے کالے صاحب کے مکان میں رہتا تھا۔ اب بلیماروں میں کرایہ کی حویلی میں رہتا ہوں۔ الٰہی کا محلہ کہاں اور میں کہاں۔ منشی جی کو لکھتے ہو کہ حاکم کے ساتھ گئے ہیں اور پھر لکھتے ہو کہ نہ دورہ میں بلکہ اپنے کام کو۔ بہرصورت اب آ گئے ہونگے میرا سلام کہیئے گا اور اپنی خیر و عافیت کیساتھ انکی معاودت کی خبر لکھیئے گا ورنہ مجھکو خط لکھنے میں تامل رہیگا ✤ نظر شگفتن و گوش شگفتن ہم نہیں جانتے اگرچہ منشی ہرگوپال تفتہ اور مولانا نور الدین ظہوری نے لکھا ہو ؎ نظارہ زخون لمعۂ گل در آتش ✤ خونش گو۔ بگو کہ زچشم چمن چکید ✤ یہ نہ سمجھنا کہ چمن از چشم چکیدن شگفتن گوش و نظر کی مانند غرابت رکھتا ہے۔ یہ خونفشانی چشم کا استعارہ ہے اور خونفشانی صفت چشم ہو سکتی ہے۔ اگر نظر کا خوش ہونا اور کان کا شاد ہونا جائز ہوتا تو ہم تم اسکا استعارہ شگفتگی کر لیتے۔ خوش ہونا جب صفت چشم و گوش نہ ہو تو ہم کیا کریں۔ یاد رہے یہ نکات سوا تمہارے

اور کو میں نہیں بتاتا ہوں۔ میری بات کو غور کر کے سمجھ لیا کرو۔ یقین ہے جیسی ہے اور تکرار سے ناخوش نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتا ہوں مگر ہاں ایسی تکرار جیسی بیش اور بیشتر کے باب میں کی تھی ناگوار گزرتی ہے کہ وہ صریح تہمت تھی مجھ پر جو میں آپ لکھونگا تمکو اُسکے لکھنے کو کیوں منع کرونگا ؎ اے صد ہزار راز نہاں اندریں سخن ✣ گر گم سخن توئی نکہت گم سخن مباد ✣ ؎ ہر چہ بانفس خود کنم زبدی ✣ نیکیش نام میتوانم کرد ✣ یہ دونوں شعر سقیم ہیں رہنے دو ✣ ؎ سر ناکامیم سلامت باد ✣ کام را کام میتوانم کرد ✣

میں نہیں سمجھا کہ اسکے معنی کیا ہیں کام کو کام سب کر سکتے ہیں اس میں لطف کیا ہے ؎ زیر کتادی آن نازنیں سوار ہنوز ✣ زسبزہ میدمد انگشت زینہار ہنوز ✣ حزیں کے اس مطلع میں واقعی ایک ہنوز زائد اور بیہودہ ہے متتبع کیواسطے سند نہیں ہو سکتا یہ غلط محض ہے یہ سقیم ہے۔ یہ عیب ہے اسکی کون پیروی کریگا حزیں تو آدمی تھا یہ مطلع اگر جبرئیل کا ہو تو اسکو سند نہ جانو اور اسکی پیروی نکرو بھائی تمھارا مصرع اس قبیل سے نہیں ہے تو مکنید متمم معنی ہے مکنید زائد نہیں ہے مگر خرابی یہ کہ اگر فارسی ہے تو رہنے دو تو۔ اور اگر ہندی کرو تو مصرع مہمل و بیمعنی ہے ؎ چہ گل چہ لالہ چہ نسریں چہ نسترن مکنید ✣ کیا لالہ کیا موتیا کیا چنبیا۔ نکرو زنہار نکرو۔ یعنی کیا نکرو۔ اب جب نہیں کہو کہ صاحب ذکر نہ کرو تو کوئی جانے ورنہ کبھی جانا نہیں جاتا کہ ذکر نہ کرو۔ اے تم نے کہا بھی کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ ذکر نہ کرو۔ حضرت ذکر مضاف کیونکر ہو سکتا ہے گل و لالہ و نسرین و نسترن کیطرف۔ کہوگے کہ ذکر کا لفظ نہیں بیان کا لفظ اوپر کے مصرع میں ہے۔ وہ بیان کا لفظ زبوں ہے اور زنجیروں ہے ان چاروں لفظوں سے ربط نہیں پاتا مطلع قطع لکھو۔ ترجیع بند لکھو یہ مصرع معنے عینی ہے کا نہیں مہمل محض ہے۔ والسلام۔ اسد اللہ ✣

ایضاً بندہ پرور بیش از بیش و کم از کم یہ ترکیب بہت فصیح ہے اسکو کون منع کرتا ہے اور جلال اسیر کی بیت بہت پاکیزہ اور خوب ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ در زمان من مہر بیش از بیش شد۔ و در زمان تو وفا کم از کم شد استاد کیا کہیگا اسمیں تو تین ٹکڑے کا لف و نشر ہے من اور تو مہر اور وفا بیش از بیش اور کم از کم۔ یاد رہے بیشتر از بیش و کمتر از کم اگرچہ بجنسہ بجا ہے لیکن فصاحت اسمیں کم ہے بیش از بیش و کم از کم افصح ہے

وہ شعر تمہارا خوب ہے اور ہمارا دیکھا ہوا ہے ؎ عیش ار تو ندیم کم ولے صبر ٭ بیش ست ترا کم ست مارا ٭ لیکن ہاں پہلے مصرع میں اگر کمتر ہوتا تو اور اچھا تھا۔ بہر حال اتنا خیال رہے کہ ایسی جگہ تر کا لفظ فصیح ہے چنانچہ میرا شعر ہے ؎ جلوہ کن منت منہ از ذرہ کمتر نیستم ٭ حسن با ایں تابناکی آفتابے بیش نیست ٭ ؎ ورنہ چشم تو چہ از ریزشِ دیوار کم است ٭ یہاں بہت ہی اوپری معلوم ہوتا ہے اور نرا ہندی کا ترجمہ رہ جاتا ہے فارسیت نہیں رہتی ؎ سہل مشمار زندگانی ہا ٭ مجھکو یاد پڑتا ہے کہ میں نے اِس مطلع کو یوں درست کر دیا ہے ؎ رایگان است زندگانی ہا ٭ مے تواں کرد جانفشانی ہا ٭ اور مصرع ثانی میں مطلع ایسا ہو گیا تھا کہ میرے جی میں آئی تھی کہ تمکو نہ دوں اور خود اس زمین میں غزل لکھوں مگر پھر میں نے خست نہ کی اور تمکو دیدیا۔ حضرت نے ملاحظہ نہیں فرمایا یہ خط جو آپ نے مجھکو لکھا ہے شراب کے نشہ میں لکھا ہے اور وہ اصلاحی اوراق بھی اسی عالم میں ملاحظہ فرمائے ہیں اب ؎ گاہ یا کے زندگانیہا اِس کو موقوف کیجئے اور وہ مطلع رہنے دیجئے کہ وہ بہت خوب ہے بعینہ مولانا ظہوری کا معلوم ہوتا ہے بھائی ہمارے اوراق اصلاحی کو غور سے دیکھا کرو تمہاری محنت تو ضائع نہ جاوے۔ ایامی چند میں جمع الجمع ایسی کھلی ہوئی نہیں ہے بلکہ فقیر کے نزدیک جمع الجمع ہی نہیں ہے مثلاً معانی چند اور احکامی چند اور اسرار چند یہ آدمی لکھ سکتا ہے مگر ہاں آمالہا یہ کھلی ہوئی ہے ؎ خطائے بزرگاں گرفتن خطاست ٭ ہمکو اپنی تہذیب سے کام ہے اغلاط میں سند کیوں ڈھونڈتے پھریں مثلاً حضرت حافظ نے لکھا ہے ؎ صلاح کار کجا و من خراب کجا ٭ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا ٭ میری جان ایسے موقع میں یہ چاہئے کہ بزرگوں کے کلام کو ہم موردِ اعتراض نہ کریں اور شہرت غلط نے شخص کے اتفاق کی یہ غلط البتہ میرا بھی موجب ملال ہے مگر یہ کون سا واقعہ عظیم ہولناک ہے کہ صاحبان اخبار اسکو چھاپیں آپ اس طرف التفات نہ فرمائیے ؎ گر ماہ آفتاب سپہر اعتبار گیر ٭ ور تیر و زہرہ گشتہ شود نوحہ خواں مخور ٭ میں کالے صاحب کے مکان سے اٹھ آیا ہوں بلیماروں کے محلہ میں ایک حویلی کرایہ لیکر اسمیں رہتا ہوں۔ وہاں میرا رہنا تخفیف کرایہ کی واسطے نہ تھا صرف کالے صاحب کی محبت سے رہتا تھا۔ واسطے اطلاع کے تمکو لکھا ہے۔

اگرچہ میرے خط پر حاجت مکان کے نشان کی نہیں ہے در دہلی بہ اسد اللہ برسد کافی ہے مگر الاکی عنوان لکھا کرو۔ محلہ بلیماراں لکھا کرو۔ اور ہاں صاحب ہمارے شفیق بابو صاحب کا حال لکھو۔ مسہل سے فراغت ہوئی اور مزاج کیسا ہے اور اب اجمیر اور وہاں سے آبو پہاڑ کو کب جائینگے۔ میرا سلام بھی کہدیجیگا۔ والسلام اسد اللہ۔ محررہ دوشنبہ بست و دوم مارچ ۱۸۵۹ء

ایضاً مرزا تفتہ پیر شو بیاموز۔ تم خوشگو اور زود گو مقرر ہو لیکن جسکو تم تحقیقات کہتے ہو وہ محض توہمات اور تخیلات ہیں قیاس دوڑاتے ہو وہ قیاس کہیں مطابق واقع ہوتا ہے کہیں خلاف۔ عرفی کہتا ہے ؏ روح را ناشتا فرستادی یعنی روح کو تو نے بھوکا بھیجا۔ ناشتا اسکو کہتے ہیں جسنے کچھ کھایا نہ ہو ہندی اسکی نہار منہ تم لکھتے ہو ؏ کہ بجہ ناشتا فرستادی؛ یعنی غذای صبح جیسا کہ ہندی میں مشہور ہے اسنے ناشتہ بھی کیا ہے یا نہیں واقف کہتا ہے ؏

نے محرم قفس نہ بدام آشنا شدیم
نفرین کنیم ساعت پرواز خویش را

یہ بھی ہندیکی فارسی ہے بری گھڑی اور شب گھڑی۔ اہل زبان اسی موقعہ پر طالع کہتے ہیں ؏ نفرین کنیم پرواز خویش را۔ قتیل کہتا ہے ؏ یک رہ حجابی بود تو زخون پاک نبود؛ کشتہ برگشتہ تپاں بود و دگر خاک نبود؛ یہاں ہیچ نبود کا محل ہے۔ ہندی میں کچھ نہیں کی جگہ خاک نہیں بولتے ہیں اور ہم جیسا صاحبان قاطع کا کیا ذکر کرتے ہیں وہ تو ہر لغت کو تینوں حرکتوں سے لکھتا ہے۔ زبر۔ زیر۔ پیش کا تفرقہ منظور نہیں رکھتا ہے۔ لکھتا ہے کہ یوں بھی آیا ہے اور یوں بھی دیکھا ہے جس لغت کو کاف عربی سے لکھیگا کاف فارسی سے بھی بیان کریگا جس لفظ کو طای حطی سے لائیگا۔ تای قرشت سے بھی ضرور لکھیگا۔ فضلای کلکتہ کے حاشیے دیکھو کہ وہ اس کی کیا تحقیق کرتے ہیں۔ نبیا نبوت کے مشتقات میں سے ہرگز نہیں۔ امامن امام کے مشتقات میں سے زنہار نہیں۔ نبی بخش کا مخفف نبیا۔ اور امام کا متعلق اگر مذکر ہے تو امامی اور اگر مونث ہے تو امامن۔ طغرا نے ہندی لغت کے لانیکا التزام کیا ہے ؏ وقت آن شد کہ مینا رگرگ ہندی سر کند؛ اور اساتذہ کو اسکا التزام منظور نہیں مگر کیا کریں گرگانواں نام ہے ایک شہر کا اسکو کیونکر بدلیں۔ ہاں گر بدای قرشت کہیں گے۔ لکھنو نام ہے ایک شہر کا وہ لکھنو بغیر ہای مخلوطہ کے کہیں گے

فی زمانہ چھاپے کو چھاپ بولتے ہیں عرفی جھگڑے کو جگر بولتا ہے ع آن باد کہ در ہند گر آید جگر آید ✤ رائے ثقیلہ ہائے مخلوطہ تشدید۔ یہ تینوں ثقالتیں مٹادیں۔ صاحب برہان قاطع اس لفظ کو فارسی بتاتا ہے اور زبان علمی اہل ہند میں بھی اسکو مشترک جانتا ہے اپنے کو رسوا اور خلق کو گمراہ کرتا ہے ع ہرزہ مشتاب و پے جادہ شناسان بردار ✤ اے کہ در راہ سخن چون تو ہزار آمد و رفت ✤ اہل ہند میں سوا خسرو دہلوی کے کوئی مسلم الثبوت نہیں میاں فیضی کی بھی کہیں کہیں ٹھیک نکل جاتی ہے۔ فرہنگ لکھنے والوں کا مدار قیاس پر ہے جو اپنے نزدیک صحیح سمجھا وہ لکھدیا۔ نظامی و سعدی وغیرہ کی لکھی ہوئی فرہنگ ہو تو ہم اسکو مانیں۔ ہندیونکو کیونکر مسلم الثبوت جانیں گائی کا بچہ بزور سحر آدمی کیطرح کلام کرنے لگا بنی اسرائیل اسکو خدا سمجھے یہ جھگڑے قضیے جانے دو۔ دو باتیں سنو۔ ایک تو یہ کہ ارغنوں کو بغین مضموم میں نے سہو سے لکھا۔ در اصل ارغنوں بغین مفتوح اور مخفف اسکا ارغن اور مبدل منہ ارگن ہے۔ دوسرے یہ کہ جب مع سوی خاں نے ایوانسی یوا لکھا تو اس لفظ کی صحت میں تامل نہ رہا۔ رامپور سے اپریل مہینے کا روپیہ اور تعزیت و تہنیت کے خط کا جواب آگیا آیندہ جو خدا چاہے نجات کا طالب غالب یکشنبہ

ایضاً بھائی یہ مصرع جو تمکو ہم پہنچا ہے فن تاریخگوئی میں اسکو کرامت اور اعجاز کہتے ہیں یہ مصرع سلمان ساوجی و ظہیر کا سا ہے چار لفظ اور چاروں واقعہ کے مناسب یہ مصرع کہکر اور مصرع کی فکر کرنی کسو سے ہو واہ واہ سبحان اللہ۔ اور یہ جو تم کو فر کے لفظ میں تردد ہوا اور ایک سوکھا ہما شعر ظہوری کا لکھا بڑا تعجب ہے یہ لفظ تمہا ہاں پنج آہنگ میں فن ہزار جگہ آیا ہوگا۔ فر اور فرہ لفظ فارسی ہے مرادف جاہ کے پس جاہ کو اور اسکو ہا ہے کہ بغیر ترکیب دیے نہ لکھیے عالیجاہ اور سکندر جاہ اور مظفر فر اور فریدون فر یوں بھی درست اور صرف جاہ اور فر یوں بھی درست ۔ اور ایک بات تمکو معلوم رہے کہ اس نوری خطاب کو خطاب بہادری کہنا بہت بیجا ہے۔ سنو! خطاب کے مراتب میں پہلے تو خانی کا خطاب ہے اور یہ بہت ضعیف ہے اور بہت کم ہے۔ مثلاً ایک شخص کا نام ہے میر محمد علی یا شیخ محمد علی یا محمد علی بیگ اور اسکو خاندانی بھی خطاب خانی نہیں حاصل پس جب اسکو بادشاہ وقت محمد علیخاں کہدے

تو گویا اسکو خانی کا خطاب ملا۔ اور جو شخص کہ اُسکا نام اصلی محمد علیخاں ہے یا تو وہ قوم افغان ہے یا خانی اُسکی خاندانی ہے۔ بادشاہ نے اُسکو محمد علیخان بہادر کہا پس خطاب بہادری کا ہے اسکو بہادری کا خطاب کہتے ہیں اس سے بڑھکر خطاب دو لگی کا ہے یعنی مثلاً محمد علیخاں بہادر اُسکو منیر الدولہ محمد علیخاں بہادر کہا اب خطاب دو لگی کا ہوا اسکو بہادری کا خطاب نہیں کہتے۔ ایسے خطاب پر افزایش جنگ کی ہوتی ہے۔ منیر الدولہ محمد علیخاں بہادر شوکت جنگ۔ یہ بھی خطاب پورا نہیں۔ پورا جب ہوگا کہ جب ملک بھی ہو پس پورے خطاب کو خطاب بہادری لکھنا غلط ہے یہ واسطے تمہارے معلوم رہنے کی لکھا گیا ہے آپ اس سات بیت کے قطعہ کو اپنے دیوان میں داخل اور شامل کر دیجیے یعنی قطعوں میں لکھ دیجیے جب تمہارا دیوان چھاپا جاویگا یہ قطعہ بھی چھپ جاویگا مگر ہاں منشی صاحب کے سامنے اسکو پڑھیے اور اُن سے استدعا کیجیے کہ اسکو اگرہ بھیجے تاکہ چھاپا جاوے اسعد الاخبار میں اور زبدۃ الاخبار میں۔ یقین ہے کہ وہ تمہارے کہنے سے عمل میں لاویں گے مجھکو کیا ضرور ہے کہ میں لکھوں میں نے یہاں صادق الاخبار میں چھپوایا ہے۔ -:- -

[illegible]

ایضاً صاحب! دو زبانوں سے مرکب ہے یہ فارسی متعارف۔ ایک فارسی۔ ایک عربی۔ ہر چند اس میں لغات ترکی بھی آجاتے ہیں مگر کمتر۔ میں عربی کا عالم نہیں مگر نرا جاہل بھی نہیں۔ پس اتنی بات ہے کہ اس زبان کے لغات کا محقق نہیں ہوں علماء سے پوچھنے کا محتاج۔ اور سند کا طلبگار رہتا ہوں فارسی میں مبدأ فیاض سے مجھے وہ دستگاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد و ضوابط میری ضمیر میں اسطرح جاگزیں ہیں جیسے فولاد میں جوہر۔ اہل پارس میں اور مجھ میں دو طرح کے تفاوت ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُنکا مولد ایران اور میرا مولد ہندوستان۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ آگے۔ پیچھے سو دو سو۔ چار سو۔ آٹھ سو برس پہلے پیدا ہوئے ہیں جُود لغت عربی ہے بمعنی بخشش۔ جوَاد صیغہ ہے صفت مشبہ کا نے تشدید۔ اس وزن پر صیغہ فاعل میری سماعت میں جو نہیں آیا۔ تو میں اسکو خود نہ لکھونگا۔ مگر جبکہ نظیری شعر میں لایا اور وہ فارسی کا مالک اور عربی کا عالم تھا تو میں نے مانا۔ کیا ہنسی آتی ہے کہ تم مانند اور شاعروں کے مجھکو بھی یہ سمجھے ہو کہ اُستاد کی غزل

یا قصیدہ سامنے رکھ لیا یا اُسکے قوافی لکھ لئے اور اُن قافیوں پر لفظ جوڑنے لگی لاحول ولا قوة۔ بچپن میں جب میں ریختہ لکھنے لگا ہوں لعنت ہے مجھپر اگر میں نے کوئی ریختہ یا اُسکے قوافی پیش نظر رکھ لئے ہوں صرف بحر اور ردیف قافیہ دیکھ لیا۔ اور اس زمین میں غزل قصیدہ لکھنے لگا۔ تم کہتے ہو۔ نظیری کا دیوان وقت تحریرِ قصیدہ پیش نظر ہوگا اور اُسکے قافیہ کا شعر دیکھا ہوگا۔ پھر لکھا ہوگا۔ واللہ اگر تمہارے اس خط کے دیکھنے سے پہلے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس زمین میں نظیری کا قصیدہ بھی ہے چہ جائے آنکہ وہ شعر۔ بھائی شاعری معنی آفرینی ہے قافیہ پیمائی نہیں ہے۔ زمان لفظ عربی ازمنہ جمع۔ دونوں طرح فارسی میں مستعمل۔ زمانی یکزماں۔ ہرزماں۔ زماں زماں۔ دریں زماں۔ دراں زماں۔ سب صحیح اور فصیح جو اسکو غلط کہے وہ گدھا۔ بلکہ اہل فارس نے مثل موج و موجہ یہاں بھی ہے بڑھا کر زمانہ استعمال کیا ہے۔ یکزماں کو میں نے کبھی غلط نہ کہا ہوگا سعدی کے شعر لکھنے کی کیا حاجت سنو میاں میرے ہموطن یعنی ہندی لوگ جو وادیٔ فارسی دانی میں دم مارتے ہیں وہ اپنے قیاس کو دخل دیکر ضوابط ایجاد کرتے ہیں جیسا وہ گدھا عبدالواسع ہانسوی لفظ نامراد کو غلط کہتا ہے اور یہ اُلّو کا پٹھا قتیل صفوتکدہ و شفقتکدہ و نشترکدہ اور ہمہ عالم و ہمہ جا کو غلط کہتا ہے۔ کیا میں بھی ویسا ہی ہوں جو یکزماں کو غلط کہونگا۔ فارسی کی میزان یعنی ترازو میرے ہاتھ میں ہے۔ الحمد للہ و للہ الشکر۔ مرقومہ چہار شنبہ ۲۷ ماہ اگست ۱۸۶۲ع

ایضاً میاں تمہاری استقلالات نے ہمیں مارا۔ میں نے کب کہا تھا کہ تمہارا کلام اچھا نہیں۔ میں نے کہا تھا کہ دُنیا میں کوئی سخن فہم و قدرداں نہ ہوگا مگر بات یہ ہے کہ تم مشق سخن کر رہے ہو اور میں مشق فنا میں مستغرق ہوں۔ بوعلی سینا کے علم کو اور نظیری کے شعر کو ضائع اور بیفائدہ اور موہوم جانتا ہوں۔ زیست بسر کرنیکو کچھ تھوڑی سی راحت درکار ہے اور باقی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور ساحری۔ سب خرافات ہے ہندوؤں میں اگر کوئی اوتار ہوا تو کیا اور مسلمانوں میں نبی بنا تو کیا۔ دُنیا میں نام آور ہوئے تو کیا اور گمنام جیئے تو کیا۔ کچھ وجہ معاش ہو اور کچھ صحت جسمانی باقی سب وہم ہے اے یار جانی

ہرچند وہ بھی ہم ہی ہیں مگر میں ابھی اسی پایہ پر ہوں شاید آگے بڑھکر یہ پردہ بھی اٹھ جائے اور وجہ معیشت اور صحت و لذت سے بھی گزر جاؤں عالم بیرنگی میں گزر پاؤں جس سناٹے میں ہوں وہاں تمام عالم بلکہ دونوں عالم کا پتہ نہیں ہر کسیکا جواب مطابق اسکے دیئے جاتا ہوں اور جس سے جو معاملہ ہے اسکو ویسا ہی برت رہا ہوں لیکن سبکو وہم جانتا ہوں یہ دریا نہیں ہے سراب ہے ۔ ہستی نہیں ہے ۔ پندار ہے ہم تم دونوں اچھے خاصے شاعر ہیں ۔ مانا کہ سعدی و حافظ کے برابر مشہور ہو گئے انکو شہرت سے کیا حاصل ہوا کہ ہمکو تمکو ہوگا ۔ قطعات تاریخ آگرہ کیونکر بھیجوں پھر تمہارے پاس بھیجتا ہوں خالق بمعنی معنی آفریں صحیح اور مسلم اور جائز ۔ لیکن جس طرح اللہ میں مشدد لام کو دو لام کے قائم مقام قرار دیا ہے الٰہ اور الٰہی میں الف ممدودہ کو دوسرا الف کیونکر سمجھیں قیاس کام نہیں آتا ۔ اتفاق سلف شرط ہے جب اور کسی نے الٰہی میں دو الف نہیں مانے تو ہم کیونکر مانیں ۔ دویم بروزن جحیم غلط ۔ دوم ہے بغیر تحتانی بالفرض تحتانی بھی لکھیں تو دویم پڑھینگے اگرچہ لکھینگے دویم واو کا اعلان ٹکسال باہر ہے ہاں دومی درست ہے ۔ مگر نہ یہ حذف تحتانی مثل زمین سے بحذف نون ۔ بلکہ بطریق قلب بعض ۔ دویم کا دومی ہو گیا ۔ کنوی کی تاریخ کو بے تامل بھیجدو ۔ اور تاریخ وفات کا اور مادہ سوچو ۔ کس واسطے کہ جب الٰہی میں سے ایک الف لیا تو ایک عدد کم ہو جائیگا ۔ والدعا ۔ از غالب روز ورود نامہ بلکہ وقت ورود نامہ بعد خواندن نوشتہ شد یکشنبہ ۔

◆

ایضاً بھائی تمہارے ذہن نے خوب انتقال کیا ۔ میں نے فی الحقیقت یہ شعر پڑھا ہے ؎ بہند آمدندی ز ایران و لیک آمدند کی جگہ آمدندی بصیغۂ استمرار ٹکسال باہر معلوم ہوا ؎ رسیدند در ہند ز ایران و لیک ۔ اسکی جگہ لکھا وقفی پوستین کا بیچارہ میں واقع ہوا ۔ پھر رسیدند در ہند بیجا ۔ تمہارا تصرف مستحسن جس طرح تم نے لکھا ہے اسی طرح رہنے دو ۔ صاحب سنبلستان سے کیوں گھبرائے ہو ۔ میں تمہارے گھبرانے سے گھبراتا ہوں رخ کو گل زلف کو سنبل فرض کرتے ہیں سنبلستان میں کیا عیب ہے ۔ اور اگر تمہیں پسند تو یہ قصہ ہی جانے دو ۔ اسوقت تک کہ اکتوبر کی آٹھویں ہفتہ کا دن تیسرے پہر کا وقت ہے میر قاسم علی صاحب تشریف نہیں لائے ۔ ہاترس کے منصف اور دلی کے نامنصف ہیں ۔ از غالب روز شنبہ ہشتم اکتوبر ۱۸۵۹ء ۔ آخر روز ۔ +

ایضاً میاں سنو اِس قصیدے کا ممدوح شعر کے فن سے ایسا بیگانہ ہی جیسے ہم تم اپنے مسائل دینی سے بلکہ ہم تم باوجود عدم واقفیت امور دینی سے نفور نہیں اور وہ شخص اس فن سے بیزار ہی علاوہ اس کے وہ اتالیق کہاں۔ وہاں سے نکالے گئے دلی میں اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہیں جب سے آئے ہیں ایکبار میرے پاس نہیں آئے نہ میں انکے پاس گیا یہ لوگ اِس لائق بھی نہیں کہ انکا نام لیجیے چہ جائیکہ مدح کیجیے۔ ہائے نوعی

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح ✣ اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل ✣ غالب

ایضاً انگشتری اور خاتم دونوں ایک ہیں تمنے خاتم بمعنی نگین باندھا یہ غلط۔ جنس وفا کس نرخ کیا ترکیب ہے۔ جنس کی نرخ وفا البتہ درست ہے۔ نظر اول میں بسبب تکدر حواس اور کثرت درد و ورم پا کے مَیں نے خیال کیا ہوگا ۔۔ یہ خط لکھ کر بند کر رکھا تھا کہ کل صبح روانہ کرونگا۔ چشم بد دور آج اسیوقت دو گھڑی دن رہے آپکا نوازشنامہ پہنچا وہ مسرا جو مَیں نے خالی چھوڑ دیا ہی اُسکو کتر کر یہ سطریں لکھکر بند کرتا ہوں سبحان اللہ ؎ دیگر نتواں گفت خس را کہ اہم ست این ۔۔ اسکا وزن کب درست ہی کیا فرماتے ہو غور کرو۔ بعد غور کے اسکی ناموزونی کا خود اقرار کروگے۔ شرف قزوینی کے مطلع میں ساغر غم درکشیدہ ایم۔ و دم درکشیدہ ایم۔ دوسرے شعر میں پیمانہای زہر ستم درکشیدہ ایم۔ درکشیدن کو ربط پیمانہ کے ساتھ ہی یا زہر کے ساتھ۔ اگر زہر درکشیدن جائز ہوتا تو وہ ستم کے قافیہ کو کیوں چھوڑتا۔ تیسرے شعر میں قلم درکشیدن ہی۔ چوتھے شعر میں آب درکشیدن ہی۔ پانچویں میں سر درکشیدن ہی۔ کیا زہر پانی ہی۔ اگر بمثل زہر آب ہوتا تو روا تھا۔ سبحان اللہ یہ عبارت جائیکہ شرف قزوینی ساغر و پیمانہ و زہر درکشید۔ آی برادر شرف زہر کجا درکشید بلکہ پیمانۂ زہر درکشید۔ شما ہم ساغر ستم درکشید۔ ستم درکشیدن کجا و پیمانۂ غم درکشیدن کجا سمجھنے تو تمکو اجازت دی ہی۔ خیر رہنے دو۔ ہند میں اسکو کون سمجھیگا چاہو یوں کردو ؎

دالی من و دل انچہ بہم درکشیدہ ایم ✣ در یک نفس دو ساغر ستم درکشیدہ ایم

غالب ۔۔ سبحان اللہ تم جانتے ہو کہ مَیں ایسا مصرع موزوں کرنے پر قادر ہوں جو مجھ سے مطلع مانگتے ہو

گمانِ زیست بود برمنت زبیدردی ٭ بدست مرگ ولے بدتراز گمانِ تونیست

خیر شرف قزوینی کی سند پر وہ مطلع رہنے دو غالب ۱۲ میں ایسا جانتا ہوں کہ ذراعہ بہ تشدید ہے اور وہ ذرع بوزن زرع اور لغت ہے ۱۲ صاحب یہ قصیدہ تمنے ایسا لکھا ہے کہ میرا دل جانتا ہے کیا کہنا ہے۔ ایک خیال رکھا کرو شعر اخیر میں کوئی بات ایسی آجائے کہ جس سے اختتام کے معنی پیدا ہوا کریں۔ ایک قصیدہ صلاح دیکر بھیج چکا ہوں اور اسی ورق پر فلانے صاحب کے باب میں تمکو ایک نصیحت کرچکا ہوں۔ ادھر کے جواب کا ہرگز خیال نرکھو اور ادھر سے اگر قصیدہ کے ارسال میں دیر ہوا کرے تو گھبرایا نہ کرو۔ اب میرے پاس دو قصیدے ہیں ایک لشکر برادرم اور ایک کل آیا ہے برجا ماند و دریا ماند خوب کہے ہیں مضمون سے پہلے ممدوح ڈھونڈھنا پڑتا ہے اگر میں تمکو ممدوح بنا سکتا تو قصیدہ اسکے نام کا تمسے منگوا چکا ہوتا اور اس ممدوح تک پہنچا چکا ہوتا۔ بھائی ایک دقیقہ ہے کہ لکھنے کے قابل نہیں ہاں ملاقات ہوئے پر کہہ سکتا ہوں۔ اللہ اللہ ٭

ایضاً صاحب گوہر خاور یہ قصیدہ بہت اصلاح طلب تھا میں نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیجدیا ہے جب تم صاف کر کے بھیجوگے ہم تمہارے ممدوح کو دیدینگے۔ کل تمہارا قصیدہ پہنچا میں نے دوپہر کو دیکھکر درست کیا آج پنجشنبہ ۱۳ ستمبر کو ڈاک میں بھجوا دیا۔ صاحب آج میر بادشاہ آئے تمہاری خیر و عافیت انکی زبانی معلوم ہوئی اللہ تمہیں خوش رکھے اور مجکو تمہارے خوش رکھنے کی توفیق دے۔ ممدوح کا نام کیا لکھوں بات اسی قدر ہے کہ رامپور میں کوئی صورت کسیطرح بنتی نظر نہیں آتی ورنہ کیا تمہارا قصیدہ وہاں نہ بھجواتا ۱۲ ذراعہ کو نہ کہو کہ تشدید نہیں ہے۔ اصل لغت مشدد ہے شعرا اسکو مخفف بھی باندھتے ہیں سعدی کے مصرعہ سے اتنا مقصود حاصل ہوا کہ ذراعہ بے تشدید بھی جائز ہے۔ یاد رہے جادّہ اور ذرّاعہ دونوں عربی لغت میں وہ دال کے تشدید سے اور یہ رے کی تشدید سے مگر خیر جادہ و ذراعہ بھی کہتے ہیں یہ کہو کہ ذراعہ ہرگز نہیں ہے یہ کہو کہ ذراعہ بے تشدید بھی جائز ہے یہی ہمارا [illegible] ۱۲

ایضاً صاحب دیباچہ و تقریظ کا لکھنا ایسا آسان نہیں ہے جیسا تمکو دیوان کا لکھ لینا کیوں روپیہ خراب کرتے ہو اور کیوں چھپواتے ہو اور اگر یوں ہی جی چاہتا ہے تو ابھی کہے جاؤ آگے چل کر دیکھ لینا۔

اب یہ دیوان چھپوا کر اور تیسرے دیوان کی فکر میں پڑو گے تم تو دو چار برس میں ایک دیوان کہہ لو گے میں کہاں تک دیباچہ لکھا کرونگا۔ مُدعا یہ ہے کہ اس دیوان کو اس دیوان کے برابر ہو لینے دو۔ کچھ قصیدہ و رباعی کی فکر کیا کرو۔ دو چار برس میں اس قسم سے جو کچھ فراہم ہو جاوے دوسرے دیوان میں اس کو بھی درج کرو۔ صاحب جہاں تقطیع میں الف نہ سمائے وہاں کیوں لکھو۔ اسد ❊

ایضاً دیدست یہ لفظ نیا بنایا ہے۔ مقصود تمہارا میں نے تو سمجھ لیا مگر زنہار اور کوئی نہ سمجھے گا۔ المعنی فی بطن القائل کے یہی معنی ہیں۔ چشمانِ پرخمار و چشمانِ بجیا۔ ان دونوں ترکیبوں میں سے ایک لکھ لو ان سب اشعار میں نہ عیب نہ لطف۔ دیکھو صاحب خط میں پھر وہی بیش و بیشتر کا قصہ آئی ہو چہ جرم وجہ سبب وچہ گناہ پر جو سند لاتے ہو ؎ عشق بہت و صد ہزار تمنا مرا چہ جرم ❊ اسکی حاجت کیا ہے جاناں مددے۔ یاران مددے یہ تمام غزل اسی طرح کی ہے۔ اگر یہ ترکیب سست ہوتی تو میں ساری غزل کیوں نہ کاٹ ڈالتا۔ دیکھو رفیع السودا کہتا ہے ؎ نہ ضرر کفر کو نہ دین کو نقصان مجھ سے ❊ باعثِ دشمنی ای گبر و مسلمان مجھ سے ❊ غالب کہتا ہے ؎ مجھ تک کب اُنکی بزم میں آتا تھا دورِ جام ❊ ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں ❊ یعنی اب جو دور مجھ تک آیا ہے تو میں ڈرتا ہوں۔ یہ جملہ سارا مقدر ہے میرا فارسی کا دیوان جو دیکھیگا وہ جانیگا کہ جملے کے جملے مقدر چھوڑ جاتا ہوں مگر ؎ ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکانی دارد ❊ یہ فرق البتہ و جدائی ہے بیانی نہیں ؎ اگر دریافتی بر دانشت بوس ❊ وگر غافل شدی افسوس افسوس ❊ از اسد اللہ۔ روز جمعہ۔ ۱۳ر جنوری سنہ ۱۸۵۷ء ❊

ایضاً صاحب یہ قصیدہ تم نے بہت خوب لکھا ہے حق تعالیٰ شانہ اسکا تمہیں صلہ دے۔ نواب مصطفیٰ خان صاحب کے ہاں سے قصیدے کی رسید آ گئی یقین ہے کہ تم کو بھی وہ خط لکھیں۔ دریبولا یہاں آیا چاہتے ہیں اور مجھکو یہ لکھا تھا کہ قصیدہ پہنچا۔ کیا کہنا ہے ایسا ہے اور ایسا ہے۔ میں چند روز میں وہاں آتا ہوں عند الملاقات اس قصیدے کے باب میں باتیں ہونگی۔ ضیاء الدین خان صاحب کا بھی مقدمہ آجکل فیصل ہوا چاہتا ہے

وہ قصیدہ میری پاس امانت ہے انکو دیا جائیگا انشاءاللہ العلی العظیم ؎ از من فراغ برد بریدم
من از فراغ ✤ بریدم من از فراغ یعنی قطع نظر کردم از فراغ و نومید شدم از فراغ ✤ ۱۲

ایضاً بھائی ریمیا و سیمیا خرافات ہیں اگر انکی کچھہ اصل ہوتی تو ارسطو اور افلاطون اور بوعلی یہ بھی کچھہ اس باب میں لکھتے۔ کیمیا اور سیمیا دو علم شریف ہیں جو اشیا کی تاثیر سے تعلق رکھتی وہ کیمیا اور جو اسماء سے متعلق ہو وہ سیمیا ؎ جان غم سیمیا نخورد گہے ✤ دل سوئے کیمیا نیاورد ہم ✤
شعر بامعنی ہوگیا یہ نہ سمجھا کرو کہ اگلے جو لکھ گئے ہیں وہ حق ہے۔ کیا آگے آدمی احمق پیدا نہیں ہوتے تھے زبان و زمانہ کو میں پاگل ہوں جو غلط کہوں گا۔ ہزار جگہ میں نے نظم و نثر میں زبان و زمانہ لکھا ہوگا وہ شعر کس واسطے کاٹا گیا۔ سمجھو پہلا مصرع لغو۔ دوسرے مصرع میں نبرد کا فاعل معدوم۔ حلقہ زا کی زے پر نقطہ تھا میں نے غصہ میں لکھا کہ نہ حلقہ را درست نہ حلقہ زا درست۔ مگر یہ فارسی بیدلانہ ہے جس کے سننے سے مرتا ہوں مجھے سمجھاتے ہو کہ صد جا در کلام اہل زبان خواہند یافت مگر میں بانی کلام اہل زبان نہیں ؎ گردش چرخ استخوان سائید ✤ اس سے بہتر یہہ ہے ؎ سودہ شد استخوان ز گردش چرخ ✤ باقی اور مصرعے سب اچھے بنائے ہیں۔ غالب ۔ ✤ ۔

ایضاً حضرت پرسوں صبحکو تمہارے سب کاغذ ایک لفافہ میں بند کرکے ڈاک گھر بھجوا دیئے سمجھا کہ اب چند روز کو جان بچی اسی دن شام کو ایک خط آپکا اور پہنچا اسکو بھی روانہ کرتا ہوں اپنا حال پرسوں کے خط میں مفصل لکھ چکا ہوں ادنیٰ بات یہ ہے کہ جو کچھہ لکھتا ہوں وہ لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ مزے کی بات ہے کہ میرا لکھا ہوا میرا حال یاد نہیں اور کسی نے جو کہدیا کہ غالب کے پانوں کا ورم اچھا ہو گیا اور اب وہ شراب اُن کو بھی پیتا ہے تو حضور نے ان باتوں کو یقین جانا۔ بیس برس آگے یہ بات تھی کہ موسم باراں میں یا پیش از طعام چاشت یا قریب شام تین گلاس پی لیتا تھا اور شراب شبانہ معمولی میں مجرا نہ لیتا تھا۔ اِن تین برس میں تین برساتیں ہوئیں بڑی بڑی مینہ برسے پینا ایکطرف دل میں بھی خیال نہ گزرا بلکہ آنکی شراب

کی مقدار کم ہو گئی ہے۔ پانوں کا ورم حد سے زیادہ گزر گیا۔ مادہ تحلیل کے قابل نہ نکلا۔ کھولن شروع ہو گئی حکما، جو دو تین یہاں ہیں، انکی رائے کیمطابق کل سے سینک کا بھرتا بندھیگا وہ پکا لائیگا تب اس کے پھوڑنیکی تدبیر کیجائیگی۔ تلوا زخمی۔ پنڈلی زخمی۔ اگر وہ نامرد بیدرد جھوٹا ہے تو اسپر ہزار لعنت۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر صد ہزار لعنت ۱۲

ایضاً مرزا تفتہ یہ غلطی تمہارے کلام میں کبھی نہیں دیکھی تھی کہ شعر ناموزوں ہو۔ بڑی قباحت یہ کہ اعجم بہ تشدید لفظِ عربی ہے ؎ دیگر نتواں گفت خصم را کہ اعجم ہست ٭ مگر بحر اور ہو جاتی ہے مانا کہ فارسی نویسانِ عجم نے یوں بھی لکھا ہو کاف کے اسقاط کی کیا توجیہ کروگے اور پھر تمہیں تصور کبھی بحر بدل جاتی ہے۔ ناچار اس شعر کو نکال ڈالو۔ ہمیں نے تمہیں قصائد لکھنے کو کہا تھا۔ اب ہم منع کرتے ہیں کہ عاشقانہ قصائد نہ لکھا کرو۔ مدح بشرطِ ضرورت لکھو مگر بفکر و غور ۱۲ غالب۔ ۱۶ جولائی سنہ ۱۸۶۳ء

ایضاً صاحب کشیدن کیجگہ درکشیدن و برکشیدن بلکہ برکشیدن کی جگہ درکشیدن نہ چاہیئے برآمدن و درآمدن کا استعمال بعض متاخرین نے عام کردیا ہے یعنی درآید سے برآید کے معنی لیئے ہیں لیکن درکشیدن اور ہے اور کشیدن اور۔ میں قریب بمرگ ہوں۔ پاؤں کے ورم نے اور ہاتھ کے پھوڑے نے مار ڈالا ہے یہ بات باور کرنا اور میرے سب آدمی بلکہ بعض دوست جو روز آتے ہیں وہ بھی گواہ ہیں کہ میں صبح سے شام شام سے صبح تک پڑا رہتا ہوں خطوط کی تحریر لیٹے لیٹے ہوتی ہے۔ اشعارِ اصلاح کو بہت جگہ سے آتے تھے سب کو منع کر دیا۔ ایک رئیس رامپور اور ایک تم ان کی اصلاح رہ گئی۔ ٭

ایضاً حضرت آپکے سب خط پہونچے سب قصیدے پہنچے۔ بعد اصلاح بھیجدیئے گئے۔ ستر برس کی عمر آلامِ روحانی۔ نہ میں کہوں نہ کوئی باور کرے۔ امراضِ جسمانی میں کیا کلام ہے بائیں پانو میں چھینا بھر سے ورم ہے۔ کھڑے ہونیمیں رگیں پھٹنے لگتی ہیں افعالِ دماغ ناقص ہو گئے ہیں حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں قصہ مختصر ایک قصیدہ کا سابق اور ایک کل کا آیا ہوا یہ دونو

ایک لفافہ میں آج روانہ کرتا ہوں - جمعہ ۳ جولائی - + -

ایضاً حضرت اس قصیدہ کی جتنی تعریف کروں کم ہے - کیا کیا شعر نکالے ہیں - لیکن افسوس کہ بے محل اور بیجا ہے - اس مدح اور اس ممدوح کا بعینہ وہ حال ہے کہ ایک مزبلہ پر سیب کا یا بہی کا درخت اُگ جائے - خدا تم کو سلامت رکھے دُکانِ بے رونق کے خریدار ہو - ۱۲

ایضاً لو صاحب ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کر کے انبالہ کا جانا موقوف کیا اور بڑے گورنر کا دربار خلعت اور وقت پر موقوف رکھا - بیمار ہوں ہات پر ایک زخم - زخم کیا ایک غار ہو گیا ہے - دیکھیے انجامِ کار کیا ہوتا ہے - غالب ۱۲

ایضاً تمکو معلوم رہے کہ ایک ممدوح تمہارے ہاں آئے ہیں - اُنکو مَیں نے تمہاری فکر اور تلاش کا مداح پایا - جنوری ۱۸۶۲ء میں کچھ تمھاری خدمت میں بھیجیں گے - تمکو قبول کرنا ہوگا سمجھے! یہ کون؟ یعنی نواب مصطفٰے خانصاحب - اور دوسرے ممدوح یعنی نواب ضیاء الدینخان وہ آخر دسمبر ۱۸۶۱ء میں یا اوائل جنوری ۱۸۶۲ء میں حاضر ہوں گے - + -

ایضاً لاحول ولاقوة - کس ملعون نے بسبب ذوقِ شعر اشعار کی اصلاح منظور رکھی - اگر مَیں شعر سے بیزار ہوں تو میرا خدا مجھ سے بیزار - مَیں نے تو بطریقِ قہرِ درویش بجانِ درویش لکھا تھا - جیسے چھوٹی جورو بڑے خاوند کے ساتھ مرنا بھرنا اختیار کرتی ہے میرا تمہارے ساتھ وہ معاملہ ہے ۱۲

ایضاً میرزا تفتہ کیا کہتا ہے نہ ظہیر کا پتا نہ غالب کا مداح شائستہ صد ہزار آفرین و ممدوح سزاوار صد نفرین ۱۲

ایضاً صاحب تمنے تن تن کا ذکر کیوں کیا - مَیں نے اس باب میں کچھ لکھا تھا - تن تن اور تنتنا صوت ہیں تار کے ہندی و فارسی میں مشترک - نبیا اور امامن کی لکھنے کو مَیں نے منع ہرگز نہیں کیا شوق سے لکھو یہ تم کو سمجھایا تھا کہ نبیا مخفف نبی بخش اور امامن متعلق بہ امام ہے مشتقات میں سے کسی کو تصور نہ کرو قاعدہ دانانِ اشتقاق

تم ہنسیں گے ۱۲ ایوا کے جتنی شعر تم نے لکھے ہیں سب لغو ہیں ایوا کے اور سند ایوا کے کی مومن خاں نے بحسب ضرورت شعر ایوا لکھا ہے تہمتن بر وزن قلمزن ہے فردوسی نے سو جگہ شاہنامہ میں تہمتن بسکون ہای ہوز لکھا ہے تحسین کیا اس لغت کی دو صورتیں قرار پا گئیں لاحول و لا قوۃ لغت وہی بحرکت ہاے ہوز ہے میں نے کسقدر کلام کو طول دیا صاحب کے شعر کی حقیقت شرح و بسط سی لکھی تم نے ہرگز اعتبار نکیا۔ ایوا کو الگ سمجھی مصیبتاہ کو جدا سمجھی۔ بھلا نہیں میری قول کو گذشتہ سمجھتے ہو۔ نہ امصیبتاہ یا حسرتاہ برہان قاطع میں یا بہار عجم میں ہمکو دکھادو۔ وہی اداے کہ جب اسکے بعد مصیبتا یا حسرتا یا ویلا آتا ہے تو تحتانی کو حذف کرکے وا ویلا وغیرہ لکھتے ہیں چاہو ای وا ویلا لکھو۔ چاہو وا ویلا لکھو چاہو آخر میں ہاے ہوز لکھو جیسا کہ وا مصیبتاہ۔ چاہو بے ہای ہوز وا مصیبتا۔ اور یہی حال ہے حسرت و درد و تاسف و دریغ کا جہاں ای کے ساتھ وا مصیبتا پاؤ وہاں ای کو حرف ندا اور منادی یعنی ہمنشین اور ہمدم کو مقدر سمجھو۔ فرہنگ لکھنے والوں نے اشعار قدما میں ترکیبیں کہیں کہیں اپنا قیاس دوڑا کر اسکی حقیقت ٹھیرالی۔ کہیں انکا قیاس غلط کہیں صحیح۔ سو تمہیں کیسے ایسے کج فہم ہو کہ اسکا قیاس ہر لغت میں شاید ہر جگہ صحیح ہو۔ میں نے تو صاف لکھدیا تھا کہ مومن خاں کے شعر کی سند پر ایوا کو رہنے دو مگر صاحب کے شعر میں ایوا کو الگ اور مصیبتاہ کو جدا نہ سمجھو۔ تمہارے قیاس نے پھر تمہیں کہیں کا کہیں پھینکا اور تم نے بھی کہا کہ صاحب نے ایوا لکھا ہے۔ نجات کا طالب غالب ॰

ایضاً سچ ہے اگر آپ استاد کا مصرعہ لکھتے تو میں بروے استادان رنگ کو کہاں سے سمجھتا ؎ بہ از من نصیحتگرے بایدت ؎ ندانم پس از من چہ پیش آیدت ॰ میں نے جو لکھا کہ میں اچھا ہوں اسکو آپ سچ سمجھکر خدا کا شکر بجا لائے۔ وہ جو میں نے لکھا تھا کہ شدت مرض کا بیان مبالغۂ شاعرانہ ہے اسکو بھی آپ نے سچ جانا ہوگا حالانکہ یہ دونوں کلمے از راہ طنز تھے۔ میں جھوٹ سے بیزار ہوں اور جھوٹے کو ملعون جانتا ہوں کبھی جھوٹ نہیں بولتا جب تم نے کیسطرح بیان واقعی کو باور نہ کیا تو میں نے تمہیں لکھ بھیجا کہ اچھا ہوں اور یہ کلمہ تمہیں میں نے جب لکھا ہے کہ عہد کر لیا ہے کہ جب تک دم میں دم اور ہاتھ میں جنبش قلم ہے جب تک موقع

اصلاح خیال میں آسکتا ہی آج جو تمھارا دفتر پہنچیگا اسکو کل روانہ کردیا کرونگا مجملاً حال میرا یہ ہی کہ قریب مرگ ہوں۔ دونوں ہاتھوں میں پھوڑی پانوں میں ورم نہ وہ اچھے ہوتے ہیں نہ یہ رفع ہوتا ہی بیٹھہ نہیں سکتا۔ لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ کل تمھارا دو ورقہ آیا آج صبحکو لیٹے لیٹے اسکو دیکھ کر تمھیں بھجوایا۔ زنہار تم مجھے تندرست سمجھی جاؤ اور دفتر کے دفتر بھیجتے رہو۔ ایکدن سی زیادہ توقف نہ کرونگا۔ قریب مرگ ہوں تو بلا سے۔ غالب صبح پنجشنبہ۔ ۲۳ جولائی ۱۸۶۳ع۔

ایضاً صاحب قصیدہ پر قصیدہ لکھا اور خوب لکھا آفرین ہی پھر استاد کے شعر تضمین کیوں کر دیی نہ اسکی کچھہ حاجت نہ ہمیں کوئی افزایش حسن تمہاری۔ ایک شعر کو ایک شعر کے بعد رکھدیا ہی تاکہ مقطع کلام ہوجائے۔ پہلا قصیدہ تمہارا برآورم ورم کی ردیف سست ہی اسکو ہمنے نامنظور کیا مگر نظر ثانی میں جو شعر قابل رکھنے کی ہونگے وہ لکھکر تمکو بھیجدینگے بالفعل ایک شعر کی قباحت تمپر ظاہر کرتے ہیں تاکہ آئندہ اس بلا سی احتراز کرو ع نور سعادت از جبہ قاصدم چکید یہ کیا ترکیب ہی جبہ بروزن شبہ یعنی دو ہای ہوز ہیں جبۂ قاصد ایک ہای ہوز کہاں گئی ع ہر کجا چشمۂ بود شیریں۔ چشمہ کی جگہ چشمۂ لکھتے ہو۔ یہ بات ہمیشہ کو یاد رہی اتنے بڑے مشاق سی ایسی غلطی بہت تعجب کی بات ہی ۱۲ میاں برگ دنیانہ ساز ونیش بود۔ یہ کوئی لغت نہیں ایک لفظ نہیں کہ کسی فرہنگ میں سی نکل آئے یہ طرز تحریر ہی کسکو یاد ہی کہ اسکا نظیر کہاں موجود ہی۔ اس سی قطع نظر وہ شخص ایسا کہاں کا فارسی دان اور عالم ہے کہ میں لڑوں کسطرح بیت بحثی کروں۔ دو جوتیاں آپ لگادیں ایک جوتی تم سی لگوادی اب قطع نظر کرو اور سکوت اختیار فرماؤ۔ میں برہان کا خاکا اڑا رہا ہوں چار شربت اور غیاث اللغات کو حیض کا لتہ سمجھتا ہوں ایسے گمنام چھوکروں سی کیا مقابلہ کرونگا۔ برہان قاطع کے اغلاط بہت نکالی ہیں تین جزو کا ایک رسالہ لکھا ہی اسکا نام قاطع برہان رکھا ہی اب اسکے چھاپے کی فکر ہے اگر یہ مدعا حاصل ہوگیا تو ایک جلد چھاپے کی تمکو بھیجدونگا ورنہ کاتب سے نقل کرواکر قلمی ایک جلد بھیجدونگا۔ بہت سود مند نسخہ ہے۔

اِس قصیدہ متبرکہ کو موافق صلاح کے اِس کاغذ سے اور کاغذ پر نقل کر کے اور جو مطالب اِس کاغذ پر مرقوم ہیں اُنکو حافظہ کے سپرد کر کے اِس ورق کو پھاڑ ڈالو اور اِس قصیدہ پر ناز کیا کرو یہ قصیدہ تمہارا ہمکو بہت پسند آیا ہے

ایضاً صاحب تمہاری یہ اوراق سکندر آباد سے دلی اور دلی سے یہاں پہنچے۔ یقین ہے کہ رامپور سے میرے بھیجے ہوئے سکندر آباد پہنچے ہونگے سوائے ایک مصرعہ کے مجھے اور جگہ کی اصلاح یاد نہیں تم جو اپنے فرزند کو ناشناسائے مزاج روزگار لکھتے ہو خود ہمیں اُس سے کیا کم ہو پہلے تو یہ بتاؤ کہ رامپور میں مجھے کون نہیں جانتا کہاں مولوی وجیہہ الزماں صاحب کہاں میں انکا مسکن میرے مسکن سے دُور پھر درِ دولت رئیس کہاں اور میں کہاں چار دن عالی شہر نے اپنی کوٹھی میں اُتارا۔ میں نے مکان جداگانہ مانگا دو تین حویلیاں برابر برابر مجھکو عطا ہوئیں اب اُسمیں رہتا ہوں بحسب الاتفاق ڈاک گھر مسکن کے پاس ہے ڈاک منشی آشنا ہو گیا ہے برابر دلی سے خط چلے آتے ہیں صرف رامپور کا نام اور میرا نام۔ محلہ اور عرف کی حاجت نہیں بلکہ درِ دولت اور مولوی صاحب کے نشان سے شاید خط تلف ہو جائے۔ دوسری بات جو تمنے لکھی ہے وہ بھی مطابق واقع و مناسب حال نہیں اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلاؤں گا۔ غالب۔ ✦

ایضاً صاحب واقعی سُداب کا ذکر کتب طبی میں بھی ہے اور عرفی کے ہاں بھی ہے تمہارے ہاں اچھا نہیں بندھا تھا سو اُسکو کاٹ دیا۔ تراب کچھ ایسا لفظ غریب ہے جسکو اسطرح پوچھتے ہو۔ خاقانی کے کلام میں اور اساتذہ کے کلام میں ہزار جگہ آیا ہے۔ تراب اور سُداب دونوں لغت عربی الاصل صحیح ہیں۔ غالب

ایضاً دل نسّے اعدا ربود و نماند ÷ در نظر ما بہار بود و نماند ÷ اگر بود کے آگے کے واؤ کو موقوف اور محذوف کر دوگے تو ہمارے نزدیک کلام سراسر بلیغ ہو جائیگا۔ میری جان جو خجالت کہ مجھکو تم سے ہے شاید بسبب عبادت کرنیکے قیامت میں خدا سے بھی نہ ہوگی اور بسبب خلاف شرع کرنیکے پیغمبر سے بھی نہ ہوگی مگر خدا ہی جانتا ہے جو میرا حال ہے۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ ✦

ایضاً مرزا تفتہ صاحب اِس قصیدہ کے بابمیں بہت باتیں آپکی خدمتمیں عرض کرنی ہیں

پہلے تو یہ کہ خنجر را و گوہر را کو تمیز از قسم تنافر سمجھا اور ان اشعار اساتذہ سند لائے یہ خدشہ نہیں پیدا ہوتا مگر لڑکوں کے اور مبتدیوں کے دل میں تسلیم ؎ شراب بنقل نخواہد بگیر ساغر را ✤ کہ احتیاج شکر نیست شیر مادر را ✤ یہ غزل شاہجہاں کے عہد کی طرحی ہے۔ صائب قدسی شعرای ہند نے اسپر غزلیں لکھی ہیں دوسرے یہ کہ ممدوح کا پورا نام بے تکلف آتے ہوئے خالی کیوں اڑا دو۔ ضیاء الدین احمد خاں نام ہے۔ ہندی میں رخشاں تخلص فارسی میں نیر تخلص ؎ ہمانا نیر رخشاں ضیاء الدین احمد خاں ✤ دیکھو تو کیا پاکیزہ مصرع ہے یہ نہ کہنا کہ شعرا ممدوح کا نام تنہا لکھ جاتے ہیں وہ بحسب ضرورت شعر ہے جس بحر میں پورا نام نہ آئے اسمیں شوق سے لکھو جائز رو مستحسن جس بحر میں نام ممدوح کا درست آئے اوسمیں فروگزاشت کیوں کرو۔ دوشنبہ ۱۶ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ء

ایضاً میں تمکو خط بھیج چکا ہوں پہنچا ہوگا۔ کل ایک رقعہ میری پاس آیا کوئی صاحب عطاء اللہ خاں اور نامی تخلص کرتے ہیں خدا جانے کہاں ہیں اور کون ہیں ایک دوست نے وہ رقعہ میری پاس بھیجا میں نے اسکا جواب لکھکر اسی دوست کے پاس بھیجدیا۔ تمکو رقعہ بھیجتا ہوں پڑھ کر حال معلوم کرو گے تمہاری شعر میں جو تردد تھا اسکا جواب میں نے یہ لکھا ہے تمکو بھی معلوم رہے ؎ رفت آنچہ بمنصور شنیدی تو ومن ہم ✤ اے دل سخنے ہست نگہدار زباں را ✤ تردد یہ کہ آنچہ بمنصور رفت نہیں دیکھا۔ آنچہ بر منصور رفت درست ہے۔ جواب باء موحدہ علی کے معنی بھی دیتی ہے پس جو کچھ بر سے مراد تھی وہ باء موحدہ سے حاصل ہو گئی اور اگر باء موحدہ کے معنی معیت کے لیں تو بھی درست ہے نظیری کہتا ہے ؎ شادی کہ غلبۂ بیکسی و ذم میزنی ✤ در شہر ایں معاملہ با ہر گدا رود ✤ اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں معاملہ ہے اور اس شعر میں معاملہ کا لفظ نہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ سراسر دونوں شعروں کی صورت ایک ہے نظیری کے ہاں معاملہ مذکور ہے اور تفتہ کے ہاں مقدر ہے رفت کا صلہ اور تعدیہ باء موحدہ کیساتھ دونوں جگہ ہے والسلام۔ اسد اللہ ✤

ایضاً صاحب۔ دیکھو پھر تم دنگا کرتے ہو وہی بیش و بیشتر کا قصہ نکلا۔ غلطی میں جمہور کی پیروی کیا فرض ہے یاد رکھو یای تحتانی تین طرح پر ہے جزو کلمہ ؎ ہمائے بر سر مرغاں ازاں شرف دارد ✤ اے سر نامہ نام تو عقل گرہ کشائی را یہ ساری غزل اور مثل اسکی جہاں یای تحتانی جزو کلمہ ہے اسپر ہمزہ لکھنا گویا عقل کو گالی دینا ہے اور دوسرے تحتانی مضاف ہے

صرف اضافت کا کسرہ ہے ہمزہ وہاں بھی مخل ہے جیسے آسیائے چرخ یا آشنائے قدیم۔ توصیفی اضافی بیانی کسی طرح کا کسرہ ہو ہمزہ نہیں چاہتا۔ خدائے تو شوم رہنمائے تو شوم یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ تیسری یے دو طرح ہے یا مصدری اور وہ معروف ہوگی۔ دوسری طرح توحید و تنکیر وہ مجہول ہوگی مثلاً مصدری آشنائی یہاں ہمزہ ضرور بلکہ ہمزہ نہ لکھنا عقل کا قصور۔ توحیدی آشنائی یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا۔ یہاں جب تک ہمزہ نہ لکھو گے دانا نہ کہاؤ گے ۱۲ نیم گناہ و نیم نگاہ و نیم ناز۔ یہ روزمرہ اہل زبان ہے۔ نیم بمعنی اندک ورنہ گناہ کا آدھا اور نگاہ کی ادھواڑ۔ اور ناز کا آدھا یہ مہملات میں ہے۔ ان چیزونکا منا صفحہ کیا اگر تمکو نیم گناہ پسند نہیں تازہ گناہ رہنے دو ۱۲ آختہ بستہ تازہ غازہ خانہ دانہ آوارہ بیچارہ روزہ یوزہ ہزار لفظ ہیں کہ انکے آگے جب یائے توحید آتی ہے تو اسکی علامت کیواسطے ہمزہ لکھدیتے ہیں۔ زرہ۔ گرہ۔ کلاہ۔ شاہ۔ آگاہ۔ آگہ۔ صبحگاہ۔ صبحگہ ایسے الفاظ کے آگے اگر تحتانی آتی ہے تو زرہی۔ گرہی۔ کلاہی۔ شاہی۔ آگاہی۔ آگہی۔ گاہے۔ گہے۔ لکھدیتے ہیں ۱۲ غالب

ایضاً صاحب و سراپا رسل جسکو تمنے بہ تکلف خط بنا کر بھیجا ہے پہنچا۔ نہ اصلاح کو جگہ نہ تحریر سطور کا پیچ و تاب سمجھ میں آتا ہے تمنے الگ الگ دو دو ورق پر کیوں نہ لکھا اور چھدرا چھدرا کیوں نہ لکھا۔ ایک آدھ دو ورق زیادہ ہو جاتا تو ہو جاتا۔ بہرحال اب مجھے پوچھنے پڑے ہیں سوالات۔ اگر کوئی سوال میری نظر نہ چڑھے اور رہ جائے تو سطور کی موڑ توڑ کا گناہ سمجھنا میرا قصور نہ جاننا۔ بلا رُبا ہی اسمیں تامل کیا ہے لفظ صحیح اور پورا تو یہی ہے۔ رُبا اسکا مخفف ہے ۱۲ خارہا در راہش افشانم کہ چوں خواہد شدن ۱۲ بہت خوب اور معقول۔ میں اسوقت خدا جانے کس خیال میں تھا۔ چوں خواہد شدن و کنوں خواہد شد ردیف و قافیہ سمجھا تھا لفظ بے پیر تورانی بچہ ہائے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے جب میں اشعار اردو میں اپنے شاگردوں کو نہیں باندھنے دیتا تو تمکو فارسی میں کیونکر اجازت دونگا۔ میرزا جلال اسیر علیہ الرحمۃ مختار ہیں اور انکا کلام سند ہے۔ میری کیا مجال ہے کہ ان کے باندھے ہوئے لفظ کو غلط

کہوں لیکن تعجب ہے اور بہت تعجب ہے کہ امیرزادہ ایران ایسا لفظ لکھے ۱۲ شست لستن جب ظہوری کے ہاں ہی تو باندھی یہ روزمرہ ہی اور ہم روزمرہ میں انکے پیرو ہیں بے پیر ایک لفظ ٹکسال باہر ہی ورنہ صاحب زبان ہونے میں اسیر بھی ظہوری سے کم نہیں ۱۲ ؎ زاہدا این سخت ہرزہ کہ گفتی چہ شدی + حق عفوست گنا ہے شدہ ام تا چہ شود + پہلے زاہد سے یہ سوال غلط کہ چہ شدی - ترا چہ شد سوال ہوسکتا ہی - پھر گنا ہے شدہ ام یہ جواب مہمل - گناہی کردہ ام جواب ہوسکتا ہی یہاں تم کہوگے کہ ہمہ تن گناہ یا سراپا گناہ یا سراسر گناہ شدہ ام - یہ جواب اُس حج اب سے سراسر بے ربط ہی جبتک ہمہ تن گناہ ہو معنی نہیں بنتے ہرگز ہرگز - صلاح دیے ہوئے شعر میں مضمون تمہارا ہی ہا اور ٹکسال کے موافق ہوگیا عجب ہے تم سے کہ صرف شدہ ام اور تا چہ شود - کے پیوند میں الجھ کر حقیقت معنی سے غافل رہے ؎ باز آزدل خود از چنین کار + آزار چہ میکنی دلم را + اہلی نے زبردستی کی ہی مگر ہاں اُسنے ایک وجہ ٹھہرائی ہی یعنی آزردن مصدر اور آزارد مضارع اور آزار امر بمعنی اسم جامد آتا ہی اور اسم جامد کردن کے ساتھ پیوند پاتا ہی خیر رہنے دو ۱۲ ؎ کند آن آہوی وحشی ز برم فروارم + یہ شعر مؤید میرے کلام کا ہی - بروارم و زروارم و بسروارم و فروارم یہ سب الفاظ ایک طرح کے ہیں - الف ممدودہ کہیں نہیں - ہاں بو دارد و رو دارد و فرو دارد تمہاری عقیدہ کی تائید کرتا ہی مگر یہ شعر استاد کا نہیں - مشائخ میں سے ایک بزرگ تھے مولانا علاؤالدین ؎ ما میقمان کوئے دلداریم + یہ ترجیع بند اُنہیں کا ہے - ان کو فقر و فنا و سیر و سلوک میں سمجھنا چاہیئے نہ انداز کلام میں پر مو ہست شمشیرے کہ بر موے میاں دارد + بھائی خدا کی قسم یہ مصرع تلوار کی نازکی کی سند نہیں ہوسکتا یہ تو ایک مضمون ہے کمر مور - و تلوار - پر مور وجہ تشبیہ علاقہ پر مور با مور مانند علاقہ شمشیر با میان - نزاکت وجہ تشبیہ کبھی نہیں انصاف شرط ہی تلوار کی خوبی تیزی ہی یا نازکی یہ دھوکا نہ کھاؤ اور تلوار کو نازک نہ باندھو - خم میں اور تلوار میں مناسبت نہیں پائی جاتی جانے دو شعر سے ہاتھ اٹھاؤ ۱۲ میاں خمیدن بھی صحیح اور چمیدن بھی صحیح - اسمیں کسکو تردد ہی مگر لغت اور محاورہ اور اصطلاح میں قیاس پیش نہیں جاتا

ہندوستان کے باتونی لوگوں کو خم و چم بولتے سنا ہے آجتک کسی نظم و نثر فارسی میں یہ لفظ نہیں دیکھا لفظ پیارا مجکو بھی پسند مگر کیا کروں جو اپنے پیشواؤں سے نہ سنا ہو اُسکو کیونکر صحیح جانوں۔ چمید صیغہ ماضی کا ہے چمیدن ہے اور چمیدن ایک مصدر ہے صحیح اور مسلّم۔ چمد مضارع۔ چم امر۔ ہمیں کیا گفتگو ہے کلام خم و چم میں ہے سوالات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر انکا جواب لکھ دیا اب اشعار کو دیکھتا ہوں خدا کرے مجھ سے کوئی سوال باقی نہ رہگیا ہو اور تم بھی جب ان اوراق طلسمی کو دیکھو تو کوئی اصلاح کا اشارہ تم سے باقی نہ رہجائے۔ غرض یہ ہے کہ اب پھر اسطرح کبھی نہ لکھنا۔ میں بہت گھبراتا ہوں خمیدست و رسیدست میں نرفی دست یہ قافیہ درست ہے مگر ست کا الف سب جگہ اُڑا دو اور یاد رہے کہ صرف سین تے کافی ہے الف ضرور نہیں ۱۲ غالب۔ ✤ ۔

ایضاً حضرت اس غزل میں پروانہ و پیمانہ و بُت خانہ۔ تین قافیے اصلی ہیں۔ دیوانہ چونکہ علم قرار پاکر ایک لغت جداگانہ مشخص ہو گیا ہے اُسکو بھی قافیہ اصلی سمجھ لیجئے۔ باقی غلامانہ و مستانہ و مردانہ و ترکانہ و دلیرانہ و شکرانہ۔ سب با جائز و نامستحسن ایطا۔ اور ایطا بھی قبیح۔ مجھے بہت تعجب ہے کہ انہیں قافیوں میں ایطا کا حال تمکو لکھ چکا ہوں۔ اور پھر تمنے غزل بنی انہیں قوافی پر رکھی۔ کاشانہ و شانہ و فسانہ و جانانہ و فرزانہ یہ قافیے کیوں ترک کیئے یاد رہے ساری غزل میں مردانہ یا مستانہ یا انکے نظائر میں سے ایک جگہ آوے دوسری بیت میں زنہار نہ آوے۔ یہ غزل نظری ہو گئی اور غزل لکھکر بھیجو تا اصلاح دی جائے ۱۲ عفو کا طالب غالب۔ ✤ ۔

بنام ماسٹر پیارے لال

ایک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز ✤ چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا ✤

پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ آئینہ عبارت فولاد کے آئینہ سے ہے ورنہ حلبی آئینوں میں جوہر کہاں۔ اور اُن کو صیقل کون کرتا ہے۔ فولاد کی جس چیز کو صیقل کروگے بے شبہہ پہلے ایک لکیر پڑیگی۔ اُسکو الف صیقل کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ معلوم تو اب اس مفہوم کو سمجھیئے

چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا ٭ یعنی ابتدای سن تمیز سے مشق جنوں ہے اب تک کمال فن نہیں حاصل ہوا۔ آئینہ تمام صاف نہیں ہو گیا۔ بس وہی ایک لکیر صیقل کی۔ جو ہے سو ہے۔ چاک کی صورت الف کی سی ہوتی ہے اور چاک جیب آثار جنوں میں سے ہے ۱۲ غالب۔ ٭۔

بنام منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا

بندہ پرور آپکا مہربانی نامہ پہنچا۔ تمہاری اور صاحب زادے کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے دل خوش ہوا جو آپکی عبارت سے سمجھ لیا ہوں اُسکا جواب لیجیے اور جو نہیں وہ مطابق میرے التماس کے مجھے سمجھا دیجیے۔ عماد عماید شعرائے قدیم میں سے ہیں اُنہی کے پانسات بیت کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎ پاے سر تا نشود راہ تو رفتن نتواں ٭ خجر بیجا رد بے فترہ کوئے تو رفتن نتواں ٭ پہلے مصرع میں رے مفتوح اور دوسرے مصرع میں مضموم۔ باقی اشعار میں گفتن و شُفتن وغیرہ قافیہ میں اُستاد و مصرعین حرکت ماقبل روی مختلف لایا۔ اگر میں نے پچاس شعر کے قصیدے میں ایک شعر ایسا لکھا تو کیا غضب ہوا۔ آیا معترض صاحب استاد بمثل و نظیر کو نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے۔ یہ دستور میرا نکالا ہوا نہیں قدیم سے ہے۔ بندہ نواز میں نے لکھا کہ مؤید برہان میرے پاس آگئی ہے اور میں اُسکے اعتراضات کے جواب نشان صفحہ و سطر ایک تختۂ کاغذ پر لکھ رہا ہوں۔ بعد اتمام نگارش تمہارے پاس اس مراد سے بھیجونگا کہ تم ازراہ عنایت مؤید کا جواب لکھے میری نگارش جو پسند آئے اُسکو بھی جابجا درج کر دو تمنے اِس درخواست کا جواب نہ لکھا۔ کچھ اب عنایت فرما کر ان تینوں کا جواب لکھیے اور ضرور لکھیے۔ میاں محمد میراں کو دعا۔ ۱۰ مارچ سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً اے عتابت بہ عنایت ہمشکل۔ آپکا خط حاوی حل شبہات جسدن پہنچا اُسکے دوسرے دن جواب لکھکر بھیجدیا۔ دو مصرعوں میں دو لفظ بدلے گئے دو شعروں کے باب میں کچھ تقریر درج ہوئی۔ دو تین شعروں میں تمہاری راے مسلم رہی باوجود فقدان حافظہ و استیلاے نسیان ایک مصرع کا

بدلا ہوا لفظ یا وہی ہے ؎ چہ غرّہ غرّۂ پیشانیِ سمندِ عمر * بدل سے چہ غرّہ غرّۂ پیشانی لگا ورعمر * دوسرا بدل اسیقدر یاد رہ گیا ہی کہ شبگیر و گران رکاب * کچھ اسیطرح کے دو لفظ تھے - بے داد عاطفہ کچھ تقدم و تاخّر ہوگیا ہے - ۱۲ صبح شنبہ ۳ ذی الحجہ مطابق یکم مئی - سالِ حال ۱۲ غالب

ایضاً حضرت مولوی صاحب میں برس دن سے بیمار - اور تین مہینے سے صاحب فراش ہوں اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت مفقود - پھوڑوں سے بدن لالہ زار - پوست سے ہڈیاں نمودار - پھوڑے ایسے جیسے انگارے سُلگتے ہیں عضا پر دس جگہ پھاہے لگتے ہیں ضعف و ناتوانی علاوہ - سوزِ غمہای نہانی علاوہ - صنعت سہل ممتنع میں نواب مختار الملک کو قصیدہ بھیجا - کچھ قدر دانی نفرمائی - ردِ فرقہ وہابیہ میں ایک مثنوی جو سابق میں لکھی تھی وہ محی الدولہ کو بھیجی رسید بھی نہ آئی اب سنتا ہوں کہ مولوی غلام امام شہید شاگرد قتیل وہاں کوس انا ولا غیری بجا رہے ہیں اور سخن ناشناسوں کو اپنا زورِ طبع دکھا رہے ہیں ایک کم ۶۹ ستر برس کی میری عمر ہوئی سوائے شعر و سخن کے فنِ شعر کا کچھ پھل نہ پایا - فرماندہانِ عصر معتقد ہوئے مگر کچھ ہاتھ نہ آیا - احسنت و مرحبا کا شور سامعہ فرسا ہوا - خیر ستایش کا حق ستایش سے ادا ہوا مختار الملک نے یہ بھی نکیا نہ مدح کی داد دی نہ مدح کا صلہ دیا - حیران ہوں کہ نواب صاحب مجھے کیا سمجھے - محی الدولہ سے اور کچھ نہیں کہتا مگر یہ خدا سمجھے ۱۲ کل سے پلنگ پر لیٹا لیٹا غزل کو دیکھ رہا ہوں اور لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھتا ہوں ؎ دیدیم گل و لالہ چہار رنگ آورد * فقیر کے نزدیک دیدیم زائد اگر یوں ہو تو بہتر ہے ؎ ہر یک نہ گل و لالہ الخ * باشد شفقے کان بلب لعل تو ماند * گر چرخ بکامِ دلِ ما رنگ برآورد * باشد بمعنی ہے اگر اسکی جگہ آرد ہو تو بہتر * مگر آرد صیغہ مستقبل کا اور آورد ماضی کا - اور فاعل دونوں فعلوں کا چرخ ہرچند اساتذہ نے یوں بھی لکھا ہے مگر فارسی گویانِ ہند نہ مانینگے - بس اس شعر کو یوں لکھنا چاہیئے ؎

حاشا کہ شفق مثلِ لبِ لعل تو باشد * کے چرخ بکامِ دلِ ما رنگ برآورد *

؎ خوں شد دلِ غمدیدہ الخ یہ شعر ہموار ہے نہ صاد کے قابل نہ اصلاح کا محتاج ۴ اور ۵ - یہ دو شعر

واہ کیا کہنا ہے ؎ ای اہلِ ورع الخ یہ بھی ہموار ہے نہ صاد چاہتا ہے نہ اصلاح ؎

گوئی کہ زباں در دہنم برگِ حنا بود ٭ تا بوسہ زدم آں کفِ پا رنگ بر آورد

مولوی صاحب یہ بات تو کچھ نہیں۔ زبان چاٹنے کا آلہ ہے نہ چومنے کا۔ زبان برگِ حنا بن گئی تو بوسے سے کفِ پا کیوں حنائی ہو جائے ؎

گوئی دہنم لب زرگِ برگِ حنا داشت ٭ تا بوسہ زدم آن کفِ پا رنگ بر آورد

مقطع اور اُسکے اوپر کا شعر دونوں اچھے۔ اب آپ اس خط کی رسید لکھیئے اور انہیں غلام امام شہید کا حال مفصل لکھیئے کہ انکی وہاں کیا صورت ہے۔ ایک شخص مجھ سے یوں کہتا تھا کہ مختار الملک نے مُنہ نہ لگایا مگر محی الدولہ نے چار سو مہینا سرکار جناب عالی سے مقرر کروا دیا ہے۔ روز چہار شنبہ۔ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۲۶ اگست سنہ ۱۸۶۳ع ٭

ایضاً صبح شنبہ۔ ۱۳۔ صفر سال غفر۔ صاحب میں تمکو اخوان الصفا میں گنتا ہوں اپنا نورِ نظر و لختِ جگر جانتا ہوں۔ دیکھو تم مجھکو کیا اعتماد ہے کہ خود ضبطِ راز نہیں کرسکتا اور تم سے رازداری اور امانت میں استواری چاہتا ہوں ۱۲ قصیدہ و غزل میں صلہ و تحسین باقتضاے بخت و قسمت ہے نہ باندازہ ارزشِ کلام ۱۲ ممدوح سخن فہم ہوتا تو مجھکو متوسط کے تساہل کا وہم ہوتا اغنیا کو نہ مذاقِ شعر سے نسبت نہ مطالعہ اشعار کی فرصت متوسط نے بقدرِ وسع سلسلہ جنبانی کی لیکن مرجع نے نہ قدردانی کی ۱۲ مولوی غلام غوث خاں بیخبر میر منشی لفٹنٹ گورنر مخلص خاص الاخلاص ہیں۔ ہرگز اُنکو مدعی سے تلمذ نہیں البتہ اُسکو خوشگو جانتے ہیں اور یہ کبھی نہ ہوگا کہ وہ میرا مقابلہ کریں اور قاطع برہان کا جواب لکھیں ؎ باطل ست آنچہ مدعی گوید ٭ مدعی اپنے زعم میں مجھکو اپنا ہم فن جان کر حسد کرتا ہے۔ میں میر علی شیر جیسا محتسب اور مولوی جامی جیسا منصف کہاں سے لاؤں جو نیاؤ کرے اور کاذب کو سزا دے۔ شکر ہے خدا کا کہ تم سخنور اور

سخندان ہو اور یقین ہے کہ قلمرو ہند میں اور بھی ایسے آدمی ہونگے کہ میرے اور مدعی کے مرتبہ کو ممیز ہو سکیں گے ۵ عید ست بادہ شد فلک ساغر آفتاب ۔ خالصاً للہ فلک ظرف اور آفتاب مظروف ہے جو شخص ظرف کو مظروف اور مظروف کو ظرف ٹھہراتا ہے اسکو کون مسلّم رکھے گا اس سے بڑھ کر ایک اور خدشہ ہے یعنی مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ شبہ شرط ہے آفتاب و ساغر میں تدویر وجہ شبہ ہے شراب اور فلک میں وجہ تشبیہ کہاں ۱۲ میں اپنے کو ایسا نہیں جانتا کہ تمہارے کلام کو اصلاح دوں قدردانی کیونکر کہوں قدرافزائی کرتے ہو۔ دوستانہ نہ استادانہ۔ جو خیال میں آئیگا کہا جائیگا اگر آپ نے اس روش کا یعنی استصلاح کا التزام کیا ہے تو جبتک کاغذ اشعار میرے پاس سے واپس نہ جایا کرے ما کتب فیہ شہرت نہ پایا کرے۔ مجموعہ کلام سابق اگر بھیجدو گے میں بکمال طیب خاطر اسکو دیکھ کر بھیجدونگا استجازت کیا ضرور ۱۲ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً صاحب پہلے مطلع میں لطف نہیں۔ ہاں مضمون لطیف ہے وہ فرد میں خوب آگیا ہے مطلع ثانی بسبب تعقیدات کے مہمل رہ گیا۔ ورنہ کا قافیہ اور شعر میں اور طرح سے بندھ گیا تیسرا شعر الفاظ بدلنے سے بہت اچھا ہو گیا۔ جو شعر بے تصرف بدستور رہا اسکا ذکر کچھ ضرور نہیں ساقی آج الخ چھنی چھنی لفظ غریب ہے نہ اہل دہلی کے زبان زد نہ گوش زد۔ غربال کو چھلنی کہتے ہیں جسکی فارسی پرویزن ہے اور جس کپڑے میں سائلات کو چھانتے ہیں فارسی اسکی لاے پالا اور اردو صافی ہے بنا بر معروف مرا بیرہ ہوا اٹھانا یہ قافیہ دو طرح سے درست ہوا ہے جسطرح چاہو رہنے دو۔ مرنیکا میرے وقت مقرر نہ ہوا تھا تقرر وقت مرگ کا انکار حشو بلکہ مہمل ہے مگر ہاں تقرر کا وقت ازل کو قرار دیا جائے۔ مقطع میری پسند نہیں ہے تیسرے کی قسم اسکو نہ رکھو۔ اور مقطع لکھ لو۔ ۱۲ غالب۔ شنبہ ۱۴ نومبر ۱۸۶۳ء

بنام منشی میاں داد خاں المخاطب سیف الحق المتخلص بہ سیاح

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو دعا۔ صاحب

وہم اَور چیز ہے اور احتیاط اَور چیز ہے۔ کارپردازانِ ڈاک میری خطوط کے ٹکٹ کبھی نہ دبائیں گے اور میرے خطوط کبھی تلف نہ ہونگے آدہ آنہ کی جگہ دوست کا ایک آنہ کیوں کھوؤں ۱۲ گلشن بعض کے نزدیک مونث اور بعض کے نزدیک مذکر ہے۔ قلم۔ وہی خلعت اسکا بھی حال ہے کوئی مونث کوئی مذکر بولتا ہے میرے نزدیک وہی اور خلعت مذکر ہے اور قلم مشترک چاہو مذکر کہو چاہو مونث۔ گلشن البتہ مذکر مناسب ہے۔ کہتا ہے بھائی جہاں الف دبتا ہے میرے کلیجے میں ایک تیر لگتا ہے۔ کھٹکتا ہے گلشن بھی یہ الف دبتا ہوا دیکھ کر میں نے رکھتی ہے بنا دیا۔ مگر گلشن مذکر مناسب ہے۔ پھلکی یا پھلکا تنہا بمعنی محض ہے۔ ہلکی پھلکی ہلکا پھلکا یوں آئے تو درست ورنہ لغو۔ اور یہہ جو پھلکا پتلی چپاتی کو کہتے ہیں یہ دوسرا لغت ہے پھلکے کبھی کوئی نہ بولیگا۔ پانی والی۔ حقہ وقہ یوں کہیں گے۔ بزوالی اور بزادقہ نہ کہیں گے۔ ہلکا پھلکا۔ ہلکی پھلکی کہینگے سبک چیز کو نرا پھلکا یا نری پھلکی نہ کہینگے۔ تذکیر و تانیث کی باب میں میرزا رجب علی بیگ سے مشورہ کر لیا کرو۔ اور چھتے ہوئے حروف بھی اُنسے پوچھ لیا کرو ۱۲ غالب ✣

ایضًا بھائی ہمنے تمکو یہہ نہیں کہا کہ تم مرزا رجب علی بیگ کے شاگرد ہوجاؤ اور اپنا کلام انکو دکھاؤ ہمنے یہ کہا ہے کہ تذکیر و تانیث کو اُنسے پوچھ لیا کرو۔ دکھن بنگالی کے رہنے والوں کو اس امر خاص میں دلی لکھنؤ کے رہنے والوں کا تتبع ضرور ہے ۱۲ ایک قاعدہ تمکو معلوم ہے عین کا حرف فارسی میں نہیں آتا جس لغت میں عین ہو اسکو سمجھنا کہ عربی ہے بعد معلوم ہونے اس قاعدہ کے یہ سمجھو کہ غربال غین نقطہ دار مکسور اور رائے قرشت اور بای موحدہ اور لام یہ لغت فارسی ہے ہندی اسکی چھلنی اور مرادف اسکے پرویزن یعنی فارسی میں چھلنی کو غربال اور پرویزن کہتے ہیں۔ اور چھلنی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسکو کوئی نہ جانے۔ رہا عربال یا عریال عین سعفص اور یای تحتانی سے فصیح و غیر فصیح کیا بلکہ غلط محض و محض غلط ہے ہاں اگر عربی میں چھلنی کو عریال کہتے ہوں تو فارسی غربال اور عربی عریال۔ مگر ایسا گمان کرتا ہوں کہ غربال کا عربی میں کچھہ اور نام ہوگا عریال نہ کہتے ہونگے۔ اب تم سنو

فنِ لغت میں ایک امر ہے کہ اسکو تصحیف کہتے ہیں یعنی لفظ کی صورت ایک ہو اور نقطوں میں فرق جیسا کہ سعدی بوستان میں کہتا ہے ؎

مرا بوسہ گفتا بتصحیف دہ ✥ کہ درویش را توشہ از بوسہ بہ

توشہ و بوسہ و نوشہ۔ یہ تین لفظ مصحف ہمدگر ہیں۔ حالانکہ معانی میں وہ فرق کہ جیسا زمین اور آسمان میں۔ توشہ ترجمہ زاد کا۔ بوسہ ترجمہ قبلہ کا۔ نوشہ اسم دولہ کا۔ صاحبانِ فرہنگ میں برہان قاطع والا تصحیف میں بہت مبتلا ہے۔ گرز اور گزر خرپزہ اور خربزہ کہتا ہے کہ سدا بسین سعفص لفظ فارسی ہے بمعنی آواز۔ اور صدا بصاد تعریب ہے جو لغات لیے میں لکھتے ہیں انہیں کو لغات کو طوے میں لکھتا ہے حالانکہ جسطرح عین فارسی میں نہیں ہے۔ طوے بھی نہیں ہے۔ مثلاً تشت لغت فارسی الاصل ہے۔ املا اسکی طوے سے غلط ہے۔ برہان قاطع والا اسکو تے سے بھی لایا اور طوے سے بھی۔ محققین جانتے ہیں کہ صدا بمعنی آواز لغت عربی الاصل ہے نہ معرب۔ اور سدا سین سے ہرگز فارسی میں آواز کو نہیں کہتے۔ ہاں اردو کے محاورہ میں بمعنے ہمیشہ کے مستعمل ہے۔ قصہ کوتاہ غربال بمعنی چھلنی کے لفظ فارسی الاصل صحیح اور فصیح ہے اور غربال اگر کسی اور فرہنگ عربی میں مثل قاموس اور صراح وغیرہ کے بمعنی چھلنی کے نکلے تو اسکو مانو ورنہ یہ برہان قاطع والے کی خرافات میں سے ہے۔ نجات کا طالب غالب ۱۲ ۲۷ فروری

ایضاً منشی صاحب تمہارے خط پہنچنے کی تمکو اطلاع دیتا ہوں اور مطالب مستفسرہ کا جواب لکھتا ہوں اور اپنے دوست روحانی مرزا رجب علی بیگ سرور کو سلام کہتا ہوں کہہ دیجیے گا بلکہ یہ رقعہ دکھا دیجیگا ۱۲ بعض لوگ آن بان بولتے ہیں مگر فقیر کے نزدیک آن تان صحیح ہے اور یہی فصیح ہے ۱۲ پر بمعنی لیکن لفظ مشہور ہے اور یہ اسکا مخفف ہے۔ اسمیں شاید کسی کو کلام نہ ہو۔ کوئی اور لکھے یا نہ لکھے میرے اردو کے دیوان میں سو دو سو جگہ یہ لفظ

آیا ہوگا ۱۲ مجکو بنگالے سے آئے ۳۲-۳۳ برس ہوئے بہت احباب مر گئے۔ بہت متفرق ہوگئے اب ایسا وہاں کوئی نہیں جس سے ارسال رسائل کی رسم و راہ ہو ۱۲ صاحب وہ شعر جسکو تمنے پوچھا ہے یہ ہے

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

دو شعر اس غزل کے اور یاد آگئے ہیں وہ دوسرے صفحہ پر لکھتا ہوں

کیا فرض ہے کہ سبکو ملے ایسا جواب آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی
گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

دیکھو یہ پر کا مخفف پہ ہے بمعنی لیکن ۱۲ بنارس کا کیا کہنا ہے ایسا شہر کہاں پیدا ہوتا ہے انتہائے جوانی میں میرا وہاں جانا ہوا۔ اگر اس موسم میں جوان ہوتا تو وہیں بس جاتا اور ادھر کو نہ آتا

عبادتخانۂ ناقوسیاں است ہمانا کعبۂ ہندوستان است

جس بحر میں کوئی اسم یا کوئی لفظ نہ آسکے اسکی تدبیر فردوسی و خاقانی سے بھی نہ ہوگی۔ میں کیا کرونگا نام تمہارا آسکتا ہے لیکن الف و بتا رہتا ہے۔ خدا کیواسطے اسکی تدبیر سرور صاحب سے بھی ضرور پوچھنا۔ نجات کا طالب غالب ۱۲ سہ شنبہ۔ ۱۲ فروری سنہ ۱۸۶۱ع

ایضاً بھائی تمہارا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ پہلے یہ پوچھتا ہوں کہ میری طرف سے جو اعتذار چھپا ہے وہ تمہاری نظر سے گزرا ہے یا نہیں۔ نہ گزرا ہو تو اکمل الاخبار ماہ شوال کے چاروں ہفتہ کے دو ورقہ دیکھ لو۔ ایک ہفتے میں نکل آئے گا ۱۲ واقعی اعتراض کے جواب ایک مولوی صاحب نے لکھے ہیں اس ہفتہ کے اکمل الاخبار میں دیکھ لو جو تم سے کلام کرے اوسی انداز سے تم بھی کلام کرو ۱۲ نجات کا طالب غالب۔ ۲۹ اپریل سنہ ۱۸۶۲ع

ایضاً بھائی تمہاری جان کی اور اپنے ایمان کی قسم کہ میں فن تاریخ گوئی و معما سے بیگانہ محض ہوں۔ اردو زبان میں کوئی تاریخ میری نہ سنی ہوگی۔ فارسی دیوان میں دو چار تاریخیں ہیں

اُنکا حال یہ ہے کہ مادہ اوروں کا ہے اور اشعار میرے ہیں۔ تم سمجھے کہ میں کیا کہتا ہوں۔ حساب سے میرا جی گھبراتا ہے۔ اور مجھکو جوڑ لگانا نہیں آتا ہے۔ جب کوئی مادہ بناؤں گا حساب درست نہ پاؤں گا۔ دو ایک دوست ایسے تھے کہ اگر حاجت ہوتی تو مادۂ تاریخ وہ مجھے ڈھونڈھ لا دیتے۔ موزوں میں کرتا۔ اور اگر آپ میں نے مادہ کی فکر ہے اور یہی حساب جمل منظور رکھا ہے تو ایسے ایسے تعمیے و تخرجے آ گئے ہیں کہ وہ تاریخ ہنسی کے قابل ہو گئی ہے کلکتہ میں قاضی القضات سراج الدین علیخاں مرحوم کی قبر پر مسجد بنی ہے اُن کے بھتیجے مولوی ولایت حسین خاں نے استدعای تاریخ کی میں نے لکھی چنانچہ وہ فارسی دیوان میں موجود ہے

مفتیٔ عقل از پئے تاریخ این بنا	ایما بسوئے من ز رہ احترام کرد
گفتم بوے بدیہہ خوشا خانۂ خدا	شد خشمگیں بمن کہ نظر در کلام کرد
خاشاک رفت و پای ادب در شکنجہ ریخت	ایہام را بہ تخرجہ معنے تمام کرد

واسطے خدا کے غور کرو خوشا خانۂ خدا مادہ پھر اُس میں سے خاشاک کے عدد دور کرو نو سو اکتالیس ۹۴۱ کا تخرجہ پھر بھی دو اور زیادہ رہے۔ پائے ادب ٹوٹا۔ بھلا یہ کوئی تاریخ ہے مگر ہاں حساب کے قاعدے سے باہر کچھ معنی سگالی کے طور پر میرا ایجاد ہے اور وہ لطف رکھتا ہے ایک شخص ۱۲۴۸ میں مرا اُس کی تاریخ میں نے لکھی

زسال واقعہ میرزا سیتا بیگ	مآت رہت شمار ائمہ امجاد
صحیفہ ہائے سماوی مبین از عشرات	حدیقہ ہائے بہشتی مشخص از احاد

ائمہ بارہ یعنی بارہ سو پھر کتب سماوی چار۔ دہا کے چار۔ یعنی چالیس۔ بہشت آٹھ چالیس اور آٹھ اڑتالیس بارہ سو اڑتالیس۔ دوسری تاریخ بارہ سو ستر کی

از بروج سپہر جوے مآت	عشرات از کواکب سیار

بروج بارہ سات دالے سترہ جو لکھتے ہو کہ سید غلام بابا کسی بحر میں نہیں آتا کیوں نہیں آتا ؎

جب کہ سیّد غلام بابا نے
مسندِ عیش پر جگہ پائی
ایسی رونق ہوئی برات کی رات
کہ کواکب ہوئے تماشائی

دوسری بحر سنو ؎

ہزار شکر کہ سیّد غلام بابا نے
فرازِ مسندِ عیش و طرب جگہ پائی
زمیں پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات
کہ آسماں پہ کواکب بنے تماشائی

اس بحر میں سماتا ہوا کوئی مادہ بہم پہنچاؤ۔ تاریخ کہہ لو وہ دوست جو مادہ ڈھونڈ دیتے تھے وہ جنّت کو سدھارے۔ میں جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں معذور اور مجبور ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۱ر محرم۔ ۳۱ر جولائی۔ سالِ حال ٭

بنام شہزادہ بشیر الدین

پیر و مرشد سلامت۔ اعضا فرسودہ اور بودے ہو گئے۔ روح اُن میں پھڑکتی نہیں پھرتی مگر ابھی مفارقت نہیں کر گئی۔ خدا جانے کس کمن میں ہے۔ اعضا نکمّے ہو گئے۔ اب وہ کام جو اُن سے متعلق تھے بند ہو گئے۔ آپ کا حکم ماننا اور آپ کی خدمت بجا لانی دل سے تعلق رکھتی ہے وہ لطیفہ غیبی یعنی رُوح کے کام ہیں جب تک وہ باقی ہے انجام پاتے جائیں گے۔ خاکم بدہن واسطے اقوال کے ہے۔ جب کوئی کلمہ مکروہ طبع کہتے ہیں تو خاکم بدہن کہہ لیتے ہیں عُمر خیّام ؎

برخاک بریختی مئے ناب مرا ٭ خاکم بدہن مگر تو مستی ربّی

اور خاکم بسر اور خاکم بفرق عام ہے جیسا کہ میں ایک شہزادہ کے مرثیہ میں کہتا ہوں ؎

اے اہلِ شہر دفن ایں دودماں کجاست ٭ خاکم بفرق خوابگہ خسرواں کجاست

اُستاد سلّمہ۔ خاکم بسر کہ عاشقِ کار آزمودہ ام ✤ دانم کہ بارقیب بخلوت چہار دو آپکے ہاں اور مولوی رُوم کے ہاں خاکم بدہن کا متوقع نہیں جیسا کہ مولوی معنوی نے لکھا حضرت بھی اپنے ہاں نہ لکھیں ✤ فرق ست درمیانہ کہ بسیار نارسست ✤ نجات کا طالب غالبؔ ✤

ایضاً بندہ پرور مہربانی نامہ آیا سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا۔ فارسی کی تکمیل کیواسطے اصل الاصول مناسبت طبیعت کے ہے۔ پھر تتبع کلام اہلِ زباں لیکن نہ اشعار قتیل و واقف و شعرائے ہندوستان کہ یہ اشعار سوائے اِسکے کہ اُن کو موزونی طبع کا نتیجہ کہیئے اور کسی تعریف کے شایان نہیں ہیں۔ نہ ترکیب فارسی نہ معانی نازک۔ ہاں الفاظ فرسودہ عامیانہ جو اطفال دبستان جانتے ہیں اور جو متصدی نثر میں درج کرتے ہیں وہ الفاظ فارسی یہ لوگ نظم میں صرف کرتے ہیں۔ جب رودکی و عنصری و خاقانی و رشید وطواط اور ان کے امثال و نظائر کا کلام بہ استیفا دیکھا جائے اور ان کی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہنچے۔ اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لیجائے۔ تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی یہ ہے۔ منکہ باشم الخ اسکی جو شرح چھاپے میں لکھی ہے۔ اُسکو ملاحظہ کیجیئے اور معانی میرے خاطر نشان کیجیئے تو میں سلام کروں۔ پہلے نظر یہاں لڑانی چاہیئے کہ از اوج بیاں انداختہ کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے۔ اگر عقلِ کُل کو انداختہ کا مفعول اور منکہ کے کاف کو کدامیہ ٹھہراؤ گے تو نے شیہ انداختہ کے فاعل دو ٹھہرینگے۔ ایک ناوک انداز ادب اور ایک مُرغ اوصاف تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ہے اب فقیر سے اسکے معنے سُنیئے متن انداختہ کا مفعول را مقدر منکہ کا کاف توصیفی ناوک اندازِ ادب ادب آموز یعنی اُستاد مُرغِ توصیف تو فاعل۔ مجھکو کہ عقلِ کُل کا اُستاد ہوں تیرے مُرغِ توصیف نے اوجِ بیاں سے گرادیا۔ عقلِ کُل تک وہ علو نہیں

[illegible]

اعلیٰ ہے اسکا ناوک تک پہنچ سکتا تھا۔ مگر مرغِ اوصاف اُس مقام پر ہے کہ جہاں اِس ناوک انداز کو ناوک کے پہنچانے کی گنجایش نہیں۔ اُوج بیاں سے گرنا عاجز آجانا ہے قدرت وہ کہ عقلِ کل سے بھی زیادہ۔ اور عجز یہ کہ اوجِ بیان سے گر گیا کیا اچھا مبالغہ ہے مرغِ اوصاف کی بلندی کا۔ اور کیا خوب مضمون ہے اظہارِ عجز باوجود دعویٰ قدرت ۱۲ ایثار تو بردوختہ چشم و دہن آز اسکے معنی تو وہی ہیں جو چھاپے میں لکھے۔ مصرعِ[1] ثانی کی شرح میں گمراہ ہو گیا" احسانِ تو ہر قطرۂ دریا بشگافت تاہم بقیدِ حیات نیاید" یہ ہیچمدان اُس معنے کے معنی نہیں سمجھا۔ سیدھی بات ہے مگر خیال میں جب آئیگی کہ اساتذہ کے مسلّمات معلوم ہوں۔ کمالِ ایثار و عطا میں مروارید و یاقوت و بحر و معدن کی کمبختی آتی ہے۔ لعل و دُر کا معدوم ہو جانا اور بحر و کان کا خالی رہ جانا نئی نئی طرح سے باندھا ہے۔

چنانچہ مَیں نے کسی زمانہ میں اِسی زمین میں ایک قصیدہ لکھکر وزیرالدولہ والئ ٹونک کو بھیجا تھا۔ اُس میں کے دو شعر یہ آپ کو لکھتا ہوں ؎

ناموس نگہداشتی از جود بہ گیتی — جز پردگیانِ حرم معدن و یم را
وقت است کہ این قوم بہر کوچہ و بازار — پرسند ز ہم منشأ رسوائی ہم را

پردگیانِ حرم معدن و یم۔ لعل و گہر جو کثرتِ ایثار سے کوچہ و بازار میں خاک آلودہ پڑے ہوئے ہیں وہ باہمدگر دردمندانہ یہ گفتگو کرتے ہیں کہ اِس شخص نے سب کی حرمتیں کھو لیں اور سب کی آبروئیں بچائیں۔ ہمکو اِس قدر بے حرمت اور ذلیل کیوں کر رکھا ہے؟ ۱۲ قطرۂ دریا کا حباب کے واسطے چیرنا۔ عجیب ہے۔ مقصودِ عرفی کا قطرہ یہ ہے کہ جتنے موتی دریا میں ہاتھ آئے وہ بخشدیئے اور بخشش کا ذوق باقی رہا۔

---

[1] مصرعِ ثانی یہ ہے ع احسانِ تو بشگافتہ ہر قطرۂ یم را۔

چونکہ قطرہ میں بالقوۃ استعداد موتی ہوجانے کا ہے تو اس احتمال سے ہر قطرۂ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر موتی ہاتھ میں آئیں تو وہ سائلوں کو دیئے جائیں پہلے مصرعہ میں حرص کا سیر کردینا موافق مُسلّمات شعرا کے ممتنع اور اُسکا وقوع میں آنا اغراق دوسرے مصرعہ میں یہہ احتمال استعداد بالقوہ قطرہ کو چیر ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرہ کو یہ اغراق سے گزر کر تبلیغ و غلو ہے ۱۲ داد کا طالب غالب۔ +۔

بنام منشی کیول رام قوم کایستھ المتخلص بہ ہشیار

غالب خاکسار کہتا ہے کہ شعرائے ایران کلہم اجمعین مُسلّم الثبوت ہیں اور اُن کا کلام سند ہے سخنورانِ ہند میں امیر خسرو دہلوی بھی ایسے ہی ہیں جیسے اہل ایران۔ اہل ہند میں امیر خسرو دہلوی نے اہل ایران میں رودکی و فردوسی سے لیکر جامی تک اور جامی سے صائب و کلیم تک کسی نے لغت کی کوئی کتاب لکھی ہو کوئی فرہنگ جمع کی ہو تو ہمیں دکھاؤ اِسکو اگر میں نہ مانوں اور سند نہ جانوں تو میں گنہگار ۱۲ جتنی فرہنگیں اب موجود ہیں نام اُن کے کہاں تک لوں۔ مشہور و غیر مشہور کچھ کم سو رسالے ہوں گے اِن سب رسالوں کے جامع ہندی ہیں۔ کوئی اہل زبان نہیں ہے۔ ۱۲ اشعار اساتذۂ ایران کو ماخذ ٹھہرا کر جو لُغات اُنکی نظم میں دیکھے بمناسبت مقام اُن لُغات کے معنی لکھ دیئے استنباط معنی کا مدار قیاس پر۔ یہ میں نہیں کہتا کہ قیاس اُن کا سراسر غلط۔ میرا قول یہ ہے کہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے ۱۲ اُن سب فرہنگ لکھنے والوں میں یہ دکن کا آدمی یعنی جامع برہان قاطع احمق اور غلط فہم اور معوج الذہن ہے مگر قسمت کا اچھا ہے مسلمان اسکے قول کو آیت اور حدیث جانتے ہیں اور ہندو اِس کے بیان کو مطالب مندرجۂ بید کی برابر مانتے ہیں ۱۲ گیا اور گیاہ بکاف فارسی مکسور

سبز گھانس کو کہتے ہیں۔ گیا بہ کافِ فارسی مفتوح کوئی لُغتِ فارسی نہیں ہے ہرگز نہیں ہے۔ مولوی رُوم اور حکیم سنائی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے شعر کس نے دیکھے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے کاف پر دو مرکز اور فتح بنا دیا ہو۔ فرہنگ لغت نویسوں کی رائے کی تباہی اور قیاس کی غلطی ہے جو ایسا سمجھے ہیں نہ گیا بمعنی وہ ہے نہ گیا بمعنی مُقدّم وُہ ہے نہ گیا بمعنے پہلوان ہے نہ کار گیا کوئی لفظ ہے نہ کوئی لغت ہے سکے بکافِ عربی مفتوح بروزن سے ایک لغتِ فارسی ہے ذُو معنیین یعنی دو معنے دیتا ہے ایک تو کب یعنی کس وقت اور دوسرے معنے اسکے ہیں حاکم اور مالک کے۔ الف جو اسکے آگے آتا ہے وہ کثرت کے معنے دیتا ہے جیسے خوشہا بہت خوش۔ بدا بہت بد۔ کیا بڑا حاکم ؎

عشق آن بگزین کہ جملہ اولیا ✤ یافتند از عشق او کارِ کیا

یعنی بہ سببِ عشق کارِ بزرگ یافتند ؎

سرِ فرو بُردیم تا بر سروران سرور شدیم ✤ چاکری کردیم تا کارِ کیائی یافتیم

یہاں بھی وہ کارِ بزرگ یعنی بڑا کار پس یائے تحتانی اگر مجہول ہے تو تعظیمی ہے۔ اگر معروف ہے تو مصدری ہے یعنی بزرگی کا کام حکومت کا کام۔ وہ کیا مضاف ومضاف الیہ مقلوب ہے یعنی کیای وہ اور حاکم وہ کارِ کیا مثلاً یعنے کیای کار و مالکِ کار جہاں ماقبل ہی کے رائے مکسور لائیں گے وہاں کار موصوف اور کیا صفت ہے نہایت تحقیق و اصلِ حقیقت یہ ہے۔ فقیر نے جہاں کیا کے لفظ پر خطِ مستطیل کھینچا ہے وہ علامت فتحہ ہے۔ دوسرا مرکز نہیں جو کافِ پارسی سمجھا جائے ،، داد کا طالب۔ غالب۔ ✤۔

بنام مولوی کرامت علی صاحب

فقیر اسد اللہ جناب مخدومی مولوی کرامت علی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کی تحریر کے دیکھنے سے یاد آیا کہ آپ میرے ہاں آئے ہیں اور میں نے آپکی ملاقات سے حظ اُٹھایا ہے۔ حل معنی اشعار کی یہ صورت ہے کہ ہندی کے شعر میرے نہیں۔ شعرائے لکھنؤ میں سے کسی کے ہیں بلکہ اغلب ہے کہ ناسخ کے ہوں۔ اشعار فارسی البتہ میرے ہیں ؎

خواست کز ما رنجد و تقریب رنجیدن نداشت
جرم غیر از دوست پُرسیدیم و پُرسیدن نداشت

داشتن بمعنی رکھنے کے ہیں۔ لیکن اہل زبان بمعنی بایستن بھی استعمال کرتے ہیں ظہوری ؎

گر اسیر زلف و کاکل گفتہ باشم خویش را
گفتہ باشم این قدر بر خویش پیچیدن نداشت

میرے شعر میں پہلے مصرعہ کا داشت بمعنے رکھنے کے۔ اور دوسرے مصرع کا داشت بمعنے بایست ہے۔ مفہوم شعر یہ کہ دوست ایسا حیلہ ڈھونڈھتا تھا کہ اُس کے ذریعہ سے مجھ پر خفا ہو۔ چاہتا تھا کہ آزردہ ہو مگر سبب نہیں پاتا تھا۔ قضارا کچھ دنوں کے بعد۔ رقیب سے معشوق کو ملال ہوا۔ میری جو شامت آئی میں نے دوست سے پُوچھا کہ رقیب نے کیا گناہ کیا جو راندۂ درگاہ ہوا۔ معشوق اِسی گستاخی کو بہانہ عتاب ٹھہرا کر آزردہ ہوگیا۔ اب شاعر افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے ہاے پُرسیدن نداشت یعنی پُوچھنا نہ چاہیئے تھا ؎

دیر خواندی سوئے خویش و زود فہمیدم دریغ * پیش ازیں پایم ز گرد راہ پیچیدن نداشت

عاشق ایک عمر تک منتظر رہا کہ یار مجکو بُلاوے۔ مگر اُس عیّار نے نہ بُلایا رفتہ رفتہ میں غم سے ایسا زار و ناتوان ہوگیا کہ طاقت رفتار نہ رہی اور گرد راہ سے

میرے پاؤں اُلجھنے لگے جب اُس نے یہہ جانا کہ اَب آنہ سکے گا تب بُلایا۔ عاشق کہتا ہے کہ تو نے میرے بُلانے میں دیر کی اور میں اِس کی وجہ جلد سمجھ گیا کہ تو نے میرے بُلانے میں اِس واسطے دیر کی کہ اِس سے پہلے میں ایسا ضعیف نہ تھا کہ تو بلائے اور میں نہ آؤں۔ دریغ کو یہہ نہ سمجھا جائے کہ زود فہمیدن پر ہے یا پہلے سے بیمار نہ ہونے پر ہے دریغ ہے دوست کی بیوفائی اور بے سبب آزار دینے اور اپنی عمر کے تلف ہونے پر

من بوفا مُردم و رقیب بدر زد		نیمہ لبش انگبین و نیمہ تبرزد	

انگبین شہد کو کہتے ہیں اور طبرزد مصری کو کہتے ہیں اِن معنوں میں کہ یہ مانند قند اور بتاشوں کے جلد ٹوٹنے والے نہیں جب تک اِس کو تبر سے نہ توڑو مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ بدر زدن۔ اگرچہ لغوی معنی اِسکے ہیں باہر مارنا۔ یعنی بدر یا بہر اور زدن مارنا لیکن روزمرہ میں اسکا ترجمہ ہے نکل جانا اَب جب یہ معلوم ہو گیا تو یوں سمجھیئے کہ معشوق کے ہونٹوں کو میٹھا کہتے ہیں اور قند اور مصری اور شہد سے نسبت دیتے ہیں اور البتہ مکھی مٹھاس کی عاشق ہے پس جو مکھی کہ مصری پر بیٹھی۔ وہ جب چاہے تب بے تکلف اوڑ جائے۔ اور جو مکھی کہ شہد پر بیٹھے گی جب وہ اُٹھنے کا قصد کرے گی۔ پر و بال اُسکے شہد میں لپٹ جائیں گے اور وہ مر کر رہ جائے گی۔ پس اِسلیے یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے ہونٹ شیرینی میں میرے واسطے شہد ہو گئے اور رقیب کے واسطے مصری۔ یعنی وہ چاٹ کر لطف اُٹھا کر صحیح و سالم چلا گیا اور میں پھنس کر وہیں مر کر رہ گیا

در کشش بین و اعتماد تُو فروش		گر بہ دست افگند ہم بہ شرم جگر زند	

زدن لازمی بھی ہے اور متعدی بھی۔ لازمی کے معنی ہندی میں لگ جانا۔ اور متعدی کے معنی مارنا۔ یہاں زد لازمی ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ نمک شراب کو بگاڑتا ہے یعنی اگر شراب میں نون ڈال کر ایک آدھ دن دھوپ میں رکھیں تو بھی نشہ جاتا رہتا ہے اور وہ سرکہ ہو جاتا ہے اور زخم پر اگر نمک ڈالیں تو وہ کاٹا کرتا ہے اور زخم کو بڑھاتا ہے۔ مقصود شاعر کا یہ کہ تو میرے معشوق کے نمک کو دیکھ اور دیکھ کہ اُس کو اِس نمک کے نفوذ پر کتنا بھروسہ ہے کہ اگر اس نمک کو شراب میں ڈال دیتا ہے تو وہ شراب میں نہیں ملتا اور زخم جگر پر جا لگتا ہے۔ یعنی اگر بے محل بھی کرشمہ کرتا ہے تو بھی وہ اپنا کام کر رہتا ہے ؎

کیست دریں خانہ کہ خطوطِ شعاعی
مہر نفس ریزہ ہا بہ روزنِ در زد

یہ خیال ہے یعنی ایک گھر میں اِس کا محبوب بیٹھا ہوا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ کون ہے۔ مگر بطریقِ تجاہل بھولا بن کر پوچھتا ہے کہ آیا اس گھر میں ایسا کون ہے کہ مہر یعنی آفتاب نے اپنی سانس کے ٹکڑے فرطِ شوق سے دروازہ کے روزن پر پھینک دیئے ہیں۔ آفتاب کے خطوطِ شعاعی کا روزنوں میں پڑنا۔ اور اُن خطوطِ شعاعی کا یعنے سورج کی کرن کا بصورت سانس کے ٹکڑوں کے ہونا ظاہر ہے ؎

دعویٰ او را بود دلیلِ بدیہی
خندہ دنداں نما بہ حسنِ گہر زد

خندۂ دنداں نما اُس ہنسی کو کہتے ہیں جو تبسم سے بڑھ کر ہو۔ اور اُس میں دانت ہنسنے والے کے دکھائی دیں۔ معشوق موتیوں کے حسن پر ہنسا اور ہنسنا کوئی ایسی چیز ہے جس کو اپنے نزدیک نے دلیل سمجھ لیتا ہے۔ حاصلِ معنی یہ کہ میرا معشوق موتیوں

حُسن پر ہنسا گویا اسنے یہ دعویٰ کیا کہ موتی کچھ اچھی چیز نہیں۔ اب دعوے کیواسطے دلیل ضرور ہے سو شاعر یہہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے دعوے پر دلیل یہی ہے کہ [illegible] اوسکے دانت نظر آئے معلوم ہوا کہ وہ حسن جو [illegible] جو معشوق کے دانتوں میں ہے پس اس دلیل کو سب نے دیکھ لیا اور جو مدعی [illegible] یا

غیرتِ پروانہ ہم بروزِ مبارک ✤ نالہ چہ آتش ببالِ مُرغِ سحر زد

پروانہ کی غیرت دن کو بھی مبارک سمجھنی چاہیئے۔ پروانہ کی غیرت وہ غیرت نہیں کہ جو پروانہ میں ہو یا پروانہ کو ہو۔ بلکہ وہ غیرت کہ جو اور کو آتی ہو۔ پروانہ پر یعنی رشک۔ حاصل معنے یہ کہ میں تو دن رات عشق میں جلتا ہوں رات کو جو پروانہ کو جلتا ہوا دیکھتا تھا تو مجھکو اسپر رشک آتا تھا دن کو ایسا کوئی نہ تھا کہ مجھکو اُسپر رشک آوے۔ لو اب وہی غیرت اور وہی رشک جو پروانہ کو شب کو تھا اب دن کو بھی مبارک ہو۔ یعنی میرے صبح کے نالوں سے مُرغِ سحر کے پروں میں آگ لگ گئی اور میں اپنی مستی اور بیخودی میں یہ نہیں جانتا کہ یہہ میرے نالے کے سبب سے ہے مجھکو وہ رنج اور غصہ تازہ ہو گیا جو رات کو پروانہ کو دیکھکر کھاتا تھا۔ اب مُرغِ سحر کو جلتے ہوئے دیکھکر جلتا ہوں کہ ہائے یہ کون ہے جو میری طرح جل رہا ہے

لشکرِ ہوشم نہ زورِ مئے نہ شکستی ✤ غمزۂ ساقی نخست راہِ نظر زد

نظر فکر کو بھی کہتے ہیں اور نگاہ کو بھی۔ یہاں نگاہ کے معنے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ میں ایسا نہ تھا کہ شراب کی تاب نہ لاتا۔ اور شراب پیکر بیہوش ہو جاتا مگر کیا کروں کہ پہلے غمزۂ ساقی نے نگاہ کو خیرہ اور مغلوب کر دیا پھر اُسپر شراب پی گئی۔ بیخودی کا اجتماع تو بہم پہنچ ہی گیا تھا ناچار ہوش جاتے رہے

زاں بُتِ نازک چہ جای دعویٰ خون است ✤ دستِ وے و دامنے کہ اُو بکمر زد

اِس شعر کا لطف جدائی ہے بیانی نہیں ہے۔ معنی اسکے یہ ہیں کہ اُس معشوق سے کہ وہ بہت نازک ہے خون کا دعوی کیا کریں کہ اُسکو وقت عزمِ قتل۔ دامن گرادنتے وقت۔ وہ صدمہ پہنچا ہے کہ اُسکا ہاتھ تھکا ہے اور وہ دامن کہ جو اُنہوں نے گردان کر کمر پر باندھا تھا ایسا چکا کمر کو پہنچا ہے وہ آپ اپنے دامن پر داد خواہ ہو رہا ہے بس کوئی اُس سے خون کا کیا دعوی کریگا **قطعہ**

برگِ طرب ساختیم و باد گرفتیم * ہرچہ ز طبعِ زمانہ بیہدہ سر زد * شاخ چہ بالد گر ارمغانِ گل آورد * تاک چہ نالد اگر صلاے ثمر زد *

شاعر کہتا ہے کہ یہ روئیدگیاں بمقتضائے طبیعتِ خاک ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً گنا۔ اَب کچھ خاک کو اور ہوا کو یہی منظور نہیں کہ اُسکا رس نکلے اور اُسکا قند بنے یہ آدمی کی دانشمندی ہے کہ اُسنے اِس گھاس میں سے یہ بات پیدا کی۔ پس اِسی طرح انگور ہیں اور گلاب کے پھول ہیں شاخِ گل کیا جانے کہ پھول میں کیا خوبی ہے اور تاک کیا جانے کہ میرے پھل میں کیا ہنر ہے۔ ہم نے اپنے زورِ عقل سے انگور کی شراب بنائی اور پھولوں کو ہر ہر رنگ سے اپنے کام میں لائے ہ

کام نہ بخشیدہ گنہ چہ شماری — غالبِ مسکین بہ التفات نیرزد

یہ گستاخانہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے کہ جب اس عالم میں تونے میری داد نہ دی اور میری خواہشیں پوری نہ کیں تو بس اَب معلوم ہوا کہ میں لائق التفات کے نہ تھا۔ پس جب میں لائق توجہ کے نہیں تو اب عالمِ عقبیٰ میں میرے گناہوں کا مواخذہ کیا ضرور ہے جب ہمارے مطالب آپ نے ہمکو نہ دیے تو ہمارے معاصی کا بھی شمار نہ کیجیے جانے دیجیے۔ ہم ہیں التفات کی ارزش نہیں ہے ۱۲ غالب *

بنام جواہر سنگھ صاحب جوہر

برخوردار۔ تمہارے خطوں سے تمہارا پہنچنا۔ اور چھاپے کے قصیدہ کا پہنچنا۔

اور ہیرا سنگھ کا ادھر روانہ ہونا معلوم ہوا۔ ہاں [illegible] اکثر بیمار رہتا ہوں [illegible] خصوصاً اس شدت سے نزلہ چھاتی پر گرا کہ [illegible] بارے کچھ فرصت ہوگئی ہے۔ بھائی یہ [illegible] ہیرا کا اسکے پاس اچھا ہے تم سے جو ہو سکے گا تم اسکے واسطے مصارف مقرر کر دو گے۔ غزل تمہاری ہمکو پسند آئی۔ اصلاح دیکر بھیجدی گئی ہے۔ تم خیال رکھا کرو کہ کس لفظ کو کس معنی کے ساتھ پیوند ہے ع چرا نہ یاس بجانِ امیدوار افتد۔ یہاں افتد مہمل ہے۔ یاس بدل افتادن و یاس بجان افتادن روزمرہ نہیں۔ اور بھی کئی افتد ایسے ہی ہیں

سیاہ بختم اگر بر سرم گذار افتد
لباسِ سایۂ ہما نیز سوگوار افتد

سوگوار ہونا سایہ کا باعتبارِ سیاہیٔ رنگ ہے۔ اب یہاں دونوں افتد ٹھیک ہیں۔ گذار افتادن روزمرہ۔ اور دوسرا افتد بمعنے واقع شود ہے

شنیدہ ام کہ بجائے تو مبتلاست عدو
چرا نہ شور بجانِ امیدوار افتد

شور افتادن روزمرہ ہے اور یاس افتادن غلط ہے

بہ حیرتم کہ ز دوزخ کسانِ دوزخ را
کجا برند چو آہم شرارہ بار افتد

یہاں افتد بمعنے واقع شود ٹھیک ہے

نہ گبرم و نہ مسلماں بحیرتم کہ مرا
سوئے دوزخ و مینو کجا گذار افتد

یہ شعر تمہارا بہت خوب ہے آفریں ہے

قرار در وطن افسردہ میکند دل را
خوشا غریب کہ دور از دیارِ یار افتد

یہاں بھی افتد صحیح و با معنے ہے

بیم رقیب کہ رسوائیم خجل نکند
خوش است چشم اگر یار پردہ دار افتد

یہاں بھی اُفتد بمعنے واقع شود ؎

تمنا کہ شیوہ دگرگوں کُنی بر غمِ بتاں
خوش است گر ز جفا بر وفا قرار اُفتد

اُفتد یہاں بھی ٹھیک ہے۔ بات اِتنی ہی تھی کہ بودگرا لفظ تھا کئی صاف ہے ؎

خطِ رُخ تو بدل دادہ خطِ آزادی
خوشم کہ در شکنِ زلفِ تابدار اُفتد

وُہ صُورت اچھی نہ تھی یہ طرز خوب ہو گئی۔ معنی کا عیار کامل ہو گیا ؎

چکد ز خامۂ جوہر سخن چنانکہ گُہر
بزورِ موج دُر از بحر بر کنار اُفتد

دولت و اقبال روز افزون روزی باد و ساز اسد اللہ نگاشتہ نہم اپریل ۱۸۶۳ء ٭

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

فرزندِ دلبند سعادتمند منشی ہیرا سنگھ کے حق میں میری دُعائیں قبول ہوں اور اونکے جتنے مطالب و مآرب ہوں وہ عنایتِ الٰہی سے پورے ہوں۔ بھائی لبِ ساحل کی سند یہ ایک شعر ہے طالب آملی کا ؎ مُدّتے آن گدائے خونین دل ٭ بود تبخالۂ لبِ ساحل ٭ لبِ بام۔ لبِ فرش لبِ گور۔ لبِ چاہ۔ لبِ دریا۔ لبِ ساحل بمعنی کنارہ کے ہے مستعمل اہلِ ایران۔ لبِ بام اُس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک قدم آگے بڑھائیے تو دھم سے انگنائی میں آرہیے پس لبِ دریا اُسے سمجھیے جہاں سے قدم بڑھائیے تو پانی میں جارہیے۔ لبِ ساحل وہ ہوا جہاں سے آگے بڑھیے تو دریا میں گر پڑیے۔ لبِ دریا سے پاؤں پانی پر رکھا جاتا ہے جیسا نہانے کے واسطے اور لبِ ساحل سے دریا میں کودتے ہیں جس طرح سُلطان جی کی باولی میں لبِ بام سے تیراک کودتے ہیں۔ اسیطرح تیراک جہاں دریا کا پانی نشیب میں ہوتا ہے وہاں کراڑے کے کنارے پر سے کودتے ہیں۔ اسیطرح۔ کراڑ ساحل اور کراڑے کا کنارہ لبِ ساحل جو صاحب کہ لبِ ساحل کو صحیح نہیں جانتے کیا وہ طالب آملی کو بھی نہیں مانینگے

اور اس لفظ پر اعتراض کرنیکا سبب یہ ہے کہ ان بیچاروں نے سوائے گلستان اور بوستان کے کوئی فارسی کی کتاب نہیں دیکھی۔ اگر مدت تک قدما کی تصنیفات نظر میں رکھیں گے تو یقین ہے کہ دیکھ لیں گے فقط نجات کا طالب غالب۔ + ۔

بنام میر مہدی صاحب

آیئے جناب میر مہدی صاحب دہلوی۔ بہت دنوں میں آئے۔ کہاں تھے۔ بارے آپ کا مزاج خوش ہے۔ میر سرفراز حسین صاحب اچھی طرح ہیں۔ میرن صاحب خوش ہیں ؎ ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے + یہاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے + پہلے یہ سمجھو کہ قسم کیا چیز ہے۔ قد اس کا کتنا لمبا ہے۔ ہاتھ پاؤں کیسے ہیں۔ رنگ کیسا ہے۔ جب یہ نہ بتا سکو گے تو جانو گے کہ قسم جسم و جسمانیات میں سے نہیں۔ ایک اعتبار محض ہے۔ وجود اس کا صرف تعقل میں ہے۔ سیمرغ کا سا اس کا وجود ہے یعنے کہنے کو ہے دیکھنے کو نہیں پس شاعر کہتا ہے کہ جب ہم آپ اپنی قسم ہو گئے تو گویا اس صورت میں ہمارا ہونا ہمارے نہ ہونے کی دلیل ہے ۱۲ ؎

مے خواہم از خدا و نمے خواہم از خدا
دیدن حبیب را و ندیدن رقیب را

لف و نشر مرتب ہے۔ میخواہم از خدا دیدن حبیب را و نمے خواہم از خدا دیدن رقیب را خوار و زار و خستہ و سوگوار۔ معنی تو اس میں موجود ہیں مگر بول چال ٹکسال سے باہر ہے ایک جملہ کا جملہ مقدر چھوڑ دیا ہے اور پھر اس بھونڈی طرح سے کہ جسکو المعنی فی بطن الشاعر کہتے ہیں۔ یہ شعر اساتذہ مسلم الثبوت میں سے کسیکا نہیں ہے۔ کوئی صاحب ہوں گے کہ انہوں نے لوگوں کے حیران کرنے کے واسطے یہ شعر کہدیا اور کسی استاد کا نام لے دیا کہ یہ ان کا ہے۔ تذکیر و تانیث کا کوئی قاعدہ منضبط نہیں کہ جس

تکلّم کیا جائے۔ جو جسکے کانوں کو لگے۔ جسکو جسکا دل قبول کرے اُس طرح کہے۔ رتھ میرے نزدیک مذکّر ہے۔ یعنی رتھ آیا لیکن جمع میں کیا کروں گا ناچار مؤنث بولنا پڑے گا یعنی رتھیں آئیں خیر مؤنث ہے بالاتفاق۔ مگر کاغذ اخبار اسکو خود سمجھ لو کہ تمہارا دل کیا قبول کرتا ہے۔ میں تو مذکّر کہوں گا یعنی اخبار آیا۔ پیر ہوئی یا ہوا یہ منطق عوام کا ہے ہمیں اِس سے کچھ کام نہیں ہم کہیں گے کہ دوشنبہ ہوا۔ پیر کا دن ہوا۔ نری پیر ہوئی یا پیر ہوا ہم کیوں بولیں گے۔ ۱۲ بلبل میرے نزدیک مؤنث ہے جمع اس کی بلبلیں۔ طوطی بولتا ہے۔ بلبل بولتی ہے ۱۲ بھائی اِس امر میں مَیں مفتی و مجتہد بن نہیں سکتا۔ اپنا عندیہ لکھتا ہوں۔ جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے ۱۲ نجات کا طالب۔ غالب

شنبہ۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۶۳ء۔ ✤ ۔

ایضاً بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں۔ قاطع برہان کے مسودے سب میں نے پھاڑ ڈالے اسواسطے کہ ہر نظر میں اُس کی صورت بدلتی گئی۔ وہ تحریر بالکل مغشوش ہوگئی۔ ہاں اُس کی نقلیں صاف کہ جن میں کسی طرح کی غلطی نہیں نواب صاحب نے کرلی ہیں۔ ایک میرے واسطے ایک ضیاء الدین خان کے واسطے۔ میری مِلک کی جو کتاب ہے اُس کی جلد بندھ جائے تو بطریقِ مستعار بھیج دونگا۔ تم اس کی نقل لے کر میری کتاب مجھکو پھیر دینا۔ اور یہ امر بعد محرم واقع ہوگا۔ مگر یہ یاد رہے کہ جو صاحب اُس کو دیکھیں گے وہ ہرگز نہ سمجھیں گے۔ صرف بُرہان قاطع کے نام پر جان دیں گے۔ کئی باتیں جس شخص میں جمع ہوں گی وہ اُس کو مانے گا۔ پہلے تو عالم ہو۔ دوسرے فنِ لغت کو جانتا ہو۔ تیسرے فارسی کا علم خوب ہو۔ اور اس زبان سے اُسکو لگاؤ ہو۔ اساتذہ سلف کا کلام بہت کچھ دیکھا ہوا اور کچھ یاد بھی ہو

چوتھے منصف ہو ہٹ دھرم نہ ہو۔ پانچویں طبع سلیم و ذہن مستقیم رکھتا ہو۔ معوج الذہن اور کج فہم نہ ہو۔ نہ یہ پانچ باتیں کسی میں جمع ہوں گی اور نہ کوئی میری محنت کی داد دے گا۔ ۱۲ فہمائش کا لفظ میاں بدھا ولد میاں جمّا اور لالہ گنیشی لال ولد بھیروں ناتھ کا گھڑا ہوا ہے۔ میری زبان سے کبھی تم نے سنا ہے؟ اب تفصیل سنو۔ امر کے صیغہ کے آگے شین آتا ہے تو امر معنی مصدری دیتا ہے اور اس کو حاصل بالمصدر کہتے ہیں۔ سوختن مصدر۔ سوزد مضارع۔ سوز امر۔ سوزش حاصل بالمصدر۔ اسی طرح خواہش و کاہش و گزارش۔ و گدازش و آرایش و پیرایش و فرمایش۔ فہمیدن فارسی الاصل نہیں ہے مصدر جعلی ہے۔ فہم لفظ عربی الاصل ہے۔ طلب لفظ عربی الاصل ہے۔ انکو موافق قاعدہ تفریس فہمیدن و طلبیدن کرلیا ہے۔ اور اس قاعدہ میں یہ کلیہ ہے کہ لغت جعلی عربی آخر کو امر بن جاتا ہے۔ فہم یعنی بفہم۔ سمجھ۔ طلب یعنی بطلب مانگ۔ فہمد مضارع بنا۔ طلبد مضارع بنا۔ خیر یہ فرض کیجیے کہ جب ہم نے مصدر اور مضارع اور امر بنایا تو اب حاصل بالمصدر کیوں نہ بنائیں۔ سنو حاصل بالمصدر فہمش اور طلبش ہونا چاہیئے۔ فہم تھا صیغہ امر فہمد سے نکلا تھا۔ الف اور یے کہاں سے آیا۔ فہمائی تو نہیں ہے جو فہمائش درست ہو۔ کہیں فرمایش کو اسکا نظیر گمان نہ کرنا وہ مصدر اصلی فارسی فرمودن ہے فرماید مضارع۔ فرمائے امر حاصل مصدر۔ فرمایش ۱۲ پہلے حکیم امیر اشرف علی کو دعا اور بیٹا پیدا ہونیکی مبارکباد۔ میاں میں نے رات کو اپنے عالم سرخوشی میں تاریخی نام خیال کیا میر کاظم دین کے بارہ سو پچھتر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اسم بھی مانند لفظ فہمائش ٹکسال سے باہر ہے

غالب

(حق کاپی رائٹ حصہ دوم محفوظ ہے)

مطبع فاروقی دھلی

میں

ہر قسم کی کتابیں تاریخی۔ آدبی۔ قصّے۔ ناول۔ فسانے۔ دواوین مختلف طرز کے لکھّے ہوئے قرآن مجید۔ کتب احادیث و تفسیر وغیرہ بکفایت فروخت کی جاتی ہیں ✣ (فہرست مطبع صرف آدھ آنہ ٹکٹ آنے پر مُفت روانہ کیجاتی ہی!)

یہ دہلی کا ایک پُرانا۔ اور نیک نام چھاپہ خانہ ہی۔ اور اسمیں حُسنِ معاملہ کے ساتھ صاحبانِ فرمایش کی ہر ایک فرمایش پوری کیجاتی ہی اگر آپ کو کسی قسم کی کتاب کی ضرورت ہو بے تکلّف آپ صرف ایک پوسٹ کارڈ لکھکر بھیجدیجیے واجب قیمت پر وہ کتاب آپکو وی پی بھیجدیجائیگی۔ اچھّا ذخیرہ کتابوں کا اس چھاپہ خانہ میں موجود ہی۔ حتی الامکان جلد ہر فرمایش کی تعمیل کیجاتی ہی اگر کوئی کتاب بالفعل موجود نہو تو اُسکو بالکل ٹھیک قیمت پر حاصل کرکے بھیجدیا جائیگا اور جواب حال دیا جاتا ہی معاملہ کرنیسے آپ خوش ہوجائیں گے ✣

فہرست مطبع صرف کارڈ آنے پر مفت روانہ کیجاتی ہی ✣

ملنے کا پتہ: سید محمد عبد السلام مالک و مہتمم مطبع فاروقی دہلی بازار لیماران۔

CA
Acc. No. ۲۷۶۲
Class No. ۸۹۱۴۳۹۱ Book No. غالب
Author غالب، مرزا اسد اللہ خاں
Title اردوئے معلیٰ حصہ اول

Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue D
For Binding KBt Dlo. 3-8-89			

CC NO. ۲۷۶۲
غالب، مرزا
اردوئے
حصہ

Class N
Author
Title

Borrower's No.	I
For Bind KBt Dlo. 3-8-89	

CTION

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.